THE MAKING OF MODERN EGYPT,

Reprint from Taraqqi 1912,

مصر کی کایا پلٹ

یہ کتاب سر آکلنڈ کولون کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے۔ سی۔ ایم جی۔ سی۔ آئی۔ ای کی مشہور کتاب "دی میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ" کا ترجمہ ہے۔ اِس میں لائق مصنّف نے تاریخی واقعات اور سرکار انگلشیہ کے نظم و نسق کے حالات قلمبند کر کے دکھایا ہے۔ کہ مصر اِس طرح اپنی موجودہ حالت کو پُہنچا ہے۔

پنجاب ریلیجس بُک سوسایٹی

انارکلی لاہور

۱۹۱۳ء

بار اوّل

تعداد جلد (۱۰۰۰) قیمت (۱۴ر)

P. R. B. S., Lahore.

مصر کی کایا پلٹ

کی اشاعت کے بعد مزید حالات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں تو بھی بہت
کچھ ابھی لکھا جانا باقی ہے۔ لارڈ ملنر (Lord Milner) صاحب نے
مصری امور پر چند مضامین لکھے ہیں۔ یہ صاحب خود مصر میں سرکاری خدمت
پر مامور رہے اور وہاں کی مشکلات سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن اُنہوں نے
سلسلہ وار واقعات کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے اُن کی تصنیف کو مصری تاریخ
نہیں کہہ سکتے اور ان کی تصنیف کے وقت مصری تاریخ کے تین مشہور
واقعات وقوع میں نہ آچکے تھے۔ جن کا خاتمہ ۱۸۹۹ء میں خلیفہ عبداللہ اور
اُس کے پیروکاروں کی تباہی پر ہوا۔ جبکہ دو مغربی طاقتوں میں ۱۹۰۴ء میں
عہد و پیمان کے ذریعے اتحاد اور صلح ہوگئی ٭

اس رسالہ کی غرض یہ ہے کہ سرکار انگریزی کے ماتحت مصر کی کایا پلٹنے
کا ذکر کرے۔ اگرچہ آغاز منحوس جیسا معلوم ہوتا تھا۔ اور مابعد میں بھی مشکلات
اور مصیبتوں سے پالا پڑتا رہا لیکن شکر ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوا۔ لارڈ کرومر نے
اپنے مشیروں اور ماتحتوں کے ذریعے بتدریج رکاوٹوں کو دُور کرکے بڑی
کامیابی حاصل کی۔ بیس سال سے زیادہ عرصہ تک لارڈ کرومر نے اس ملک کی
حالت کو کچھ کا کچھ کردیا۔ اس میں اُنہوں نے بڑے صبر۔ تحمل۔ دانائی دوراندیشی
اور استقلال سے کام لیا۔ نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات۔ اُس کا نام
مصر کی تاریخ میں ہمیشہ تک چمکتا رہیگا ٭

البتہ انگریزی مداخلت کے اسباب کا مختصراً ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔
جو ۱۸۸۲ء میں پھوٹ نکلی۔ اس کا مواد فاسد محمد علی کے زمانے سے اسمٰعیل پاشا
کے خارج ہونے تک جمع ہوتا رہا تھا۔ اُنیسویں صدی کے شروع میں مصر سلطان
ٹرکی کا ایک صوبہ تھا۔ قسطنطنیہ کی طرف سے ایک پاشا مقرر ہوکر برائے نام مصر کا
حاکم ہوتا تھا لیکن دراصل ملوک بے حکم چلاتے تھے۔ ۱۸۰۶ء میں ایک البینے
سپاہی نے اپنے زور بازو سے ترقی کرتے کرتے اور سلطان کے ترکی نائب کے
ساتھ دو ہاتھ کرکے آخرکار سلطان کی طرف سے مصر کا والی یا گورنر مقرر ہوا۔

رفتہ رفتہ محمد علی کا زور بڑھتا گیا اور عالمگیری خیالات ترقی کرتے گئے۔

چند انگریز جو مملوکیوں کی حمایت میں محمد علی کے خلاف لڑ رہے تھے وہ ۱۸۰۷ء میں شکست کھا کر اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ شاید بہت تھوڑوں کو معلوم ہوگا کہ جہاں آجکل ازبکیہ باغ ہے وہاں تقریباً سو سال گزرے انگریزی سپاہیوں کے سر قلم ہوئے تھے اور جو ان میں سے زندہ بچے وہ یا تو بک کر غلام ہو گئے یا قید ہو کر زندان میں پڑے۔ ۱۸۱۱ء میں مملوک شاہزادے قتل عام کے وقت سب کے سب مارے گئے۔ ۱۸۱۱ء اور ۱۸۱۸ء کے درمیان ابراہیم پاشا نے جو محمد علی کا متبنےٰ بیٹا تھا عرب پر لشکر کشی کی اور وہابیوں کی سرکوبی کی۔ ۱۸۲۰ء میں سوڈان پر حملہ کیا۔ اور ۱۸۲۴ء میں کوردوفان کو مصر سے ملحق کیا۔ ۱۸۲۳ء میں خرطوم کی بنا ڈالی۔ ۱۸۲۴ء میں مصری پاشا نے اپنی بری اور بحری فوجیں سلطان ٹرکی کے ساتھ ملا دیں۔ ان دنوں میں مصر کی بحری طاقت کچھ کم نہ تھی۔ لیکن آخر کار سلطان اور مصر کی بحری طاقت ۱۸۲۷ء میں بمقام نوارینو (Navarino) تباہ ہو گئی۔ آخر کار اپنے آقا کی طرف متوجہ ہوا اور فتح کرتا ہوا عین قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گیا اور بمقام کونیاہ ترکوں کو شکست فاش دی۔ اور اگر روسی فوج اُس وقت تک کمک کو نہ آ پہنچتیں تو استنبول میں محمد علی کا خاندان حکمران ہوتا۔ ۱۸۳۳ء میں مصر کا پاشا شام کا پاشا بھی مقرر ہوا۔ لیکن اس سے محمد علی کی اُمنگ پوری نہ ہوئی اور ۱۸۳۹ء میں ابراہیم پاشا نے بمقام نزیب ترکی فوج کو نیچا دکھایا۔ اور ترکی جنگی بیڑہ سلطان کو چھوڑ سکندریہ کو روانہ ہوا اور محمد علی کے لئے پھر اب قسطنطنیہ تک راستہ صاف تھا۔ اس وقت محمد علی کا ستارہ سمت الراس پر تھا۔ لیکن سرکار انگریزی نے دخل دیکر مصریوں کو مغلوب کیا۔ اور ترکوں نے قلات میدان میں محمد علی کے لشکر کو مارا۔ انگریزی۔ آسٹرین اور ترکی دستوں کے آگے عکہ نے سر خم کیا۔ شام مصریوں کے چنگل سے چھڑایا گیا۔ آخر کار ۱۸۴۱ء میں محمد علی کی ترکی مہمات کا دورہ ختم ہوا۔ شام کی حکومت تو اس کے ہاتھ سے چھن گئی۔

مگر سلطان کا یہ فرمان اُسے مِل گیا کہ محمد علی اور اُس کی اولاد ہمیشہ تک مصری تخت کی وارث ہوگی بشرطیکہ سالانہ خراج ادا کیا کرے ؛

محمد علی اور ابراہیم پاشا کی لشکرکشیوں نے جو بیج مصر میں بویا تھا وہ تلخ پھل لائے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اگر محمد علی نے ہوا کو بویا تو توفیق پاشا نے گرد باد کی فصل کاٹی۔ ہمعصر تاریخ سے اس امر کا کافی ثبوت مِلتا ہے کہ خدیوی خاندان کے بانی نے کس قدر جور و ظلم سے کام لیا۔ یہ بے رحم۔ بے ترس اور سخت تھا۔ مصر کے جوان عین عالم شباب میں فوج میں بھرتی کیے جاتے عرب شام اور سوڈان کے میدان مصری فلاحین کی ہڈیوں سے بھر گئے۔ اور جو فلاحین (کسان پیشہ لوگ) بچے وہ زمین کی زراعت کے لئے نہ تو کافی تھے اور نہ زراعت کرنا چاہتے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی آمدنی میں سخت کمی واقع ہوئی اور وہ بھی بڑی بے دردی سے وصول کی جاتی تھی۔ کسان کو اُس کی تیار کردہ زمین پر کوئی حق یا رعایت حاصل نہ تھی۔ جب چاہتے اس کو نکال کر دوسرے کو زمین دیدیتے۔ اور مصر کی زمین کا ایک بڑا حصہ پاشا کے ترکی ہواخواہوں کے قبضہ میں تھا اور مصری حاصلات کی خرید و فروخت کا اجارہ خود محمد علی نے لے رکھا تھا۔ حکام فصلوں کو اپنی مرضی کے موافق نرخ پر زمینداروں سے خرید لیتے اور بڑے نفع پر بیرونی تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے۔ گرانی اس قدر ہوگئی کہ اکثر قحط کی نوبت پہنچ جاتی تھی اور اس اندھیر گردی نے ملک کو تباہ کردیا۔ طاعون نے الگ اپنا سکہ بٹھالیا۔ کسانوں کے مویشی پاشا اور اُس کے ہواخواہ ترکوں کی گویا مالیت تھی۔ جب چاہتے اپنے کارخانوں وغیرہ کے لئے پکڑ کے لے جاتے۔ اور بچے کھچے طاعون کا لقمہ ہوتے۔ لڑکوں کو اسکولوں میں جبراً داخل کرتے اور بہانہ یہ تھا کہ وہاں وہ صنعت و حرفت و زراعت اور طبابت کی تعلیم حاصل کرینگے۔ لیکن وہاں کیا رکھا تھا وہ تو ایک پھندا تھا۔ جن لڑکوں نے اُن سکولوں میں قدم رکھا وہ ہمیشہ کے لئے اپنے خاندانوں سے منقطع ہوگئے اور سرکار کے اوزار بن گئے۔ ان کی تعلیم پوری

ہوتی یا نہ ہوتی وہ غیر ممالک میں چیلوں کا شکار ہونے کے لئے بھیج دیے جاتے اور اگر اس سے نجات پاتے تو ایسے کاموں پر مامور کئے جاتے جو ان کی تعلیم و تربیت کے بالکل مغائر ہوتے ۔

محمد علی کے عہد سلطنت کا یہ سرسری خاکہ مابعد واقعات کے سمجھنے میں مدد دیگا۔ اوّل تو یہ یاد رکھئے کہ ترکی فتوحات کے زمانے سے لیکر اب پہلی دفعہ ۱۸۴۱ء میں مصر کو آزاد اور خود مختار زندگی حاصل ہوئی۔ قاہرہ میں سلطان ٹرکی کی طرف سے سوائے محمد علی کے اور کوئی وکیل نہ تھا۔ جس نے سلطان کے فرمان کے مطابق مصر کی عنان حکومت سنبھالی اور سلطنت کا وارث پشت در پشت کے لئے ہوگیا۔ اب سے مصر ٹرکی سے جُدا ہوا اور ہر طرح کے طوفان کا مقابلہ اسے خود کرنا پڑا۔ ترقی و زوال اب اُس کے اپنے ہاتھ میں تھا۔ ایک طرف تو مصر کا پاشا تھا مع اپنے ہموطنوں کے تنزل پذیر دستہ کے۔ اور دوسری طرف مصری تھے گو مغلوب رعیت لیکن تعداد میں۔ تعلیم میں عقل و فہم اور عزم میں روزافزوں ترقی کر رہی تھی۔ لیکن قسطنطنیہ کی طرف سے اُس کو ہر دم خدشہ لگا رہتا تھا۔ ترک کو اس امر کی برداشت نہیں ہوسکتی کہ کوئی دوسرا تاجدار اُس کے نزدیک مالک تخت و حشمت ہو۔ اس لئے مصریوں کو بھی فوج میں عہدے ملنے شروع ہوگئے اور ایک زبردست فوج کھڑا کرنے کی سوجھ گئی۔ لیکن عوام النّاس کی مصیبت روز بروز بڑھتی گئی ۔

عبّاس پاشا محمد علی کے بعد تخت نشین ہوا اور پانچ سال تک سلطنت کی۔ اس نے اور اس کے جانشین سعید پاشا نے عوام کو تنگ نہیں کیا اور امن چین سے گزارہ کیا۔ سعید پاشا نے قانون اراضی کے ذریعے کئی حقوق زمینداروں کو عطا کئے۔ لیکن نہر سویز کی رعایت دوسروں کو دینے کے باعث اپنے لوگوں سے سخت بیگار لی اور ساتھ ہی مصریوں کو فوجی عہدے عطا کئے۔ ۱۸۶۳ء میں اسمعیل پاشا حاکم ہوا۔ اس کا مزاج اس کے دادا محمد علی سے بہت ملتا تھا۔ اس نے کسی غیر ملک پر لشکر کشی نہیں کی۔ البتہ سوڈان میں سر سموئیل بیکر

اور جنرل گارڈن کے ذریعے اُس نے سلطنت کو توسیع دی۔ اور ابی سینیا میں اسکو سخت شکست حاصل ہوئی۔ محمد علی کی طرح عالمگیری کا جنون اسے بھی تھا اور مصر کی زمین کے بڑے حصے کا مالک خود بننا چاہتا تھا۔ اسکے زعم میں یہ سما گیا تھا کہ مصر کی زمین میری ہے اُسے جس طرح چاہوں استعمال کروں۔ اور مصری باشندے محض کسان بنے کہ اُس کے لئے زمین کا کام کریں۔ نہ تو کبھی سلطان ابوحمید کو یہ خیال گزرا تھا اور نہ اسماعیل پاشا کے دماغ میں یہ بات آئی کہ رعایا خدا کی طرف سے ایک امانت ان کے سپرد کی گئی ہے۔ اس لئے کارخانوں کی بھرمار کی اور ریلوے کو توسیع دی۔ ان میں افادہ عام تو برائے نام تھا در اصل غرض ذاتی نفع کمانا تھا۔ زرکثیر سکولوں پر خرچ کیا۔ عالیشان محل تیار کرائے۔ جنگ و جدل جاری رکھا اور قرض پر قرض لیتا گیا۔ ۱۸۶۳ء میں اسمٰعیل پاشا کی تخت نشینی کے وقت مصر کا کل قرض چالیس لاکھ پونڈ تھا اور ۱۸۷۹ء میں جب اس نے مصر کو الوداع کہا تو قرض دس کروڑ تک پہنچ گیا تھا۔ اور اس قرض سے جو نفع اُسے حاصل ہوا وہ اُس رقم کا سود ادا کرنے کے لئے بھی کافی نہ تھا۔ قرض کی کثرت سے خدیو پر قرضخواہوں نے زور ڈالا اور خدیو نے اپنی رعایا کا گلا گھونٹنا شروع کیا۔ لیکن اگرچہ اُس نے رعایا کو تکلیف دی تو بھی سوائے ان کے اور کسی پر وہ تکیہ نہ کر سکتا تھا۔ مصر میں ترک تو معدودے چند تھے۔ اور اہل مصر فوجی اور ملکی عہدوں پر بکثرت مامور ہوتے جاتے تھے۔ کئی مصری پلٹنیں مصری کرنیلوں کے ماتحت تھیں اور دیگر مصری افسران کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی اور جب ابی سینیا کی لڑائی میں بہت افسر مارے گئے تو ان کی جگہ مصری ہی افسر رکھے گئے۔ اور جوں جوں مصری لوگوں کی مصیبت بڑھتی گئی ویسے ہی مصری افسروں کی تعداد میں ترقی ہوتی گئی اور ترکی افسروں کی تعداد بتدریج گھٹتی چلی گئی *

یہ حالت دیکھکر سرکار انگریزی اور فرانسیسی نے سلطان پر زور ڈالا اور اُس نے جون ۱۸۷۹ء میں اسمٰعیل پاشا کو معزول کرکے مصر سے نکال دیا۔ اس سے سلطان کی حکومت بھی معرض خطر میں تھی۔ مصر پر از حد مصیبت تھی۔ فلاحین سب سے

مقروض تھے۔ انصاف کافور ہوگیا تھا اور خراج اور ٹیکس وصول کرنے میں کوئی قاعدہ اور قانون نام کو نہ رہا۔ محکمۂ مال نے دیوالہ نکال دیا اور اب یوروپین قرضخواہ ساری آمدنی کے مالک ہو گئے۔ جن چند اشخاص کے ہاتھ میں انتظام تھا وہ عموماً عقل و لیاقت و اخلاق سے بے بہرہ تھے۔ اور مصری گورنمنٹ نہ تو قسطنطنیہ سے مدد لے سکتی تھی اور نہ لینا ہی چاہتی تھی کیونکہ سلطان بہانہ ہی ڈھونڈھ رہا تھا کہ کسی طرح سے وہ فرامین ضبط کرلے جو مصر کے حاکموں کو اُس نے وقتاً فوقتاً عطا کئے تھے مصری فوج میں جو لوگ تھے وہ انکے بھائی بند تھے جنھیں سخت ٹیکس وغیرہ دینے پڑتے تھے۔ اس لئے فوج کی ہمدردی ان کے ساتھ تھی۔ مثل مشہور ہے کہ ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا۔ ادھر یہ تنگی و مصیبت۔ اُدھر ترکی یا سرکاشی افسروں نے مصریوں کے ساتھ بدسلوکی شروع کی اور ان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ اگرچہ اسماعیل پاشا جلاوطن کیا گیا تھا لیکن اُس کا بیٹا اور جانشین تو ترک ہی تھے اور محمد علی کی اولاد۔ گو وہ نوجوان اور نرم مزاج تھا۔ لیکن اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ جب اہل مصر نے دیکھا کہ یوروپین ہمارے محکمۂ مال کے مالک ہیں تو اور بھی چڑ گئے اور مبالغہ آمیز افواہوں نے اور بھی غلط فہمی پیدا کردی۔ سلطان موقع کی تاک میں تھا کہ کسی طرح مصر پر ہاتھ صاف کرے۔ اسمعیل پاشا کی معزولی سے خدیوی حکومت کی بُنیاد جڑ سے ہل گئی تھی اور یوروپین طاقتوں کی دست اندازی اس کا ثبوت دے رہی تھی۔ نئے خدیو کی کوئی پروا نہ کرتا اور نہ اُس کی کوئی وقعت ملک میں تھی۔ یہ موقع بہت مناسب معلوم ہوتا تھا کہ مصر میں ترکوں کی حکومت کا خاتمہ کردیا جائے *

معاملات کی حالت یہ تھی۔ جب یکم فروری ۱۸۸۱ء کو تینوں کرنیل جن کے نام عربی۔ علی۔ فہمی۔ اور عبدالعلی تھے۔ ایک فوجی عدالت کے سامنے سرکشی کے واسطے پیش کئے گئے۔ جب ان کے برخلاف کارروائی ہو رہی تھی تو سپاہیوں نے بیچ بچاؤ کیا اور ان تینوں کو زبردستی چھڑا کر لے گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ گورنمنٹ بے دست و پا ہے اور کوئی کارروائی اس سے نہیں ہوسکتی۔ تو عین وسط شہر قاہرہ میں محل عابدین کے نیچے ایک عظیم فوجی جلسہ کیا۔ اور خدیو کو مرعوب کرکے وزارت موقوف کرا دی۔ یہ ۹ ستمبر کا واقعہ ہے سپاہ اور افسر اپنے حسب منشا حکومت چاہتے تھے۔ جس سے وہ اپنے جملہ اغراض کے حصول کی اُمیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے۔ گو اس وقت مالی حالت بڑی نازک تھی جس سے ہر صیغہ میں کفایت اور سپاہ کی تخفیف لابدی ٹھیری تھی۔ باوجود اس کے بھی سرکش سپاہ اس امر پر زور دیتی تھی کہ پورے اٹھارہ ہزار جوان رکھے جائیں جن کے رکھنے کی ایک خاص فرمان سے توفیق خدیو کو اختیار حاصل تھا۔ وہ نہ صرف تخفیف سپاہ اور کفایت ہی کے مخالف تھے بلکہ لشکریوں کے مشاہرہ میں اضافہ چاہتے تھے۔ ان کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا۔ کہ وزارت جنگ کے عہدہ پر محمود سامی کو مامور کیا جائے۔ یہ وہی شخص تھا۔ جس نے سپاہ کو فروری کی بغاوت کی شہ دی تھی۔ یہ شخص سرکیشیا کا باشندہ اور مملوک بے کی اولاد سے تھا۔ اس کی باغی افسروں کی شرکت و شمولیت سے کوئی یہ اُمید نہ لگا سکتا تھا کہ مصر کے فوائد کو کسی قسم کی تقویت پہنچیگی۔ علاوہ بریں قومی مجلس شوریٰ کے انعقاد پر بھی زور دیا گیا تھا جسکی علت غائی معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ فروری ۱۸۸۲ء میں محمود سامی شریف پاشا کی جگہ جس نے ماہ ستمبر کے فوجی جلسہ کے بعد طوعاً کرہاً وزیر اعظم بننا منظور کیا تھا۔ وزارت عظمےٰ کے شاندار منصب پر متقرر ہوا۔ مجلس اکابرین کی وساطت سے فوجی افسر شریف پاشا پر زور ڈالتے اور اپنے مطالبات پیش کرتے تھے۔ جنہیں وہ قبول نہ کرسکا وہ اتنی قابلیت اور قوت بھی نہ رکھتا تھا کہ کامیابی سے ان کی مزاحمت کرسکے۔ اس واسطے وہ علیحدہ ہوگیا۔ عربی وزیر جنگ متقرر ہوا۔ ماہ اپریل کے شروع میں چالیس ترک اور سرکیشیائی افسروں پر مصری افسروں کی فوجی عدالت بیٹھی اور ان کے سب الزامات کی تحقیقات کی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ سوڈان کے نہایت دور افتادہ حصوں میں جلاوطن کئے گئے۔ مگر خدیو نے اس فتوے کو

منظور نہ کیا۔ اس پر مجلس وزرا نے ماہ مئی میں مجلس اکابین کو دوبارہ طلب کیا جس کا اسے مجاز نہ تھا۔ اس کی اصل غرض یہ تھی۔ کہ خدیو کو معزول و برطرف کیا جائے۔ لیکن اس مجلس کے اراکین نے دیکھا کہ دو مغربی قومیں معاملات مصر میں گہری دلچسپی لے رہی تھیں۔ اور ان کے جنگی بیڑے کیل کانٹے سے تیار کھڑے ہیں۔ اس لئے اُنہوں نے وزرا کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ اس پر فوجی فریق نے برائے نام نظم و نسق سے علیحدگی اختیار کرلی۔ مگر تمام اختیار اور اقتدار اپنے ہاتھ میں رکھا۔

جو کچھ بعد ازاں وقوع میں آیا۔ اسکے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فوجی سرکشی کی سرگزشت بیان کرنے سے ہماری غرض صرف وہ اسباب ظاہر کرنا ہیں جو اسکے محرک ہوئے تھے۔ اس قدر اور ایزاد کرنا کافی ہے کہ جوں جوں یہ سرکشی وسعت اختیار کرتی گئی۔ معاملات کی صورت پیچیدہ اور برہم ہوتی چلی گئی۔ یہ مصری اور ترکی افسروں کی کشمکش نہ تھی۔ اور نہ یہ مجادلہ خدیو اور اس کی رعایا کے درمیان رہا۔ بڑے بڑے مسائل اس سے وابستہ پائے گئے۔ اس طوفان بدتمیزی میں سلطان کی کارستانی زیادہ نمایاں ہونے لگی۔ محمود سامی اس کا گرگا تھا۔ وہ اپنی فتنہ پردازی اور عیاری سے مصر کو دوبارہ ترکی کے قبضہ میں لانے کی بے حد کوشش کر رہا تھا۔ جنوری ۱۸۸۲ء کو فرانس اور برطانیہ نے ایک مشترکہ نوٹ حکومت مصر کے پاس بھیجا جس میں اُنہوں نے جابرانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ اسے پڑھکر بہت سے لوگ سرکشوں کے زمرہ میں شریک ہوگئے چھ ماہ تک کوئی اہم کارروائی عمل میں نہ آئی۔ اس سے سرغنوں نے فائدہ اُٹھایا۔ اور جمہور مصر کے یہ امر ذہن نشین کرنا چاہا۔ کہ فرانس و برطانیہ کی باہمی بدظنی انہیں اتحاد سے کام کرنے سے باز رکھیگی۔ اور یہ کہ فلاحین کا فرضہ فریق برسر اقتدار منسوخ کردیگا۔ اسکے علاوہ مصریوں کا مذہبی جوش بھی متحرک و مشتعل کیا گیا۔ جس کا انجام شورشیں ہوئیں۔ اور مصر کی برطانیہ سے جنگ چھڑ گئی۔ اخیر میں فوجی فتنہ فرو ہوکر امن و سکون قائم ہوا۔

اہل مصر کی ستیار برداری اور سنگ آرائی کس حد تک مبنی بر انصاف تھی؟
اس مسئلہ پر غور کرتے وقت بعض امور عیاں ہوتے ہیں۔ جن سے اغماض کرنا
دشوار ہے۔ ایک یہ امر ہے کہ لیڈران شورش کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔
کیا ان کے واسطے واجب تھا کہ اس کے بھروسے پر اپنے ہموطنوں کے
جان و مال کو معرض خطر میں ڈال دیتے؟ ان کا گمان تھا۔ کہ یورپین سلطنتوں
کے درمیان اختلاف رائے ہوجائیگا۔ اور غالباً مصری لیڈروں کے یورپین مشیروں
نے جن کی تعداد معقول تھی۔ انہیں یہ یقین دلایا تھا کہ فرانس اور برطانیہ کی آپس
کی بدظنیوں کے سبب سے مغربی طاقتیں میدان جنگ میں آنے سے باز رہینگی۔
مگر واقعات سے ظاہر ہوگیا۔ کہ مصری لیڈروں کی یہ حرکت نا عاقبت اندیشانہ
اور مصلحت سے بعید تھی۔ اور جس اتفاق پر انہوں نے اعتقاد کیا تھا۔ وہ بہت
دور افتادہ اور کمزور تھا۔ یورپین قوموں کے خاص فوائد مصر سے وابستہ تھے۔
علاوہ بریں خدیو کے معاہدے ان سلطنتوں کے ساتھ مختلف قسم کے تھے۔
اور وہ بڑے اہم تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں مصری لشکر یا ناتجربہ کار مصری
مدبروں کے ترحم پر چھوڑنا محال تھا۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ شورش
کی اصلی وجہ کیا تھی؟ کیا حکومت خدیوی کی ظلم رانی اور زیاں کاری تھی! اگر
یہ وجہ تھی۔ تو یہ بڑی لغو اور لچر تھی۔ اسمٰعیل جو اس کا بانی و حامی قرار دیا جاسکتا
تھا۔ مرچکا تھا۔ اسکے بیٹے کے خلاف کوئی ایسا الزام قائم نہیں ہوسکتا تھا۔
اور ہر قسم کی مالی بدنظمیوں۔ انتظامی بدعنوانیوں اور محاصلات کی بسیار گیریوں
کے خلاف اسکے سوا اور کوئی معقول ضمانت اور کفالت نہ ہوسکتی تھی۔ کہ اس پر
یورپین کارندوں کی نگرانی رہے۔ جیسا بعد میں ثابت ہوگیا۔ مالیہ کا انتظام سے
خاص لگاؤ ہے۔ اگر اور صیغوں میں بدنظمی و بدعملی مروج ہو۔ تو وہ خارجی کارندوں
کے علم سے دیر تک باہر نہیں رہ سکتی۔ پس ظاہر ہے۔ کہ سرکشی کا مقصد خدیو
کو تخت سے اُتارنا تھا۔ اور یہ صرف سلطان کے فرامین کے انحراف و
خلاف ورزی کے سوا کسی اور طرح ممکن العمل نہ تھا۔ لو فرضنا اگر سلطان اپنے

فرمان کو رد کر دیتا جسکی رو سے مصر میں خداوت قائم ہوئی تھی۔ پھر کیا کفالت ہو سکتی تھی۔ کہ اس فعل سے ترکی حکومت مصر کا خاتمہ بالخیر ہو جائیگا؟ کیا برعکس اسکے اسے تقویت حاصل ہونے کی اُمید نہ ہو سکتی تھی؟ کیا سلطان اسے اپنی سلطنت کا ایک صوبہ تصوّر کر کے اس پر قابض نہ ہو سکتا تھا؟ جسکا انہیں پُورا استحقاق حاصل تھا؟ شاید یہ حجت پیش کی جائے۔ ممکن ہے کہ فوجی لیڈر اپنے ملک کو آزاد نہ کر سکیں۔ مگر وہ اپنے ہموطنوں سے ہر طرح کے ایثار سے متوقع ہو سکتے ہیں۔ جو انکا استحقاق ہے۔ مگر یاد رہے کہ اسکے واسطے دو شرطوں کا پُورا ہونا ضرور ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ جس ایثار کا مطالبہ کیا جاتا ہے اسکے رائگاں جانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اور دوسری یہ ہے کہ جو لوگ اپنے ابنائے وطن سے ذاتی قربانیوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ حقیقی حب الوطنی سے متحرک ہوئے ہوں۔ کیا یہ دونوں امور مصر کے فوجی لیڈروں کی حالت پر عاید ہو سکتے ہیں؟ کامیابی کا معقول یا دُور افتادہ امکان کہاں تھا؟ جو اعلان انہوں نے نافذ کیا تھا۔ اس میں انہوں نے کن اغراض اور دعاوی کو جمہور کے سامنے رکھکر ان سے ایثار کی التماس کی تھی؟ کیا وہ ملکی آزادی کے حصول کا حیلہ ہو سکتے ہیں؟ کیا اس میں اُنہوں نے جمہوری شکایات اور حقوق کا ذکر کیا تھا؟ ان میں سے کوئی بات بھی نہ تھی۔ جس شکایت کا خصوصیت سے ذکر تھا۔ وہ یہ تھی۔ کہ خدیو سرکیشیائی افسروں کو مصریوں پر ترجیح دیتا ہے۔ اور نیز اس بات پر زور دیا تھا کہ صیغہ سپاہ میں کسی قسم کی کفایت شعاری عمل میں نہ آئے۔ بلکہ سپاہیوں کے ماہانہ میں اضافہ کیا جائے۔ اور افسروں کے عہدوں میں علے الترتیب ترقی ہو۔ ان کے شخصی خطرات فتنہ کا اصل مقصد تھا۔ ملک اور اہل ملک کے مال و جان کے خدشے کا کوئی چرچا موجود نہ تھا۔ انکی حب الوطنی کا مقصود یہ تھا۔ کہ حکمران کو برطرف کر کے خود قابض ہو جائیں + آزادی کا نام ایسا خطرناک ہے کہ اسے تصوّر میں لانا مشکل ہے۔ بعض وقت پاک باطن بھی اسے دیکھنے

میں مایوس رہتے ہیں۔ لیکن اس نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ جو لوگ ذاتی مفاد و اغراض کے واسطے اس کا نام لیتے ہیں وہ اس کی قربان گاہوں پر بالکل خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ یہ سوال بظاہر بے محل سمجھا جائیگا۔ آیا ۱۸۸۲ء میں مصر میں سیلف گورنمنٹ یعنی حکومت خود اختیاری کا کوئی احتمال بھی تھا یا نہیں۔ گو واقعات سے بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ مگر لوگ برابر یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ جمہوری طرز حکومت کے ساتھ ہی جمہور میں آزادی سے فواید حاصل کرنے کی قابلیت اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے عالم موجودات میں دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ کوئی جسم نمو حاصل کر کے اپنی فطری قامت و طاقت حاصل نہیں کر سکتا۔ جبتک کہ اسکے گرد و پیش کے حالات اسکے موافق نہ ہوں۔ ویسے ہی یہ اصول عالم سیاسیات پر بھی صادق آتا ہے۔ لارڈ ملنر جو ۱۸۸۲ء کے واقعات کے وقوع میں آنے کے بہت مدت بعد قاہرہ کی سیاحت کو گئے تھے۔ اہل مصر کی بابت لکھتے ہیں "یہ لوگ بحیثیت قوم فرمانبردار غلام اور آزادی کے نام سے محض بیگانہ ہیں"۔ جو حالت ان کی اس وقت تھی۔ وہ آیندہ بھی کچھ عرصہ تک رہیگی۔ وہ اُس وقت سیاسی بصارت سے محروم تھے۔ اندھے ہادیوں کی پیروی کرتے ہوئے تل الکبیر کی خندقوں میں جا گرے اور تباہ ہو گئے۔ اب بھی انکی یہی کیفیت ہے۔ البتہ یہ قرین قیاس ہے۔ کہ مصر کسی دن اپنے قدیم الایام خواص اور عادات اور رسم و رواج کو ترک کر دے۔ اور ضبط نفس۔ خود داری اور سیلف گورنمنٹ کی لیاقت ظاہر کرے۔ اہل نظر ۱۸۸۲ء میں کبھی یہ یقین نہ کر سکتے تھے۔ کہ محمود سامی اور اسکے طرفدار واشنگٹن ہیں۔ اور یہ کہ مصر کی آزادی کا وقت آن پہنچا ہے"۔ کائنات کی صورتوں کو تمنائے دلی سے منطبق کرنا"۔ گویا شاعر کے ساتھ عالم تخیل میں رہنا ہے اور حقائق و موجودات سے چشم پوشی برتنا ہے۔ دل کی آرزوں سے اشیا کا وجود اور مادہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص ایسے خوشگوار خواب دیکھتا ہے۔ بیدار ہونے پر اسکے دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔

یہ خیال قابل غور ہونے کے علاوہ سراسر راستی سے بھرا ہوا ہے۔ کہ اگر تم

کسی خارجی قوم پر حکومت کرنا چاہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ تمہاری سپاہ میں اُس قوم کے سپاہی تمہارے سپاہیوں سے زیادہ نہ ہوں ؂

داستان کا سلسلہ اختیار کرنے سے پہلے خدیو کے رتبہ۔ اسکے فرائض منصبی اور اسکے تعلقات سلطان ترکی کے ساتھ جیسے ہیں۔ ان کا مختصر ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۱۸۴۱ء میں سلطان کے ایک خاص فرمان سے مصر ایک صوبہ قرار پایا۔ اور اسکی حکومت کے واسطے ایک موروثی خاندان مقرر کیا گیا۔ سب سے پہلے محمد علی پاشا کے سپرد انتظام ہوا۔ اس کی رو سے بابعالی نے حکومت مصر کا انتقال ایک خاص خاندان کے نام پر منظور کیا۔ محمد علی کو وضع قانون کا اختیار نہ تھا۔ قسطنطنیہ میں اس کا درجہ وزیر اعظم سے اُتر کر تھا۔ تحصیل مالیہ سلطان کے نام سے ہوتی تھی۔ خطبہ اور سکّہ میں بھی سلطان کا نام لیا جاتا تھا۔ سپاہ کا شمار معیّن کیا گیا۔ مگر جنگ کے وقت اس میں اضافہ ہوسکتا تھا۔ بشرطیکہ سلطان کی گورنمنٹ اسے ضروری سمجھے + پاشا موصوف کے اختیارات اور حقوق پر بندشیں بھی عائد کی گئی تھیں۔ بعد میں سعید پاشا نے سپاہ کی تعداد سلطانی رضامندی سے اسّی ہزار تک بڑھائی اور چند غیر ضروری مراعات بھی حاصل کیں۔ ان میں سے جانشینی کے متعلّق ایک نیا قاعدہ تھا۔ اس سے پہلے پاشا کا سب سے بڑا لڑکا خدیو ہوتا اور حکومت کرتا تھا۔ اس رعایت کے بالعوض خراج کی رقم تین لاکھ چھتّر ہزار پونڈ سے پونے سات لاکھ پونڈ مقرّر ہوئی۔ ۱۸۶۷ء کے فرمان سلطانی کی رو سے اسمعیل پاشا کو خدیو کا لقب حاصل ہوا۔ جو بعد ازاں اسکے جانشینوں کے نام منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ اسے انتظام داخلی کے واسطے خاص ضوابط و قواعد وضع کرنے کا بھی مجاز حاصل ہو گیا۔ جن ملکوں کے باشندے مصر میں آباد تھے۔ انکے ساتھ معاہدے کرنے کا بھی اسے اختیار حاصل ہوا تھا۔ ۱۸۶۹ء کے فرمان کی رو سے خدیو کو ہدایت ہوئی کہ وہ بابعالی کی بلا منظوری غیر ملکوں سے قرض نہ لے۔ مگر ۱۸۷۲ء کے فرمان سلطانی سے یہ قید منسوخ ہو گئی۔ اسکے ایک سال بعد خدیو کی حاصل شدہ مراعات اور اختیارات میں معتد بہ توسیع و تقویت ہوئی۔

مالی اور دیوانی انتظام ملکی اسکے ہاتھ میں دیا گیا - ملک کے انصرام کے واسطے قوانین وضوابط بنانے اور نافذ کرنے کا بھی اسے اختیار ملا - اور یہ کہ اگر ضرورت پڑے - تو مصر کے واسطے کسی ملک سے قرض لے - سپاہ کی تعداد کے تعین کی قید بھی اُٹھ گئی - خدیو آہن پوشوں کے سوا جنگی جہاز بنوا سکتا تھا - ممالک خارجہ سے محصولات اور تجارتی معاملات کے متعلق عہد نامے کرنے کا اختیار بھی اسے دیا گیا - بشرطیکہ اس سے بابعالی کے ملکی معاہدوں میں رخنہ نہ آئے - اہم معاملات میں بابعالی سے مشورہ کرنا اختیاری قرار پایا *

جب توفیق پاشا خدیو مصر ہوا - تو ایک خاص فرمان سلطانی نافذ ہوا جس سے اسے جائز وارث تسلیم کیا گیا - اور تمام پہلے فرمانوں میں ترمیم ہوگئی - سپاہ کی تعداد انتہا درجہ اٹھارہ ہزار مقرر ہوئی - یہ امر یاد رہے کہ قاضی القضات شروع سے سلطان کے حکم سے مقرر ہوتا رہا *

اس سے یہ ظاہر ہوگیا ہوگا - کہ خدیو مصر سلطان کا ایک زبردست باجگزار ہے - اور اسے بعض ایسے حقوق حاصل ہیں - جو خاص بادشاہوں کا حصہ ہیں باوجود اسکے بھی ہر ایک خدیو کی جانشینی سلطان کی مرضی پر موقوف ہے - اسمٰعیل پاشا اسکے ایک فرمان سے برطرف کیا گیا تھا - جب تک حکم سلطانی نہ آئے اس کا تقرر خام اور ناجائز رہتا ہے - مصر کے اندرونی معاملات کے اہتمام میں توفیق پاشا کو پوری آزادی اور اختیار تھا - ملک کے اندر اس کا فرمان چلتا تھا - سلطانی استحقاق اسکے نام منتقل ہوگیا تھا - سوائے چند باتوں کے اسے اختیار کلی حاصل تھا - اسے خطاب دینے کا بھی اختیار تھا - گو وہ ترکی کی طرف سے برائے نام سمجھے جاتے تھے *

پس ظاہر ہوگیا ہوگا - کہ فرمانروائے مصر گو کئی باتوں میں مختار اور آزاد ہے مگر باوجود اسکے بھی اسے جملہ اختیارات سلطان کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں جن ہیں نئے خدیو کی جانشینی کے وقت قطع و برید ہوتی رہتی ہے * محلات قاہرہ پر قسطنطنیہ کا بڑا اثر رہتا ہے - اسے ہر قسم کے کاموں

میں صرف کرنے کا کھٹکا ہر آن لاحق رہتا ہے۔ بطور خلیفۃ المسلمین سلطان کا مسلمان رعایائے مصر کے دلوں میں بڑا ادب اور پاس ہے۔اس طرح وہ دینی اور دنیاوی معاملات کے مالک و مختار ہیں ؂

اسمٰعیل پاشا سلطان کو کبھی چاپلوسی اور چکنی چپڑی باتوں سے اور کبھی بیش قیمت تحائف سے خوش کرتا تھا۔ اور کبھی بگڑ کر گھرکتا اور دھمکاتا تھا۔ توفیق پاشا اس سے خائف رہتا اور خوش رکھنے کی فکر کرتا تھا مگر موجودہ خدیو بڑا من چلا اور دلاور ہے۔ اس کا رعب نہیں مانتا۔ وہ برطانیہ کے نائب سے دوستانہ برتاؤ کرتا ہے۔ مگر درپردہ سلطان سے گہرے تعلقات قائم رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے ؂

پہلی فصل

لارڈ ڈفرن کی سفارت

مقدمہ میں اُن واقعات کا تذکرہ کیا گیا جو کچھ عرصہ پہلے وقوع میں آئے تھے۔ یہاں نہایت اجمال کے ساتھ اُن حوادث کا چرچا ضروری ہے جو مصر میں قبضۂ برطانیہ سے پیشتر واقع ہوئے تھے۔ باعتبار امتداد زمانہ وہ کتاب ہذا کی حدود سے خارج ہیں۔ مگر اس قسم کے وقوعات کے باب میں عوام کی یادداشت بہت کمزور ہوتی ہے اور علاوہ ازیں جو حالات تھوڑا ہی عرصہ پہلے عمل میں آئے ہوں ان کی صحیح صحیح کیفیت لوگوں کے حافظہ میں دھندلی سی رہتی ہے۔ اس واسطے مختصر طور پر اُن اسباب کا ذکر کرنا لازم ٹھہرتا ہے۔ جنکی بنا پر برطانیہ نے مصر پر قبضہ کرکے اپنا تسلط جمایا۔ اور بعد ازاں کیا وقوع میں آیا ؂

جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسمٰعیل پاشا کی فرمانروائی کا خاتمہ سخت

مالی مشکلات پر ہوا۔ جب ۱۸۷۲ء میں خدیو کے قرض اٹھانے کے اختیارات پر سے فرمان سلطانی کے ذریعے سے قیود اٹھائے گئے۔ تو وہ بڑی تیزروی کے ساتھ قعر تباہی کی طرف بڑھنے لگا۔ قرض پر قرض لینا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی شرح سود بھی بڑھتی گئی۔ بالآخر ۱۸۷۶ء میں گوشن (منجانب برطانیہ) اور جوبر (منجانب فرانس) نے خدیو کی مالی مشکلات کے رفع ادکی کوشش کی۔ شہر قاہرہ میں بین الاقوام دفتر قرضہ سرکاری قائم ہوا۔ جسکا اہتمام برطانی اور فرانسیسی نائبوں کے سپرد ہوا۔ مارچ ۱۸۷۸ء میں ایک تحقیقاتی کمیشن جسکے ارکین انگریز اور فرنچ عمال تھے مصر کے مالی حالات کی تحقیقات کے واسطے مقرر ہوا۔ مگر سرکار مصر کی مالی پیچیدگیاں بڑھ جانے سے اگست ۱۸۷۸ء میں ایک بین الاقوام وزارت مالیہ قائم ہوئی۔ جس میں ایک مصری۔ ایک انگریز اور ایک فرنچ افسر مقرر ہوا۔ اسکے سپرد کھلے قرضہ کا انتظام اور مالی مشکلات کا سلجھاؤ ہوا۔ مگر ۱۸۷۹ء میں مصری سپاہ کی بدعنوانیوں کی وجہ سے یہ وزارت موقوف ہوئی۔ اور اسکی بجائے مصری وزارت اسمٰعیل پاشا کے حکم سے قائم ہوئی۔ اور اسکی تجاویز کو عملی صورت دینے کا تہیہ ہوا۔ مگر ۲۵ جون ۱۸۷۹ء کو پاشا موصوف سلطان کے فرمان سے معزول و برطرف ہوا۔ اور اس کی جگہ توفیق پاشا نامزد ہوا۔ اسکے ساتھ ہی دوعملی کا رواج ہوا۔ نئے منصرم مقرر ہوئے۔ اور نئی تجویزیں پیش ہوئیں۔ ریاض پاشا نے ایک دیسی وزارت قائم کی۔ اپریل ۱۸۸۰ء میں ایک اور بین الاقوام کمیشن قاہرہ میں اس غرض سے بٹھایا گیا کہ وہ خدیوی قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ وہ ۲۷ جولائی ۱۸۸۰ء کو دول خارجہ کی رضامندی سے عمل میں آئی۔ انتظامی معاملات اپنی معمولی صورت اختیار کرنے بھی نہ پائے تھے کہ یکم فروری ۱۸۸۱ء کو فوجی شورش شروع ہوگئی۔ ۹ ستمبر کو محل عابدین کے چوک میں فوجیوں کا ایک عظیم اعتراضی جلسہ عربی بے کے زیر اہتمام ہوا۔ جس سے وزرا مستعفی ہونے پر مجبور ہوگئے اسکے بعد ہی خدیو کا رعب اور خارجی منتظمین کا اثر زائل ہونے لگا۔ ۹ جنوری

۱۸۸۲ء میں حکومت ہائے برطانیہ و فرانس کی طرف سے ایک مشترکہ نوٹ خدیو کے پاس بھیجا گیا۔ جس میں فوجی گروہ کو سخت لعن طعن کی گئی تھی۔ اسکے چند ماہ بعد یعنی جون ۲ اور ۵ کے درمیان برٹش اور فرینچ آہن پوش جنگی جہاز بندرگاہ سکندریہ میں نمودار ہوئے۔ ۱۱ جون کو اہل سکندریہ نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ جس میں کئی یورپین باشندے مارے گئے۔ ۱۱ جولائی کو اس پرانے اور تاریخی شہر کے قلعوں پر انگریزی جنگی جہازوں کی طرف سے گولہ باری ہوئی۔ فرانسیسی بیڑہ اس سے تھوڑا عرصہ پیشتر اپنی گورنمنٹ کے حسب ہدایت وہاں سے چلا گیا تھا۔ جب سکندریہ تباہ ہوچکا تو عربی پاشا اپنے ہمراہیوں سمیت پیچھے ہٹ کر مستحکم اور مورچہ بند مقامات میں محصور ہو کر بیٹھ گیا۔ ۱۹ اگست کو لارڈ ولزلی انگلستان سے سکندریہ پہنچے۔ اور اُس لشکر کی کمان اپنے ذمے لی۔ جس نے ۱۳ ستمبر کو عربی پاشا کے دستہ کو طل الکبیر میں شکست دی۔ ۱۴ ستمبر کو پاشا اور اس کی سپاہ نے اپنے کو انگریزی جنرل کے حوالہ کر دیا۔ اس طرح فتنہ فرو ہوا۔ باغی افسروں پر مصری عدالتوں میں مختلف جرائم کے واسطے مقدمات چلائے گئے۔ برطانیہ نے اپنے نائب کو ماہ اکتوبر میں مصر کو جانے کی ہدایت کی۔ اور وزارت فرانس کو دوعملی سے علیحدہ ہو جانے کی اطلاع دی۔ معاملات کی یہ حالت تھی۔ کہ لارڈ ڈفرن انگریزی سفیر قسطنطنیہ کو نومبر ۱۸۸۲ء میں مصر جانے کی ہدایت ہوئی۔ تاکہ حالات و واقعات کی اصل صورت سے وزرائے برطانیہ کو مطلع کریں کہ آیندہ کیا کارروائی کرنا مناسب ہے۔

۷ نومبر ۱۸۸۲ء کو یعنی مصری سرکشی کے بارود کے دھوئیں کے ساتھ نابود ہو جانے کے تقریباً دو ماہ بعد لارڈ ڈفرن نے سرزمین سکندریہ پر قدم رکھا۔ لارڈ موصوف کا یہی کام نہ تھا۔ کہ وہ سرکار برطانیہ کی پالیسی دربارہ مصر کی ہدایت کریں بلکہ یہ بھی ان کا فرض منصبی تھا کہ وہ انتظامی اصلاحات کی تجاویز پیش کریں:۔ دو امور تصفیہ فوری کے محتاج و منتظر تھے۔ ایک تو دوعملی جسے برطانیہ مذموم و معیوب ٹھیرا چکا تھا۔ اسکی جگہ کوئی اور انتظام ہونا

ضروریات سے تھا۔ دوسرا یہ تھا کہ جن باغی افسروں پر مقدمات چل رہے تھے
ان کی نسبت طرح طرح کی بُری باتیں مشہور ہو رہی تھیں اور بڑی فضیحت ہو رہی
تھی۔ دو عملی ۱۸۷۶ء سے قائم تھی۔ ایک طرف برٹش اور فرنچ نائب تھے
جو اپنے اپنے ملک کے تمسک داران مصر کے فوائد کے محافظ تھے اور دوسری
طرف اسمٰعیل پاشا نے رو بین اور ملیٹر کو کنٹرولر (منتظم) مقرر کردیا۔ ایک
سرکاری محاصلات اور دیگر رقوم وصول کرتا تھا۔ اور دوسرا آمدنی و خرچ کے
حسابات کا مہتمم اعلےٰ تھا۔ ان کا انتظام برائے نام تھا۔ انہیں مالیہ کی تمام
تفاصیل سے بے خبر رکھا جاتا تھا۔ ان کا کام صرف یہ تھا کہ حساب کے جو کاغذات
پیش کئے جاتے ان پر اپنے دستخط ثبت کر دیتے تھے۔ پیچیدہ سوالات
پوچھنے کے وہ مجاز نہ تھے۔ اس سے خدیو کا منشا یہ تھا کہ جو قرض خواہ شکی
طبع ہیں۔ ان کی آنکھوں میں دھول ڈالی جائے۔ مگر ان چالبازیوں کے دن
شمار ہو چکے تھے۔ جو تحقیقاتی کمیشن ۱۸۷۸ء کے موسم گرما میں مقرر ہوا تھا
اُس نے اسمٰعیل پاشا کے مالی انتظام کی قلعی کھول دی تھی۔ اس میں مسٹر
(بعد ازاں سر چارلس) ریورس ولسن کپتان بیرنگ (جو اب لارڈ کرامر
کے نام سے مشہور ہیں) اور ایم بلگ نیا تھا۔ اگست ۱۸۷۸ء میں معاملات
کی پیچیدگی دوچند ہو گئی۔ اس واسطے ایک مخلوط وزارت قائم ہوئی جسکے
صدر نشین نبر پاشا تھے۔ مسٹر ریورس ولسن وزیر مال اور ایم بلگ نیا وزیر
کارہائے عامہ (پبلک ورکس) مقرر ہوئے۔ مگر یہ وزارت چند ماہ بعد فوجی
گروہ سے مرعوب ہو گئی۔ جس کی بابت یہ خیال ہے کہ اسمٰعیل پاشا کے
اشارہ سے قائم ہوا تھا + نومبر ۱۸۷۹ء میں اسمٰعیل پاشا کی برطرفی کے
بعد میجر بیرنگ اور ایم بلگ نیا کنٹرولر نامزد ہوئے۔ ابکی مرتبہ مالی انتظام
بہت عمدہ ہوا۔ کیونکہ توفیق پاشا خدیو مقرر ہوا اور اس کا باپ علیحدہ ہو گیا
تھا۔ جو جعل سازیوں اور عیاریوں میں ہر وقت مصروف رہتا تھا۔ ۱۸۷۸ء
میں مالی معاملات کی چھان بین کرنے سے ان دونوں کو معاملات مالیہ کا وسیع علم حاصل ہو گیا تھا

اس واسطے اُنہوں نے مقرر ہوتے ہی طرح طرح کی اصلاحات رائج کر دیں۔ کئی مضر ٹیکس منسوخ کرا دئے۔ اور بین الاقوام کمیشن کے واسطے راستہ صاف کر دیا۔ جو ۱۸۸۱ء میں اسمٰعیل پاشا کے قرضوں کی ادائگی اور استقبال کے واسطے مصری مالیہ کی بُنیاد مستحکم کرنے کی غرض سے مقرر ہوئی تھی۔ اس کمیشن کی رپورٹ کی تصدیق کے واسطے خدیو نے جو حکم صادر کیا تھا۔ اسے برطانیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ آسٹریا۔ روس اور اٹلی نے منظور کر لیا۔ اور کمیشن کی جملہ تجاویز نے، جولائی ۱۸۸۱ء کو قانون کی شکل اختیار کر لی اسکے بعد ہی میجر بیرنگ اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور وائسرائے ہند کی کونسل میں ممبر مال مقرر ہوئے۔ ان کی جگہ مسٹر (بعد ازاں سر آکلینڈ) کالون مقرر ہوئے۔ وسط ۱۸۸۲ء میں ایم بلگ نیا فرانس کو چلا گیا۔ اور اس کی جگہ پر برے دف مقرر ہوا۔ امن وسکون کی بحالی کے بعد فرنچ نائب قاہرہ کو چلا گیا۔ مگر اپنے کام کا چارج نہ لیا۔ برٹش وزارت نے فرانس کو مطلع کیا تھا کہ ہم مشترکہ انتظام میں حصہ لینے کو تیار نہیں ہیں۔ فرانس نے عربی پاشا کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس معرکہ کے بعد انگریزی اقتدار غالب ہو گیا۔ اس واسطے یہ کام لارڈ ڈفرن کے سپرد ہوا کہ وہ مالی انتظام کا ڈھانچہ بدل کر از سر نو اہتمام کریں۔

مگر اس سے بھی زیادہ اہم معمہ عربی اور اس کے معاونوں اور رفیقوں کا فیصلہ تھا۔ ان پر مختلف جرم قائم ہو کر عدالتوں میں مقدمے چل رہے تھے۔ دو انگریز بیرسٹر ان کی طرف سے پیروکار تھے۔ سرکاری وکیل ایک فرانسیسی تھا۔ مقدمہ جو لارڈ ممدوح کے مصر پہنچنے سے پہلے شروع ہو گیا تھا۔ طرفین کے کسی طرح بھی حسب منشا نہ تھا۔ حکومت مصر اسے غیر ضروری سمجھتی تھی۔ کیونکہ خدیو اور اسکے وزرا کی نہایت شنیع و شرمناک طریقہ سے توہین کرنے کے بعد عربی اور اسکے ہمراہی ہتھیار بدست گرفتار کئے گئے تھے۔ اس واسطے انکے جرم کی تفتیش اور عدالتی کارروائی بالکل بے معنی اور مہمل تھی۔ ملزم عدالت

کی ترکیب ۔ طریقۂ عمل اور شہادت پیش کردہ کی نوعیت کے خلاف سخت حجت تھی ۔ عدالت کو وکیلوں نے حیران کر رکھا تھا اور جج خود بھی اپنی نا اہلیت سے شرمندہ اور منفعل تھے ۔ ملزموں نے یہ خیال کر لیا تھا ۔ کہ ہماری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے ۔ عوام کو خدیو سے ہمدردی تھی ۔ اس واسطے وہ ملزموں کو سزایاب دیکھنا چاہتے تھے ۔ کیونکہ انہوں نے حکومت سے انحراف اختیار کیا تھا ۔ مگر وہ شہادت کو معتبر اور عدالت کی بے طرفداری کے ہرگز قائل نہ تھے ۔ لارڈ ڈفرن نے بڑی صفائی سے اس کا فیصلہ کر دیا ۔ اور اس نقل کو یک قلم بند کر دیا ۔ جو قواعد لارڈ ممدوح نے وضع کئے تھے ۔ ان کی رو سے قیدیوں نے اپنے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ۔ اور وہ جزیرہ لنکا کو جلاوطن ہوئے ۔ اُن حالات میں یہی سزا سب سے اچھی معلوم ہوئی ۔ مگر اس میں ایک بڑی سخت قباحت تھی ۔ باغی برٹش اقتدار کی وجہ سے خدیو کے ہاتھ پڑے تھے ۔ عربی اور اس کے رفقا کا چاہے کوئی قصور ہو ۔ مگر محمد علی اور اسمٰعیل کے جانشین عدل پروری کے نام سے کسی مصری کو ملک بدر کرنے کے مجاز نہ تھے ۔ ملزموں اور انکے ہموطنوں کو توفیق کے عہد میں طرح طرح کی تکالیف اور مصائب جھیلنے پڑے تھے ۔ اگر برطانیہ مداخلت نہ کرتا ۔ تو انقلاب پسند محمد علی کے گھرانے کو مع اسکے متعلقات و مقبوضات کے بحیرہ قلزم میں ڈبو دیتے ۔ اس وجہ سے خدیو کے واسطے واجب نہ تھا ۔ کہ وہ ایک متمدن گورنمنٹ کے بیچ بچاؤ سے پورا فائدہ اٹھا کر سرکشوں کو اپنی مرضی کے مطابق سزا دیتا ۔ یہ فاتح سلطنت کے واسطے تھا کہ وہ جیسا چاہتی سزا دیتی ۔ ان وجوہ کی تردید ممکن نہ تھی ۔ علاوہ ازیں برطانیہ کی عام رائے سرکشوں کے ساتھ نرمی اور فیاضی کا برتاؤ کرنے کی طرف مائل پائی جاتی تھی + اس معاملہ میں تیسرا فریق متعلقہ خدیو تھا ۔ برطانیہ کے نرم سلوک کا خرچ اسے اٹھانا پڑا تھا ۔ انگریز اسکندریہ میں اس غرض سے اترے تھے کہ خدیو کی عملداری بحال کر کے واپس لوٹ جائیں ۔ اگر وہ اس کا اقتدار برباد کر کے قبضۂ مصر کا حیلہ ڈھونڈنا چاہتے ۔ تو باغیوں کی سزائے موت معاف

کر کے اپنا مطلب حاصل کر لیتے۔ مشرق میں جہاں شخصی حکومت کا بڑا رواج ہے اطاعت فرماں روائی حکمران کے ذاتی اقتدار پر موقوف ہے۔ اور نیز یہ کہ وہ اس اقتدار سے کس طرح کام لیتا ہے + اگر خدیو مجرموں کے سرغنہ کو ہلکی سزا دے۔ تو اسکا اقتدار ملیامیٹ ہو جائے جیسے ملکہ معظمہ کے تمام پیدل اور گھڑ چڑھے سپاہی بھی بحال کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے + خدیو کے اختیار کو قائم رکھنا بہا ضروری تھا چاہے خارجی سپاہ بکثرت کام میں لانی پڑے۔ اس لئے خارجی لشکر کا وہاں رکھنا لازمی تھا۔ اراکین مجلس وزراء برطانیہ کا ارادہ نیک تھا۔ اور وہ حتی الامکان بہت جلد مصر سے سپاہ واپس بلانے کے خواہشمند تھے۔ مگر مصر کے خارجی نو آبادکار اور خدیو خود ایک چال خیال کرتا تھا۔ اور یہ تعجب انگیز نہ تھا۔ مصر میں یہ خیال پھیل گیا تھا۔ کہ چاہے انگریز کچھ کہیں مگر ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ جس سے خدیو کا اقتدار مستحکم نہ ہوگا۔ بلکہ زوال پذیر ہو جائیگا۔ اور کبھی امن وسکون قائم نہ ہوگا لارڈ ڈفرن نے مصر پہنچنے کے تقریباً تین ماہ بعد لارڈ گرین ول کی خدمت میں اصلاحات مصر کی تجاویز پیش کیں۔ گو لارڈ موصوف خصوصیات شرقیہ سے واقف تھے۔ تاہم مصر میں جاتے ہی بڑی تندہی اور جانفشانی سے معاملات مصر کے ہر پہلو سے اپنے کو آگاہ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ مجھے اس ملک کے حالات پر عبور حاصل نہیں ہے۔ آپنے لکھا "مجھے اس مسئلہ کے ہر پہلو کو مطالعہ کرنے کا اس قدر موقع نہیں ملا ہے۔ جتنا میں چاہتا ہوں۔ اس واسطے پوری اطلاع دینا محال ہے" + لیکن تاخیر میں سراسر نقصان تھا۔ اس واسطے فوری کارروائی لازم ٹھہری۔ یہ واجب تھا کہ وزارت اپنی پالیسی کا اعلان کردے۔ جس سے ان بعض بحث کا خاتمہ ہو جائے۔ جو آئندہ کے تعلقات مصر و برطانیہ کے متعلق انگلستان میں ہو رہی تھی۔ وہاں بھی اختلاف رائے تھا۔ مسٹر گلیڈسٹون کی وزارت نے بڑے تامل سے مصری معاملات میں دخل دیا تھا۔ اس واسطے وہ

لارڈ ڈفرن کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کہ وہاں سے کس طرح چلے آئیں۔ ایک فریق تخلیہ کے خلاف تھا۔ یورپ کی دیگر سلطنتیں حسد آمیز تشویش سے وزارت برطانیہ کے فیصلہ کی منتظر تھیں۔ عمال و حکام مصر بڑے فکر مند تھے۔ لارڈ ڈفرن کے قسطنطنیہ میں کئی مسائل محتاج توجہ تھے۔ اس واسطے لارڈ ممدوح کو ضرور یاست وقت کی پوری پوری رعایت کرنا تھا۔ نہ صرف مصر کی انتظامی قباحتیں ہی معلوم کرنا تھیں بلکہ ان کی اصلاح کی تجاویز بھی وضع کرنا تھیں اور وقت ان کے پاس بہت تھوڑا تھا ؛

اگر لارڈ ڈفرن کی رپورٹ ان کی معاملہ فہمی۔ تدبّر عاقبت اندیشی اور حسن کارگزاری سے محمول کی جائے۔ تو اسکی بابت یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک بہت اچھے موقع پر لکھی گئی تھی۔ اور یہ ساعت رجعت تھی۔ جو ایک سال کے تردد و تفکر کے بعد واقع ہوئی تھی۔ گزشتہ کی بے چینی اور تشویش کا سیاہ بادل پھٹ کر آیندہ کی خوشگوار اُمیدوں کی شعاعیں نکل آئی تھیں۔ باغی سپاہ پھر کبھی اپنے جائز حکمران کے احکام سے روگردانی اختیار نہیں کریگی۔ اور نہ کبھی سرزمین مصر پر پھر کبھی تسلط بٹھانے کی کوشش کریگی۔ آیندہ کبھی شہر اسکندریہ میں قتل عام نہ ہوگا۔ یورپین باشندگان مصر کو دیسیوں کا تعصب اور حسد وہاں سے خانہ بدر نہ کرنے پائیگا۔ وہاں امن و آرام۔ راحت و آسائش کا سکہ رائج ہوگیا۔ ادھر برطانیہ اور اہل برطانیہ کا رویّہ بھی بدلنے لگا۔ تاجر صنّاع اور مہاجن اس سے خوشگوار اُمیدیں لگانے لگے۔ وہ اپنے روپیہ کو بالکل محفوظ اور کاروبار سے مستفید ہونے کے متیقن تھے۔ کارخانوں کے مالک خیال کرنے لگے۔ مصر میں ہمارے مال کی بڑی مانگ اور کھپت ہوگی۔ عوام یہ سمجھنے لگے۔ کہ ہمارے نائب اب آزاد ہوکر مصر کی تمام بدنظمیوں کی بیخکنی کردینگے۔ اور اہل مصر کی فلاح و بہبود کی تجاویز وضع کرینگے + لارڈ ڈفرن زمانہ شناس اور تجربہ کار اور تیز فہم مدبّر تھے۔ وہ اپنے گرد و پیش کی طمانیت اور خوشی کی اہمیت کا صحیح صحیح اندازہ کرنا خوب جانتے تھے۔ اور اسکے ساتھ ہی وہ استقبال کے

خطروں سے بھی خوب واقف تھے۔ وہ ایک طرف ان خوش آیند اُمیدوں کو ذرا سا صدمہ پہنچانا خلاف مصلحت سمجھتے ہونگے۔ اور دوسری طرف یہ خیال کرتے ہونگے۔ کہ زمانہ آیندہ کی کامیابی کی سب سے اچھی کفالت یہی ہو سکتی ہے کہ حال پر پورا بھروسہ رکھا جاے۔ اور مستعدی و تن دہی سے کام لیا جاے + قیاس یہ چاہتا ہے کہ لارڈ ڈفرن عام امیدواریوں میں شریک تھے۔ اور اس ملک کے استقبال کی نسبت اچھی سے اچھی اُمیدیں لگاتے ہونگے۔ وہ فیاض طبع۔ نیک دل اور ہمدرد شخص تھے۔ جسکی وجہ سے سب لوگ ان سے اچھی اچھی توقعات وابستہ کرتے تھے۔ اور ان کی موجودگی سے نیک فال لیتے تھے + مگر برطانیہ کے سامنے جو دقت خیز کام تھا۔ اس کی پیچیدگیوں اور رکاوٹوں سے بھی باخبر تھے۔ حالانکہ اس امر میں بہت تھوڑے حاکم ان کا لگا کھاتے ہونگے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ جن اشخاص کے سپرد اصلاحی تجاویز کا عملدرآمد ہوگا۔ انہیں ایسی ایسی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑیگا۔ کہ بڑے بڑے صاحب ہمت پست ہمت ہو جائینگے +

لارڈ ڈفرن کے ایک خاص کام سپرد ہوا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ وہ ایسی تجاویز وضع کریں۔ جن سے تمام انتظامی قباحتیں دُور ہو کر ملک میں امن و سکون قائم ہو جاے۔ رعایا خوشحال ہو۔ اور مصر راہ ترقی و اقبالمندی پر آگے قدم بڑھائے اور یہ کام آسان نہ تھا۔ جیسا بادی النظر میں معلوم ہوتا تھا۔ یہ امر لازمی تھا۔ کہ لارڈ ممدوح کو بخوبی معلوم ہو جاتا۔ کہ وہ کس قسم کا مشورہ برطانیہ کو انتظام مصر کے باب میں دے سکتے تھے۔ اس مسئلہ کے متعلق بعض اسباب بہت ضروری اور اہم تھے۔ منجملہ ایک یہ تھا۔ آیا برطانیہ مصر کو جلد خالی کر دیگا؟ اگر نہیں تو کتنی مُدت تک اس کا تصرف اس ملک پر رہیگا۔ خدیو کو انتظامی آزادی کس حد تک عطا ہونا چاہیئے؟ کیا مصر ممالک محروسہ میں داخل کرنا مناسب ہے! برٹش ایجنٹ اور اسکے ماتحت انگریز حکام وہاں کیا کام کرنے والے تھے؟ کیا برطانیہ کا کام مصر کو صلاح و مشورہ دینا تھا

یا دوڑا دوڑی کی پالیسی رائج کرنا تھا؟ ان سوالات کا جواب دینا لارڈ ممدوح کے لئے ضروری تھا۔ان کا مشورہ ان سوالات سے مشروط و محدود تھا۔
ہر شخص جانتا تھا کہ مصر برطانیہ کے زیر حفاظت نہیں رہے گا۔اور خود غرضانہ پالیسی بھی قائم نہیں ہو سکتی تھی۔لارڈ موصوف کو اس سے اتفاق نہ تھا۔گو وہ جانتے تھے۔کہ بہت سے آدمی اس قسم کی پالیسی کے طرفدار بن جائینگے۔اس مسئلہ میں سب سے ضروری فیصلہ طلب امر یہ تھا کہ انگلستان کا قبضۂ مصر کب تک رہیگا۔اور باقی سب امور اسی پر موقوف تھے۔مگر جو ہدایات لارڈ ممدوح کو وزارت برطانیہ کی طرف سے دی گئی تھیں۔وہ اس معمہ کی گتھی سلجھانے میں کار آمد او معاون ثابت ہونے کی بجائے ان پر کئی قسم کی پابندیاں عائد کرنے والی تھیں۔وزارت لارڈ ممدوح کو کسی قسم کا مشورہ نہیں دے سکتی تھی۔کیونکہ اگر اس کے جملہ ارکین ایک امر پر متفق بھی ہو جاتے۔تو بھی وہ یہ معلوم نہ کر سکتے تھے کہ معاملات کی کیا صورت ہوگی۔وزرا عموماً یہ کہتے تھے۔جس قدر جلد انگریزی سپاہ مصر سے چلی آئے۔اسی قدر بہتر ہے۔لبرل اصول کو مد نظر رکھکر حکومت مصر میں جسقدر عمدہ اور وسیع اصلاحات کی جائیں۔اسی قدر وہ ہمارے حسب منشا ہونگی۔اور اہل برطانیہ انہیں پسند کرینگے۔لارڈ گرین ول نے جو ان دنوں وزیر معاملات خارجہ تھے۔۳ نومبر ۱۸۸۲ء کی مراسلت میں حسب ذیل لکھا تھا۔
مصر کی سرکشی فرو کرنے میں جو فوجی کارروائی کی گئی تھی۔اس کی کامیابی سے ہر مجسٹی کی گورنمنٹ کو خاص اقتدار اور اختیار حاصل ہو گیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اس پر ایک فرض اور ذمہ داری بھی عائد ہو گئی ہے۔جو ملک مصر کی آیندہ حکومت سے خاص تعلق رکھتی ہے۔گو گورنمنٹ برطانیہ یہ چاہتی ہے کہ جہاں تک بن پڑے جلد مصر خالی کر دیا جاوے۔مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی ٹھان چکی ہے۔کہ جو فرض ہم پر عائد ہو گیا ہے۔اور جس کام میں ہاتھ ڈالا ہے۔اسے انجام دینے میں پہلو تہی نہ کی جاوے۔اور نہ اس سے انحراف اختیار کیا جاوے تاوقتیکہ انتظام ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم نہ ہو جاوے۔جس سے اس ملک

کے امن و امان اور فراغ بالی و خوشحالی کی خاطر خواہ ضمانت بہم نہ پہنچ جاے۔
اور خدیو کا رعب و داب قائم ہونے۔ حکومت خود اختیاری کی بتدریج ترقی اور
دول خارجہ کے معاہدوں اور قرار دادوں کے باحسن وجوہ انجام کو پہنچنے کی
کفالت ہاتھ نہ لگ جاے۔ ان مقاصد کے ساتھ مصر۔ برطانیہ اور تمام یورپ
کے فواید وابستہ ہیں + علاوہ ازیں اس مراسلت میں مصر کی اُن انتظامی
اصلاحات کی بڑی بڑی تجاویز کا بھی ذکر تھا۔ جن سے لارڈ ڈفرن کو بعد ازاں
دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس سے ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ فوجی قبضہ مصر کی مدت۔ اور
انتظامی اصلاحات کی بابت جن سے حکومت مصر مستحکم بنیادوں پر قائم ہو سکتی
برٹش گورنمنٹ کے خیالات اور آرا بہت مبہم اور غیر واضح تھے +

لارڈ ڈفرن کے جو خیالات تھے۔ ان کی نسبت کوئی شک نہیں ہو سکتا۔
آپ نے اپنی رپورٹ کے اختتام پر انہیں اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے + ان کا اصل
منشا یہ تھا۔ کہ ایک "زبردست رزیڈنٹ" مقرر ہو۔ جو تمام کاروبار کی نگرانی
کرے۔ مگر لارڈ ممدوح نے یہ تجویز پیش نہیں کی۔ جسکی نہ صرف یہ وجہ تھی۔ کہ مسٹر
گلیڈسٹون اور ان کی وزارت اسکے برخلاف ہوگی۔ بلکہ عوام بھی اس زمانہ میں
اسکے موافق نہیں تھے۔ جس تجویز کے مسترد ہونے کا یقین ہو اسکے پیش
کرنے سے کوئی عملی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا + انگلستان کے لوگوں میں یہ
خیال پھیلا ہوا تھا۔ کہ چونکہ مصر کی بغاوت حکومت خود اختیاری کے لئے ہوئی
تھی۔ اس واسطے اہل مصر کو تھوڑی بہت سیلف گورنمنٹ دینا چاہیئے +
لبرل گورنمنٹ اسے رحمت ایزدی سمجھتی تھی۔ اور اہل برطانیہ بھی جو مصر کے
اصل معاملات سے بے خبر تھے۔ اس کی طرف مائل پائے گئے + اس امر
پر اکثر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ کہ لارڈ ڈفرن نے بڑی دریا دلی اور بالغ نظری
اور معاملہ فہمی سے رخ زمانہ کو پہچان لیا تھا۔ جس سے مصر متاثر ہو رہا تھا۔
یہ نتیجہ لارڈ ممدوح کے ایک عجیب و غریب محاورہ سے بآسانی نکل سکتا ہے
جو یہ ہے "روز تو کے آفتاب کی شعاعوں سے (مصر) روشنی حاصل کرے

بغیر نہ رہ سکا۔" مصر کے ہونٹ اسکے خیال کو صورت نہ دے سکے۔ مگر وہ جنبش پذیر ضرور تھے + اس قسم کے طرز تحریر سے وہ اہل برطانیہ پر یہ ظاہر کرنے کے خواہاں تھے۔ کہ اہل مصر حکومت خود اختیاری کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں۔ مگر آزادی کی ہوا سے ان کی طبائع بہت کچھ متاثر ہوگئی ہیں۔ جسکی وجہ سے ان کے دلوں میں اس کی خواہش پیدا ہوگئی ہے + گو اُس وقت رزیڈنٹ کے تقرر اور "زبردست ہاتھ" کی تجویز عملی صورت اختیار نہ کرسکی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد لارڈ ممدوح کی رائے مدبرانہ سمجھی گئی۔ اور اس پر عمل ہوا اُستادانہ ہاتھ سے جو گو رزیڈنٹ کا تو نہ تھا۔ مگر ایجنٹ کا تھا۔ جو اسی کا بھائی ہے۔ معاملات کی صورت اسکی حسب منشا مرتب ہوئی۔ جیسا لارڈ ڈفرن چاہتے تھے + برطانیہ شروع میں ایک مشرقی حکومت اور اس کی رعایا کے قضیہ میں مسلح دست اندازی کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ مگر طوفان بےتمیزی سے اسکی ہچکچاہٹ پائمال ہوگئی۔ چونکہ مصر کے حالات ہندوستان کے معاملات سے بالکل علیحدہ تھے۔ اس واسطے مجلس وزرا ان سے نمونہ کا کام لینے میں اپنے کو حق بجانب نہ سمجھتی تھی۔ اور نہ ہندوستان کے تجربہ سے ہدایت پذیر ہونے کو تیار تھی۔ اس کی کشمکش و پیچ کی حالت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چند ماہ کے بعد لارڈ گرین ول اور پھر کچھ عرصہ کے بعد لارڈ روزبری نے لارڈ ڈفرن کی مسترد تجویز کو قبول کرکے اس پر عملدرآمد شروع کردیا۔ نہ صرف یہی ہوا بلکہ ایک حد تک سختی بھی برتی گئی +

جس حالت میں مصر میں خارجی حکومت قائم کرنا خلاف مصلحت تھا تو دوسری حالت میں لارڈ ڈفرن کے لئے یہ لازم ٹھیرا کہ وہ داخلی انتظام کے وسائل اختیار کریں۔ بڑا مقصد یہ تھا کہ حکومت میں اصلاح کی جاوے۔ اور برطانیہ کے وزرا اس کا وعدہ کرچکے تھے۔ کہ ہر سال اصلاح کی طرف قدم بڑھتا جائیگا + لارڈ ممدوح کے سامنے سب سے بڑی دقت قبضہ مصر کی مدت کی لاعلمی تھی۔ اس واسطے آپ نے ایسی انتظامی تجاویز وضع کیں

جنگی رو سے ایک طرف تو معمولی انتظام بلا روک ٹوک ہو سکتا تھا۔ اور دوسری طرف عمال کی بدعنوانیوں اور بدنظمیوں پر سخت رکاوٹ عاید ہو جاتی۔ اگر برطانیہ مصر کو خالی کر دیتا۔ تو بھی یہ تجاویز ایسی تھیں۔ کہ کوئی ظالم ظلم و جفا کرنے کا موقع نہ پا سکتا۔ گو اس سے اصلاح کی تقویت اور ترقی مسدود ہو سکتی تھی + اس کے ساتھ ہی یہ بھی قرار دیا گیا تھا۔ کہ انتظامی اصلاحات و تجاویز کے عملدرآمد اور نگہداشت کے لئے انگریز عمال جو مصر میں پہلے سے مقرر ہیں بدستور سابق رہیں۔ ان کے منصوبہ میں یہ امر لازمی قرار دیا گیا تھا اور ساتھ ہی لارڈ ڈفرن نے یہ بھی قرار دیا۔ کہ اگر ان تجاویز کو جاگزین ہونے کا موقع دینا چاہو اور اگر حکومت مصر میں انگریزی عمال سے خاطرخواہ اعانت لینا ہو۔ تو مصر جلد خالی نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اصلاحات کا اجرا قبضۂ مصر کے حق میں ایک بڑی زبردست دلیل قرار دی "یہ بہت ضروری ہے کہ جو عمارت ہم اٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارا سہارا دُور ہونے کے بعد برابر کھڑی رہے" اس واسطے یہ لازم ٹھیرتا ہے۔ کہ اسے استحکام پکڑنے کے لئے کافی مہلت دی جاوے۔ اور جن لوگوں کا استقبال اس سے وابستہ ہو گیا ہے۔ انہیں اس امر کی گارنٹی ملنا چاہیئے۔ کہ یہ عمارت زمین پر نہیں آ پڑیگی + جو لوگ انتظامی اصلاحات جاری اور بدعنوانیاں دُور کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ ان کے کام میں کوئی مخل اور دست انداز نہ ہو" ہم اصلاح کے کام کو مکمل اور اپنی ذمہ داریوں سے اپنے کو سرخرو نہیں سمجھ سکتے۔ تاوقتیکہ مصر اپنی اُن اندرونی پریشانیوں سے آزاد نہ ہو جاوے۔ جن کے واسطے خود ذمہ وار ہے" اگر ہم اس سے چشم پوشی نہ کریں۔ اور جب تک انتظامی عمارت خوب مستحکم نہ ہو جاوے ہم اپنا ہاتھ پیچھے نہ ہٹائیں۔ تو ہم اس ملک کو ایک زبردست۔ خودمختار۔ آزاد اور انقلابی قوتوں سے مملو ملک بنانے میں کامیاب ہو جائینگے + اور اس مسئلہ کا اصول موضوعہ وقت مانا گیا تھا۔ یعنی یہ خیال تھا۔ کہ رفتہ رفتہ کچھ عرصہ کے بعد مصر اپنی ٹانگوں پر چلنے

کے قابل ہوجائیگا + چونکہ اس وقت رزیڈنٹ مقرر کرنے کی تجویز قابل عمل نہ تھی۔ اس واسطے یہ لازم آیا۔ کہ ضروری اصلاحی تجاویز کا اجرا ہو۔ اور انہیں عملی صورت دینے کے لئے برٹش حکام مقرر ہوں۔ اس طریقہ سے بدعملی کو سر اُٹھانے کا موقع نہیں ملیگا + ان انتظامی تجاویز میں جمہوری اصول سے تغافل نہیں کیا گیا تھا۔ اور رعایا خدیو اور پاشا کے ترحم پر نہ چھوڑی گئی تھی۔ تاکہ جب وہ چاہیں تو اسے انتظام ملک میں شریک کریں + لارڈ ڈفرن کی تجویز کا لب لباب یہ تھا کہ اصلاحی آئین جاری ہو۔ اور برطانیہ ایک غیر معین مدت تک اس پر اپنا تسلط جمائے رکھے۔ اور یہ کہ جو انگریزی عہدیدار پیشتر سے ہیں۔ وہ بدستور سابق اپنے اپنے فرائض انجام دیتے رہیں بلکہ ان کے شمار میں اضافہ کیا جاے +

اصلاحی آئین کے مقاصد کا اختصار یہ ہے :- ہر ایک گاؤں کو یہ استحقاق ملے۔ کہ ایک دن تمام مرد جمع ہو کر اپنا ایک نائب یا نمایندہ منتخب کرلیں۔ جسکا ساختہ پرداختہ اہل دیہہ کو منظور ہو۔ اور وہ ان کے حقوق و فواید کی پوری نگہداشت کرے۔ دیہاتی نمائندوں کو یہ حق عطا ہو۔ کہ وہ اپنے درمیان سے کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ممبر پراونشل کونسل کے لئے منتخب کرلیں۔ اور پراونشل کونسلوں کے ممبر لیجسلیٹو کونسل کے واسطے سولہ ممبر چُن لیں جسکے کل اٹھائیس ممبر قرار دئے گئے تھے۔ جن میں سے بارہ کا خدیو کو نامزد کرنے کا اختیار تھا۔ ممبر عمر بھر کے لئے یا کم از کم ایک میعاد معززہ کے لئے مقرر ہوتے۔ دیہاتی ممبروں کا یہ بھی مجاز تھا۔ کہ وہ ہر صوبہ کی طرف سے دو ممبر چن لیں۔ شہروں کو بھی اپنے نمائندے چننے کا استحقاق حاصل تھا۔ اس طرح کل چھیالیس ممبر تھے۔ اور ان کی کونسل جنرل اسمبلی یعنی مجلس اعظم کہلاتی تھی۔ علاوہ ازیں اس مجلس میں آٹھ وزیر اور اٹھائیس ممبر لیجسلیٹو کونسل کے بھی شامل تھے + لیجسلیٹو کونسل کا اجلاس سال میں صرف ایک مرتبہ قرار پایا۔ قانونی مسودے پیش کرنے کا حق صرف گورنمنٹ کو حاصل تھا۔ لیجسلیٹو کونسل کو استرداد مسودہ کا استحقاق حاصل نہ تھا۔ مگر کوئی قانون جسکے

نفاذ سے انتظامی تغیرات وقوع میں آتے ہیں۔ کونسل میں پیش اور کامل بحث ہوئے بغیر جاری نہ ہو سکتا تھا + بجٹ کونسل میں پیش کرنے کی یہ غرض رکھی گئی تھی۔ کہ ممبر اسکی اصلیت سے واقف ہو جائیں۔ اور اس سے اتفاق کریں۔ اگر بین الاقوام واجبات اس کے ساتھ وابستہ ہوتے۔ تو البتہ طریق عمل بالکل مختلف ہوتا۔ ممبران کونسل کو یہ حق بھی حاصل تھا۔ کہ اگر وہ چاہیں تو سب صیغوں کے اخراجات پر غور کریں۔ اور جو امر دریافت کرنا چاہیں کر لیں + جنرل اسمبلی اور لیجسلیٹو کونسل کا مشترکہ اجلاس صرف اہم مسائل کی غور و پرداخت کے لئے مخصوص تھا۔ مثلاً تمام ملک سے مساوی شرح مالگزاری وصول کرنا۔ یا انہار کھودنا۔ محاصلات کی جانچ پڑتال۔ اور نئے نئے ٹیکس لگانا + جنرل اسمبلی کے اختیارات لیجسلیٹو کونسل کے مشابہ تھے۔ لیکن اُسے قانون کے استرداد کا مجاز تھا۔ جس سے نیا ٹیکس عاید ہو +

برٹش حکام کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ "دوستانہ اور مخلصانہ صلاح اور امداد دیں۔ اہل مصر کو یہ رعائت حاصل ہوئی۔ کہ وہ خارجی دباؤ۔ اور تقاضا سے پاک پولیٹکل زندگی بسر کریں + حالات اور اسباب کے طفیل سے جو اقتدار ہمیں حاصل ہو گیا تھا۔ اس کی یہ غایت نہ تھی۔ کہ ہم بیجا تحکم سے کام لیکر لوگوں کو بر انگیختہ کریں + لارڈ ڈفرن نے اس امر پر سب سے زیادہ زور دیا کہ کچھ عرصہ تک نہایت ضروری ہے۔ کہ یورپین افسر مختلف صیغوں کا انتظام کرتے رہیں۔ لارڈ ممدوح نے ان عمال کی بڑی تعریف کی۔ جو وہاں کچھ عرصہ سے مختلف محکموں کی نگرانی کر رہے تھے" اگر ان کو برطرف کیا گیا۔ تو تمام انتظام درہم برہم ہو جائیگا" لارڈ موصوف بڑے آزاد خیال مدبر تھے۔ آپ کی ذات میں ہمدردی بنی آدم کا مادہ بھی بکثرت تھا۔ آئرلینڈ کے رہنے والے اور زمانہ آشنا آدمی تھے۔ آپ نے جہاں غیر ملکی عنصر انتظام ملک کا جزو لازمی قرار دیا وہاں حکومت اختیاری کی بھی بنیاد ڈال دی۔ جسے بعد کو آنے والے وسیع و عمیق

کر سکتے تھے +

مگر حکومت اختیاری یا نیابتی کونسلوں کے مسائل سے بھی زیادہ اہم مسئلہ مصر کے وہ پہلو تھے - جو اپنی ماہیت میں بہت اہم اور پارلیمنٹری یا پولیٹیکل ضرورتوں سے بالکل علیحدہ تھے - ان میں آبپاشی - سپاہ - عدالت اور دادرسی - اور پولیس تھی - ان میں سے ہر مسئلہ پر لارڈ ممدوح نے مطوّل و مفصّل بحث کی تھی - اور جو تجاویز غور و فکر کے بعد اختیار کی گئی تھیں - وہ ہنوز کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں - ان محکموں کا موجودہ انتظام ان کی بنیاد پر قائم ہے - گو اس میں بہت کچھ اصلاحات ہوتی رہی ہیں + ۱۸۸۳ء میں انتظام ملک کی جو ناگفتہ بہ حالت تھی - وہ لارڈ ممدوح کی رپورٹ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے - اور یہ بھی عیاں ہوتا ہے - کہ آپ نے کس صفائی اور معاملہ فہمی اور بالغ نظری سے انتظامی خرابیوں کی چھان بین کی تھی صیغہ انہار کے واسطے لارڈ ممدوح نے ہندوستان سے بہترین افسر منگوائے - سپاہ مصری ڈھنگ پر پھر سے قائم ہوئی - مگر باوجود صلاح مشورہ کے اسے مملوک محافظ سپاہ بنانے سے انکار کیا + لارڈ ڈفرن نے دو مسائل پر بہت تھوڑی بحث کی تھی - جن کی بدولت بعد کو مصری انتظام نے ایک خاص رخ اختیار کیا تھا - ان میں سے ایک تو مالیہ مصر تھا - جس کا ذکر چار پانچ فقروں پر ختم کیا - اور دوسرا سوڈان تھا - جس کے واسطے صرف چار پیرے وقف کئے تھے + جس وقت وہ اپنی رپورٹ تیار کر رہے تھے تو آپ نے یہ خیال کیا تھا کہ مصر تخلیہ و دستبرداری سوڈان کو کبھی پسند نہیں کریگا - اس واسطے آپ نے دارفر - سالم - اور کارودفان کا ایک حصہ چھوڑنے اور خرطوم و سنار پر قبضہ رکھنے کی صلاح دی + آپ نے یہ بھی تجویز پیش کی - کہ جس قدر جلد ہو سواکن تک ریلوے بنائی جائے - مگر سولہ سال تک امن قائم نہ ہوا - لیکن جب ہوا تو سات سال کے اندر اندر ریلوے لائن بن کر تیار ہو گئی +

اگر لارڈ ڈفرن نے اپنی رپورٹ میں سوڈان کے معاملات پر بحث نہیں کی تو اس سے بعد کو کیا نتیجے نکلینگے ۔ یا اُن آنے والی آفات کا ذکر قلم انداز کر دیا جن کا احتمال تھا - تو اس کی بڑی وجہ یہ تھی - کہ لارڈ ممدوح نے وزرائے انگلستان کی ہدایات پر عمل کیا تھا - لارڈ موصوف نے ہکس کی مہم کی بابت یہ لکھا تھا - اس کا بیڑہ ایک نوجوان افسر نے مصر میں ملازم ہونے کے تھوڑا عرصہ بعد اُٹھایا تھا - جس کے لئے وہ خود جوابدہ تھا - اس سے نہ تو سر ایڈورڈ مالٹ (کنسل جنرل) کا اور نہ لارڈ ڈفرن کا کوئی تعلق تھا - اور یہ وزرا کی پالیسی کے عین مطابق تھا - چاہے برٹش گورنمنٹ کا کوئی خیال ہو - مگر مصر ہکس کی مہم میں بڑی گہری دلچسپی ظاہر کر رہا تھا - اور برطانیہ مصر کا جوابدہ تھا - سوڈان کو مصر کے ساتھ شامل کرنے میں چاہے کسی وجہ سے برطانیہ مجبور رہا ہو - مگر حکومت مصر کی ذمہ وار گورنمنٹ کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ سوڈان کے بغیر کوئی بندوبست اور تصفیہ مستقل اور مستحکم نہیں ہو سکتا ممکن ہے لندن میں یہ خیال کیا گیا ہو - کہ جب حکام مصر کو اپنی پالیسی کی بیہودگی اور سبکساری کا تجربہ ہو جائیگا - تو وہ اس کارروائی سے باز رہینگے - مگر اس وقت کسی کو یہ نہ سوجھا کہ تھوڑے عرصہ میں سوڈان مصر پر چڑھائی کریگا ۔ جس طوفان کے نزول کے سامان ہو رہے تھے - اس کے رخ کا کسی کو ذرا بھی شبہ نہیں ہوا - اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ کیسا تند اور خوفناک ہوگا - اس وقت کسے معلوم تھا کہ ہل چل اور ہنگامہ کا مرکز و مصدر خرطوم ہے اور قاہرہ اس سے نا آشنا ہے + لارڈ ڈفرن کی رپورٹ کی اشاعت کے بعد ایسے واقعات پیش آئے جن کا اُنہوں نے اپنی رپورٹ میں بھولوں بھی ذکر نہیں کیا تھا - اور نہ اس کے امکان و احتمال کا اندیشہ ظاہر کیا تھا - اس وجہ سے اس کی دلچسپی بہت پھیکی پڑگئی + مصر میں ہم ایسی مشکلات میں گھر گئے - جنکی رفعداد کا پہلے سے کوئی اہتمام نہیں کیا گیا تھا + حقیقت حال یہ ہے - کہ ہم طبعاً اُن قوتوں کی ماہیت سے بالکل ناواقف ہیں جو مسلمانوں کو تحریک و اشتعال دیتی ہیں - اور ہم اس بات کو بالکل نہ سمجھ سکے - کہ خود ساختہ مہدی کی تعلیم مسلمانوں کے سینوں میں آگ

لگادیگی + جس امر کی سچائی کا یقین نہیں آتا تھا۔ اسے ناممکن قرار دیکر ترک کر دیا گیا + نہر سویز کے مشرق میں کیا واقع ہوگا + اس کے اندازہ کرنے میں اگر مسلمانوں کو جوش دلانے والی باتوں سے چشم پوشی کرو۔ تو تم اپنے آپ ایک آفت مول لوگے۔ اور گھر بیٹھے بٹھائے مصیبت کو مہمان بناؤ گے +

دُوسری فصل

طوفان کے سامان

لارڈ ڈفرن اپنی رپورٹ مرتّب کر چکنے کے تین ماہ بعد ۳ مئی ۱۸۸۳ء کو مصر سے چل دیئے۔ اس سے تھوڑی دیر پہلے آپ کی کئی سفارشوں کو عملی صورت حاصل ہوچکی تھی۔ سر ایولین وُڈ سردار کے خطاب سے ملقب ہوکر نئی مصری سپاہ کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے (اس سے ایک سال پیشتر خدیو کے فرمان سے پرانی مصری سپاہ موقوف ہوچکی تھی)۔ جنرل والنٹائن بیکر پولیس کے افسر اعلےٰ مقرر ہوئے۔ کرنل (جو اب سر کالن ہیں) اسکاٹ مانکریف ہندوستان سے بلائے گئے اور صیغۂ انہار کے افسر بنائے گئے۔ سر بنسن میکسویل سابق چیف جسٹس سٹریٹ سیٹلمنٹ (بستی ہائے آبنائے سنگاپور) کے سپرد عدالتوں کی اصلاح اور ترتیب ہوئی۔ مالیہ کی دوعملی سر آکلینڈ کالون کے مشیر مال مقرر ہونے سے یک لخت موقوف ہوگئی۔ اس کا اختیار پہلے سے کچھ کم تھا۔ اس کا انتخاب اور تقرر خدیو کے اوپر موقوف تھا۔ اور خدیو ہی اس سے سب باتوں کا جواب طلب کر سکتا تھا + مجلس وزرا کے پریسیڈنٹ کے حسب منشا وہ اس میں شریک ہوسکتا تھا + اسے یہ اختیار بھی حاصل تھا۔ کہ وہ تمام حساب دیکھے۔ اور مالی معاملات کی چھان بین اور جانچ پڑتال کرے۔ اور وزرا اور خدیو کے مقرر کردہ قواعد سے ہدایت پذیر ہوکر صلاح و مشورہ دے +

اس سے پیشتر جو منتخب تھے انہیں تمام کونسلوں میں شریک ہونے کا حق تھا۔ اور وہ اپنی اپنی گورنمنٹوں کی طرف سے تقرر حاصل کرتے تھے + ایک فرمان کے نفاذ سے لیجسلیٹو اور پراونشل کونسلیں اور مجلس شوریٰ اور مجلس سلطنت کا اجرا ہوا۔ ایک اور پروانۂ شاہی سے انتخاب کے قواعد رائج ہوئے۔ جنوری ۱۸۸۳ء میں ایک بین الاقوام کمیشن مقرر ہوا تھا۔ وہ کچھ عرصہ تک مسلسل اس نقصان کا اندازہ اور اس کی تلافی کی تجاویز و رقوم پر غور کرتا رہا۔ جو سکندریہ کی فتح۔ لوٹمار اور آتشزدگی کے وقت ہوا تھا۔ یورپ کی کئی سلطنتوں اور برطانیہ کے وزیروں کے ساتھ خط وکتابت کرنے کے بعد حکومت مصر نے یہ کمیشن مقرر کیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جن لوگوں کا اصل نقصان ہوا۔ یعنی مکان یا اسباب یا تاجری مال برباد ہوا ہو۔ اس کا معاوضہ دیا جائیگا۔ اس نقصان میں نقصان بالواسطہ شامل نہ تھا۔ مکان کا معاوضہ بربادی سے پیشتر کی بازاری قیمت کے مطابق ادا ہونا قرار پایا تھا + یہ کام بڑا پیچیدہ کام تھا۔ مگر اراکین کمیشن بڑے ہوشیار اور تجربہ کار اور معاملہ فہم اشخاص تھے۔ اور ان کے فیصلہ پر سب کو اعتبار ہوسکتا تھا + کوشش یہ ہو رہی تھی کہ [illegible] اور غیر ملکیوں کے مطالبات پورے کئے جائیں۔ اور عوام کو حکومت کی قابلیت اور حسن کارگزاری کا ہر طرح سے یقین دلا کر اس کا اعتماد حاصل کیا جائے + لارڈ ڈفرن نے مصری حکومت کے ڈوبتے جہاز کو بچایا۔ اور اسکی شکستہ و بریخت کے وسائل اختیار کرکے اسکی مرمت کردی۔ اور اسے کپتان اور اس کے مددگاروں کے حوالہ کرکے اپنے وطن کو چلے گئے۔ اب اس جہاز کا صحیح و سالم سلامتی کے کنارے پر پہنچنا اہل جہاز کی ہنرمندی اور لیاقت پر موقوف تھا +

مگر اُن دنوں تقدیر کی انگریزوں کی مساعی حسنہ پر جو مصر کی انتظامی اور ملکی فلاح و بہبود کے لئے ہو رہی تھیں نظر عنایت نہ تھی بدقسمتی تاک لگائے بیٹھی تھی۔ کہ کب موقع ملے اور اپنا ہاتھ صاف کرے + جنگ اور

خونریزی کے پیچھے پیچھے وبا مُنہ کھولے چلی آرہی تھی۔ لارڈ ڈفرن کے چلے جانے کے ایک ماہ بعد دمیاطہ میں ہیضہ نمودار ہونے کی منحوس خبر مشہور ہوئی۔ اس سے پیشتر ۱۸۶۵ء میں بھی یہ موذی مرض وہاں ظاہر ہوا تھا۔ ۱۸۸۳ء کے بعد ۱۸۹۵ء اور ۱۹۰۲ء میں بھی یہ وبا مصر میں پھیلی تھی اور ہزاروں کو ہلاک و تباہ کیا۔ جب سے برطانیہ کا اقتدار اور غلبہ مصر میں قائم ہوا ہے۔ تین مرتبہ یہ مہلک وبا وہاں نمودار ہو چکی ہے ۲۲ جون ۱۸۸۳ء کو ہیضہ دمیاطہ میں شروع ہوا۔ ۲۵ کو منصورہ میں پہنچا۔ ۲ جولائی کو شہر اسکندریہ میں اور ۱۶ جولائی کو قاہرہ میں جا پہنچا۔ اس شہر میں ہیضہ نے نہایت خوفناک صورت اختیار کی۔ وسط دسمبر تک اس کا استیصال نہ ہو سکا۔ سکندریہ میں اس سے اس قدر ہلاکت اور تباہی نازل نہیں ہوئی جس قدر قاہرہ میں ہوئی تھی۔ مگر آواخر سال سے پیشتر وہاں دوبارہ یہ وبا نمودار ہوئی اور نومبر تک رہی۔ انگلستان سے سرجن جنرل ہنٹر مع ہور تجربہ کار اور ہوشیار ڈاکٹروں کے بھیجے گئے۔ تاکہ وہ قاہرہ۔ سکندریہ۔ قصبات اور دیہات کی صفائی وغیرہ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ موتوں کے اندراج کا قاعدہ بہت ناقص تھا۔ جس کی وجہ سے صحیح اندازہ اموات کا لگانا امرمحال تھا + سرجن جنرل موصوف نے رپورٹ کی کہ ۳۱ جولائی تک ۱۲۶۰۰ آدمیوں کے مرنے کا تخمینہ ہے۔ مگر صاحب ممدوح نے اس کا اصل تخمینہ اس سے دوچند قرار دیا۔ ۲۱ اگست کو اموات مندرجہ کا شمار پچیس ہزار تک جا پہنچا۔ گو مرض کا زور لگ چکا تھا۔ مگر کم و بیش کئی ہفتوں تک رہا۔ اموات مندرجہ کی تعداد ۵۸۳۶۹ تھی۔ مگر یہ صحیح اندازہ نہ تھا۔ تخمینہ لگایا گیا کہ اسی ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان جانیں اس سے ہلاک ہوئی تھیں + پروفیسر کوخ جرمنی سے ایک کمیشن لیکر گئے۔ اور تفتیش شروع ہوئی۔ آخرکار معلوم ہوا کہ ہیضہ کے کرم ہوتے ہیں جن سے مرض پھیلتا ہے۔ مگر اسکے انسداد

کا ہنوز کوئی طریقہ دریافت نہیں ہوا ہے +

اُس زمانہ میں مصر کے دیہات ۔ قصبات وغیرہ میں عام حفظان صحت کی کیا حالت تھی ؟ ذیل کی کیفیت سے ظاہر ہے ۔ کوڑا کرکٹ ۔ نجاست اور میلا ۔ مردہ جانور وغیرہ وغیرہ بلا تامل دریاؤں ۔ ندی نالوں اور نہروں میں بہا دئے جاتے تھے ۔ قبرستان بستی کے پاس تھا ۔ اور اس سے سخت عفونت آیا کرتی تھی ۔ جس سے انسان کی صحت اور طبیعت پر نہایت بُرا اثر پیدا ہوتا تھا ۔ شفاخانوں میں سخت غل ہوتا تھا ۔ وہ انسانوں کے رہنے کے قابل نہ تھے ۔ سرکار کی طرف سے پاخانوں کا کوئی انتظام نہ تھا ۔ گلی کوچوں اور بازاروں اور چوکوں کے کونوں سے اس کا کام لیا جاتا تھا + قبطی لوگوں کا قاہرہ میں مُدت سے یہ دستور تھا ۔ کہ وہ مُردوں کو بھونروں میں رکھا کرتے تھے ۔ اور ان کے اوپر مقبروں کے محافظوں کے مکان ہوتے تھے ۔ اور پروہت بھی اس کے قریب ہی رہا کرتے تھے +

قاہرہ کے کئی حصوں اور خاص کر بولاق میں غُربا کے کچے مکانات بنے ہوئے ہیں ۔ مکان کیا ہیں دڑبے ہیں ۔ اسی کے اندر آدمی ۔ انکا مال مویشی گدھے ۔ اور مرغیاں وغیرہ رہتی تھیں ۔ چھتوں پر غلاظت پڑی رہتی تھی ۔ انکے دروازے بہت تنگ تھے ۔ معمولی قد و قامت کے آدمی کو بیٹھکر اندر جانا یا باہر آنا پڑتا تھا +

۲۵ جولائی کو قاہرہ میں اور ۱۷ اگست کو قصبہ زِلطع میں جو سکندریہ کے قریب ہے ۔ خدیو توفیق پاشا ہیضہ زدہ بازاروں سے گُزرے ۔ مصری سپاہ کے شفاخانوں اور بارگوں کو ملاحظہ فرمایا ۔ دوسرے موقع پر انگریزی فوجی ہسپتال دیکھے ۔ مریضوں کے وارڈوں میں گئے اور مصری ڈاکٹروں کے واسطے عمدہ نمونہ قائم کیا ۔ جو ہیضہ کے ڈر کے سبب سے بیماروں سے دُور ہی دور رہتے تھے ۔ انگریزی افسر جو مصری سپاہ میں تھے ۔ وہ ہیضہ کے بیماروں کی دیکھ بھال کرتے تھے ۔ مُردوں کو نہلا دُھلا کر گاڑتے تھے ۔ جو مہربانی ان افسروں

اس موقع پر اپنے سپاہیوں سے کی تھی۔ اس کے واسطے مصری سپاہی بڑے شکر گزار ہوئے۔ اور انہیں سراہتے سراہتے تھکتے نہ تھے۔ اس سے اتنا تو ظاہر ہوا۔ کہ وہ اپنے کو ایک نئی قسم کی حکومت کے زیر اہتمام سمجھتے تھے اور یہ کہ پُرانا وحشیانہ برتاؤ موقوف ہوگیا۔ جو افسر اپنے سپاہیوں پر روا رکھتے تھے + جنرل گرینفل جو اب لارڈ بن گئے ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ فوجی ہسپتال میں میں نے پہلا مریض ہیضہ دیکھا۔ کہ اسکے ارد گرد چاروں طرف کلورائڈ آف لائم چُنا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اس سے دور رہتا تھا۔ جبتک کہ اسے سرزنش نہیں کی جاتی۔ ایک اور ڈاکٹر کے تو ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔ اور بالکل ہمت چھوڑ بیٹھا۔ تیسرا شخص فن طبابت سے محض نا بلد تھا۔ چوتھا صرف اُس وقت کام کرتا تھا۔ جب کوئی افسر اعلےٰ اس کی نگرانی کرتا تھا۔ ہیضہ کے مریضوں کے پاس جاتا ہوا بہت گھبراتا تھا۔ میجر (جو اب سر رجنالڈ ہیں) وِن گیٹ نے سست الوجود و کام چور اور مگرے ڈاکٹروں سے لڑ جھگڑ کر کام لینے میں خاص شہرت حاصل کی۔ فراغت اور فرصت کا وقت بیماروں کی دیکھ بھال میں صرف کرتے تھے۔ میجر چملے ٹربز نوکروں کا کام اپنے ہاتھ سے انجام دیا کرتے تھے۔ جب رات دن بیمار سپاہیوں کی تیمارداری کرتے کرتے بہت کمزور اور در ماندہ ہوگئے۔ اور ڈاکٹروں نے انہیں آرام کرنے کی سخت تاکید کی۔ تو اس وقت اس نیک کام سے دست بردار ہوئے۔ اسی وبا کے زمانہ میں انگریزی افسروں کی خوبیاں مصریوں پر ظاہر ہوئیں۔ اور وہ ان پر حد سے زیادہ بھروسہ کرنے لگے۔ اور اُنہوں نے غینس اور سرآس اور آخرکار اُمدرمان کے معرکوں میں اپنی شکر گزاری اور وفا خواہی کا ثبوت دیا +

۱۲ ستمبر ۱۸۸۳ء کو سر ایڈورڈ مالٹ نے وزرائے انگلستان کو بذریعہ تار مطلع کیا۔ کہ سر ایولین بیرنگ آ پہنچے ہیں۔ اور انگریزی ایجنسی متعینہ قاہرہ کا کام ان کے حوالہ کر دیا گیا ہے + سر ایڈورڈ ممدوح وہاں تین سال سے تھے۔ اس عرصہ میں انہیں طرح طرح کی فکروں۔ دشواریوں اور آفتوں سے دوچار ہونا پڑا۔

اور تمام انتظامی مشکلات سے تن تنہا جدّ وجہد کرنا پڑی۔ سر مدوح ہر قوم اور ہر فرقہ کے لوگوں سے دوستانہ اور مروتانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی خوش طینت پاکباز اور نیکوکار تھے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے خاص وقر اور عزت پیدا ہوگئی۔ اور متعدد اشخاص بہی خواہ اور جاں نثار بن گئے۔ عوام کو آپ کی بات اور آپ کے عمل پر پورا بھروسہ ہوگیا۔ گو آپ خدیو کے اقتدار کے بڑے بھاری حامی تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی انتظامی قباحتوں کی طرف سے بے پروا نہ تھے + سر ایڈورڈ مالٹ سفارتگری کے کام میں ماہر تھے۔ مگر معاملات مال سے واقف نہ تھے + جب وہ برسلز پایہ تخت بلجیم میں برٹش سفیر مقرر ہوئے۔ تو مصر کے یورپین باشندے آپکی ترقی کی خبر سُن کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ سر مدوح کا یہ دستور تھا۔ کہ ہر شخص کو اپنے برتاؤ اور طرز عمل سے خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے + اپنی آخری تقریر میں اہل مصر کے ساتھ انصاف اور راستی کا برتاؤ جائز رہنے کی درخواست کی تھی۔ اور غالباً یہ دیکھکر خوش ہوتے ہونگے۔ کہ جو خواہش مصر سے روانہ ہوتے وقت ظاہر کی تھی۔ وہ بہت کچھ پوری ہوگئی ہے +

سر ایولین بیرنگ ۱۸۸۰ء میں قاہرہ سے کلکتہ کو منتقل ہوئے تھے اس کے بعد ہی قانون دیوالہ پاس ہوا تھا۔ ہندوستان میں حضور وائسرائے کی ایگزکٹو کونسل کے وزیر مال مقرر ہوئے تھے۔ مالی انتظام ضروریات کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ اور یہ کوشش کی تھی۔ کہ غربا کے سروں سے جتنا ہوسکے بوجھ اُتارا جائے + ۱۸۸۳ء میں مصر سے ہندوستان روانہ ہوئے۔ اُس وقت آپ یہ خیال کر رہے تھے۔ کہ اسکی مالی رکاوٹیں اُٹھ جائینگی۔ اور وہ بہت کچھ سنبھل جائیگا۔ مگر جب تین سال بعد پھر وہاں واپس گئے۔ تو اس کی حالت پہلے سے ابتر پائی۔ جیسی میں دیکھ گیا تھا۔ اسکی حالت ویسی ہی ہے۔ خزانہ خالی ہے۔ ہندوی واجب الادا ہوا چاہتی ہے + بلوم نے اپنی اسکیم تیار کرلی ہے۔" (بلوم یہوذی الاصل اور آسٹریا کا باشندہ تھا۔

مالی معاملات میں پُورا بنیا اور اُستاد گنا تھا۔ لین دین اِس کا خاص کام تھا صیغۂ مال کا نائب وزیر تھا۔ اُس نے اپنی مستعدی۔ جانفشانی اور شبانہ روز کی محنت اور سرگرمی سے سب کو قائل کر لیا تھا۔ سرآیولین کو جلد معلوم ہو گیا کہ حالت پہلے سے بھی کہیں بدتر ہے + چند ہی ہفتے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ مصری سپاہ نے طوکر میں شکست کھائی اور برٹش قنصل جو اس کے ہمراہ گیا تھا مر گیا ہے + ۱۸۸۳ء کے ابتدائی چند مہینوں میں سوڈان کی اصل حالت کا پورا علم نہیں ہوا۔ مگر اس میں کسی کو شبہ نہ تھا کہ وہ بہت خوفناک ہونے والی ہے۔ کہا کرتے ہیں "جب مصیبتیں آتی ہیں۔ تو تنہا نہیں بلکہ لشکروں کی طرح آیا کرتی ہیں + طرح طرح کی افواہیں مشہور تھیں اور نت نئے خطروں کی خبریں سُننے میں آتی تھیں + حکومت مصر کو سواکن اور اس کے قرب کی چوکیوں کے متعلق سخت تشویش دامنگیر ہوئی۔ سنکت اور طوکر کی سپاہ کے نرغہ میں آجانے کا سخت احتمال تھا + اور سب سے زیادہ فکر جنرل ہکس اور اُن کی سپاہ کی بابت لاحق ہو رہی تھی۔ جس کی نسبت ۷ استمبر کے بعد کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ خزانہ تقریباً خالی تھا۔ محفوظ روپیہ بالکل نہ تھا۔ نومبر میں دہشت انگیز خبر آئی۔ کہ جنرل ہکس مع اپنے لشکر کے غنیم کے نرغہ میں آگئے ہیں۔ اسکے بعد قاہرہ میں چاروں طرفوں کے خطوط اور تاروں کا تار بندھ گیا۔ زک پر زک اور مصیبت پر مصیبت نمودار ہونے کی خبریں لگاتار آتی جاتی تھیں۔ ۸ دسمبر کو خبر آئی کہ سواکن کے قریب باغیوں کے ہاتھوں مصری سپاہ کو سخت ہزیمت سہنا پڑی۔ ۲ دسمبر کو سات سو آدمی روانہ ہوئے۔ مگر قاہرہ میں صرف پچاس پہنچے۔ طوکر اور سنکت کا غنیم نے محاصرہ کر لیا۔ ہر روز ان کی متابعت کا احتمال غالب رہنے لگا + سواکن کے لوگ سخت خائف ہو گئے تھے اسی روز سنار کی روش کی خبر سُن کر بہت تشویش پھیل گئی۔ مسٹر پاور نامہ نگار اخبار ٹائمز لندن نے جو خرطوم میں بیمار اور سرکاری قنصل تھے۔ اطلاع دی کہ شہر کی حالت بہت بُری ہے۔ تین روز کے بعد باغی اس پر قبضہ

کرلینگے" "اگر خرطوم باغیوں کے ہاتھ جا پڑا - تو لوئر مصر ہاتھ سے نکل جائیگا -
اور خرطوم سے رسیوٹ تک سب آدمی مسلح ہوکر مہدی کے ساتھ جا ملینگے"
اس قسم کا اُس نے تار بھیجا تھا +

اب یہ صاف نظر آنے لگا کہ مصر پر ایک ایسا طوفان آنے والا ہے
جس کا سامنا شاید اس ملک کو بنی اسرائیل کے خروج کی ۱۰ بلاؤں کے
بعد نہ ہوا ہو جو عہد فراعنہ میں اس ملک پر نازل ہوئی تھیں - مصر کے پاس
قابل بھروسہ فوج نہ تھی - ملک کا اندرونی انتظام نہایت بے ترتیب پراگندہ
تھا - شہر اسکندریہ برباد ہوگیا تھا اور اس افسوسناک شہر کی جو ملک کا تجارتی
مرکز تھا، یوروپی آبادی اس معاوضہ کی ادائیگی کے لئے جو اُس کے لئے
ٹھیرایا گیا تھا شور وغل مچا رہی تھی - روپیہ نہ تھا جس سے یہ معاوضہ ادا کیا جائے
کیونکہ مالی حالت ویسی ہی مایوسانہ تھی جیسے کہ فوجی - اور جس قدر کہ فوجی حالت
خراب ہوتی جاتی تھی اسی قدر مالی امیدیں تاریک ہوتی جاتی تھیں - فلاحین
یعنی کسانوں کا اپنے قرضخواہوں کو ادائیگی قرض سے انکار کرنا بے چینی
کا ایک مزید باعث تھا - عربی پاشا نے اُن سے کہہ رکھا تھا کہ اُنکے قرضے
سرکار ادا کریگی اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ یہ دھوکا تھا تو اُنہوں نے بعوض
اس کے کہ وہ باغی پیشوا پر الزام دھرتے خدیو پر الزام رکھا - اس خیال
کا اُن کے دل سے دُور کرنا بہت مشکل تھا کہ ۱۸۸۲ء میں جو وعدے
اُن سے کئے گئے تھے وہ ۱۸۸۳ء میں پورے کردئے جاتے بشرطیکہ ترک
مصریوں کے لئے جگہ خالی کردیتے - اس پر طرّہ یہ تھا کہ ادھر تو بغاوت کے
دفعیہ اور ملک کو دیوالیہ پنے سے نکالنے کے لئے ایک سخت جانکاہ کشمکش
جاری تھی اور اُدھر محکمہ عدالت سے ڈگریوں پر ڈگریاں بربناء قانون بحری
و تجارتی صادر ہورہی تھیں اور مجلس واضع قانون - صوبوں کی کونسلوں اور
مجلس عام کے لئے ممبر مقرر ہورہے تھے - یہ ایک ڈھکوسلا سی معلوم ہوتی تھی -
فیوم کے بدّاوین کی یہ عجیب خواہش تھی کہ اُن کے لئے بھی مجلس واضع قانون

یں چند جگہیں مقرر کی جاویں۔ یورپ کی مجالس وزرا میں وہ مسودہ جو یوروپی باشندگان مصر پر ہوس ٹیکس لگائے جانے کے لئے تیار کیا گیا تھا بہت کھٹک رہا تھا کیونکہ یوروپی باشندگان مصر اب تک بہ سبب اپنے خاص حقوق کے ہوس ٹیکس اور نیز دوسرے ٹیکسوں سے مستثنے تھے۔ جو حالات اس وقت وقوع میں آرہے تھے اُن کو قابو میں رکھنا طاقت بشری سے خارج تھا۔ لیکن ان تمام حیرانیوں و پریشانیوں میں ہر لحظہ نئے نئے خطرات کے اندیشوں میں زبانوں کے گڈ مڈ۔ اور اختلاف آرا کے انتشار میں، سر ایولن بیرنگ ۲ صاف مرکزی باتوں کو مضبوطی سے پکڑے اور تھامے ہوئے تھے۔ اولاً سوڈان سے واپس چلے آنے کے متعلق وہ اپنی رائے پورے زور کے ساتھ ظاہر کرتے تھے اور ثانیاً مصر کے سارے انتظام میں کفایت شعاری برتنے پر ان کا اصرار تھا۔ وہ تمام دول جنہوں نے مصر کے قرضہ کی ادائیگی کی بابت اپنی رضامندی ظاہر کی تھی کم و بیش وہاں کے مالیات میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اور اگر دیوالہ نکل جاتا تو اس صورت میں ان ساری قوموں کو ایک دروازہ مصر میں داخل ہونے کا مل جاتا۔ فرانس اس موقع کا سب سے پہلے منتظر تھا اور اس لئے یہ بات نہایت اہم تھی کہ مصر کے مالیات کی ترازو برابر اور ٹھیک رکھی جاوے۔ یہ مسئلہ بہ نسبت مصری ہونے کے زیادہ تر یوروپی تھا +

مذکورۂ بالا دونوں لحاظ سے سر ایولن بیرنگ کے لئے بغیر سخت مشکل کے کامیابی کی اُمید رکھنا دشوار تھا۔ شریف پاشا نے ۲۱ دسمبر ۱۸۸۳ء کو ایک نوٹ بایں غرض پیش کیا کہ سوڈان پر قبضہ قائم رکھا جاوے اور برضامندی سرکار برطانیہ دولت عثمانیہ سے ۱۰ ہزار فوج کی مدد بطور مستعار بھیجے جانے کی درخواست کی جائے۔ تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے اپنے اس نوٹ میں اس قدر ترمیم کر دی کہ اگر ۱۰ ہزار فوج نہ مل سکے تو مجلس وزرا اس بات پر رضامند ہے کہ صرف اس حصۂ ملک پر جو خرطوم اور وادی حلفا کے مابین ہے قبضہ رکھا جاوے اور ساحل بحر قلزم اور نیز مشرقی سوڈان

دولت عثمانیہ کو برائے انتظام چھوڑ دیا جاوے۔ لیکن سر اویلن بیرنگ اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے ہر ایسی کوشش کے سخت مخالف تھے جو سوڈان کے کسی حصہ کو قبضے میں رکھنے کی مؤید تھی۔ لیکن اُنہوں نے دیکھا کہ اگر شریف پاشا اور اُن کے ممبران مجلس کی رائے رد کی جاتی ہے تو اغلباً وہ استعفا دیدینگے۔ اس صورت میں کون اُن کا جانشین ہوگا؟ مصر میں کون معمولی سے معمولی مدبر ایسا ہوگا جو سوڈان کے قبضہ سے دست برداری کی ملامت اپنے اوپر برداشت کرنا گوارا کریگا؟ پھر کفایت شعاری کو قابل اطمینان بنانا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ اوّلاً وہ گنجائش جو ۱۸۸۰ء میں کمیشن ادائیگی قرضہ نے چھوڑی تھی نہایت قلیل تھی۔ کمشنروں نے محاصل اور مخارج کا موازنہ کرکے ہر ایک کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ اوّلاً سرکاری ضرورتوں کے اخراجات۔ ثانیاً ادائے قرضہ کے فریضہ میں۔ قرضہ کے اخراجات ایک فریضہ لازمی تھے۔ اگر محاصل مخصوصہ جو ادائے قرضہ میں تحویل کئے گئے تھے کسی سال میں ضرورت سے زیادہ ہوتے تو وہ سنکنگ فنڈ میں جمع کردیا جاتا تھا۔ اور اگر حصوں کے سود کے بٹاؤ اور سنکنگ فنڈ کی ضرورت سے کم ہوتا تو گورنمنٹ پر اُس کمی کا پورا کرنا واجب تھا۔ لیکن اگر، جیسا کہ بہت ممکن تھا، وہ محاصل جو سرکاری اخراجات کے لئے مخصوص تھا کم ہوجاتا تو یہ کمی گورنمنٹ جو بہترین صورت سمجھتی اس کے مطابق پورا کرتی۔ یہ معلوم ہوا کہ سال آئندہ یعنی ۱۸۸۴ء کا موازنہ اخراجات بمقابلہ ۱۸۸۰ء کے ۴ لاکھ مصری پونڈ یعنی قریب ۶۰ لاکھ روپیہ کے زیادہ ہونا تھا۔ سر ایولن بیرنگ نے گورنمنٹ کو یہ تاکید کی کہ تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ اپنے موازنہ میں سے گھٹا دے۔ ایک کمیشن اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا گیا۔ سب سے پہلے خدیو مصر نے ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے اپنے و نیز اپنے بڑے صاحبزادہ کے دیوانی مصارف میں سے دسواں حصہ تخفیف

کردیا۔ اسی طرح مالی مشیر مسٹر (اب سر) اِجگر وینسنٹ نے بھی جو ۵ نومبر ۱۸۸۳ء کو سر آکلنڈ کالون کے (بوجہ ان کے ہندوستان واپس چلے جانے کے) جانشین ہوئے تھے اپنی تنخواہ میں تخفیف کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ سر جرالڈ فٹز جرالڈ اکونٹنٹ جنرل (صدر محاسب) اور مسٹر گیلارڈ چنگی کے اعلےٰ حاکم اور بلوم پاشا (جو تجویز خورد کے متعلق مشہور تھے) اور نیز اور لوگوں نے بھی اپنی تنخواہوں میں تخفیف ہونا منظور کیا۔ اس روح کی بدولت جو ان اعلےٰ لوگوں کی طرف سے ظاہر کی گئی کفایت شعاری کے لئے آسانی پیدا ہوگئی۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اگر بہت زیادہ پیمانہ پر کفایت شعاری برتی جاے تو نظم مملکت کی اصلاح کیونکر ہو۔ اصلاح محبس و پولیس۔ اصلاح مدارس و شفاخانجات ان سب کے لئے ماسوا دیگر مصارف کے بہت کچھ اینٹ و چونا درکار تھا۔ لائق و کارکردہ عہدہ دار مقرر کئے جانے کے لئے معقول تنخواہ ضرور تھی۔ انسپکٹروں کو مہیا کرنا تھا۔ اگر غبن و رشوت کی سزا دی جاے تو اس کے ساتھ موجودہ تنخواہوں کو بھی بہت سی حالتوں میں بڑھانا ضرور ہے۔ اور سب سے زیادہ آبپاشی کے لئے بہت بڑی رقم ناگزیر تھی۔ آبپاشی کے گراں عہدہ داروں کا ایک عملہ ہندوستان سے آگیا تھا یا راہ ہی میں تھا۔ موجودہ محکمے ایک عام طبعی تحریک بقاے ذاتی کے لئے لفظ کفایت شعاری کی پہلی ہی کانا پھوسی پر صف آرائی کے لئے تُلے ہوئے تھے۔ اسمٰعیل پاشا کے عہد کے آخر اور اس کے جانشین کے اوائل دنوں میں بہت سے محکمے اپنی ضروری حیثیت سے زیادہ تخفیف میں آچکے تھے۔ فنڈ کی کمی سے خالی جگہوں کا معمور کرنا دشوار تھا۔ قانون ادائگی قرضہ کے شائع ہونے اور مالگزاری قائم ہوجانے کے بعد ایک بے قاعدہ تعداد میں جو خدمتیں محکموں کو ازسرنو مضبوط کرنے کے لئے قائم کی گئی تھیں اب اُن کی تخفیف کا پھر خطرہ تھا۔ بہت کچھ جو ازسرنو تعمیر اور ترقی کی بابت سوچا گیا تھا اب اُس کو ایک غیر محدود وقت تک کے لئے

چھوڑنا پڑا - ایسے فیصلے کا انتہا درجہ نامقبول ہونا ظاہر تھا - سرکاری ملازمتوں کے تخفیف کے زمانے میں جو غیظ و غضب ظاہر ہوا کرتا ہے جہنم کا جوش و خروش اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے - مالیات کے ذمہ وار ضرورت کا عذر پیش کریں مگر مصیبت زدہ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے" ایجاد تو ندارد مگر صرف کاٹ کوٹ اور حذف آپ جانتے ہیں - آپ خواہ وزیر مال یا مشیر مال یا جس نام سے کہلاویں اس جگہ کے لائق نہیں - ایک بھوکے آدمی کو کوئی دلیل نہیں بھاتی ۔

پس تخفیف یا سوڈان سے واپسی کی تجویزیں کوئی خوشنما منظر نہیں تھیں - اگر ایک بات سے عام بےچینی پھیلنے کا یقین تھا تو دوسری سے شریف پاشا اور اُن کے وزرا کا مستعفی ہونا - چنانچہ استعفا پیش ہی ہو گیا - ۴ جنوری ۱۸۸۴ء کو محکمہ خارجہ دولت برطانیہ سے یہ فیصلہ صادر ہوا کہ مصری فوج سوڈان سے وادی حلفا کو واپس بُلالی جاے اور یہ فیصلہ ایسا انقطاعی تھا کہ جب سفیر برطانیہ نے اسکو اپنی سرکار کی طرف سے پیش کیا تو مصری وزرا کو اُس کے قبول کرنے یا استعفا دینے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا - اب لائق آدمی کا ہاتھ پہنچ گیا تھا - ۴ جنوری ۱۸۸۴ء کو ارل گرینول نے سر ای بیرنگ کو ان الفاظ میں مصری گورنمنٹ کی بابت لکھا " مجھ کو اس بات کے بتانے کی ضرورت نہیں کہ ایسے اہم معاملہ میں جس پر کہ ملک مصر کے انتظام و عافیت کا دارومدار ہے (صرف عافیت بھی نہیں بلکہ انتظام) بغیر اس کے چارہ نہیں کہ سرکار برطانیہ کو، جب تک کہ اُس کا مصر پر عارضی قبضہ بذریعہ انگریزی سپاہ کے جاری ہے' اس بات کا یقین ہو جاوے کہ جو مشورہ مصری گورنمنٹ کے خیالات پر کامل لحاظ و غور کے بعد وہ بطور اپنے فریضہ کے خدیو کو دینگے اُس پر عمل ہوگا - مصری وزرا اور حکام صوبجات پر صاف روشن کر دیا جائے کہ اُس ذمہ داری کے لحاظ سے جو انگلستان

پر چند روز کے لئے عائد ہوئی ہے۔ دولت برطانیہ اپنی مجوزہ پالیسی پر عملدرآمد ہونے کے لئے اصرار کرتی ہے اور کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ جو وزرا اور حکام اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے راضی نہیں وہ اپنے عہدوں سے دست بردار ہو جائیں"۔

سوڈان پر قبضہ قائم رکھنے کے لئے خواہ ذرائع کی کیسی ہی کمی کیوں نہ تھی۔ تاہم شریف پاشا اور اُن کے مددگار سوڈان چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے یا بایں کی وجہ سے جو بین الاقوامی پیچیدگیاں پڑنے کا اندیشہ تھا اُس کا خطرہ انگریزی کارندہ کو بہ نسبت مصری وزرا کے غالباً زیادہ تھا۔ شریف پاشا وہ شخص نہیں تھا جو ایسے صاف و تحکمانہ وقطعی فیصلہ کو جیسا کہ لارڈ گرینوال کے مراسلہ میں درج تھا مان لیتا۔ اُس کا اُفق نظری خواہ کیسا ہی تنگ ہو مگر وہ ایک آزاد مزاج اور ڈھیٹ طبیعت کا آدمی تھا۔ ۶ جنوری کو لارڈ گرینول کا مراسلہ شریف پاشا کے پاس بھیج دیا گیا۔ اُس کے دوسرے روز وہ اور اُسکے مُعین وزرا مستعفی ہو گئے۔ ریاض پاشا سے جب کہا گیا تو وہ بھی سوڈان سے قبضہ چھوڑنے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لینا چاہتے تھے۔ نوبر پاشا جو ایک ارمنی عیسائی تھے اُن مشکلات سے بری تھے جو قاہرہ کے ترکوں کو حائل تھیں اس لئے اُن کے ذریعے سے ایک نئی وزارت قائم کی گئی۔ خدیو نے چند باوقار اور منضبط لفظوں میں اس بات کا ایما کیا کہ وہ اس فیصلہ کو منظور کرتے ہیں کہ مصری فوج وادی حلفا کو واپس بلا لی جائے اور وہ دل سے اُس کی تائید کرتے ہیں ۔

تیسری فصل

خدیو اور اُن کے وزرا خرطوم کو سفارت

خدیو کے بعض وزرا کا خاکہ۔ شریف پاشا۔ ریاض پاشا۔ نوبر پاشا۔ خدیو کا مزاج و طبیعت

سوڈان کو ایک با اختیار حاکم کے بھیجے جانے کی ضرورت۔ برطانیہ کے مجلس وزرا
کی حالات وکوائف سوڈان سے ناواقفیت۔ وہ اوصاف جو منتخب عہدہ دار
کے لئے ضروری تھے۔ جنرل گارڈن کا انتخاب

خدیو کس طرز کا شخص تھا اور اُسکے وزرا کون تھے؟ اسماعیل پاشا کے عہد میں ایک وزیر عموماً ایک متحرک تصویر یا کٹھ پتلی کے مشابہ ہوتا تھا وقتاً فوقتاً ایک صورت گمنامی وتاریکی سے نکلتی اور ایک رونق پردہ پر نمودار صورت میں جلوہ گر ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ متحرک اور ناچتی ہوئی نظر آتی گویا کہ ایک زندہ قوت ہے مگر اُس کی حرکت ہمیشہ ایک خاموش ونمایشی کھلونے کی طرز کی ہوتی تھی۔ وہ لب کھولتی۔ بھاؤ بتاتی اور یہاں تک کہ افسرانہ طرز بھی ظاہر کرتی۔ لیکن یہ سب کچھ مثل خواب کے تھا جس کا کچھ وجود نہ ہو۔ صورت مذکور کی تھرتھراہٹ وکپکپاہٹ اور جھلک جو اس کی ذاتی نہ ہوتی مگر اس میں نظر آتی تھی محض ایک نظری دھوکہ تھا۔ یکایک وہ اُسی تاریکی میں جہاں سے وہ نمودار ہوئی تھی غائب ہو جاتی تھی اور اُس کے عوض دوسری اُسی طرح کی اور سامنے آجاتی تھی۔ دوسرے اوقات میں دوسرے وزرا ہوتے تھے اور وہ پرچھائیاں جو اسمٰعیل کے وزرا کا روپ بھر کر آتی تھیں ان کی بجائے ذی روح انسان آموجود ہوئے۔

اسمٰعیل پاشا اور اُس کی قسمت کی بربادی کے بعد جو تین وزیر اسکے زمانے کے باقی رہ گئے تھے ان میں سے دو یکے بعد دیگرے سفیر برطانیہ کو ۱۸۸۳ء سے لیکر دس سال تک سابقہ پڑا اور اُن کے وسیلے سے اسکو کام کاج انجام دینا پڑا۔ شریف پاشا نے پھر خدمت کو قبول نہ کیا۔ اپنی خدمت سے علیحدگی کے بعد بھی اس کے دوستوں کے دلوں میں اُس کا وقار و ادب بدستور قائم رہا یہاں تک کہ ۱۸۸۸ء میں انہوں نے انتقال کیا۔ سلمہ اللہ علیہ! قوم عثمانلی یعنی ترک کی خوبیوں کا وہ ایک بہترین نمونہ تھا۔ قاہرہ میں اپنی خوشخوئی اور مردانہ رویّہ اپنی صاف بیانی اور سپاہیانہ سادگی کے باعث وہ بہت زمانہ

تک نہایت ہر دلعزیز یادگار بنے رہے۔ یہ کہ وہ عرصہ تک مالی اصلاح اور یوروپی دخل اور قبضہ کے سخت مخالف رہے اس کا باعث یہ تھا کہ وہ ترک تھے۔ لیکن مزید براں ایک بہت بڑے خطرے اور نازک موقع پر ۱۸۸۱ء میں ان کا بلا تامل خدیو کی درخواست پر وزارت کو قبول کر لینا اور انگریزی صدر محاسب کے ساتھ، جن کی اب تک وہ مخالفت کر رہے تھے، مل کر کام چلانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے ملک کا ایک سچا دوست اور اپنے مالک کا وفادار رعایا تھا۔

شریف پاشا کے لئے انگریزی صدر محاسبوں کے ساتھ متفق ہو کر کام کرنا جن کی مخالفت انہوں نے گزشتہ ایام میں کی تھی، فی الحقیقت عجیب بدمزہ بات ہو گی لیکن اُنہوں نے اپنی اس نفرت کو مغلوب کر لیا اور صدر محاسبوں کی پوری قوت سے تائید کی۔ اس کے برعکس ریاض پاشا نے شروع ہی سے اس کشمکش میں پورا حصہ لیا تھا۔ جو ۱۸۷۸ء کی کمیشن تحقیقات سے اسمٰعیل پاشا کے خلاف جاری تھی۔ وہ اصلاح کے سچے حامی اور اسمٰعیل پاشا کی گورنمنٹ کے عیوب اور نقائص کے دلیرانہ مخالف تھے۔ تحقیقات کے زمانہ میں اُنکے علم و تجربہ سے بڑی مدد ملی اور اُن پر سرکار انگریزی کا اعتماد ہو گیا جس سے وہ بالکلیہ ناواقف نہ تھے۔ مثل شریف پاشا کے ریاض پاشا بھی ترک تھے۔ لیکن ایک بات میں فرق تھا۔ ترک عادتاً لاپروا ہوتا ہے لیکن یہ اپنی حرکات میں نہایت چست و سدھا ہوا تھا۔ ترک عادتاً سرد مہر اور کاہل ہوتا ہے لیکن ریاض پاشا کے نحیف کالبد میں ایک اصلی چنگاری جل رہی تھی۔ خاموشی ترک کی عادت ہے لیکن ریاض ایسا لچھے دار طرار تھا جیسے کہ پانی کا پیچیدہ آبشار۔ جس وقت وہ اپنے ملکی مخالفین کو اپنے کرخت لہجہ میں جھاڑ بتاتا تھا اور اکثر کسی سامع دوست کے سامنے اُس کا ایسا معمول تھا۔ تو جوش سے اُس کا نحیف جُثہ کانپتا تھا اور وہ تسبیح جو اُس کی اُنگلیوں میں لٹکتی ہوتی تھی مثل ایک کوڑہ کے تسمہ کے ادھر اُدھر ماری پھرتی تھی۔ وہ ایسے اوقات میں

بالکل گویا ایک مجسّم ملامت بن جاتا تھا۔ گو وہ دلبری اور خُلق میں ایک ترک تھا مگر کاروبار کی جزئیات کے علم میں اور فرض منصبی کے ادا کرنے میں وہ اپنے بہت سے ہمعصروں میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ جس قدر کہ اُس کو اپنے پر مضبوط بھروسہ تھا اُسی قدر وہ دوسروں کو جو اُس کی راے سے مخالف ہوتے تھے حقیر سمجھتا تھا۔ اگرچہ اُسکے مخالفین اسکے بلحاظ ایک مدبّر اور منتظم ہونے کے صرف چند اوصاف ہی مانتے تھے اور اُسکو ایک دیانت دار اور راستباز شخص سمجھتے تھے لیکن یہ مسلم تھا کہ وہ اپنے اہلِ وطن میں ایک بے نظیر شخص تھا۔

نوبر پاشا کی شخصیت ایسی مشہور ہے کہ ان اوراق میں اسکا بیان تحصیل حاصل ہے۔ ۳۰ سال سے زیادہ اُس کا نام معاملات مصر سے ایک باوقعت تعلق رکھتا ہے۔ اُس نے فرمان ۱۸۶۶ء و ۱۸۶۷ء کے متعلق اسمٰعیل پاشا کی بہت بڑی وفادارانہ خدمت کی تھی اور ۱۸۷۱ء میں اس نے دول یورپ کی رضامندی اس بات کے حاصل کرنے میں کہ مُلک مصر میں ایک مخلوط یا بین الاقوام محکمہ عدالت قائم کیا جاے سب سے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کارروائی سے دول خارجہ کے سفیروں کی علیحدہ علیحدہ عدالتیں منسوخ ہوگئیں اور ایسے دیوانی معاملات میں جن میں دیسی و یوروپین باہم مخاصم ہوتے تھے۔ اس نئے محکمۂ عدالت کے سامنے فیصلہ پانے لگے۔ ان دعاوی اور نالشات کی وجہ سے جو خود سرکار کے خلاف تھیں عدالت کے فیصلوں نے مالی مشکلات کو اس شدت سے بڑھا دیا کہ وہ اسمٰعیل پاشا کے دیوالیہ ہوجانے کی باعث ہوگئیں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اگر نوبر پاشا کو اس انجام کا حال پہلے سے معلوم ہوتا تاہم وہ حمایت اصلاح میں کمی نہ کرتا۔ ذہن و ذکا و لیاقت اور تجربہ اور دوسروں کو تملق کے ساتھ قائل معقول کرنے کے طرز میں نوبر پاشا اپنے تمام ہمعصروں سے بڑھا ہوا تھا۔ انتظامی قابلیت کا اس کو دعوے نہ تھا اور شاید اپنے دل میں وہ اس کو حقیر جانتا ہو۔ لیکن سفارت کی کاروباری باریکیوں فصاحت و بلاغت۔ خیالات کی وسعت اور ذاتی دلربائی اور دوسروں پر اثر

ڈالنے کے اوصاف میں اُس کا کوئی ہمسر مصر میں نہ تھا چہ جائیکہ اُس سے
اعلیٰ ہونا تو اور بات ہے۔ چونکہ وہ تند مزاج اور تحکمانہ طرز کا شخص تھا اور
اپنی فوقیت کو مدِّ نظر رکھتا تھا اُس کا انگریزی سفارت خانہ کے اثر کو حد درجہ ناپسند
کرنا لا محالہ تھا۔ چونکہ وہ خود ایک منتظم شخص نہ تھا اس لئے اُس نے اس مستعد
جماعت کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے میں کمی کی جن کے ہاتھوں میں مصر کا
انتظام جا رہا تھا۔ اپنے اہل وطن کی رہنمائی کے لئے اس کا بھروسہ انجمنوں
رفاہ باہمی۔ میل ملاپ۔ صفائی۔ مفید وقت اور موقع سے فائدہ اُٹھانے پر
مبنی تھا۔ گلہ بانی کا فن گلہ کی رہنمائی کرنا ہے۔ بھیڑیں گلہ بان کی آواز کو
پہچانتی ہیں اور اُن کو اُس کی پیروی کرنا لازم ہے۔ لیکن اگر وہ گلہ بان کی
آواز کو نہ سُنیں یا اُس کی آواز پیروی کے لئے نتیجہ آور نہ ہو تو پھر کیا کیا جاوے؟
غالباً نوبر پاشا اس کا یوں جواب دیتا کہ یہ قسمت پر موقوف ہے۔ لیکن بہرحال
اچھا گلہ بان اپنی بھیڑوں کی رہنمائی کرتا ہے اور رہنمائی کے پیچھے پیچھے چلنا
بہ نسبت ہانکے جانے کے بہتر ہے؛

توفیق پاشا انگریزی کارندہ کا سب سے بہتر معاون دوست تھا۔ چونکہ خدیویت
مصر خطرہ میں تھی اس لئے دراصل خدیو ہی سے معاملات کا سروکار تھا۔ ایک
وزیر آج مستعفی ہو جاتا اور ۶ ماہ کے بعد وہ پھر اُسی جگہ پر مقرر ہوتا۔ ضدی
ریاض پاشا کا جانشین کوئی کم ضدی مثل نوبر پاشا کے ہوتا لیکن خدیو کی
شخصیت بدستور قائم رہتی تھی اور سلطنت کی بقا و فنا کا اُس کی ذات سے
تعلق تھا۔ توفیق پاشا نہ تو مثل نوبر پاشا کے چالاک تھا اور نہ ریاض پاشا کی
مانند تندخو اور ضدی۔ اور نہ اُس میں شریف پاشا کی سی سادہ دلی و سخی تھی۔
چونکہ اُس کی پیدائش و تربیت مصر میں ہوئی تھی اس لئے اُس کو اپنے
اہل وطن سے ہمدردی تھی اور وہ اُن کے خصائل سے واقف تھا۔ ماسوا
اسکے ایک خاصیت اُس میں بہ کثیر مقدار ایسی تھی جس کا وجود اُس کے وزرا میں
نہ پایا جاتا تھا یعنی اُس کو حاضر و دائم ظریفانہ نکات کے ادراک کا خوب ملکہ تھا۔

اس خاصیت کے باعث وہ اپنے ذاتی معاملات پر بے طرفدارانہ پہلو سے
نظر ڈالنے کی قدرت رکھتا تھا۔ ملکی معرکہ آرائیوں کی کشمکش و ناسا عدات،
شدّت اور خفت سے ایسی طبیعت کم بے چین ہوتی ہے جو نازک اور باقرار
دونوں موقعوں پر اپنے کو سادھے رکھتی ہے۔ جبکہ وہ موسم بہار ۱۸۸۲ء میں
اپنے قاہرہ کے محل میں بطور ایک قیدی کے رہتا تھا تو اُس کو اپنی ذات
کے متعلق چنداں خطرہ نہ تھا لیکن اُس کی ساری توجہ اُن خوفناک منصوبوں
کی طرف مائل رہتی تھی جو اُس کے گرد و پیش ظاہر ہو رہے تھے۔ وہ ناٹک
کے ایک تماشبین کی مانند اپنی شاہی نشستگاہ پر بیٹھا ہوا معمولی ایکٹروں
(بہروپیوں) کی آمد و رفت پر بطور کھیل کے نکتہ چینی کیا کرتا اور بہت سے
خاص کھلاڑیوں کے ادعاوں۔ نقائص اور اُن کی بے چین خود آگاہی پر
ہنستا رہتا تھا گو بلا رعایت نہیں۔ ۱۸۸۲ء کے سارے خطرناک ایام میں
جبکہ اُس کے گرد و پیش طرح طرح کے خطرے اور مخالف خبروں کے طوفان
منڈلا رہے تھے اُس نے اپنے آپ کو بالکل ساکن و قائم رکھا۔ اس سارے
تماشہ میں بہ حیثیت ایک خاص اعلےٰ حصہ دار ہونے کے بھی اُس کی بظاہر
لاپرواہی عجیب و غریب تھی۔ خواہ قاہرہ میں جہاں وہ در اصل قیدی تھا یا
اسکندریہ کے قصر راس الطین میں جبکہ روزمرّہ جنگ کے آثار اُس کے
ملک پر قریب ہوتے جاتے تھے۔ نیز اسکندریہ کی جلتی ہوئی گلیوں میں سے
رَاملہ کو واپس جاتے ہوئے جہاں اُس نے گولہ باری کے وقت پناہ لی
تھی۔ توفیق پاشا بظاہر وہ شخص نہیں تھا جو مصیبتوں کے بحر ذخار کے
مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتا اور مخالفت سے وہ اُن کو ختم کر دیتا۔ اور نہ وہ
ایسا شخص تھا کہ جس کو اگر نرمی و لحاظ سے قائل کیا جاتا یا ادب سے کوئی
مشورہ دیا جاتا تو وہ زود رنج ہوتا یا اپنی مرضی کے خلاف کسی امر کے قبول
کرائے جانے کا ترشروئی سے مقابلہ کرتا۔ توفیق پاشا ایک معقول احتیاط و
صائب رائے کا شخص تھا اور وہ اپنے مشیروں کی نیک نیتی پر جن پر اُس کا

اعتماد تھا۔ با وقعت اعتقاد رکھتا تھا اور اُن کو بہ سبب اُن کے دیرینہ و
بلا واسطہ نظام سلطنت کے تجربوں کے کچھ کم نعم البدل نہ سمجھتا تھا۔ وہ انگریزوں
پر اعتماد رکھتا تھا اور فرانس کی حریصانہ نیت کے مقابلہ میں وہ انگریزوں
کی تائید کو بہت قیمتی خیال کرتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا
ملک کسی غیر سلطنت کا لقمہ بن جاوے وہ سب سے دوستی رکھنے کا آرزومند
تھا۔ پس یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ایسا شخص جو ایسے نازک مقام پر ہو کسی
جناب کمزوردل صاحب یا مذبذب صاحب کی نظروں میں مورد ملامت ٹھیرے
ایسے شخص پر پارلیمنٹ انگلستان میں یہ تہمت دھرنا کہ وہ اپنے ہی
فوائد کا نیک نیتی سے لحاظ رکھتا تھا صرف ذاتی یا ملکی دشمنی کی تصدیق کراتا
ہے۔ بعد مناسب تحقیقات کے لارڈ گرینول نے اس الزام کو ان قاطع
الفاظ میں ظاہر کیا کہ اس کی تائید میں خواہ قانونی یا ملکی یا اخلاقی کسی قسم
کی بظاہر کوئی شہادت نہیں ॰

دسمبر ۱۸۸۳ء میں سر ایولن بیرنگ نے جب اپنے خیالات مصر کے
سوڈان سے واپس چلے آنے کے متعلق لارڈ گرینول پر ظاہر کئے تو یہ
دکھایا کہ ایک انگریزی افسر با اختیار کا خرطوم بھیجا جانا ازبس ضرور ہے
تا کہ وہ تمام افواج کو سوڈان سے واپسی کا حکم دے اور جو انتظام اُس ملک
کی آیندہ حکومت کے لئے اُس کی نظر میں بہتر و مناسب معلوم ہو اُس کی
تنظیم کرے۔ جبکہ مجلس وزرائے برطانیہ نے سوڈان سے واپس چلے آنے
کا فیصلہ کر دیا تو اب وقت آپہنچا تھا کہ لامحالہ ایک اعلیٰ افسر با اختیار
منتخب کیا جاوے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سفارت غیر معمولی دقت
اور خطرات سے مملو تھی۔ مشکلات اندازہ سے بہت زیادہ تھیں کیونکہ
(مجلس وزرا اور اُن کے مشیروں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ) مجوزہ واپسی
دشوار گزار امر تھا۔ خرطوم کے جنوب میں جو جنگی چھاؤنیاں تھیں وہاں تک
مصری حکومت کی اب رسائی باقی نہیں رہی تھی۔ اُس ملک کے آیندہ انتظام

کا ایک مسئلہ تھا جس میں سوائے انگریزی اور مصری مجالس نظام مملکت کے دوسری سلطنتوں سے بھی مشورہ لیا جانا ضرور تھا۔ اگر ہم ایام مابعد کے واقعات کی روشنی میں اس وقت کے حالات پر نظر ڈالیں تو سب سے زیادہ ہم کو اُن لوگوں کا طرز پریشانی میں ڈال دیتا ہے جو باوجود اپنی گہری دلچسپی متعلق سوڈان و وسیع معلومات کے، سوڈان کی بغاوت کی وسعت اور اُسکے اصلی اسباب کو قبول و تسلیم کرنے میں تامّل کرتے تھے۔ سوڈان میں ایک شخص نے مہدی ہونے کا مدّعی بن کر ۲ برس کے اندر ہی اندر تمام خانہ بدوش حبشی قبائل اور شہری باشندوں کو مجنون مجاہدین کا ایک لشکر بنا دیا تھا۔ ایک نئی قوت موسوم بہ دراویش ملک میں پیدا ہوگئی تھی۔ ۱۸۸۱ء میں ایک شخص محمد احمد نام جو اب اُن کا نبی و ہادی تسلیم کیا جاتا تھا محض بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز سے زیادہ نہ تھا۔ اس شخص نے اپنے پیشرو حضرت محمد بانی اسلام کے نمونے پر تھوڑے ہی دنوں میں اپنے دعوے کے کمزور پہلوؤں کو فولادی کڑیوں سے مضبوط بنا لیا اور غلبہ و کامیابی کے مضبوط دلائل کی بنا پر اپنے دعوے مہدویت کو سب سے تسلیم کرا لیا تھا۔ مختلف حادثات و اتفاقات کے بعد اب ۱۸۸۳ء کے آخر میں وہ اُن تمام سوڈانی ممالک کا مالک بن بیٹھا جو خرطوم کے قرب وجوار سے لیکر گنڈوکورو کے انتہائے جنوب تک وسیع ہیں اور دارفر کی مغربی حدود سے سنکٹ تک جو بحر احمر کے نزدیک واقع ہے۔ وہ چھوٹی چھاؤنیاں جو اس وسیع قطعے میں ایکدوسرے سے دشوار گزار فاصلے پر پراگندہ ہو رہی تھیں کچھ تو اپنے کو مہدی کے حوالے کر دینے کی تجویزیں کر رہی تھیں اور کچھ جو قلعوں میں مورچہ بند اور چھپی ہوئی تھیں اپنی بربادی کے انتظار میں تھیں۔ محمد احمد نے ایک ۱۰ ہزار مصری فوج کے دستے کو جس کا افسر ایک انگریز تھا بالکلیہ نیست کر ڈالا تھا۔ اور صوبجات دارفر و کاردوفان پر قابض ہوگیا تھا۔ اُسکی دراویش افواج نے بربر اور سواکن کے درمیانی حصّوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

اور یہ دونوں شہر فوری خطرہ میں تھے۔ چونکہ سلسلۂ تلغراف ۱۸۸۳ء کے کئی مہینوں بعد تک قاہرہ و خرطوم کے مابین جاری تھا اس لئے یہ تمام خبریں قاہرہ میں عام ہو رہی تھیں۔ لفٹننٹ کرنل اسٹیوارٹ ۱۱ ویں حصار کے ایک انگریزی افسر نے جو ۱۸۸۲ء کے آخر میں سوڈان کو ایک سفارت پر بھیجے گئے تھے اس بغاوت کی اصلیت کو معلوم کر لیا تھا اور اُنہوں نے اپنے بالادست افسروں کو اس سے آگاہ کر دیا تھا عبدالقادر پاشا جو ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء میں سوڈان کے گورنر جنرل رہ چکے تھے سال مذکور کے آواخر میں قاہرہ کو واپس ہوئے اور بغاوت کے پھیلاؤ اور اہمیت کی خوفناک صورت اُنہوں نے دکھائی۔ باوجود اس سب کے ہم دیکھتے ہیں کہ اس سفارت کا مقصد جو ایک منتخب عہدہ دار کے سپرد ہو کر سوڈان بھیجی جانیوالی تھی یہ تھا کہ افواج کو جن میں سے اکثر کے پاس رسائی مسدود ہو چکی تھی مصر کو واپس کرائے اور جو انتظام آیندہ کے لئے ممکن ہو اُس ملک کا کرے جس کے باشندوں نے ہر طرح پر اس بات کو ثابت کر دیا تھا کہ وہ اپنے ملک کا انتظام آپ ہی خود کر لینگے۔

یہ ایک کھلا ہوا مسئلہ تھا کہ جو فریضہ سفیر کی انجام دہی کے لئے سپرد کیا گیا تھا آیا وہ ممکن تھا یا غیر ممکن۔ لیکن اس میں کسی طرح کا شک نہیں کہ اس سفارت کے لئے نہایت ہی اعلےٰ لیاقتوں اور اوصاف کے مجموعہ سے متصف ہونا ضرور تھا۔ حکمت، فراست، قوت امتیاز۔ احکام کو بجا لانے کے متعلق وفاداری۔ خواہ اُس کا انجام کیسا ہی دردناک کیوں نہ ہو۔ رموز سرکاری کی رازداری۔ احکام کے پورا کرنے میں مستعدی۔ اور ان سب کے ماسوا امکانات اور مواقعات کا ایک صحیح اور عاقلانہ اندازہ لگانا۔ یہ اور اسی قسم کے اوصاف کا ہونا سفیر میں ضرور تھا اور ان سب باتوں کو ایسے طریقے سے انجام دینا جن سے کامیابی کی توقع ہو سکے۔ اس کے ساتھ ہی سفیر کے لئے یہ بھی ضرور تھا کہ اُس کو سوڈان اور وہاں کے باشندوں سے وقفیت

ہو۔ اور حبشی و مصری دونوں فوجوں کی نظر میں اُس پر اعتماد بھی ہو۔ جرأت و دلیری کے بیان کی ضرورت نہیں۔ ایسا شخص ہرگز انتخاب کے لائق نہ ہو سکتا تھا جس میں اعلےٰ درجہ کا جرأت و استقلال نہ ہو۔ ایسی جرأت و استقلال جو انسان کو سخت خطروں بلکہ موت میں بھی جب نہ کوئی دوست اُسکے دلاسا کے لئے موجود ہو اور نہ کوئی گواہ حاضر ہو جو اُس کی داد دے اور اُس کی اطلاع دوستوں تک پہنچا دے، اپنے فرائض کی بجا آوری پر خاموشی کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی طاقت بخشتی ہے ؂

تمام سلطنت برطانیہ میں صرف ایک یا دو ایسے شخص تھے جو ایسے اوصاف سے موصوف مانے جاتے تھے۔ مرحوم سر چارلس ولسن کا نام جو شاہی انجنیروں کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے پیش کیا گیا۔ دوسرے شخص جن کا انتخاب ممکن تھا وہ کرنل اسٹوارٹ تھے۔ اُنھوں نے اپنے ایام سفارت سوڈان میں معلومات کے جمع کرنے میں بڑی قابلیت ظاہر کی تھی۔ اُن کی خبریں اختصار اور کاملیت اور صفائی کا نمونہ ہوتی تھیں جن میں دانائی اور اعتدال خاص طور پر پایا جاتا تھا۔ سوائے اس کے کہ خرطوم کے مصری لوگ اُن سے کم واقف تھے اور سوڈان میں وہ صرف تھوڑے ہی دن رہے تھے۔ کرنل اسٹیوارٹ اور ہر طرح پر بخوبی اس ذمہ داری کے لائق تھے۔ اگر اُن کا نام عام طور پر مشہور ہوتا یا اُن کی خدمات کا افریقہ سے ذرا زیادہ گہرا تعلق ہوتا تو غالباً اُن کے انتخاب میں کم تامل ہوتا لیکن اُن کی قدر و قیمت کا اندازہ وقت گزر جانے کے بعد کیا گیا۔ وہ شخص جو سرکاری اور فوجی حلقوں میں خوب مشہور تھا اور عوام کی نظروں میں خاص دلعزیزی رکھتا تھا سب سے بہتر شخص سمجھا گیا یعنی میجر جنرل چارلس گارڈن اس سفارت کے لئے منتخب ہوئے ؂

(فصل چوتھی)

جنرل گارڈن بطور سفیر

جنرل گارڈن کی گزشتہ خدمات - جو ہدایات ان کو لندن سے دی گئیں اس پر جنرل گارڈن کی یادداشت - مزید ہدایات جو ان کو قاہرہ میں دی گئیں لندن اور قاہرہ کی ہدایات میں جو ظاہری اختلاف تھا اُسکے وجوہ - جنرل گارڈن تخلیہ سوڈان کی پالیسی کو منظور کرتے ہیں - اُن کی یادداشت مرقومہ فروری اُن کا خط اور تار خرطوم کے راستہ سے - خرطوم پہنچنا - زبیر پاشا کو اپنا جانشین نامزد کرنے کے لئے اُن کا اصرار - جنرل گارڈن کی رائے درباب تخلیہ میں تبدیلی - اُن کے اثر کا سوڈان میں گھٹنا - اُن کا محصور افواج ساتھ موجود رہنے کا مصمم ارادہ - تخلیہ سے انکار - خرطوم آنے سے پہلے جنرل گارڈن کا سوڈان کی نازک حالت سے پورے طور پر واقف نہ ہونا جنرل گارڈن کا انتخاب برائے تخلیۂ سوڈان ایک غلطی تھی ؎

اس وقت جنرل گارڈن اپنی عمر کے ۵۱ برس پورے کر چکے تھے - ان کی خدمات اس قدر مشہور رہیں کہ اُن کا اعادہ کرنا غیر ضروری ہے - اپنی نوجوانی یعنی ۳۱ سال کی عمر میں اُنھوں نے اپنی خدمات کے باعث جو شاہنشاہ چین کے لئے انجام دی تھیں چینیوں کا گارڈن' لقب حاصل کیا - ۱۸۷۴ء سے ۱۸۷۶ء تک اسمٰعیل پاشا کے زیر حکومت وہ مصری خط استوائی کے صوبہ کے صوبہ دار رہ چکے تھے اور ۱۸۷۷ء سے ۱۸۷۹ء تک وہ سوڈان اور صوبہ خط استوائی اور ساحل بحر احمر کے گورنر جنرل تھے - ۱۸۷۹ء کے آخر میں اُنھوں نے بہ سبب خرابی صحت اس خدمت سے کنارہ کشی کی اور مختلف خدمتوں پر تھوڑے تھوڑے روز رہنے کے بعد اُن کو مجبوراً ملک فلسطین کو آرام لینے اور صحت کے درست کرنے کے لئے جانا پڑا - جب وہ فلسطین میں

تھے تو وہ شاہ بلجیم کی ملازمت میں کنگو جانے پر رضامند ہو گئے لیکن سرکار انگلشیہ کی طلبی پر وہ پھر شمالی افریقہ جانے اور سوڈان کی سفارت کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور یوں وہ کنگو جانے کے معاہدہ سے آزاد ہو گئے*

ان اوراق کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس میں اُس بڑے مباحثہ پر جو گارڈن مباحثہ کے نام سے مشہور ہے ذرا بھی بحث کی جائے۔ اور نہ اُن فوجی تجاویز کا بجز ضروری اختصار کے درج کرنا مقصود ہے جو جنرل گارڈن کے اُس عزم کے باعث اختیار کرنا پڑیں کہ وہ سوڈان کو نہ چھوڑینگے۔ وہ دن ہنوز نہیں آیا ہے کہ اس دردناک زمانہ کے واقعات کو بے طرفدارانہ جانچا جائے اور کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اُن میں سے بہت سے اب تک زندہ ہیں جنہوں نے ان میں حصہ لیا تھا۔ وہ سیاسی اور شخصی جذبات جو ۱۸۸۴ء اور سالہائے مابعد میں تلخی کا باعث رہے۔ اگرچہ خفتہ ہیں مگر مرے نہیں ہیں۔ تاہم گارڈن کی سفارت مصر کی تاریخ جدید میں ایک بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے اور اُس سے ایسے اہم نتائج پیدا ہوئے ہیں کہ اُن کا بالکلیہ ذکر نہ کرنا ایک نامناسب بات ہوگی۔ اس نسخہ میں ہم صرف اُن ہدایات کے تذکرہ پر اکتفا کرینگے جو جنرل گارڈن کو لنڈن اور قاہرہ میں دی گئیں اور جہاں تک ممکن ہوگا خود جنرل گارڈن کے اپنے الفاظ میں اُن کی اس تحریک کا بیان کرینگے۔ جو اُن کے اُس طرز عمل کا باعث ہوئی جو اُنہوں نے سوڈان میں اختیار کیا*

جنرل گارڈن کی سفارت لارڈ گرینول کے ابتدائی خاکہ کے موافق تحقیقاتی تھی۔ اُن کا پہلا اور سب سے مقدم کام یہ تھا کہ وہ سوڈان کے جنگی حالات کا معائنہ کر کے اُس کی اطلاع دیں اور ایسی تجویزیں کریں کہ جن سے مصری چھاؤنیوں کی جو اب تک اُس ملک میں تھیں اور نیز یورپی لوگوں کی جو خرطوم میں تھے حفاظت و پناہ ہو سکے۔ اُن کا یہ بھی کام تھا کہ ایسے عمدہ ذرائع سے مطلع کریں کہ جس سے اندرون سوڈان کا تخلیہ ہو سکے۔ یہ ہدایات

اُن کو ۱۸ جنوری ۱۸۸۴ء کو دی گئیں۔ ۲۲ جنوری کو جب وہ جہاز تانجور پر مصر جا رہے تھے تو جنرل گارڈن نے ان ہدایات کے متعلق ایک یادداشت تیار کی۔ اس یادداشت میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ اُن کا کام صرف اطلاع دینا ہے۔ ہدایات کے خواہ جو الفاظ ہوں لیکن جنرل گارڈن یہ تحریر کرتے ہیں کہ ملکہ معظمہ کی سرکار نے مجھے سوڈان بھیجنے کے لئے فیصلہ کیا ہے تاکہ میں" ان ممالک کے تخلیہ کا انتظام کروں اور مصری ملازمین اور افواج کو بحفاظت روانہ کردوں۔" اسکے بعد وہ تیندوے کی کھال کی تقسیم کی بحث کرتے ہیں قبل اس کے کہ وہ تیندوے کو مار ڈالیں! وہ لکھتے ہیں کہ میں ملک کو مختلف چھوٹے چھوٹے سلطانوں پر تقسیم کرونگا جو محمد علی کی فتوحات سے پہلے وہاں کے مالک تھے۔ مہدی کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ملک کو اُس کے حوالے کردینا خارج از بحث ہے اُس کو اُسی کے حال پر چھوڑ دیا جاوے اور مختلف سلطانوں کی مرضی پر اس مسئلہ کو چھوڑ دیا جاوے کہ خواہ وہ مہدی کی فضیلت کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ میں جس قدر میری قدرت میں ہوگا ملکہ معظمہ کی سرکار کی مرضی کے موافق تخلیہ کی کارروائی کو جہاں تک ممکن ہوگا پورا کرونگا اور حتے الوسع جنگ و جدل سے احتراز کرونگا۔ کرنل اسٹیوارٹ (جو جنرل گارڈن کے ہمراہ تھے) اُن کے اس بیان سے متفق تھے لیکن اس قدر اُنہوں نے اور ایزاد کیا کہ چونکہ ملکہ معظمہ کی سرکار کو اُن واقعات کا جو ایام تخلیہ میں پیدا ہوجاویں اندازہ لگانا محالات سے ہے اس لئے یہ احسن طریقہ ہوگا کہ جنرل گارڈن کے حُسن امتیاز اور اُن کے معلومات پر جو اُن کو سوڈان کے متعلق حاصل ہیں بھروسہ کیا جائے۔

جنرل گارڈن نے سوڈان کی بغاوت کو محض قبائل کی بغاوت سمجھا۔ اور اکثر صاحب الرائے کی کثرت رائے کا غلبہ اب تک یہی ہے کہ ۱۸۸۲ء کی بغاوت کا خاص سبب مصری لوگوں کا ظلم تھا۔ لیکن کیا یہ رائے ممکن الثبوت ہے؟ ۱۸۷۷ء سے ۱۸۷۹ء کے آخر تک جنرل گارڈن خود سوڈان کے

حاکم تھے۔ محمد احمد نے ۱۸۸۱ء کے شروع میں اپنی مہدویت کا کام شروع کیا۔ ۱۸۸۲ء کے اوّل مہینوں میں تمام سوڈان پورے طور پر باغی ہو گیا۔ کیا بدنظمی اور بداعمالی سے صرف اس قدر قلیل عرصہ کے اندر یعنی ۱۸۷۹ء کے آخر اور ۱۸۸۲ء کے شروع میں روڈف پاشا جانشین جنرل گارڈن کے خلاف تمام سوڈان کا بغاوت کے لئے اُٹھ کھڑے ہونا ممکن ہے؟ آیا دوسرے اور اسباب بھی محمد احمد کے وعظوں کے ساتھ ایسے موجود تھے جو بغاوت کے بواعث کی تشریح کر سکتے ہیں؟ روڈف پاشا سوڈان میں سخت کفایت شعاری قائم کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور اُنہوں نے اس پالیسی کی انجام دہی کی غرض سے بہت سی باقاعدہ حبشی فوج کو تخفیف کر دیا تھا اور ان بے روزگاروں کی ایک جماعت ملک میں آوارہ گرد ہو رہی تھی۔ اس عنصر کی موجودگی اور نیز جنرل گارڈن کی سخت روک ٹوک سے جو غلامی کے متعلق انہوں نے کی تھی اور جس کے باعث ایک بڑی جماعت کے سینہ میں جن کا گزارہ بردہ فروشی پر تھا مخالفت کی آگ سُلگ رہی تھی مہدی کو اچھا موقع ہاتھ لگا کہ وہ سب کو اپنی طرف مائل کر لے اور تمام عربوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے آجانے کی دعوت دے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لحاظ رہے کہ اسمٰعیل پاشا کے زوال اور عربی پاشا کی بغاوت سے سوڈان میں مصری رعب داب بھی گھٹ گیا تھا اور رعب و داب مسلمان قوموں میں جس قدر ضرور ہے اتنا دوسری قوموں میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جن کا رعب داب زیادہ ہوتا ہے فتحیابی اُن کا حصہ ہوتا ہے۔

مصر پہنچ کر ۲۵ جنوری کو سر ایولن بیرنگ کے ذریعے سے جنرل گارڈن کو اور مشرح ہدایات دی گئیں جن کو جنرل موصوف نے پورے طور پر منظور کیا۔ سب سے پہلے ان کو اس بات کے یاد رکھنے کی تاکید کی گئی کہ وہ خاص مقصد جو اُنہیں پورا کرنا ہے تخلیۂ سوڈان ہے۔ دس سے پندرہ ہزار

آدمی جو عساکر مصری کے ہمراہ رضامندی کے ساتھ گئے ہوئے تھے اُن کا
بلا جان جوکھم واپس روانہ کرنا تھا۔ جنرل ممدوح کو جتا دیا گیا تھا کہ واپسی کی
پالیسی پورے بحث و مشورہ کے بعد مصری گورنمنٹ نے بربنائے مشورۂ
سرکار برطانیہ ٹھیرائی تھی۔ خدیو اور موجودہ مصری وزارت نے اُسکو
پورے طور سے منظور کرلیا تھا۔ بہتر وقت اور مناسب طریقے سے واپسی
کی بابت تفصیلی ہدایات دینا غیر ضروری ہے۔ خود جنرل ممدوح کی درخواست
پر یہ اور اضافہ کیا گیا کہ اُن کی رائے میں واپسی کا فیصلہ کسی حالت میں نہ
بدلنا چاہیئے۔ مصری گورنمنٹ نے اس تجویز سے اتفاق کیا کہ مختلف چھوٹے
چھوٹے سلاطین جو محمد علی پاشا کی فتوحات کے وقت سوڈان میں تھے اُنکو
ایک متحد جماعت بنا دیا جاوے لیکن اس بات کا پورا لحاظ رکھا جاوے کہ
مصری فوج سوڈان میں محض ان نئے سلاطین کی قوّت کو مستحکم بنانے کے
لئے نہ رکھی جاوے۔ مصری گورنمنٹ نے جنرل گارڈن کی قوّت فیصلہ۔
معلومات سوڈان اور مجوزہ پالیسی کے ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کی بنا پر اُنکو
اس بات کا پورا اختیار دیدیا کہ وہ جس معقول وقت تک مناسب سمجھیں فوج
کو سوڈان میں اس غرض سے رہنے دیں کہ ملک بلا جان و مال کے
نقصان کے خالی کردیا جاوے +

دوسرے دن یعنی ۲۶ جنوری کو خدیو کی طرف سے دو فرمان جنرل گارڈن
کو پہنچے۔ پہلے فرمان میں ان کی گورنر جنرلی سوڈان پر تقرر کا حکم تھا اور
عام موزوں الفاظ میں ان کی تقرری اور خدا حافظ کا بیان تھا۔ دوسرا
فرمان مندرجہ ذیل صاف الفاظوں میں یہ تھا کہ "آپ اس بات سے آگاہ
ہیں کہ آپ کے یہاں آنے اور سوڈان کی سفارت پر بھیجنے کا مقصد یہ ہے
کہ اُن ممالک کا تخلیہ کرائیں۔ اور ہماری افواج اور ملکی عہدہ داروں اور
اُن تمام باشندوں کو جو مصر واپس آنے کے خواہشمند ہوں مع اُنکے متعلقین
کے واپس بھیج دیں ہم کو اس بات کا اعتماد ہے کہ آپ اپنی سفارت کے

مقصد کی انجام دہی ہیں نہایت موثر تجاویز اس کام کے لئے کرینگے اور بعد کامل تخلیہ کے آپ ایسی ضروری کارروائی عمل میں لاوینگے کہ جس سے اُس کے ملک کے مختلف صوبوں میں ایک منتظم حکومت امن وامان کے لئے قائم ہوجاے اور ہر قسم کے آفات و بغاوت کی تحریکوں کا خاتمہ ہوجائے"
اِس کے بہت روز بعد یعنی ۲۸ مارچ کو لارڈ گرینول نے ایک مراسلہ کے ذریعے سے بر بناے تازہ واقعات کے اس بات کو صاف طور پر جتا دیا کہ بہ لحاظ تقاضاے وقت و مصلحت وزارت برطانیہ نے ہدایات میں اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ آپ کی سفارت کا مقصد محض تحقیقاتی سے تبدیل ہوکر تکمیلی یا کم از کم منتظمی کر دیا جاے تاکہ آپ نہ صرف خرطوم بلکہ سارے سوڈان کے تخلیہ کی تکمیل و تنظیم کریں۔ وزارت برطانیہ اس پر رضامند تھی کہ جنرل گارڈن کو پورا اختیار جو اُن کو خدیو مصر کی طرف سے دیا جاچکا ہے مل جاے تاکہ وہ اپنے مشکل کام کو انجام دے سکیں +
اس نامطابقت کی تشریح اب تک نہیں کی گئی ہے جو اُس ہدایت میں جو جنرل گارڈن کو لندن میں دی گئی تھی اور جس صورت میں وہ آخری مرتبہ دی گئی پائی جاتی ہے۔ لیکن ہم کو اس معمہ کی کنجی لارڈ کرومر کے اُس خط میں ملتی ہے جو ۹ نومبر ۱۹۰۵ء میں ٹائمز میں شائع ہوا تھا۔ انکے خط کے وہ الفاظ جو ہدایات گارڈن کے متعلق ہیں حسب ذیل ہیں:-
"اصلی ہدایات جو ۱۸ جنوری ۱۸۸۴ء کو بمقام لندن جنرل گارڈن کو ملیں وہ یہ تھیں کہ وہ اندرون سوڈان کے تخلیہ کی بابت سوچ سمجھکر جو بہتر طریقہ سمجھیں اس کی رپورٹ کریں۔ یہ ہدایات جیساکہ سر چارلس ڈلک نے پارلیمنٹ میں ظاہر کیا خود جنرل گارڈن کے مسودہ کے موافق تھیں۔ یہ نہایت عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ان ہدایات کی تبدیلی کی ابتدا قاہرہ سے ہوئی اور اُس وقت کی گورنمنٹ نے مجبوراً اپنی ہدایات مصدورہ ماقبل کے خلاف ان سے اتفاق کیا۔ اس خیال کی تصدیق مندرجۂ ذیل الفاظ سے

ہوتی ہے جو اُس مراسلہ میں درج ہیں جو میرے نام لارڈ گرینول نے ۲۸ مارچ ۱۸۸۴ء کو بھیجا تھا۔

ملکہ معظمہ کی سرکار نے مقتضائے حالت پر غور کرکے یہ مناسب سمجھا کہ ان ہدایات سے اتفاق کیا جائے جن سے جنرل گارڈن کی سفارت فی الواقع تحقیقاتی سے بدل کر تعمیلی بن جائے یا کم از کم تنظیمی تاکہ وہ نہ صرف خرطوم بلکہ تمامی سوڈان کا تخلیہ کرا سکیں۔ اور سرکار اس پر رضامند ہے کہ جنرل گارڈن اُن نہایت وسیع اختیارات کو عمل میں لائیں جو خدیو نے اُن کو عطا کئے ہیں تاکہ وہ اپنے مشکل کام کو انجام دے سکیں (مصر نمبر ۱۳ (۱۸۸۴) صفحہ ۵۱)۔

" اس مقدمہ کے سچے واقعات یہ ہیں کہ اگرچہ میں نے ہدایات میں ردّ و بدل کرنے سے پورا اتفاق کیا لیکن رد و بدل کی تحریک نہ تو میری طرف سے ہوئی اور نہ فی الواقع قاہرہ سے۔ ایجپٹ نمبر ۲ (۱۸۸۴) کے صفحہ ۴ پر مندرجہ ذیل مختصر مراسلہ مرقومہ ۲۲ جنوری منجانب لارڈ گرینول بنام میرے درج ہے۔ یہ مراسلہ اُس وقت بھیجا گیا جب جنرل گارڈن لندن سے مصر کو سفر کر رہے تھے :-

" میں اس کے ساتھ ایک کاغذ ملفوف کرتا ہوں جس میں جنرل گارڈن نے کچھ تجویزیں بتائی ہیں کہ سوڈان کے موجودہ حالات کے لحاظ سے وہاں کیا کارروائی کرنا چاہئے۔

" چونکہ سرکار ملکہ معظمہ کو مقامی حالات کا پورا علم نہیں ہے کہ وہ ان تجویزوں کے عملدرآمد کے متعلق کوئی رائے قائم کرسکے اس لئے میں آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ چونکہ وقت قیمتی ہے لہذا آپ فی الفور مجوزہ انتظام کا بندوبست فرمائیے یا جنرل گارڈن کے مصر پہنچنے پر آپ بالمشافہ ان سے طے کیجئے کہ کیا کرنا چاہئے (یہ مضمون تار پر بھیجا گیا)"۔

غور کیا جائے کہ گو جنرل گارڈن کی ہدایات کا ایک حوالہ اس میں پایا جاتا

ہے لیکن یہ ہدایات بنفسہ پارلیمنٹری کاغذات میں شامل نہیں کی گئیں۔ فی الواقع ان کی تعداد ۶ تھی جن میں سے میں ۲ کا حوالہ دیتا ہوں۔" اول یہ کہ خدیو ایک فرمان 'بنام اہالی سوڈان' صادر فرمائیں جس میں مندرجہ ذیل الفاظ ہوں:-

"میں نے جنرل گارڈن سابق گورنر جنرل سوڈان کو مقرر کیا ہے کہ وہ وہاں بطور میرے نائب کے جائیں اور تمہارے ساتھ ہوکر اس ملک کے تخلیہ اور میری فوج کی واپسی کا انتظام کریں۔ سرکار ملکہ معظمہ بھی تمہاری خیر و عافیت کے لئے نہایت خواہشمند ہے اور اس نے بھی اسی مقصد کے لئے جنرل گارڈن کو بطور اپنے کمشنر کے متعین فرمایا ہے۔ پس جنرل گارڈن اس وقت تک کے لئے گورنر جنرل مقرر کئے جاتے ہیں کہ جو تخلیہ کی تکمیل کے لئے ضرور ہو۔"

"دوسری ہدایت ایک اعلان منجانب جنرل گارڈن بنام اہالی سوڈان تھا جس میں حسب ذیل الفاظ تھے:-

"میں نے گورنر جنرل سوڈان کی خدمت قبول کی ہے"۔

"ازانجا کہ مجھے لارڈ گرینول سے یہ حکم ملا ہے کہ میں جنرل گارڈن کی ہدایات پر عمل کروں اور چونکہ جنرل گارڈن بنفسہ قاہرہ آنے والے ہیں میں نے اس کی تعمیل کو ان کے آنے تک ملتوی کیا ہے تاکہ ان سے بالمشافہ اس معاملہ پر گفتگو کروں۔ جس کا نتیجہ نئی ہدایات کا صادر ہونا ہے جن سے جنرل گارڈن گورنر جنرل سوڈان مقرر کئے گئے ہیں۔ اس وقت مجھکو ایسا ظاہر ہوا کہ تلغرام مرقومہ ۲۲ جنوری کے رو سے مجھے یہ فرض کرنے کا ہر طرح پر حق تھا کہ سرکار ملکہ معظمہ کو جنرل گارڈن کے اختیارات سفارتی میں ردّ و بدل سے اتفاق تھا تاکہ ان کے اختیارات محض مشیرانہ نہ رہیں بلکہ تعمیلی و انتظامی میں مبدّل ہو جائیں"۔

۳ خاص امور تھے جن پر جنرل گارڈن کو اپنی ساری کوشش مبذول کرنا قرار پائی۔ اور ان کی ترتیب حسب ذیل ہے:-

(۱) خرطوم سے تمام غیر جنگی اشخاص یعنی عورتوں اور بچوں یوروپی

یا غیر یوروپی کو فی الفور واپس روانہ کرنا جو تخلیہ کے وقت واپس ہونے کی خواہش کریں ۔

(۲) تمام اقسام اور درجے کی فوجوں سے بالکلیہ سوڈان کو خالی کر دینا۔

(۳) اگر ممکن ہو تو تخلیہ کے بعد کسی قسم کی حکومت سوڈان میں قائم کرنا جس سے خدیو کا اختیار وہاں قائم رہے لیکن مصری فوج کا اس قسم کی حکومت کو استحکام دینے کے لئے سوڈان میں رکھنا جائز نہ ہوگا ۔

جنوری کے آخر یا فروری کے شروع میں جنرل گارڈن نے ایک یادداشت بایں غرض مرتب کی کہ مذکورہ بالا ہدایات کی انجام دہی کے لئے وہ کیا کیا تجویزیں عمل میں لائینگے ۔ اُن کا خاکہ یہ ہے :-

(۱) تمام مصری ملازمین کے خاندانوں اور اُن کے متعلقین کو مصر واپس بھیجنا ۔

(۲) اُن کی بجائے دیسی سوڈانی عہدہ داروں کو اپنی ماتحتی میں مقرر کرنا اور یوں مستقل حکومت سوڈان کی بنیاد ڈالنا ۔

(۳) قرب وجوار کے قبائل کو ہادن دودا کے خلاف میں جمع کرانا۔ اور سواکن سے بربر اور سواکن سے کسالا کو جو راستے ہیں اُنکو وا کرنا ۔

(۴) سنعار اور اُس مثلث قطعہ کو جو نیل اخضر و ابیض کے مابین جزیرہ کے نام سے مشہور ہے آزاد کرانا ۔

(۵) ڈنگولا پر اُن لوگوں کے خروج کا انتظام کرنا جو دار فور میں تھے بشرطیکہ وہ اب تک زندہ ہوں ۔

اس یادداشت کے ساتھ ایک نقشہ بھی تھا جس کا مدعا بغاوتِ سوڈان کی موجودہ حالت کا دکھانا تھا ۔ یہ یادداشت بلاتاریخ تھی لیکن سر ایولن بیرنگ کے پاس ۴ فروری کو پہنچی ۔

اس پروگرام کے عملدرآمد کے لئے جنرل گارڈن نے ۵ انگریزی افسروں کو ۶ ماہ کے واسطے بطور امداد بھیجے جانے کی درخواست کی ۔ اُن کا کام نہ تو

کسی فوج کی سرداری ہوگا اور نہ وہ کسی معرکہ میں عملی حصہ لینگے بلکہ صرف خیر خواہ حبشی قبائل کو لوٹیرے قبائل کے خلاف اکٹھا رکھنے کی کوشش انکو کرنا پڑیگی - اولیں قبائل سنعار اور سواکن کی بغاوت کو فرو کرینگے - اور چونکہ سوڈانی بالعموم اپنی ملک و جائداد کے متعلق پرانے پکے خیالات رکھتے ہیں، وہ اُن سوڈانیوں سے ضرور لڑینگے جو جائداد کو مشترک عام سمجھتے ہیں اور یوں وہ ایک شخصی حکومت قائم کرینگے - انگریزی عہدہ داروں کے بھیجے جانے کے متعلق جو درخواست تھی وہ جنرل گارڈن نے دوسرے دن بذریعہ خط (مورخہ ۵ فروری) واپس لے لی - ایسے انگریزی افسر درحقیقت کہاں مل سکتے تھے جو اپنے حبشی دوستوں کو صرف دور سے لڑتا ہوا یا شاید شکست خوردہ و مشکلات میں دیکھتے رہتے اور خود اُس جنگ میں حصہ نہ لیتے ؟

اس تجویز میں کوئی ذکر تخلیۂ سوڈان کا نہیں پایا جاتا - جنرل گارڈن کا منشا نہ صرف وہاں رہنے کا تھا بلکہ اُنھوں نے اپنی امداد کے لئے انگریزی افسروں کے لئے بھی درخواست کردی - ان کی جدید انتظامی تجویز کا مقصد یہ تھا کہ دیسی عہدہ دار اور پرانے طرز کے دیسی قبائل کا عنصر عملی کاموں میں لگایا جائے - یہ عہدہ دار کس کی نیابت کرینگے یا خود جنرل گارڈن جب اپنی ماتحتی میں ان سے خطاب کرینگے یا ہدایات دینگے تو کس کی طرف سے اور کس اختیار سے یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے - اس تجویز میں وہ 'چھوٹے چھوٹے سلاطین' بالکل غائب ہوجاتے ہیں اس لئے کہ اب وہ کہیں پائے نہیں جاتے - لوٹیرے قبائل کو وہ آفتوں کا خاص باعث ٹھیراتے ہیں اور پرانے طرز کے قبائل کو ایک بڑا سہارا مدد کا سمجھتے ہیں - بدامنی کا باعث وہ تمدنی انقلاب قرار دیتے ہیں - بعض قبائل پرانے طرز کے ہیں اور بعض جمہوری اصول کے - بغاوت کو وہ مذہبی نہیں سمجھتے بلکہ قبائلی - وہ سمجھتے ہیں کہ جزیرہ اور مشرقی سوڈان کی بغاوت پرانے قبائل کے ذریعے سے فرو کی جاسکتی ہے - مہدی اور اُن کے دراویش تابعین اور اُس سیاہ

کرہیں جو فوق العادت مذہبی عنصر موجود تھا وہ اُس کو خیال میں نہیں لاتے اور نہ ہم کو اُن کی تجویز سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مصری سپاہ جو سوڈان کی چھاؤنیوں میں تھی اُس کا انجام کیا ہوگا ؟

اس نقشہ کے خاکہ سے جو یادداشت کے ہمراہ بھیجا گیا تھا اور نیلی کتاب (بلوبُک) میں نقل کیا گیا ہے ہم کو ایک ناقص اندازہ بغاوت کے پھیلاؤ کا حاصل ہوتا ہے۔ رنگین حصّے مقام و شدت بغاوت کو دکھاتے ہیں۔ دارفور جو رنگین حصّے سے خارج ہے ۲ ماہ قبل مہدی نے فتح کر لیا تھا۔ صرف اَلعبید کے قرب وجوار کے رنگین حصّے سے یہ دکھایا گیا ہے کہ وہاں بغاوت ایسی شدید ہے کہ غیر قابل تدارک ہے" لیکن درحقیقت جس طرح خود اَلعبید میں کسی شخص کی رسائی سوائے درویشوں کے دشوار تھی ویسے ہی تمام صوبہ کوردوفان کا حال تھا۔ اَلعبید اور بارا دونوں ایک عرصہ ہوا کہ درویشوں کے قبضے میں جا چکے تھے۔ جنرل ہکس اور اُنکی انہزار فوج گزشتہ ۸ ہفتوں سے وہاں کی ریت اور شیخان کی جھاڑیوں میں مردہ پڑی ہوئی تھی۔ ہادن دودا پُورے طور پر باغی تھا اور قریب تھا کہ چار ہزار دوسری مصری فوج کو بھی جو جنرل بیکر کے زیر کمان تھی نیست و نابود کردے۔ اس حالت میں وہ چست و مستعد پرانے طرز کے قبائل جن پر جنرل گارڈن کا بڑا زور تھا کہاں سے دستیاب ہو سکتے تھے ؟

۸ فروری کو جنرل گارڈن نے بربر جاتے ہوئے ابوحامد سے بذریعہ تار یہ اُمید ظاہر کی کہ قاہرہ کے حکام کو سوڈان کے متعلق ذرا بھی تشویش نہ کرنی چاہئے۔ خدا کی مدد سے ایک ماہ کے اندر وہاں امن و امان قائم ہو جائیگا۔ محمد احمد پھر کبھی مہدویت کا دعوے نہ کریگا۔ جونہی امن و امان قائم ہو گیا میں قاہرہ کو اطلاع دونگا کہ آیندہ کیا تجویزیں اختیار کرنا چاہئے اُسی روز ۸ فروری کو اُنہوں نے ایک طویل خط انگریزی کارندے مقیم مصر کو لکھا اور یہ رائے ظاہر کی کہ ملک اس قدر بدامن نہیں جتنا کہ رپورٹ

میں ظاہر کیا گیا ہے۔ متوفی ملازمین اور سپاہیوں وغیرہ کے خاندانوں کو قاہرہ روانہ کرنے کے بعد میں اس بات کی کوشش کرونگا کہ ملک میں صلح و آشتی قائم ہو جائے اور آمد و رفت کے راستے و ذرائع پھر کھل جائیں۔ اس مقصد کے لئے میں یہاں تک تجویز کرتا ہوں کہ مصری گورنمنٹ سوڈان پر اپنے سلطانی حقوق بدستور قائم رکھے۔ گورنر جنرل اور صوبجات کے گورنر نامزد کرے۔ اور مرافعہ کے لئے بطور عدالت العالیہ کے عمل کرے۔ اُس کا عمل دخل صرف اخلاقی طرز کا ہو اور صرف صلاح و مشورہ تک محدود ہو۔ گورنمنٹ قاہرہ کے اثر و رعب و داب میں بہت زیادہ تزلزل واقع نہیں ہوا ہے اور سوڈان کے لوگ مصر سے بالکل جُدا ہونے کو نہایت بُرا سمجھینگے۔ اُنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تخلیہ نہ کہ دست برداری کی تجویز پر عملدرآمد کیا جائے

کرنل اسٹیوارٹ نے اپنی طرف سے یہ ایزاد کیا کہ میں معقول طور سے اس امر کو دیکھتا ہوں کہ جنرل گارڈن کی تجویزوں کا جس جانب میلان ہے اُن کا پورا ہونا بالکلیہ اس بات پر موقوف ہے کہ سرکار ملکہ معظمہ مصر کے متعلق کس قسم کی پالیسی برتنے والی ہے۔ اگر سرکار کا مقصد مصر سے رخصت ہو جانے کا ہے تو بہتر ہوگا کہ سوڈان سے دست برداری کی جائے۔ اور اگر اس کے برعکس ہے تو میں جنرل گارڈن کی تجویز کا ساتھی ہوں۔ اگرچہ میں اس امر میں جنرل گارڈن کے ساتھ پورا اتفاق نہیں کرتا کہ قاہرہ کا رعب و داب و اثر سوڈان میں بہت نہیں گھٹا ہے تو بھی میں خیال کرتا ہوں کہ اس قدر اثر ہنوز باقی ہے کہ مصری گورنمنٹ اپنا نیک و منفعت بخش اثر ظاہر کر کے سوڈان میں جو بد امنی کی قوتیں ہیں اُن کو قابو میں لاسکتی ہے"۔

۱۴ فروری کو جنرل گارڈن بربر پہنچے اور یہ تار روانہ کیا کہ انگریزی اعلےٰ حکام کو اس حصہ سوڈان کے متعلق چنداں تشویش کرنا ضرور نہیں۔ اگر نیلی کتاب (بلو بک) پر بھروسہ کیا جائے تو جنرل گارڈن کی یہ رپورٹ اُس میں پائی جاتی ہے کہ تمام لوگ خورد و بزرگ اس بات سے خوش ہیں کہ وہ اس

اتحاد سے آزاد ہو جائیں جو صرف اُن کے دُکھ کا باعث ہوا ہے۔ ۶ دن قبل ابو حامد سے اُنھوں نے اپنے مذکورۂ بالا خط میں یہ لکھا تھا کہ لوگ مصر سے بالکلیہ جُدا ہو جانا بہت بُرا سمجھینگے۔ اِسی دن (۱۴ فروری) کو اُنھوں نے یہ تار روانہ کیا کہ ۳ ماہ سرکار قاہرہ اور سوڈان کی جُدائی کو مکمل کرنے کے لئے کافی ہونگے۔ ۱۸ فروری کو جنرل گارڈن خرطوم پہنچے اور اُن کا دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ اُنھوں نے محمد احمد (المہدی) کو کوردوفان کا سلطان تسلیم کیا۔ نصف خراج معاف کر دیا۔ تمسکوں کو جلا دیا قیدیوں کو آزاد کیا۔ اُن آلات کو جن سے قیدیوں کو طرح طرح کے عذاب دئے جاتے تھے توڑ پھوڑ ڈالا اور اس بات کا اقرار کیا کہ وہ اندرونی بردہ فروشی میں کوئی مزاحمت نہ کرینگے۔ جس روز وہ خرطوم پہنچے اُسی روز اُنھوں نے ایک تار قاہرہ کو بایں تجویز روانہ کیا کہ زبیر پاشا سرکار برطانیہ کی طرف سے اُن کا جانشین نامزد کیا جاوے اور مقدس میکائیل اور مقدس جارج کا سب سے اعلےٰ تمغہ اُن کو عطا کیا جاوے۔ لیکن یہ اباس تور تھا۔ زبیر پاشا ایک زبردست بردہ بروش اور معتقد رلیڈر سوڈان میں رہ چکا تھا اور گزشتہ ۱۰ سال سے قاہرہ میں بحالت جلاوطنی بطور ایک معزز جلاوطن کے روک رکھا گیا تھا۔ اپنی اصل کے لحاظ سے وہ جعالین قبیلہ کا جواب مہدی سے جا ملا تھا ایک رکن تھا۔ کرنل اسٹوارٹ سے جب اس امر میں رائے طلب کی گئی تو اُنھوں نے زبیر پاشا کے متعلق قدرے تامل کیا لیکن یہ کہا کہ جو کوئی بھی مقرر کیا جاوے وہ تھوڑے عرصہ کے لئے قبول کیا جاوے۔ ۲ دن بعد بتاریخ ۲۰ فروری جنرل گارڈن نے کرنل ڈی کوئٹ لوگان کو جو جنرل ہکس کے افسروں میں سے تھے اور خرطوم ڈپو پر متعین تھے قاہرہ واپس بھیج دیا اور یہ کہا کہ "میرے اعتقاد میں اب خرطوم میں ذرا بھی کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہیں ہے اور میں اُس کو ایسا ہی پُر امن سمجھتا ہوں جیسا کہ قاہرہ ہے۔۔۔۔ تم یقین

رکھو کہ تم ایک ایسے مقام سے روانہ ہوتے ہو جو ایسا ہی بے خطر ہے
جیسا کہ لندن کا کینسنگٹن پارک"۔

زبیر پاشا کے نام پر وزراے برطانیہ نے بہت پیچ وتاب کھایا۔
اُنہوں نے کہا کہ عوام کی رائے اُس کے انتخاب کو ہرگز منظور نہ کریگی۔
وہ سوڈان میں ایک بہت بڑا بردہ فروش رہ چکا ہے اور اس تجارت
کا سب سے بڑا ملک التجار۔ اُس کا بیٹا خود جنرل گارڈن کے حکم سے تلاش
کرکے قتل کردیا گیا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص سرکار برطانیہ کے
اخلاقی اثر کے ماتحت سوڈان کو اب پھر بھیجا جاے تاکہ وہ وہاں امن و
امان قائم کرے اور اپنے کو مقدس میکائیل اور مقدس جارج کے ایسے
اعلےٰ تمغے کا مستحق و لائق سمجھے جس کا مقصد ہے"۔

ایک بردہ فروش یا جھوٹے نبی" زبیر یا محمد احمد دونوں میں چنداں
فرق نہیں اور اول کو دوسرے پر مشکل سے ترجیح دی جاسکتی ہے۔
برطانیہ و ممالک خارجہ کی انجمن انسداد بردہ فروشی نے بذریعہ اپنے
میر مجلس مسٹر اِسٹرج کے یہ ظاہر کیا کہ زبیر پاشا ایسے شخص کا سرکار برطانیہ
کے اخلاقی اثر کے تحت پر سوڈان کو بھیجا جانا انگلستان کے لئے ایک
ذلت اور یورپ کے لئے رسوائی کا باعث ہوگا۔

زبیر پاشا کی موافقت میں سوائے اس کے کہ سر ایولن بیرنگ
اُن کی تائید پر تھے اور کوئی مضبوط دلیل نہیں تھی۔ ان سے بہتر کوئی
دوسرا شخص اُن اعتراضوں کی اصلیت و قوت کو اور نیز جہاں سے
کہ وہ اُٹھینگے نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن غالباً اُنہوں نے سوائے اسکے
کوئی اور چارہ نہ دیکھا۔ یا تو زبیر یا مہدی دونوں میں سے ایک کو چنے
بغیر چارہ نہ تھا۔ نہ تو جنرل گارڈن کے اعلان کا منشا یہ تھا کہ بردہ فروشی
کی رواداری کی جاے نہ یہ کہ زبیر پاشا کی سفارت کو بہت اہم بنایا جاے
کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ جونہی سوڈان کا تخلیہ کیا گیا بردہ فروشی پھر فوراً

قائم ہو جائیگی۔ غالباً سر ایولن بیرنگ نے یہ بھی سوچا کہ اگر زبیر پاشا نہیں مقرر کیا گیا تو جنرل گارڈن کو سوڈان میں اُس وقت تک رہنا پڑیگا کہ وہ مسلح سپاہیوں کی حفاظت میں اس ملک سے روانہ کر دئے جائیں۔

جنرل گارڈن کے خرطوم پہنچنے کے تھوڑے ہی دن بعد اس بات کا خطرہ نظر آنے لگا کہ جنرل گارڈن کا ابتدائی منشا قبل اس کے کہ وہ کوئی دوسری تجویز سوچیں سوڈان کے تخلیہ کا نہ تھا بلکہ یہ کہ ایک جد و جہد مہدی کی قوت کو توڑنے کے لئے کی جاے۔ ۲۶ جنوری کو جو ہدایات بمقام قاہرہ جنرل گارڈن کو دی گئی تھیں اُن کے موافق جنرل ممدوح کو لازم تھا کہ وہ محض نئی گورنمنٹ قائم کرنے کی غرض سے تخلیہ سوڈان اور مصری افواج کے واپس بھیجنے میں دیر نہ لگاتے۔ لیکن برعکس ان ہدایات کے جنرل گارڈن نے اس بات پر اصرار کرنا شروع کیا کہ مہدی کا سر کچل دیا جاے۔ اگر زبیر پاشا کے متعلق انکار کر دیا گیا تو فروری کے خاتمہ پر یہ صاف نظر آنے لگا کہ وہ نہ تو خرطوم کی فوج اور نہ بربر کی فوج کو واپس بھیجینگے تا وقتیکہ کسی دوسرے ذرائع سے وہ مہدی پر غالب نہ آجائیں۔ ۲۷ فروری کو اُنھوں نے یہ تار دیا کہ 'مہدی کا کچلا جانا ضرور ہے'۔ اور اس تاریخ سے انکی ساری کوشش کا مقصد یہی رہا کہ 'مہدی کچلا جاے' اور تخلیہ ایک غیر محدود وقت تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔

جنرل گارڈن کی رائے زبیر اور مہدی دونوں میں سے ایک کے لئے تھی۔ ۲۹ فروری کو اُنھوں نے تار دیا کہ " زبیر مع ۵ لاکھ روپیہ کے" وزارت برطانیہ نے زبیر کے لئے انکار کر دیا۔ اس پر جنرل گارڈن نے پھر یہ جواب دیا کہ اگر زبیر میری مدد کے لئے نہیں بھیجا جا سکتا تو ہندوستان کی مسلمان فوج روانہ کی جاے اگر یہ بھی ممکن نہیں تو ترکی فوج ہی بھیجی جاے۔ اپنے دوستوں کے ذریعے سے اُنھوں نے انگریزی و امریکانی کروڑ پتیوں سے یہ التجا کی کہ وہ ضروری سرمایہ سے انکی مدد کریں۔

جبکہ وہ حادثات کے منجدھار میں تھے سب سے مقدم خیال یہ نہیں تھا کہ
اُن کا ابتدائی کام افواج مصری کی مخلصی کرانا ہے۔ اگر اُنہوں نے اپنی
قوت تخلیہ کے لیئے صرف کی ہوتی تو ممکن تھا کہ وہ کم از کم ایک حصۂ فوج کو
تو واپس بھیج دیتے۔ اگرچہ یہ ظاہر تھا کہ تمام فوج کا بچایا جانا مشکل تھا۔
تاہم یہ لازم نہیں تھا کہ سب قربان ہی ہو جاتی۔ اگر جنرل گارڈن خرطوم
پہنچنے کے ساتھ ہی ان افواج کی واپسی کی کارروائی شروع کر دیتے تو
خرطوم اور بربر میں جو مصری و حبشی فوج تھی وہ اغلباً واپس ہو سکتی تھی۔
کیونکہ اُن کے خرطوم پہنچتے ہی ایک کثیر تعداد عورتوں اور بچوں کی مصر
روانہ کر دی گئی تھی۔ خود انہوں نے ۲۶ فروری کو یہ تار دیا تھا کہ تخلیہ
ممکن ہے اور نہ اُن کے لیئے ضرور تھا کہ وہ وہاں کے مستقبل انتظام کی
خاطر وہاں دیر لگاتے کیونکہ قریباً تمام سوڈان نے بالاتفاق محمد احمد کی
پیروی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور سرکار برطانیہ نے بھی اپنا ارادہ ظاہر کر دیا
تھا کہ مصر کو سوڈان سے بلا اس کے کہ کوئی لائق نائب ملے یا نہ ملے
پسپا ہو آنا چاہیئے ٭

اس میں کسی طرح شک نہیں ہو سکتا کہ خواہ پہلے سے جنرل گارڈن کو
کیسا ہی دھوکا کیوں نہ رہا ہو لیکن جوں ہی کہ وہ خرطوم پہنچے پہلی بار اُنہوں
نے واقعات کا صحیح اندازہ کر لیا۔ انہوں نے آخر کار اس بات کو محسوس
کیا کہ محمد احمد کا اثر اور اختیار کس قدر زبردست اور عالمگیر ہو رہا تھا۔ وہ پردہ
اب اُن کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا اور اُنہوں نے خوب صاف طور
سے اور پورے اندیشہ سے قریب الوقوع بربادی اور اُسکی ساری وسعت
کو دیکھا۔ جزئی تخلیہ کے یہ معنے تھے کہ وہ ساری فوج جو خرطوم کے جنوب
میں تھی ان کی قسمت کے بھروسے پر چھوڑ دی جائے۔ یہ ایسی بات
تھی جو جنرل گارڈن گوارا نہ کر سکتے تھے۔ وہ اپنی مقتضائے شرافت
اور نجابت ذاتی سے معذور تھے۔ محض انسان میں شرافت و نجابت خاندانی

کے سوا ایک طبیعت کی شرافت بھی ہوتی ہے جس کا حکم بجالانا ضرور ہے۔
پس جنرل گارڈن کی طبیعت نے بمقتضائے انسانی شرافت کے اسبات
کو گوارا نہ کیا کہ وہ اپنے پرانے ساتھیوں سے جواب سخت نرغہ میں گھرے
ہوئے تھے اپنی پیٹھ پھیر لیں۔ اُنہوں نے سوچ لیا تھا کہ اگر مہدی سے
جنگ کرنے میں کوئی بیرونی امداد نہ آئی تو وہ خود بھی ان محصور افواج کے
شریک ہو جائینگے۔ اُنہوں نے یہ بہتر سمجھا کہ بہ نسبت اپنی خودداری اور اُس
اعتماد کے کھو دینے کے جو ان کے ماتحت ان پر رکھتے تھے سرکار کے حکم کو نہ
بجالانا اولےٰ ہے۔ اس وقت سے لیکر جنرل گارڈن کا اسی بات پر زور رہا
کہ تخلیہ ایک غلطی ہے اور اُس کا اس وقت تک ملتوی کیا جانا ضرور ہے
جب تک کہ اُس شخص کی قوت کو نہ توڑ دیا جائے جس نے مصری حکومت کی جگہ
سوڈان میں لے لی ہے۔ اُنہوں نے اس قوت کو نیست کرنے کا پورا ارادہ
کر لیا۔ لیکن اُنہوں نے اپنے ذرائع کی کمزوری کو معلوم کیا اور دیکھا کہ جب تک
برطانیہ عظمےٰ یا کہیں اور سے فوج کی کمک نہ آوے وہ مہدی کو مغلوب نہیں
کر سکتے۔ ہر قیمتی لحظہ جو گزر رہا تھا وہ خرطوم یا بربر کے تخلیہ کو زیادہ مشکل کرتا
جاتا تھا۔ یکم مارچ کو یعنی اپنے خرطوم پہنچنے کے ۱۱ویں دن بعد جنرل گارڈن
نے تار دیا کہ مجھکو اب یہ یقین ہو گیا ہے کہ میں خرطوم میں گرفتار ہو جاؤنگا۔
لیکن نہ تو میں واپس جاؤنگا نہ ایسے کسی حکم کو مانونگا جب تک کہ قاہرہ کے
ملازمین ان محصور مقامات سے نکال نہ لئے جائیں جہاں وہ گھرے ہوئے
ہیں۔ ۳ مارچ کو انہوں نے انگریزی کارندہ کو یہ تار دیا کہ "میں نے مختلف
آدمی مختلف مقاموں کے لئے متعین کئے ہیں اور یوں ان کو مہدی کا سامنا
کرنا ہے۔ میں دُنیا کو کیا منہ دکھا سکتا ہوں اگر میں ان کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں؟
کیا بطور ایک شریف آدمی کے آپ مجھکو ایسا مشورہ دینگے؟" ان سب سوالات
کا جواب خود جنرل گارڈن کی ہدایات کے صفحوں میں موجود تھا۔ انکی سفارت
کا خاص مقصد تخلیہ سوڈان تھا۔ لیکن ان ہدایات کے صادر ہونے کے بعد

معاملات کی صورت ان کی نظروں میں اور ہی طور کی نظر آنے لگی۔ ۹ مارچ کو انہوں نے یہ خبر بھیجی کہ اگر خرطوم کے فوری تخلیہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو میں اپنا استعفا ملکہ معظمہ کی سرکار میں پیش کرتا ہوں۔ میں تمام بحری کشتیوں اور جنگی سامان کو بحر الغزال اور خط استوائی کے صوبہ کو لے جاؤنگا اور اُن صوبوں کو شاہ بلجیم کے تحت سمجھونگا۔ روز بروز اور ساعت بہ ساعت قاہرہ کے انگریزی سفارت خانہ میں تار پر تار چلے آرہے تھے جن میں مہدی کے سر کچلنے پر اصرار تھا۔ یہ تار اکثر حالتوں میں ایک دوسرے سے متضاد ہوتے اور گلہ شکوہ اور طعن وتمسخر سے بھرے ہوتے تھے۔ لیکن ان سب سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جنرل گارڈن اپنی سفارت کو تخلیہ سوڈان نہ سمجھتے تھے بلکہ وہ بالکل واپسی کے مخالف تھے۔

اپنے خرطوم پہنچنے کے ۵ ہفتہ کے اندر یعنی ۲۲ مارچ کے تھوڑے ہی دن بعد اُن خطوط کے باعث جو اُن کے اور محمد احمد کے مابین مبادلہ ہوئے تھے اور جن میں مہدی نے جنرل گارڈن کو اسلام قبول کرنے اور اپنے مہدی ہونے کو تسلیم کئے جانے کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے صاف صاف خرطوم میں رہنے کا فیصلہ کر دیا۔ جنرل ممدوح نے لکھا کہ در انحالیکہ یہ بات اب طے پا چکی ہے اور میرے مقامی مددگاروں نے بھی اس کو پسند کر لیا ہے تو "میں خرطوم نہیں چھوڑ سکتا اور گو میں ایسا چاہوں تو بھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اس وقت سے جبکہ انہوں نے قطعی طور پر یہ فیصلہ کر لیا پھر تو اُنہوں نے ذرا بھی اس بات کو ظاہر نہیں کیا کہ اُن کا ارادہ افواج کو ہٹا لینے کا تھا۔ اُن کی فطرتی جنگجوئی کا مادہ بھڑک اُٹھا تھا۔ جب اُنہوں نے یہ دیکھا کہ ایک شخص خود بخود سوڈان کا حاکم بن بیٹھا ہے اور نہ صرف مخالفانہ دھمکیاں دیتا بلکہ اُن کو اسلام قبول کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے تو اُن زبردست اثرات نے جو اُن کے کیرکٹر (خصائل) پر حکمران تھے اُن کے اندر جوش مارنا شروع کیا۔

مزید برآں ان خیالات نے کہ اُن کے پُرانے سوڈانی رفقا دور دراز چھاونیوں میں ہیں اور اُن کے گرد و پیش تکالیف میں گھرے ہوئے ہیں اور وہ جنرل ممدوح کی جنگی ہنر مندی پر بھروسہ کئے ہوئے اور اُن کے ذرائع پر ذاتی اعتماد رکھتے ہیں اور پھر یہ خیال کہ اگر میں واپس چلا گیا تو پس ماندہ لوگ ضرور ہے کہ موت سے بچنے کے لئے مہدی سے صلح کرلیں اُن کی فیاض اور ایثار نفس طبیعت پر نہایت قوی اثر کیا۔ ایک طرف تو اُن کی بے حد دلیری۔ خدا پر بھروسہ اور شاید اس اعتماد نے کہ وہ انگلستان میں بڑا اثر رکھتے تھے۔ اور دوسری طرف اس بات کو نظر انداز کر دینے سے کہ بہت سے اور دیگر امورات بھی تھے کہ جن پر اہالی انگلستان کو بہت زیادہ لحاظ کرنا ہوگا۔ اپنی ناکامیابیوں کے امکانات اور نیز جو نتائج اُن سے پیدا ہونگے اُن کے متعلق اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ انہیں باتوں نے شاید اُن کو اُن خطرات کی ذمہ واری کی طرف سے بھی اندھا کر دیا جو اُن ہزاروں آدمیوں کی جانوں اور اسیری کا تھا جو ان کے ساتھ تھے اور نیز اُن ابذاوں سے جو موت سے بدرجہا بدتر تھیں۔ با اینہمہ یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ ۲۲ مارچ کے بعد جنرل گارڈن میں جو خیال سب سے زیادہ غالب اور سب دوسرے خیال جس کے ماتحت تھے یہ تھا کہ جس طرح ہو سکے مہدی کی قوت کا مقابلہ کیا جاے۔ اُنھوں نے اس مقصد کے لئے نہ صرف اپنے ہموطنوں بلکہ دُنیا کے ہر ایک آباد حصہ سے جہاں جہاں وہ اپیل کر سکتے تھے آدمیوں اور روپیہ کی مدد کے لئے اپیل کی ۔

اس دوران میں دراویش بھی کچھ کم اس مقابلہ کے لئے آمادہ نہ تھے اُن کی تیاری اس مقابلہ کے لئے گو کیسی ہی آہستہ کیوں نہ ہو مگر وہ زبردست قوت کے ساتھ آہستہ آہستہ خرطوم پر آ رہے تھے۔ ۱۱ مارچ یعنی اپنے ۳ ہفتہ خرطوم پہنچنے کے بعد جنرل گارڈن نے یہ تار دیا کہ دراویش چار روز کے فاصلے پر نیل اخضر پر آ پہنچے ہیں گو جنرل گارڈن دراویش کے سامنے

ڈگمگنے یا پست ہمت ہونے والے شخص نہ تھے خواہ ان کی تعداد ہزاروں گنا کیوں نہ ہوتی تاہم اُنہوں نے خود اس بات کو محسوس کیا کہ درادیش کا خرطوم پہنچنا انجام کا آغاز ہوگا۔ کیونکہ اسی دن اُنہوں نے ایک دوسرا تار انگریزی سفارت خانہ قاہرہ کو دیا جس کے لہجے سے حالات ماضی کے متعلق ایک اطمینان سا ٹپکتا تھا اور جس کے الفاظ الوداعی تھے۔ کاش کہ ایسا پر سکون اور موثر تار جس کے الفاظ یہ ہیں آخری ہوتا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ کا و نیز سرکار ملکہ معظمہ کا اُس تائید کے لئے جو آپ دونوں کی طرف سے مجھے میرے روز سفارت پر مقرر ہونے سے آج تک ملی ہے صدق دلی سے شکریہ ادا کروں۔ اور میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ جو کچھ میں اُمید کر سکتا تھا آپ دونوں نے اُس میں ہر طرح کی میری مدد کی۔ کامیابی کا حاصل کرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خدیو اور مصری وزرا سے بھی یہی میری عرض ہے"۔

ان واقعات کے زیادہ دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ معتبر ذرائع سے ان دردناک حادثات کی بابت بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ تمام دُنیا اُن نتائج سے واقف ہے کہ کیونکر جنرل گارڈن جیسا کہ اُنہوں نے پہلے سے سمجھ لیا تھا خرطوم میں گرفتار ہو گئے۔

اس میں شک نہیں کہ سرکار برطانیہ اور اُسکے سفیر یعنی جنرل گارڈن دونوں نے حد سے زیادہ اس اثر کا موازنہ کیا جو سفیر سوڈان کی تبدیل شدہ حالت پر ڈال سکتا تھا۔ گارڈن پاشا بحیثیت نائب اسمٰعیل پاشا جبکہ خدیو کا آفتاب حکومت نصف النہار پر تھا اور صرف بردہ فروشوں سے مقابلہ تھا ایک شخص تھے لیکن اب وہ بطور سفیر توفیق پاشا (جو عیسائی انگلستان کے زیر حمایت اور کل تک خود اپنی مصری فوج کی اسیری میں تھے) دوسرے جنرل گارڈن تھے اور اُن کا مخالف محمد احمد المہدی تھا۔ اُن ایام میں جب گارڈن پاشا گورنر جنرل تھے اپنی ذاتی قوت و ہمہ جائی۔ اپنی لاثانی

دلیری و صداقت دلی۔ اپنی وسیع فیاضی اور حاکمانہ اختیار کے باعث جو فطرت نے ان میں ودیعت کیا تھا مفسدوں کے لئے ایک ہیبت ناک شخص تھے۔ لیکن اب وہ اُس جنرل گارڈن کی کچھ حقیقت نہ سمجھتے تھے جو خرطوم میں محصور تھا۔ اختیار اس کے ہاتھ سے جا چکا تھا۔ مصر سے کوئی مدد آنے کی توقع نہ تھی اور درا ویش چاروں طرف سے نرغہ کرتے چلے آرہے تھے۔ فرانساوی کونسل ایم مارکوے نے خرطوم سے قاہرہ واپس ہونے پر ۱۰ فروری کو سرایولن بیرنگ سے نہایت دوستانہ طور پر جنرل گارڈن کا ذکر کیا لیکن کہا کہ میں اس بات کا یقین نہیں کرتا کہ وہ اپنے سفارت کے مقصد میں کامیاب ہونگے۔ فرانساوی کونسل کی سمجھ میں جنرل گارڈن کا اب کوئی اثر سوڈان میں باقی نہیں رہا تھا اور سرایولن بیرنگ نے اس بات کی صداقت کو معلوم کرکے ۱۴ر اپریل کو یہ لکھا کہ میرے خیال میں اب اس امر کے متعلق کوئی شک نہیں رہا کہ جنرل گارڈن کے سوڈان میں ذاتی اثر کی بابت خود جنرل گارڈن اور انگلستان کی عام رائے نے حد سے زیادہ اندازہ کیا۔

اس بدقسمتی کا سارا راز اس بات میں تھا کہ جب تک درا ویش فوج خرطوم کے سامنے نہ پہنچ گئیں کوئی بھی یہ نہ سمجھ سکا کہ ملک مہدی کے ہاتھ میں جا چکا تھا۔ اپنی ۲۲ جنوری کی یادداشت میں بخیال خود جب جنرل گارڈن نے سوڈان کو مختلف سابق سلاطین میں تقسیم کرنے کا خاکہ کاغذ پر دکھایا تو یہ تجویز کی کہ "مہدی کو کسی حساب میں نہ لانا چاہئیے" اس سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ جنرل ممدوح نے سوڈان کی واقعی حالت کے سمجھنے میں غلطی کی۔ جب مصری گورنمنٹ اور سرکار برطانیہ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ تخلیہ مکمل ہونے کے بعد سوڈان کے لئے ایک مستقبل انتظام تجویز کیا جائے جس میں مہدی کا خیال خارج از بحث ہو تو اُنہوں نے بھی اپنے مشیر کی غلطی سے دھوکہ کھایا۔ وزراء نے سوڈان کے مستقبل انتظام پر سوچنے کے وقت مہدی کو خیال میں نہ لانے سے اُسی سیاسی غلطی کو پھر دُہرایا جو اُنہوں نے

اس سے پہلے مصر میں امن و امان قائم کرتے وقت سوڈان کو خیال میں نہ لانے کے باعث کی تھی۔ سیاست و حکمرانی کا ایک اصول ہے کہ جب حالات تبدیل ہو جائیں تو انتظام میں بھی اُسی کے ساتھ تبدیلی کرنا لازم ہے۔ اس کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ جس وقت جنرل گارڈن نے زبیر پاشا کو مع پندرہ لاکھ روپیہ بھیجے جانے کے درخواست کی تو اُن کو یقین تھا کہ وہ اس سابق بردہ فروش کی مدد سے درویشوں کی لالچی طبیعت کو روپیہ کے پھندے میں پھانس کر مہدی کی پیروی سے ہٹا لینگے۔ لیکن مذہبی سرگرم دیوانوں پر روپیہ کا افسوں نہیں چل سکتا تھا۔ یہ نئی قوت جو سوڈان میں یکایک پیدا ہو چکی اور ترقی کر رہی تھی اُس پُرانی قوت سے بالکل علیحدہ تھی جو پُرانے بردہ فروش عربوں کے ہنگاموں میں پائی جاتی تھی۔ تو بھی باوجودیکہ جنرل گارڈن کو سوڈان میں پہنچے ہوئے قریب ۲ ماہ گزر چکے تھے وسط اپریل تک وہ اسی بات پر اڑے رہے کہ یہ بغاوت محض ایک معمولی اور خفیف معاملہ ہے جس کو ۵۰۰ سپاہی فرو کر سکتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر زبیر پاشا حسب ایمائے جنرل گارڈن و سرایولن برنگ جنرل موصوف کے پاس بھیج دئے جاتے تو سفارت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی اور یہ بات انصاف اور عقل سے بعید تھی کہ ایک شخص کو ایک کام پر مقرر کیا گیا لیکن اسکی حسب خواہش اُس کے لئے ذرائع نہیں مہیا کئے گئے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ پہلا اور مقدم فرض جو اُن کے سپرد کیا گیا تھا یہ تھا کہ سوڈان کا تخلیہ کراتے۔ جدید حکومت کا قائم کرنا ایک موخر کام تھا اور وہ بھی اس پر مشروط تھا کہ اگر اُس کے لئے اُن کو سوڈان میں آدمی و ذرائع مل سکتے مگر تخلیہ مقدم تھا اور یہ موخر اور اُس کے تحت۔ اور پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ اگر بفرض محال زبیر پاشا بھیج بھی دئے جاتے تو وہ ضرور مہدی کو کچل ڈالتے۔ بردہ فروش زبیر پاشا کے پاس کیا تھا جس سے وہ اُس زبردست جوش کا مقابلہ کر سکتے جو محمد احمد کو مہدی ماننے کے باعث پیدا ہو گیا تھا؟ بمقابلہ زمینی سلطنت اور آسمانی بہشت کے ۱۵ لاکھ روپے

کیا حقیقت رکھتے تھے؟ جنرل گارڈن نے یہ تار دیا کہ مہدی کی قوت بطور پوپ کے تھی اور زبیر پاشا اُس کے لئے بمنزلہ سلطان کے ہوگا۔ ہم اسکو ممکن مان لیتے ہیں لیکن بنی آدم کی تاریخ میں ایسے اوقات بھی ہوئے ہیں جبکہ روحانی اقتدار نے ملکی اقتدار کو ایسا ہی چھپا لیا ہے جیسا کہ گہن میں ایک جسم دوسرے کے سامنے آکر اُس کو چھپا لیتا ہے۔ جبکہ وہ ساری قوتیں جن پر ملکی اقتدار کا دارمدار ہوتا ہے روحانی اقتدار کے گرداگرد مطیع ہوکر آجمتی ہیں۔ ۱۵ لاکھ روپیہ زبیر کا ۱۵ لاکھ مرتبہ درویشوں کے لئے اور قیمتی مال غنیمت بن جاتا۔ ایسے وقت میں جبکہ سارے سوڈان میں ترک کا نام باعث لعنت ہو رہا تھا زبیر پاشا کا مصر سے بھیجا جانا لوگوں کو اُس کے خلاف اور بھی جنگ کے لئے مشتعل ہونے کا باعث ہو سکتا تھا۔ صوبجات خط استوائی و دارفور جہاں زبیر پاشا کو لوگ خوب جانتے تھے اب دشمنوں کے قبضے میں تھے۔ اُس کی تلوار بھی غالباً ۱۰ برس مصر میں رہتے رہتے زنگ آلود ہو چکی تھی۔ مزید برآں زبیر پاشا شاید سب سے آخر شخص ہوتا جو اپنے کو اور اپنے مال و متاع کو مصر کے فائدہ کے لئے قربان کرتا یا سوڈان کو درویشوں کے ہاتھ سے چھڑانے کی اُمید موہوم پر وہ اپنی گردن کو خطرہ میں ڈالتا تاکہ کسی آئندہ زمانے میں وہ پھر اس امر پر مجبور کیا جاوے کہ یہ ملک آپ خدیو کو واپس کیجئے +

ایک قوی دلیل زبیر پاشا کو خرطوم بھیجنے کی تائید میں یہ تھی کہ اُس کے جانے سے ممکن تھا کہ جنرل گارڈن وہاں سے نکل آتے لیکن زبیر پاشا اور جنرل گارڈن میں سلیمان بردہ فروش کے خون کا خیال حائل تھا اور لارڈ گرینول کا اس پر اصرار تھا کہ جنرل گارڈن کسی طرح زبیر پاشا کے قابو میں نہ آجانے پائیں۔ جنوری ۱۸۸۴ء میں بمقام قاہرہ ان دونوں کے مابین جبکہ سر ایولن بیرنگ و سر ایولن وڈ اور نوبر پاشا حاضر تھے ایک خوفناک منظر پیش آگیا تھا۔ ایک بلو بک (نیلی کتاب سرکاری) میں اب تک ایک

مختصر مگر لفظ بلفظ حال اُس منظر کا موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
ان دونوں کی ملاقات کے وقت کیسی غضبناک نظریں ایک نے دوسرے
پر ڈالیں اور کس غیظ وغضب سے وحشیانہ الزام زبیر پاشا نے جنرل گارڈن کو
دیا اور کس دلگدازی سے اُس کو جنرل گارڈن نے ضبط کیا اور کس باصبر
کوشش سے اپنے مخالف کو اُنھوں نے ٹھنڈا کیا +

لیکن اگر سرکار برطانیہ کو سوڈان کی حالت کے متعلق غلط رہنمائی کے
الزام کی ذمہ داری جنرل گارڈن پر عائد ہوتی ہے اور اگر سرکار برطانیہ کا
حد سے زیادہ جنرل گارڈن کے اثر کا اندازہ کرنا خود جنرل ممدوح کے اپنے
اُس اعتماد کے باعث پیدا ہوا جو وہ بغاوت کے فرو کرنے کے متعلق رکھتے
تھے تاہم وزارت برطانیہ اس الزام سے اپنے کو نہیں بچا سکتی کہ اُس نے
ایسے شخص کا انتخاب سفارت کے لئے کیا جو اُس کے لائق نہ تھا۔ مانا کہ
جنرل گارڈن ایک اعلےٰ اوصاف کے شخص تھے لیکن وہ ایسی سفارت
کے لئے ہرگز لائق نہ تھے جس کا مقصد سوڈان سے واپس آنا تھا اور جسکے
دوران میں بعض اُن لوگوں کا قربان ہوجانا یقینی امر تھا جو خود اُن کے اور
مصر کے ساتھ اب تک وفادار رہے تھے۔ جنرل گارڈن کو اس غرض سے
بھیجنا کہ وہ تازہ کامیابی کو بالائے طاق کر کے اُن مقامات کا تخلیہ کرائیں
جہاں وہ پہلے کامیابیاں حاصل کر چکے تھے۔ یہ کہ وہ اپنے اُن غریب
دوستوں سے جنھوں نے جنرل ممدوح کی کامیابیوں میں کسی زمانہ میں
مدد کی تھی اپنی پیٹھ پھیر کر واپس چلے آئیں ایک ایسی بات کی امید رکھنا
تھی جس کے لئے جنرل موصوف بلحاظ اپنی اعلےٰ فطرتی خوبی اور گزشتہ
کامیابیوں کے مطلقاً موزوں نہ تھے اور نہ یہ اُمید کی جا سکتی تھی کہ اس طبیعت
ومزاج کا شخص ایک مطیع کارندہ ثابت ہو سکیگا۔ اُن کی خصوصیتیں پوشیدہ
نہیں تھیں جیسا کہ خود انھوں نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ میں اطاعت
کے لئے نہیں بنایا گیا ہوں؛۔ "میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے سرکار

ملکہ معظمہ اور اُن کے عہدہ داروں کے احکام سے انحراف کیا لیکن میری فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے جس کے لئے میں مجبور ہوں - میں جانتا ہوں کہ اگر میں خود حاکم اعلےٰ ہوتا تو خود اپنے کو ہرگز ملازم نہ رکھتا اس لئے کہ میری طبیعت لاعلاج ہے " (الفاظ جو زیر خط ہیں اُن پر اُن کا خاص زور ہے) - جب اُن کے ذہن میں کوئی بات القا ہوتی تھی اور جیسا کہ اُن کا اعتقاد تھا کہ ایک دائماً حاضر مشیت غیبی اُن کی رہنمائی کرتی ہے - تب اُنکی پُرجوش اور محترک طبیعت انسانی قابو اور فہم سے باہر ہو جاتی تھی - افریقہ کے ریگستان میں برسوں تنہائی کی رفاقت - وہاں کے طویل دن اور راتوں کی تھکاوٹ اور خستگی، بخار، تکلیفوں، دعاؤں اور روحانی زندگی کی کشمکش کا جو ناگزیر نتیجہ ہوتا ہے اُس کا اثر اُن کے جسم و دماغ دونوں کی ساخت پر ہو چکا تھا - یہ عذر بھی قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا کہ درحقیقت بغیر جنرل گارڈن کے بھیجے ہوئے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا - کرنل اسٹوارٹ موجود تھے اور اُن میں وہ سارے اوصاف مجتمع تھے جن کی اس مہم کے لئے ضرورت تھی لیکن جسقدر معدودے چند کرنل اسٹوارٹ کی ہستی سے واقف تھے اسی قدر کثرت سے چینی گارڈن اور سوڈانی گارڈن پاشا کا نام زبان زدِ عوام و خاص تھا - یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی اور دوسرا اُن کی جگہ ایسی نازک اور مشکوک الانجام سفارت پر بھیجا جاتا - کم از کم چند اشخاص نے جو جنرل گارڈن کی طبیعت سے واقف تھے اور جن کی آنکھیں بسبب اُن کے ساتھ دوستی کے اندھلا نہیں گئی تھیں اور جو اُن کی تحسین و تعریف میں اعتدال سے نہیں گزر گئے تھے اس بات کو پہلے ہی سے سمجھ لیا تھا کہ جنرل گارڈن ناکامیاب ہونگے *

فصل پانچویں

سواکن ۔ مصر میں انتظام جدید

مہدی کا عثمان دغنا کو سواکن بھیجنا ۔ الطیب پر مصری فوج کا بماتحتی جنرل بیکر شکست پانا ۔ فروری ۱۸۸۴ء کے اخیر میں سوڈان کی حالت ۔ جھگڑے اور مشکلات مصر میں ۔ محکمہ آبپاشی مصر کی ابتدا اور ترقی ۔ یونان کے ساتھ عہد نامہ تمباکو ۔ دوسری سلطنتوں کے ساتھ تجارتی عہد نامے ۔

جس وقت جنرل گارڈن بربر کو جاتے ہوئے ابو حامد میں تھے انہیں ایام میں سواکن کے قرب وجوار میں الطیب کے مقام پر ایک سخت شکست واقع ہوئی ۔ اس شکست کے باعث دُنیا نے اُس شخص کے نام کو جانا جس نے آیندہ چند سال تک تمام سوڈان میں اپنی کامیابیوں کے سبب سے بڑی شہرت حاصل کی ۔ ۱۸۸۳ء کے آواخر میں عثمان دغنا مع ایک اعلان نامہ کے جس میں مہدی نے اپنی مہدویت کے دعوے کا اعلان کیا تھا مشرقی سوڈان کو بھیجا گیا تاکہ وہاں کے قبائل کو جہاد کے لئے آمادہ کرے ۔ اعلان نامہ یہ تھا :۔ "میں خدا کی طرف سے ایک نُور ہوں اور رسول اللہ نے میرے مہدی ہونے کی تصدیق کی ہے ..... جس وقت کہ میرا اعلان تمہارے پاس پہنچے فی الفور ترکوں کی اطاعت چھوڑ دو ۔ اپنے مال و متاع اور اولاد کے چھوڑنے میں دیر نہ لگاؤ ۔ اُن کو چھوڑ کر سب سے نزدیک کے گاؤں میں آجاؤ اور اپنی تمام قوت ترکوں کے ساتھ جنگ کرو ... موجودہ زمانہ اب اس بات کو ثابت کریگا کہ آیا تم سچ مچ خدا کے لوگ ہو ۔ یہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ تم مہدی کے احکام کی اطاعت کرو لیکن اگر تم نافرمانی کروگے تو تم کو بجز تلوار کے اور کسی بات کی اُمید

نہ رکھنا چاہیئے اور تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو اُن لوگوں کا ہوا ہے جنھوں نے ہم سے انحراف کیا تھا "

یہ اشارہ کافی تھا اور عثمان وہ شخص نہ تھا جو اس کی بجا آوری میں دیر لگاتا اُس کے بزرگواروں کو استامبول چھوڑے ہوئے ۲۰۰ برس گزر چکے تھے مخلوط النسل ہونے کے باعث عثمان دغنا ہادن دودا ہو گیا تھا اور اپنے بھائی کے ساتھ بردہ فروشی۔ سیمرغ کے پروں اور ہاتھی دانت اور اسی قسم کی اور چیزوں کی جو وہاں کی منڈیوں میں پسند کی جاتی تھیں تجارت کیا کرتا تھا۔ لیکن بباعث اُس عہد نامہ انسداد بردہ فروشی کے جو مصری وانگریزی سرکاروں میں ہوا تھا اور سوڈان میں گارڈن پاشا کی موجودگی کے زمانہ کی حالت دگرگوں ہوگئی تھی۔ تجارت بالخصوص بردہ فروشی کا بازار مندا پڑ گیا تھا روز بروز خطرات کی زیادتی اور منافع کی کمی ہو رہی تھی اور سوڈان میں اتفاق رائے بھی بردہ فروشی کے خلاف تھی پس عثمان دغنا نے مہدی کی دعوت کو قبول کر کے مجاہدین اور حواریین کو جمع کرنا شروع کیا بتقاضائے گردش زمانہ اس وقت یہ کام بہ نسبت بردہ فروشی کے زیادہ موزوں تھا چنانچہ اس نے فی الفور اپنے اُستاد اور مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرقی سوڈان میں سچے مذہب کی تجدید کا کام شروع کر دیا اور امیر کا لقب حاصل کیا۔ اعلان نامہ کے ساتھ یہ مشنری ہادن دودا کے لئے مخصوص ہو کر بجانب مشرق روانہ ہوا اور وسط ۱۸۸۳ء میں وہاں پہنچا۔ مصری فوجیں سواکن توکر اور سنکٹ میں اور ان سے آگے کسالا تک پڑی ہوئی تھیں۔ اپنے بھائی کو اہل کسالا کے سمجھانے کے لئے روانہ کر کے وہ خود وہیں رہا تا کہ اپنی منادی کے پھلوں کو دوسری چھاؤنیوں سے اکٹھا کرے۔ اُسکی کوششیں ایسی کامیاب ہونے لگیں اور اُس نے اپنے ہادی کے حکم اور طریقوں کو ایسی پوری لیاقت سے انجام دیا کہ آواخر نومبر ۱۸۸۳ء میں مصری گورنمنٹ نے بیکر پاشا سے جو مصری جنگی پولس کے حاکم اعلیٰ

تھے یہ درخواست کی کہ وہ عثمان دغنا کا مقابلہ کریں۔ بیکر پاشا نے قاہرہ
سے ۲ ہزار پیادے اور ۵۲۰ سوار اور ۱۰۰ والنٹیروں کو جو پولس کے
یوروپی افسروں اور نائب افسروں پر مشتمل تھے اپنے ساتھ لیا۔ پیادہ فوج
زیادہ تر پرانے زمانے کی قواعد و مشق کی مسلح پولیس تھی اور وہ اُس وقت
مستحفظین کہلائے جاتے تھے اور اسکندریہ کے ہنگامے کے موقع
پر وہ بہت بدنام ہوگئے تھے۔ بیکر پاشا نے اولاً توکر کو چھڑانا چاہا اور
سواکن سے کچھ اور فوج کو لیکر وہ بذریعہ جہاز یکم فروری کو ترنکتات کے
قرب وجوار میں اُترے اور یہاں سے ۳ میل کے فاصلے پر ایک قلعہ میں
۳۰۰ آدمی چھوڑ کر وہ ۴ فروری کو مع ۳۷۴۷ سپاہ کے توکر کی طرف
روانہ ہوئے۔ نیزہ باز غنیم جن کا شمار مشکل سے ۱۲سو ہوگا جنگل اور
جھاڑیوں میں سے یکایک اس زور شور سے حملہ آور ہوئے کہ چند ہی منٹ
کے اندر مصری فوجیں خوف زدہ ہو کر کھیت ہوگئیں۔ ۳۷۴۶ نفر فوج
سے ۲۳۷۳ کام آئے۔ مقتولین میں ۱۱ یوروپی والنٹیروں کا بھی شمار
تھا۔ ان میں بہادر مارس بی مصری ساحل کا محافظ بھی تھا جس نے خزانہ
کے صندوق کی محافظت میں جو اُس کی تحویل میں تھا اپنی جان قربان
کردی۔ بقیہ فوج کو لیکر جنرل بیکر سواکن واپس ہوئے۔ سنکٹ بھی غنیم کے
ہاتھ میں چلا گیا اور جب وہاں کی فوج درویشوں میں سے نکلنے کی کوشش
کر رہی تھی تو ۹ فروری کو سب کی سب درویشوں کے ہاتھ سے نیست و نابود
ہوگئی۔ اسی مہینہ کی ۲۳ ویں تاریخ توکر بھی درویشوں کے حوالے ہوگیا
فروری ۱۸۸۴ء کے آخر میں سوڈان کی حالت تقریباً بالکلیہ ناقابل برداشت
ہوگئی۔ برعکس اس کے کہ مہدی کچلا جاتا وہ اور اُس کے نائبین سرعت
کے ساتھ تمام ملک پر قبضہ کرتے چلے آرہے تھے۔ نیل کے کنارے کنارے
ڈنگولا سے لیکر وادی لائی تک جو خط اسنوا کے قریب ہے ساری آبادی جوش
سے بھر رہی تھی۔ گو خرطوم اور بربر پر اب تک خدیوی قبضہ باقی تھا لیکن

اُن کی کمک کے لئے فوج نہ تھی کہ غنیم کو جو چاروں طرف سے اُمڈا چلا آرہا تھا روک سکتی۔ تمام مشرقی سودان باستثنائے سواکن۔ کسالا۔ سنہٹ اور دو یا تین اور چھوٹے قصبوں کے درویشوں کے قبضے میں آچکا تھا جنوب اور جنوب شرق میں بمقامات سنعار۔ گدارف وغیرہ جو مصری چھاونیاں تھیں اُن سے تعلق منقطع ہو چکا تھا۔ تھوڑا ہی وقت تھا کہ وہ بھی غنیم کے ہاتھ میں جا پڑیں۔ سچ مچ وہ ناچیز بغاوت جس کو ۵۰۰ آدمی بجیال جنرل گارڈن فرو کر سکتے تھے اب مہیب صورت اختیار کر چکی تھی!

اس اثنا میں مصر میں بھی کچھ دل خوش کن حالت نہ تھی۔ انگلستان کی عوام رائے کا اس بات پر زور تھا اور انگریزی اخبارات اہل مصر کی مزاحمت پر بے چینی ظاہر کر رہے تھے۔ ان کا اثر قاہرہ تک پہنچا جہاں انگریزی ایجنٹ کے لندن کی اجازت پر عارضی طور پر چلے جانے سے مسٹر (اب سر) ایڈون ایجرٹن ایجنسی کا کام کرتے تھے بعض انگریزی افسران بھی جو مصر کو اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ پانی کو انگوری شراب بنائیں اور اونٹ کٹاروں سے انگور پیدا کریں سر ایولن بیرنگ کے چلے جانے اور اپنے انگلستان کے ہموطنوں کی نکتہ چینیوں کی نشتر زنی کے باعث ایسے بد دل نظر آتے تھے کہ بہ نسبت شراب اور انگور بنانے کے وہ انکو تمام ہی کر دینگے۔ اچانک اصلاح تمام دنیا میں انتظامی گڑبڑ پیدا کرتی ہے۔ اگر اصلاح کو بغرض فائدہ رسانی عمل میں لانا ہے تو اولاً اس ملک کے نظام ترکیبی اور اُس کی تاریخ اور نیز وہاں کے باشندوں کے خصائص سے پوری واقفیت حاصل ہونا ضرور ہے۔ نیز علاج کا نیز انجام ہوتا ہے۔ اُس ملک کی قدیم انتظامی ترکیب کو جہاں تک کہ وہ جدید اصلاح سے من حیث الترکیب نامطابق نہ ہو ایک وقت معینہ تک قائم رکھنا ضرور ہے۔ بہت کچھ اگر اس میں قابل اعتراض باتیں ہوں تو ایک عرصہ تک (بلکہ عرصۂ دراز تک) ان کو برداشت کرنا چاہیئے البتہ مصلح کو اپنی ساری کوششیں ان باتوں کی اصلاح پر صرف کرنا چاہیئے

جو مضر اور بدنظمی کا باعث ہوں۔ اور زیادہ عام اور محدود ترقی کے لئے وقت اور موقع کا انتظار کرنا چاہئے۔ پھر یہ بھی لحاظ رہے کہ مصلح کی کامیابی کا دارمدار اُس مال مصالح کی خاصیت پر منحصر ہوتا ہے جو اُس کے سامنے موجود ہوتا ہے جس قدر سادہ اور پیچیدہ تعمیر کا کام ہوگا اسی قدر کامیابی جلدی ہوگی۔ اور جسقدر پیچیدگی زیادہ ہوگی اور اُس کا کوئی عضو ذکی الحس طبیعت کا ہوگا اسی قدر مشکل کا سامنا ہوگا مثلاً اگر بقدر ضرورت روپیہ مہیا ہو اور جیل کے چاروں طرف دیوار ہو اور قیدیوں پر پورا قبضہ ہو تو پھر قیدیوں کو پابندی کے ساتھ رکھنا۔ اُن سے کام لینا۔ صفائی کا انتظام کرنا اور صحت بخش غذا مہیا کرنا چنداں مشکل کام نہیں۔ علےٰ ہذا القیاس مسئلہ آبپاشی کو لیجئے جو ایک زیادہ پیچیدہ مگر تو بھی بمقابلہ دیگر مسائل کے آسان ہے۔ لائق کارکردہ اشخاص کو نوکر رکھکر اُن کو اختیار دیجئے اور وہ ذرائع مہیا کر دیجئے جو اُن کے کام کے لئے لازم ہیں تو اُن سے معقول تیزی کے ساتھ کام کے چلنے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ اس میں پانی کے حقوق اور مقررہ حقوق منفعت کے متعلق جھگڑے پیدا ہوسکتے اور پریشان کرسکتے ہیں لیکن جو بڑا کام تعمیر۔ پانی کا جمع کرنا اور تقسیم کرنا اور نالیوں کا بنانا ہے ان سے نہ تو کسی قسم کے مذہبی تعصبات کو تعلق ہوتا ہے اور نہ دیسیوں کے عادات وخصائل سے۔ لیکن جس قدر کوئی اصلاح اپنی کامیابی کے لئے بخلاف مادی وسائل کے انسان کی کارستانیوں، قوانین کی موزونیت، اور اخلاقی اور مختلف الاقوام انسانی طبائع کے وسائل پر منحصر ہوتی ہے اسی قدر مصلح کی مشکلات بکثرت بڑھ جاتی ہیں۔ پس جیسا کہ سرایولن بیرنگ نے کسی قدر افسوس سے ظاہر کیا مصر میں کسی اصلاح کو عمل میں لانے کی خاص مزاحم یہ بات تھی کہ اُس وقت سب سے بڑی مشکل ایسے کارندوں کا دستیاب ہونا تھا ان کے ذریعے سے وہ اصلاح عمل میں لائی جاوے۔ اُس وقت وہاں ادنےٰ و اعلےٰ کسی قسم کی سول سروس (یعنی باقاعدہ وخاص تعلیم یافتہ عہدہ داران مالی وفوجداری وغیرہ کا ہونا) کا وجود نہ تھا۔ لارڈ ڈفرن نے کُرباش[1] کی ممانعت کردی تھی۔ اب وہ موثر ذریعہ

[1] سزائے دُرہ +

تادیب کا مسدود ہو چکا تھا مگر اس کا قائم مقام کوئی دوسرا موثر ذریعہ ہنوز دستیاب نہ ہوا تھا۔ کارروائی کے دستور العمل۔ احکام۔ اور قوانین خواہ کیسے ہی عمدہ کیوں نہ ہوں لیکن اُن کو صحیح اور عمدہ طور پر عمل میں لانے کے لئے تعلیم یافتہ عقول کی ضرورت ہے لیکن مصر میں اس سب کی کمی تھی۔ علاوہ ازیں بجز آبپاشی کے اور کسی کام کے لئے کافی سرمایہ نہ تھا اور بلا روپیہ کے لائق سے لائق مصلح بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ المختصر اس وقت جو کچھ کہ مُفید طور پر کیا جا سکتا تھا وہ یہ تھا کہ لوگوں کے عادات وحالات سے وقفیت پیدا کی جائے۔ اُن کی زبان اور پسند وناپسند سے آگاہی حاصل کی جائے۔ اُن کا اعتبار حاصل کیا جائے اور وہ طریقے تلاش کئے اور عمل میں لائے جائیں کہ جس سے لوگوں کی مخالفت کا بہت کم اندیشہ ہو۔ بدقسمتی سے انگلستان کی عوام رائے کے دباؤ کے باعث ان باتوں کی جانب زیادہ کوشش کرنا پڑی جن میں مخالفت کا بہت زیادہ اندیشہ تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کچھ کام جو اُس وقت شروع کر دیا گیا تھا اس کو بعد میں چھوڑ دینا پڑا۔ ذاتی اختلافات کی وجہ سے بہت سے ایسے بڑے جھگڑے پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے انگریزی افسروں کو اقوام خارجہ کی تضحیک آمیز نکتہ چینی کا نشانہ بننا پڑا۔ مصریوں میں اُن کے ناموں کی تضحیک ہوئی اور اُن کے اثر کو صدمہ پہنچا۔

اب ایّام ماضیہ کے بے سود جھگڑوں کا اعادہ کرنا فضول ہے لیکن اس کا بے حد افسوس ہے کہ لائق آدمی جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوشاں تھے اور اپنے اپنے خاص کاموں میں خاص مہارت رکھتے تھے اُنکو بعض اوقات ایسی خدمتوں کے لئے نامزد کیا گیا جن کے لئے وہ بلحاظ فطرتی قابلیت اور ذاتی خصائص کے موزوں نہ تھے۔ اس ناکامیابی کے ذمہ وار وہ ہیں جنھوں نے ایسے عہدہ داروں کو منتخب کیا۔ ایسے اوقات میں اکثر انتخاب کسی شخص کی کسی خاص خدمت کی موزونیت وقابلیت کے لحاظ سے نہیں کیا جاتا بلکہ سیاسی حکمت عملیوں کا تقاضا ہے کہ اُن لوگوں کو ایسی خدمتوں سے علیحدہ کیا جائے

جن کے لئے اب اُن کی ضرورت نہیں رہی۔ سوائے اسکے کہ جہاں نہایت اعلےٰ خدمات کا تعلق ہے ممالک خارجہ کی خدمات کے لئے کوئی طریقہ انتخاب بسا اوقات نتائج کے لحاظ سے ایسا افسوسناک نہیں ہوتا جیسا کہ انتخاب کو وزرا اور اُن کے مشیروں پر چھوڑنا۔ ایسی حالت میں جماعتی جھگڑوں اور خانگی اثروں ہو مروت و دباؤ کے باعث قومی فوائد نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ معدودے چند جو ہمارے مفتوحہ ممالک کے طریق انتظام سے خوب واقفیت رکھتے ہیں وہ اُن خرابیوں کو نہیں دیکھتے ہیں جو ایسی باتوں سے پیدا ہو جاتی ہیں*

تماشائے ناٹک کی یہ درمیانی نقلیں گو چنداں قابل لحاظ نہیں تو بھی ان پر نظر کرنے سے ایک قسم کی عارضی تسکین سی ہو جاتی ہے جو اُس خطرہ کی آمد آمد کی ہیبت سے بڑھتا جا رہا تھا جسکے سایہ میں یہ واقع ہوئیں جبکہ حسرت انجام تماشہ کا انجام قریب ہوا اور یہ معلوم ہو کہ کیا ہونے والا ہے تو ان درمیانی ہلکی نقلوں کے لئے شکر گزار ہونا پڑتا ہے۔ اُس وقت کے حادثات کا دردانگیز طور پر بڑھنا ہم کو ایسا بے چین کر دیتا ہے کہ اگر ہم قدرے انسانی کمزوری کے نظارہ سے اپنی دلجوئی نہ کریں تو غم ناقابل برداشت ہو جائے۔ جھوٹے نبی کی خوفناک کامیابی۔ کرنل اسٹوارٹ و مسٹر پاور کا قتل ہونا اور اُس یکہ و تنہا شکل کا خرطوم کے محل کی چھت پر امدادی فوج کی بے سود جستجو میں اِدھر اُدھر پھرنا۔ رومال میں خون آلودہ سر ہزاروں کا خرطوم میں قتل ہونا یہ حسرت انجام تماشہ جوں جوں کہ قصہ کا مطلب زیادہ کھلتا جاتا ہے اس بات کا متقاضی ہے کہ تفریح طبع کی بھی کوئی صورت ہو۔ ہم اس کو دوسری باتوں کی ضمن میں بطور ایک درمیانی نقل کے بعض اگلے مصلحوں کے ماجروں میں پلتے ہیں۔ اُنکی جہالت خود اعتباری۔ اُن کا شعلہ انگیز غیظ۔ سرمایہ کی کمی جس کے بغیر ان کی کوششیں اگر وہ کسی کام کو عملی شکل میں لانے کے لئے آمادہ ہوتے تو بیکار ہوتیں یہ سب باتیں بطور ہجو ملیح کے نہایت خوب ہیں۔ شیکسپیر کے ہاملٹ کے ناٹک میں جو قبر کھودنے والے کا بیان ہے اور چیکبت کے ناٹک

ہیں جو حمال کے دروازے پر کھٹکھٹانے کا حال ہے یہ واقعات مصر کے بڑے
حسرت انجام قصہ میں پورے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم کو ان لوگوں پر الزام نہ دینا
چاہیئے جو درحقیقت اپنے عہدوں کا شکار ہو گئے۔ جب اُن پر اُن کے ملک
کی بے صبر آوازوں نے اس بات پر زور دیا کہ وہ تیزی کے ساتھ کام کریں اور
نہ اُن کے پاس سرمایہ تھا نہ معتبر تخمین تھے۔ نہ وہ ملک کی زبان سے واقف
تھے۔ نہ بجز اپنی ذاتی سرگرمی کے ان کا کوئی مشیر تھا اور نہ بجز ناتجربہ کاری
کے کوئی رہنما تو ان حالات میں اُن سے کس بات کے بجالانے کی اُمید ہوسکتی تھی؟
آبپاشی کے متعلق اصلاح کا کام زیادہ آسانی سے ہوا کیا۔ گو ہم ایک نقطہ
یا ایک شوشہ اُس عزت کا جس کے مستحق کرنل اسکاٹ مان کرف اور اُنکے مددگار
ہیں کم نہیں کرنا چاہیئے تو بھی یہ ظاہر کرنا ضرور سمجھتے ہیں کہ کسی نہری طریقہ کا قائم
کرنا یا اُس کو صحیح کرنا بہ نسبت سرکش آدمیوں کے ساتھ کاروبار کرنے اور قانون
و عدالتی کارروائی کی پیچیدگیوں کو سُلجھانے کے آسان تر ہے۔ نہر کے لئے
کیچڑ بُرا ہوتا ہے اور پانی کا وہ کٹاؤ جو نہر کے کناروں کو کاٹتا ہے نہایت
خراب شے ہے۔ لیکن جدید طریقۂ نظم عدالت کا زبردست عرب یا بے پرواہ
ترک کے ہاتھ میں دیا جانا ایسے کیچڑ اور پانی کے کٹاؤ سے کہیں زیادہ خوفناک
شے ہے۔ رائل انجنیروں میں سے کرنل اسکاٹ مانکریف کا انتخاب ایک اچھا
آغاز تھا کیونکہ وہ مستقل مزاج اور ثابت قدم آدمی تھے۔ وہ مئی ۱۸۸۳ء میں
بحیثیت ناظم آبپاشی کے مصر میں تشریف لائے اور ۲۲ جنوری ۱۸۸۴ء کو
روسیو پاشا کی جگہ جو فرانسادی تھے اور ایک طویل خدمات جلیلہ کی ملازمت
کے بعد علیحدہ ہو چکے تھے وہ نائب معتمد تعمیرات عام مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۸۸۳ء
میں میجر راس رائل انجنیر اور مسٹر ولکاکس اُن کے شریک ہو گئے۔ اور اپریل
۱۸۸۴ء میں کپتان براؤن رائل انجنیئر اور مسٹر فارسٹر بھی اُن سے آملے۔ یہ وہ
اصل تھے جس سے آہستہ آہستہ مصر کا محکمۂ آبپاشی بڑھتا گیا اور جس نے مصر
کے لئے مثل ہندوستان کے صیغہ آبپاشی کے بڑے کارنمایاں انجام دئے۔

لیکن یہ آغاز چھوٹے تھے۔ پہلا سال تجربوں میں صرف ہوا۔ کرنل اسکاٹ مانکریف
اور اُن کے مددگاروں کو اُس ملک اور وہاں کی زبان سے واقفیت حاصل کرنا
ضرور تھا۔ ہندوستان میں جو تجربہ اُن کو حاصل ہوا تھا اُس سے اُن کو اس بات
کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی کہ مصر کے طبعی حالات بہت کچھ شمالی ہند سے مماثل تھے
اس لئے اُن کو مصر کی آبپاشی کے نقائص دکھلانے اور اُن کی اصلاح بتانے میں
چنداں دشواری نہیں ہوئی۔ لیکن دوسرے لحاظ سے وہاں بڑی رُکاوٹیں تھیں
مصر کوئی کورہ کاغذ نہ تھا جس پر کوئی کامل نہری طریقہ قائم کیا جاتا بلکہ وہ ایسا ملک
تھا جس کی ہستی ایک خوب ترقی یافتہ مگر ناقص طریقۂ آبپاشی پر منحصر تھی۔ وہاں
اس بات کی ضرورت تھی کہ بغیر ایک دن بھی مجاریہ آبپاشی کے روکنے کے اصلاح
عمل میں لائی جائے۔ جب کوئی نہر بند کی جائے تو ضرور تھا کہ اُسی وقت کوئی
دوسری اُس کے بدلے کھول دی جائے۔ پس ان حالات کے لحاظ سے نہایت
مشکل اور محال تھا کہ بعض خانگی حقوق کو ضرر پہنچانے کے بغیر کام ہو۔ بہت سے
لوگوں کے حقوق مقررہ کا انتظام کرنا ضرور تھا۔ ان کی ٹھیک ٹھیک تعداد کا معلوم
ہونا مشکل تھا۔ طریقہ کورویؔ ہندوستانی افسروں کے لئے نئی بات تھی اور اُنہوں
نے اُس کو نہایت ناقص پایا اور اس کا بہت جلد متروک ہونا یقینی امر تھا۔
مصری انجینیر جن کے ذریعے سے اُن کو کام کرنا تھا نہ تو وہ لائق تھے اور نہ
محنتی۔ روپیہ موجود تھا لیکن بڑے کاموں کی ترقی کے لئے اس وقت وہ نہ
مل سکتا تھا۔ وہ مسئلہ جس کو حل کرنا تھا یہ تھا کہ کیونکر ذرائع موجودہ سے پانی کے
باقاعدہ انضباط کا ایسا انتظام کیا جائے کہ جس سے موجودہ رقبہ ونیز زیادہ رقبہ
کی آبپاشی کا اطمینان ہوجائے اور ایسی زمینوں کی حالت کو جن میں شوریت آگئی
تھی یا جن میں پانی رُکا ہوا تھا بہتر بنایا جائے اور نہروں اور نیل کے کناروں
کو جہاں تک ممکن ہو بلا جبری مزدوری کے اچھی مرمت کی حالت میں قائم رکھا جائے۔
مذکورۂ بالا پانچوں اشخاص اگر گلدستہ کے چیدہ ترین پھول نہ تھے تو بھی وہ
منتخب باغ کے وہ چیدہ گلدستہ میں سے تو ضرور تھے۔ عملہ بھی بلحاظ اپنے حاکم

کے خوش قسمت تھا کیونکہ اس میں ٹھیک ٹھیک وہ اوصاف موجود تھے جن کی کمی اُن کے مصری ہمعصروں میں پائی جاتی تھی۔ تھامس کارلائیل کی اصلاح۔ نازک نامغلوبیت جو اُنہوں نے اپنی بیوی کے متعلق استعمال کی تھی وہ کرنل اسکاٹ منکریف کے خاص خصائص کے اظہار کے لئے ایک عمدہ اصلاح ہے۔ شیریں مزاجی۔ ثابت قدمی۔ مستقل طبیعت۔ انتھک کام کرنے کی قوت۔ سرگرمی جو شوق ادائے فریضہ کے سبب سے دائماً ان میں پائی جاتی تھی، یہ ایسے اوصاف ہیں جو ہر زمانہ و ملک میں اُس ملک کے ضروری خیالات سے واقفیت کے ساتھ ساتھ کامیابی حاصل کرنے کا باعث رہے ہیں اور مصر میں بھی ان کا کامیاب ہونا ضرور تھا اور جب اُن کے ساتھ ترقی پذیر سرمایہ کی امداد ہو تو پھر اس عالمگیر کامیابی کا راز پورے طور پر کھل جاتا ہے جو محکمۂ آبپاشی کو دریائے نیل کے متعلق حاصل ہوئی اور جس کا نتیجہ آسوآن کے بڑے مخزن آب (ڈام) اور سر ولیم گارسٹن کی تجویز دربارہ کوشش آبپاشی سوڈان پر جاکر منتہی ہوتا ہے ؛

ملک پانچ حصوں پر تقسیم کیا گیا جن میں سے ۴ حصّے انگلو انڈین افسروں کے تحت میں تھے اور پانچواں (جو انتہائے جنوب کے صوبجات پر مشتمل تھا) جو سابقاً انسپکٹرہ چکا تھا۔ کام شروع کرنے کے لئے دریائے نیل اُس وقت مناسب حالت میں تھا۔ اُس وقت دریائے نیل کے پانی کی سطح بمقام اسوآن گو نیچی تھی تو بھی اُس میں بلحاظ اوسط ۲۵ سانٹ میٹر زیادہ پانی تھا۔ اور دریائے نیل کے چڑھاؤ پر بھی پانی کی سطح بہ نسبت گزشتہ، سال کے نیچی تھی جو زراعت کے لئے تو خراب تھی مگر اس سے سیلاب سے محافظت بہت آسان ہوگئی تھی۔ اس سال کی سب سے بڑی کامیابی ایک مد بنانے کی کوشش تھی یعنی ایک عظیم الشان پشتہ دریائے نیل کے بیچ میں مثلث کے اُس زاویہ کے نقطہ پر جو قاہرہ سے قریب ۱۲ میل جانب شمال ہے بنانے کی تجویز تھی۔ ۲۰ سال قبل اسکو محمد علی نے ایک فرانساوی شخص نے تمام کیا تھا اور اس میں اتنی گنجائش رکھی تھی کہ دریائے نیل کے سالانہ سیلاب کے وقت جو کم سے کم پانی کی سطح ہو تو بھی اُس میں ۴ء۵ میٹر

پانی قائم رہے تاکہ اس کو نہروں کے بڑے تانے بانے میں ٹھیرایا جائے۔ لیکن ۱۸۶۷ء میں ایک بڑے حادثہ کے باعث اس پر اعتماد باقی نہ رہا تھا اور ایک سرکاری رپورٹ جو محکمہ وزارت تعمیرات عامہ کی طرف سے انہیں ایام یعنی اپریل ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی تھی اُس میں اس پشتہ کو سوا اس کے کہ اس سے ندی کی دو شاخوں میں پانی کے بہاؤ کا انضباط ہوتا اور لحاظ سے اُسکو فضول بتایا گیا تھا۔ کرنل اسکاٹ مانکریف کی آمد کے تھوڑے ہی دن پہلے یہ تجویز کی گئی تھی کہ ایک وسیع اور گراں طریقہ پانی کو پمپ کرنے کا استعمال کیا جاے اور اُس سے ڈلٹا کی روئی کی کاشت کے لئے پانی مہیا کیا جاے اور پُشتہ کے ذریعے سے پانی کی سطح کو اونچا کرنے کی باقیماندہ کوشش ترک کی جائے۔ مسٹر ولکاکس اس بات پر آمادہ ہوئے کہ اُس پشتہ کو کسی طرح فائدہ مند بنایا جاے چنانچہ اُنھوں نے (مثل اپنے ہموطنوں کے جو مصر میں تھے) فرانساوی بُنیاد پر اپنی تعمیر کو قائم کیا اور وہ اس میں کامیاب ہوئے کہ روسیتا بند میں ۲۰۰۲ میٹر اور دمیتا بند میں ۹۵ء میٹر پانی سما سکے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ اوسط سے ایک میٹر پانی پر زیادہ قابو حاصل ہوگیا جس سے بڑی وسطی نہر یعنی رایاہ منوفیہ کا بہاؤ بہت اچھا ہوگیا اور نیز مغربی نہر رایاہ بحیرہ جو متروک ہوگئی تھی اور کلوبیہ کی ۳ بڑی نہروں اسماعیلہ اور شرقاویہ اور تبوسبیہ کو بھی فائدہ پہنچا۔ اس پر ۴۳۳۱۶۵ لاکھ روپیہ صرف ہوا لیکن اس سے نہ صرف پانی بہ کثرت سب کو ملنے لگا بلکہ پہلے سے اونچی سطح پر بھی پانی پہنچنے لگا اور بہت لوگ بلا پمپ اور چرخ آبی کے اپنے کھیتوں کو سینچنے لگے۔ اُن مقامات پر جو سمندر کی ہم سطح تھے نالیوں کے ناقص ہونے کے باعث جبکہ پانی کھیتوں سے علیٰحدہ بہہ کر خراب شورہ کو اپنے ساتھ بہالے جاتا خالی نالیاں اسکے لینے کے لئے نہ تھیں۔ اور پانی ان کھیتوں میں اُس وقت تک کھڑا رہتا تھا کہ وہ سنک کر پھر انہیں کھیتوں میں جذب ہوجاے جس سے یہ نقصان تھا کہ دسمبر میں جب گندم کی تخم ریزی ہوتی ہے اُس وقت زمین اتنی گیلی رہتی تھی کہ بیج کے سڑ جانے

کا اندیشہ تھا۔ اس کا علاج یہ تھا کہ سیلاب کے زمانہ میں دریائے نیل سے صرف
اُسی قدر پانی لیا جاتا جتنا فصل کے لئے ضرور تھا اور بس۔ آبپاشی کی حدود
کو نالیوں کی حدود سے علیحدہ رکھا جاتا۔ اور یہ خیال رکھا جاتا کہ آبپاشی صرف
اوّل سے کی جاتی ہے اور دوسری کو ہر قسم کی رُکاوٹوں سے صاف رکھا جاتا۔
لیکن اس زمانہ میں نہروں کا طریقہ نشیبی مصر میں ایسا ناقص تھا کہ اسکی اصلاح
صرف سالہاسال کی باصبر کوشش اور محنت سے ممکن تھی۔ کرنل اسکاٹ مانکریف
(جن کی تحریرات ان بیانات کا ماخذ ہیں) نے لکھا کہ "سوائے ابراہیمیہ نہر کے
باقی تمام بالائی مصر کا طریق آبپاشی پُرانے طریقے کا ہے۔ یہ ہم انگریز افسروں
کے لئے نئی بات ہے اور اس کو معلوم کرنا بہ نسبت اس میں دست اندازی
اور دخل در معقولات کے بہتر ہے۔" خوب ہوتا اگر سارے انگریزی افسر اپنے
کاموں کو ایسی ہی نیت سے کرتے۔ اور ہم دوسرے کاموں پر متوجہ ہوتے۔
اور آبپاشی کے افسروں کو اُن کے نتیجہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے پر
بدیں اعتماد کامل چھوڑ دیتے کہ وہ اپنے مضامین پر حاوی ہونے کے پہلے
کسی کام میں دست اندازی نہ کرینگے۔

۳ مارچ ۱۸۸۴ء کو مصری گورنمنٹ نے بلحاظ اس حق کے جو اس کو
دول خارجہ سے معاہدات کرنے کے متعلق حاصل تھا مابین مصر اور یونان کے
ایک عہدنامہ طے کیا جس میں منجملہ اور امورات کے تمباکو کی تجارت کا انضباط
ہوگیا۔ اس عہدنامہ سے پہلے یونان کا تمباکو مصر میں نہ آنے پاتا تھا صرف
ترکی تمباکو کی درآمد کی اجازت تھی اور فی سواسیر تمباکو پر ۱/۹ بلاد ترکیہ سے
محصول برآمد مقرر تھا اور ۱۲۰ر مصر میں محصول درآمد دینا پڑتا تھا۔ یوں ایک
بہت بڑی خفیہ ناجائز تجارت تمباکو کی جاری ہوگئی تھی اور مصری گورنمنٹ
بہ سبب اُن خاص حقوق کے جو اقوام خارجہ کو مصر میں عدالتی و دیوانی مقدمات
کے متعلق حاصل تھے اسکے روک تھام سے عاجز تھی۔ بڑے نامی گرامی تجار
اس میں شریک ہوگئے تھے اور وہ اُن لوگوں کو ہر طرح کی امداد دیتے تھے جو

چوری سے تمباکو مصر میں لاتے تھے اور چونکہ اس میں فائدۂ کثیر کی اُمید تھی لہذا وہ حسب ضرورت محافظین ساحل سے بھی مقابلہ کر بیٹھنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔
ازروے اس عہدنامہ کے یونان کے تمباکو کی ممانعت منسوخ کردی گئی اور وہی ۱۲۰ محصول درآمد یونان کی تمباکو پر بھی عائد کردیا گیا جو ترکی تمباکو پر تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محاصل بہ سُرعت بڑھنے لگے۔ ناجائز تجارت تھوڑی گھٹنا شروع ہوئی۔ تمباکو کے متعلق یہ نئی پالسی (حکمت عملی) آیندہ اور تبدیلیوں کا بھی باعث ہوئی جس سے بتدریج مد تمباکو کی آمدنی مصر کے محاصل میں ایک اہم مد آمدنی کی ہوگئی۔ یونان کے ساتھ اس اہم عہدنامہ کے مرتب کرنے میں مسٹر ونسنٹ کو بہت بڑی مدد مسٹر گیلارڈ مرحوم صدر مہتمم محکمہ چُنگی سے ملی۔ یہ صاحب ایک عرصۂ دراز تک اُس چھوٹی سی افسران انگریزی کی جماعت میں ایک نہایت ممتاز شخص تھے جو مصری گورنمنٹ کی ملازم تھی۔ مسٹر گیلارڈ کی مدد سے بعض دیگر سلطنتوں اور ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ بھی مفید معاہدے مرتب کئے گئے جن کا مقصد یہ تھا کہ مصر کے محکمہ چُنگی کو اپنے قوانین چُنگی کے اختیارات کو مختلف رعایاے خارجہ کے خلاف برتنے میں آسانیاں عطا کی جائیں ؀

ساتویں فصل

لنڈن کانفرنس

کفایت شعاری کے لئے قاہرہ میں کمیٹیوں کا مقرر کیا جانا مجلس ملکی کا تخفیف ہونا۔ ۱۸۸۰ء کے قانون ادائیگی قرضہ کے ترمیم کی ضرورت۔ مجلس قرض کی حالت و کیفیت۔ لارڈ گرینول کا ایک گشتی بنام دول خارجہ بدیں غرض جاری کرنا کہ قانون ادائیگی قرض میں ترمیم و اصلاح کی جاے۔

مجلس وزراے دولت برطانیہ کی تجویزیں ۔ لندن میں انگریز ماہرین کی ایک مجلس کا مصر کی مالی حالت پر غور و رپورٹ کرنے کے لئے منعقد ہونا مجلس مذکورہ کی رپورٹ ۔ قانون ادائیگی قرضہ کی دفعات کا خاکہ ۔ بین الاقوام کانفرنس کا لندن میں منعقد ہونا ۔ دولت فرانسہ کی مخالفت اور مخالفانہ تجویزیں کانفرنس کا بلا کسی نتیجہ کے برخاست ہونا ۔

ابواب گزشتہ میں اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۸۸۳ء کے اواخر میں جب سر ایولن بیرنگ کو مصر واپس ہوئے دو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ انہوں نے گورنمنٹ کی توجہ کو اخراجات کی زیادتی کی جانب مائل کیا جیسا کہ ۱۸۸۴ء کے موازنہ سے واضح تھا ۔ اسکے ایک ہی ہفتہ بعد ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی کہ اگر ممکن ہو تو کم از کم ساڑھے باون لاکھ روپیہ سالانہ اس موازنہ میں سے گھٹائے جائیں ۔ اس کمیٹی کے میر مجلس مصر کے وزیر مال تھے اور اسکے ممبران حسب ذیل تھے ۔ مسٹر وِنسنٹ مشیر مال ۔ مسٹر (اب سر جیرالڈ) فٹز جیرالڈ صدر محاسب ۔ بلم پاشا نائب معتمد مال ۔ اور مسٹر مانہ وک جو ایک فرنساوی عہدہ دار تھے اس کمیٹی نے مستقل صورت اختیار کر لی اور سالہاے مابعد میں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ محکمہ جات کے اخراجات پر اس کمیٹی نے اپنا اختیار و روک تھام رکھی منجملہ دیگر کفایت شعاریوں کے ایک یہ تھی کہ کونسل آف سٹیٹ (مجلس ملکی) جو ۱۸۸۳ء کے انتظامات کا ایک حصہ تھی اس درجہ معطل کردی گئی کہ آیندہ وہ پھر مثل دوسرے معطل اجسام کے کبھی نہ پنپی ۔ اس کونسل پر سالانہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ صرف ہوتا تھا اور نوبر پاشا کی یہ پُرزور رائے تھی کہ اس کونسل کا کام ایک مفرد نقشہ نویس مع چند مددگار منشیوں کے بہت زیادہ عمدگی سے چلا سکیگا گو یہ سب خوب تھا مگر ان سے مالی تباہی کا روکنا جو درپیش تھی نہایت مشکل امر تھا ۔ خلیج بہت گہرا تھا اور منہ کھولے ہوئے تھا کہ اور بہت سی ایسی ملکی مجلسوں کو نگل جاے ۔ یہ ظاہر تھا کہ اگر دولت برطانیہ اُن بین الاقوامی حقوق کی نظر ثانی کی ذمہ واری اپنے اوپر نہ لیگی جن سے مصر از روے قانون ادائیگی قرضہ

۱۸۸۰ء سے بندھا ہوا تھا تو ملک پھر دیوالیہ ہوجائیگا اور دول اس پر ٹوٹ پڑینگے جن میں فرانس سب سے آگے ہوگا اور رہنمائی کریگا۔

اس قانون ادائیگی قرضہ کا انتظام ایک بین الاقوامی کمیٹی کے زیر اہتمام تھا جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں اور یہاں اسکی ابتدا اور کاموں کا بیان کرنا چنداں ضرور نہیں۔ اس کمیٹی نے اسماعیل پاشا کی بربادی میں بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ اگرچہ خود اسماعیل پاشا کی بدولت یہ کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ اسی کمیٹی کے اہتمام اور حفاظت میں وہ بین الاقوامی معاہدات سپرد کر دئے گئے تھے جنکے رو سے قانون ادائیگی قرضہ میں ترمیم و تنسیخ ہو سکتی تھی۔ وہ مقام جہاں یہ بین الاقوام کمیٹی اپنا اجلاس کرتی تھی محکمہ قرضہ عمومیہ یا خزانہ قرضہ عمومیہ کے نام سے مشہور تھا اور انگریزی۔ فرانساوی اسٹرین و اطالین کمشنران گویا اس جانور کے ۴ سر تھے۔ یہ محکمہ اسماعیل پاشا نے اپنے قرضخواہوں کے اطمینان کے لئے بطور ضمانت کے ۲ مئی ۱۸۷۶ء کو قائم کیا تھا۔ ۱۸۸۶ء میں اس کمیٹی کے ممبر ۴ کمشنر اور ایک سکرٹری (معتمد) تھا۔ پہلے کمشنر جن کو خدیو نے حسب رضامندی اُن کی سلطنتوں کے نامزد کیا تھا حسب ذیل تھے۔ فرانس کی طرف سے موسیو ڈے بلگنیر۔ آسٹریا ہنگری کی طرف سے ہروان کریبر۔ اطالیہ کی طرف سے ییم باراولی۔ دوران ۱۸۷۷ء میں سر ایولن (اس وقت کیپٹن) بیرنگ بھی ان کمشنران کے شریک ہو گئے۔ لیکن سرکار برطانیہ نے اپنی طرف سے ان کو نامزد نہیں کیا بلکہ انگریزی قوم کے قرضخواہوں کی جماعت کی طرف سے کیپٹن بیرنگ بطور نائب کے بھیجے گئے۔ یہ سب کمشنران تجربہ کار اور لائق تھے۔ انگریزی و فرنساوی کمشنر مالی معاملات میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ اس مجلس قرضہ عمومیہ کا بڑا کام معینہ و مقررہ محاصل کے لینے اور اُن کو قرض کے فنڈوں میں حسب قرارداد تقسیم کرنے پر مشتمل تھا۔ مختلف خدیوؤں نے وقتاً فوقتاً جو اختیارات ان کمشنروں کو بذریعہ فرمان عطا کئے تھے وہ نہایت وسیع تھے۔

وہ تمام محاصل جو اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے مخصوص کر دئے گئے تھے
تحصیلداران محاصل اُن کو براہ راست اس مجلس کی تحویل میں ادا کرتے
تھے اور سرکاری خزانہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ صرف کمشنروں کی رسید
ان رقوم کے داخلہ پر جائز سمجھی جاتی تھی۔ یہ مجلس وزیر مالیات کو مجبور کر سکتی
تھی کہ اگر ادائیگی سود اور سنکنگ فنڈ کے وقت کچھ کمی رہ جائے تو وہ اس
کو پورا کریں۔ اگر کبھی ان فرمانوں میں کسی لکھی ہوئی بات سے تجاوز کیا جاتا
تو وہ مخلوط عدالت کے سامنے بطور ثبوت اُس کو پیش کرتے تھے اور بتاتے
تھے کہ فلاں فلاں دفعات کی رو سے ہم کو نگرانی و دست اندازی کا حق
حاصل ہے۔ وہ محاصل جو ادائیگی قرضہ کے لئے مخصوص تھے ان میں سے
کسی ٹیکس کا معاف کرنا بغیر اس مجلس کی رضامندی کے ممکن نہ تھا۔
گورنمنٹ مصر کا کوئی قرض لینا بلا اس کی اجازت کے نہ ہو سکتا تھا۔ گو انکو
خدیو نے نامزد کیا تھا لیکن یہ حسب ایما اُن سلطنتوں کے تھا جن کی طرف
سے یہ بھیجے گئے تھے۔ ہر ایک کمشنر کی تنخواہ ۴۵ ہزار روپیہ سالانہ یعنی
قریب پونے ۴ ہزار روپیہ ماہانہ کے تھی اور جائزہ لینے کی تاریخ سے پانچ
برس کے لئے ان کا تقرر ہوتا تھا۔ ایک کافی عملہ ان کی ماتحتی میں دیا گیا تھا
کیونکہ حسابات بہت طولانی اور پیچیدہ ہوتے تھے۔ اس مجلس کے فیصلے
کثرت رائے سے طے پاتے تھے لیکن ہر ایک ممبر کو یہ حق حاصل تھا کہ بطور خود
مخلوط عدالت کے سامنے کوئی مقدمہ دائر کر سکتا۔ الغرض قرضہ کے متعلق اور
اس کے ضمن میں جو جو کام تھے اُن میں ان کمشنروں کو دست اندازی کے
موقعے حاصل تھے۔

اس مجلس نے سب سے پہلا کام اپنے مقرر ہونے کے بعد یہ کیا کہ اسمٰعیل پاشا
کی جیب میں مداخلت کی۔ اور جیسا کہ صفحہ ۸۰ میں ہم ذکر کر چکے ہیں اس تحقیقاتی
کمیشن نے اسمٰعیل پاشا کی فضولخرچیوں اور بدنظمیوں کی قلعی کھول دی۔
یہ مجلس گویا ایک دربان کُتّے کی مانند تھی جو ہر قسم کی مالی بدنظمی کی نگہبان تھی اور

جب اسماعیل پاشا کے پاس کچھ لقمہ اس کے لئے نہ رہا اور اُس کی جیبیں خالی ہوگئیں اور مجلس کے دعوے وہ پورے نہ کرسکا تو اس مجلس نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھاڑ ڈالا۔ اس مجلس نے توفیق پاشا جانشین اسماعیل پاشا کا ادب کیا کیونکہ توفیق پاشا بھی گو خالی ہاتھ تھا لیکن نہ جن لوگوں کی نصیحتوں پر وہ عامل تھا۔ وہ اس کی ذمہ واری کرتے تھے۔ غرض یہ مجلس اپنی تنخواہ کی دھوپ میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو گرماتی رہی اور اپنے مقررہ مقام پر خاموشی کے ساتھ اغماض کرتی رہی۔ یہ مجلس اس حال میں تھی کہ اُن دول نے جن کا تعلّق قرضہ سے تھا اور جو قانونِ ادائیگی قرضہ کی تنظیم پر تُلی ہوئی تھیں اس پر توجہ کی۔ اس دفتر قرضہ کے ممبروں نے اُس کمیٹی میں بہت کچھ حصّہ لیا جس نے اس قانون کو طیار کیا تھا۔ اور جب خدیو نے حسب رضامندی دول اس قانون کا بذریعہ فرمان نفاذ کیا تو یہ مجلس اس قانون کے رو سے ایک بین الاقوام کُل بن گئی جس کا کام اس قانون پر عملدرآمد کرانا ٹھیر گیا۔ اسی اثنا میں عربی اور اُس کے حریص ساتھی کا غول نمودار ہوا۔ جن کے سامنے سے اس ۲ سروالے حفاظتی کتے یعنے مجلس قرضہ کو پس پا ہونا پڑا۔ دوسروں نے عربی پاشا کا خاتمہ کردیا اور یہ مجلس قرضہ پھر اپنی جگہ پر بحال ہوگئی۔ وقتاً فوقتاً اس کے ممبروں میں تبدیلی ہوتی رہی۔ لیکن جو کوئی کہ اپنے اپنے وقت میں کمشنر رہے اُنھوں نے مجلس قرضہ کے تفویض جو خدمات تھیں ان میں فرق نہ آنے دیا یعنے وہ بطور ایک محافظ کتے کے مصر کے مداخل و مخارج پر نگران رہے۔

۱۹۔ اپریل ۱۸۸۴ء کو لارڈ گرینول نے دول کے نام ایک گشتی بغرض انعقاد کانفرنس جاری کی جس میں اُنھوں نے ان تبدیل پذیر حالات کی طرف دول کو متوجہ کرایا جو ۱۸۸۲ء کے جنگ کے باعث قانون ادائیگی قرضہ کے متعلق وقوع میں آئے تھے۔ اس گشتی میں حسب ذیل ۱۲ امورات

مذکور تھے جس پر غور کیا جانا مقصود تھا +

(۱) اسکندریہ کی بربادی کی وجہ سے جو جائداد کا نقصان ہوا تھا اور بین الاقوام کمیشن نے جو معاوضہ مصیبت زدگان کے لئے قریباً ساڑھے چھ کروڑ روپیہ کے ٹھیرایا تھا +

(۲) سوڈان پر مصر کے قبضہ جاری رکھنے سے جو خرچ بڑھ رہا تھا۔ اور وہاں بغاوت فرو کرنے پر جو کوشش کی گئی تھی اور جو تباہی اس کی وجہ سے اکتوبر ۱۸۸۳ء میں مصری فوج کو بھگتنا پڑی اور ساتھ ہی اس کے اب جو تدابیر خطرات کے انسداد کے لئے وہاں ضروری ہیں اس پر جو خرچ ہوا یا جو اب خرچ ہونا ہے اس کے لئے کم از کم ۷۵ لاکھ روپیہ درکار ہے +

(۳) گذشتہ تین سال میں انتظامیہ صیغوں میں محاصل سے اخراجات کا زیادہ ہونا۔ اور آب پاشی کی ترقی کیلئے بہت سے روپیہ کا درکار ہونا +

لارڈ گرینول نے اس کے بعد موازنہ کیا کہ قانون ادائیگی قرضہ کے نفاذ کے بعد جو اور قرضہ بڑھ گیا ہے اس کی ادائیگی کے لئے اور نیز اسکندریہ کا معاوضہ ادا کرنے کے لئے ۱۲ کروڑ روپیہ بطور قرض لینا ہوگا۔ عربی پاشا کی فوج کے باعث ایک دن میں جو اسکندریہ کو نقصان اٹھانا پڑا اس کا معاوضہ قریب ۶ کروڑ ۲۰ لاکھ روپیہ تھا۔ کُل معاوضہ کی رقم جس کا ادا کیا جانا فیصلہ ہو چکا تھا اسی قدر نہیں لیکن صرف ساڑھے ۵ کروڑ ادا کرنا تھا۔ قریب ۷۰ لاکھ روپیہ ایسے معاوضوں میں ادا کیا جا چکا تھا جس کا نقصان ۳ ہزار روپیہ کے اندر تھا اور جو غریب چھوٹے موٹے تجار و پیشہ ور تھے اور جن کی ضروریات کے لحاظ سے دیری نہ کی جا سکتی تھی +

اسی اثنا میں ایک کمیشن بصدارت سر ایولن بیرنگ مصر کی مالی حالت پر غور کرنے کے لئے لنڈن میں منعقد ہوا۔ سر ایولن بیرنگ

قاہرہ سے طلب کئے گئے تھے کہ وہ دولت برطانیہ کو مشورہ دیں کہ مصر
کی خطرناک مالی حالت کے متعلق جو دولتِ فرانس مخالف ہو رہی ہے
اس کی کیا تدبیر کی جائے۔ کمیشن نے اُس سال و نیز گذشتہ چار سالوں
کی مداخل و مخارج کی مدات پر بالتفصیل غور و خوض کرنے کے بعد
اپنی رپورٹ ۲۸۔ جون ۱۸۸۴ء کو پیش کر دی۔ جس میں اُسنے دکھایا کہ
۱۸۸۰ء سے لیکے جب سے کہ قانون ادائیگی قرضہ پاس ہوا قرضہ کی
تعداد معہ اس کمی کے جو ۱۸۸۴ء کے بجٹ میں ہونے والی تھی قریباً
۱۲ کروڑ روپیہ بڑھ گئی تھی۔ کمیشن نے حساب کیا کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ
کی رقم آب پاشی کے لئے درکار ہوگی۔ لیکن اُنھوں نے کہا کہ اگر احتیاط
کے ساتھ تخفیف برتی گئی اور اخراجات کی مختلف مدات میں دانائی کے ساتھ
کمی بیشی عمل میں لائی گئی تو صرف بارہ کروڑ روپیہ کا قرض بحساب ۴۔ رفیصدی
معہ سنکنگ فنڈ کے کافی ہو جائیگا۔ مصری گورنمنٹ پر اس سے سالانہ بار قریب پچپن
لاکھ کے بڑھ جائیگا۔ اس مجوزہ قرض کو خواہ دولت برطانیہ دے یا کم از کم اس کی
کفایت کرے۔ کمشنروں نے ۱۸۸۰ء سے لیکے ۱۸۸۴ء تک کے موازنہ پر نظر کر کے
یہ اوسط نکالا کہ مصر کی سالانہ آمدنی قریباً سوا تیرہ کروڑ روپیہ کے ہے۔ اور کل
خرچ جس میں قرضہ کی اقساط۔ اور جدید قرضہ کے سنکنگ فنڈ پر سود۔
اور انگریزی فوج کا خرچ جو مصر پر قابض ہے قریب ۹۰ کروڑ ۱۳ لاکھ
کے ہے۔ اس حساب سے قریب ۶۵ لاکھ روپیہ کی کمی آمدنی میں پڑتی
ہے۔ پس لارڈ گرینول اور اس کے معاونین کے سامنے یہ امر درپیش
تھا کہ دول خارجہ سے اس بات کی اجازت لیجائے کہ گورنمنٹ مصر
۱۲ کروڑ روپیہ قرض لے اور مختلف قرضوں کی ادائیگی میں ایسی سہولتیں
اُس کو دیجائیں اور قانون ادائیگی قرضہ میں ایسی آسانیاں پیدا کیجائیں
کہ جس سے نظم و نسق میں خرابی نہ پڑے اور گورنمنٹ مصر اپنے محاصل
و مخارج کو دانائی کے ساتھ برابر کر سکے۔ کمیشن نے نہ صرف اس ۶۵ لاکھ

کی کمی دُور کرنے کی سفارش کی بلکہ یہ بھی تجویز کی کہ بعد اخراجات کے قریب ۲۲۰ لاکھ روپیہ سالانہ مصری گورنمنٹ کو بچتا رہے۔ آخر میں کمیشن نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایسی تجویزیں عمل میں لائی جائیں جن سے مصری گورنمنٹ مقررہ اخراجات میں بیشی نہ کرسکے اور جہاں کہیں زیادتی اخراجات کی پائی جائے اُس کو روکا جائے۔ یہ آخری تجویز ایسی تھی کہ اُس کے عملدرآمد کرانے میں وقتاً فوقتاً انگریزی مشیر مال و نگران کار مصر کو مصری گورنمنٹ کی ناخوشی و غصہ برداشت کرنا پڑا۔

گو طوالت ہوگی لیکن اس موقع پر ناظرین کو جو معاملات سے اچھی طرح واقف ہونا چاہیں قانون ادائیگی قرضہ کے دفعات سے و نیز اُن بین الاقوام معاہدات سے جن سے بعد ازاں ترمیمیں وقوع میں آئیں مختصر طور پر آگاہ کردینا ضرور ہے ورنہ اُن مصری مشکلات کا سمجھنا جو گذشتہ ربع صدی میں پیش آئیں مشکل ہوگا۔ خوش قسمتی سے وہ حالت جو ۱۸۸۰ء کے قانون ادائیگی قرضہ سے و نیز ۱۸۸۵ء کے معاہدہ سے پیدا ہوئی تھی وہ اب فسانہ ماضی ہے۔ جدید انگریزی و فرانسیسی معاہدہ کی رو سے مصری گورنمنٹ کے ہاتھ کشادہ ہوگئے ہیں اور اب اُسی ملک نے ایک نئے عہد میں قدم رکھا ہے۔ پرانی شریعت جو رعد و برق اور احکام اور لعنتوں اور سزاؤں کو یاد دلاتی ہے اور جو مخلصی سے پہلے گذر چکی ہیں۔ منسوخ ہوگئیں۔ قرضہ بین الاقوام کے کمشنر۔ اسکے کاہن و لاوی جاچکے اور اب مصر گویا فضل کے عہد جدید کے نیچے آگیا ہے۔ محکمہ قرضہ بین الاقوام کی شریعت کے سخت احکام اور اُس کی رسمی قربانیاں اور ایام کی حفاظت جو مصر پر ایک فریضہ ناگزیر تھی اب مصر اُن سے آزاد ہوگیا۔ اب مصر اپنی مالیات کا جس طرح چاہے باستثنا چند باتوں کے خود انتظام کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ قرض کا سود اور سنکنگ فنڈ وقت مقررہ پر ادا کرتا جائے اور اپنا محاصل و

مخارج برابر رکھے۔اب اس کو اختیار ہے کہ اپنے محاصلات خود اپنے خزانے میں جمع کرے اور اپنے سادہ فرایض کے وقت مقررہ پر صدافت سے پورا کرتے رہنے سے اپنی نجات حاصل کرے۔لیکن اس بات کی ضرورت ہے کہ ایام ماضیہ کی ان ناخوشگوار باتوں کی کسی قدر تشریح کیجائے جو اُس وقت مصر کی مشکلات و پریشانیوں کا باعث تھیں۔گو اب اُن کا اثر معاملات مصر پر نہیں رہا تاہم جب تک کہ اُن کو ذہن نشین نہ کرلیا جائے سلسلہ واقعات کو اوراقِ آیندہ میں سمجھنا مشکل ہوگا۔ان کے ذہن نشین کر لینے سے ہم انگریزی قوم کی کوششوں کی بھی زیادہ قدر کرسکیں گے جو انھوں نے ان مشکلات پر غالب آنے کے لئے کیں جو اُن کے سامنے حائل تھیں ✤

قانون ادائیگی قرضہ کے رو سے ملک مصر کے نظم و نسق کیلئے قریب ۷ کروڑ روپیہ سالانہ کے خرچ کا موازنہ کیا گیا تھا۔اور مقننین نے اپنے خیال میں اس کو کافی سمجھ کر باقی محاصل کو قرضہ کے سود اور سنکنگ فنڈ کے لئے مخصوص کردیا تھا۔ ۱۸۸۰ء میں یہ قرضے حسب ذیل تھے۔

(۱) خاص قرض	۲۳۸۸۰۵۰۰۰
(۲) عام مختلف قرضے	۸۶۶۶۴۰۰۰۰
	۱۲۰۵۴۴۵۰۰۰

محاصل جو ان دونوں قرضوں کے سود اور سنکنگ فنڈ کی ادائیگی کے لئے مخصوص کئے گئے تھے وہ حسب ذیل تھے ✤

(۱) خاص قرضے کے لئے۔اسٹیٹ ریلوے و ٹیلیگراف و بندر اسکندریہ کے محاصل ✤

(۲) عام مختلف قرضے کے لئے۔محاصلات محکمہ چنگی اور سارے دیگر محاصل (معہ زمینوں کے محصول کے) جو چار صوبوں پر منقسم تھے یعنے صوبہ غربیہ صوبہ منوفیہ۔صوبہ بحیرہ صوبہ سیوت۔اس میں سے صرف

۷ فیصدی مستثنےٰ تھا جو ملکی انتظام کے مصارف کی غرض سے گورنمنٹ کو دیا جاتا تھا +

باقی متفرقات محاصل سلطنت کے اخراجات کے لئے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ ماسوا مذکورہ بالا قرضوں اور ان کے انتظام کے دو اور قسم کے قرضے بھی تھے۔ جو قرض دائرہ اور ملکی قرض کے نام سے موسوم تھے ان کی ادائیگی کی ضمانت آوّلاً وہ غیر منقولہ جائدادیں تھیں جو بالائی اور نشیبی مصر میں واقع تھیں اور جن کا انتظام ۳ مختلف کمشنروں کے سپرد تھا۔ ایک کمشنر انگریز تھا اور ایک فرنساوی اور ایک مصری۔ دائرہ خدیو کی خاص مملوکہ زمینیں تھیں جو مختلف ذرائع اور اوقات میں خدیو کے ہاتھ چڑھ گئی تھیں اور ان میں اکثر کاشت نیشکر کی زمینیں تھیں جو بالائی مصر میں نہایت عمدہ سمجھی جاتی تھیں۔ اور ملکی وہ بیش قیمت زمینیں نشیبی مصر میں تھیں جن کے مالک خدیو مرحوم کے خاندان کے لوگ تھے۔ خدیو اور ان کے خاندان کے سارے حقوق جو ان زمینوں پر تھے وہ اُن کے قرضخواہوں کو منتقل کر دیئے گئے اور یہ قرضخواہ مختلف قرضوں کے لئے ضامن ٹھیرے +

یہ دونوں قرض حسب تفصیل ذیل تھے۔

(۱) قرض دائرہ	۱۴۰۸۰۱۱۰۰
(۲) قرض صرف خاص	۱۲۷۵۰۰۰۰
	۲۶۸۳۰۱۱۰۰

خاص قرض کی ادائیگی کے لئے سالانہ قسط ۱۷۸۰۵۰۰ کی مقرر کی گئی اور اصل پر ۵ فیصدی سالانہ سود ٹھیرا اور سنکنگ فنڈ پر اس طرح حساب لگایا گیا کہ اُس سے ۶۱ برس میں قرض بیباق ہو جائے اور سالانہ دو قسطوں میں رقم ادا کی جائے۔ اگر کسی طرح اُس محاصل میں کمی پڑ جائے جو خاص قرض کی ادائیگی میں مکفل ہے تو لازم ہوگا کہ وہ

سب سے پہلے ان محاصل سے پورا کیا جائے جو عام قرض میں مکفل ہیں۔ عام قرض کی شرح سود ۴ فیصدی تھی اور اگر محاصل میں جو اس کے لئے مخصوص تھے کمی پڑے تو گورنمنٹ اس کو ادا کرنے کی ضامن تھی۔ جو محاصل خاص قرض اور عام قرض میں مکفل نہ تھے اُن پر گورنمنٹ کا اختیار تھا کہ اُن کو انتظامی امور سلطنت میں صرف کرے بشرطیکہ ذیل کی رقومات اوّل ادا ہو جائیں +

(۱) ترکی سلطنت کو خراج ۱۰۱۷۰۰۰

(۲) نہر سویز کے حصوں پر سلطنت برطانیہ کو سود ۲۹۱۰۰۰

۱۳۰۸۰۰۰

(۳) محاصل دائرہ کو بطور اعانت ۵۲۰۰۰

(۴) مقابلہ کے دعوے داروں کو سالانہ ۲۲۵۰۰۰

۲۷۷۰۰۰

جملہ ۱۵۸۵۰۰۰

گورنمنٹ کے محاصل پر اس امر کی ذمہ واری بھی عائد کی گئی۔ کہ اگر دائرہ و صرف خاص قرضوں کے سود کی ادائیگی میں کمی پڑے تو وہ گورنمنٹ ادا کرے +

اچھے حالات میں بھی امید نہ کی جاسکتی تھی کہ قانونِ ادائیگی قرضہ نے جو یہ سخت شروط مقرر کی تھیں وہ گورنمنٹ مصر پوری کر سکے۔

ھ ۱۸۷۱ء میں مصری گورنمنٹ نے اعلان دیا کہ جو شخص اپنی جائداد غیر منقولہ پر اپنے مقررہ محصول سے ۶ گنا زیادہ رقم اس وقت ادا کر دے گا تو اس کا محصول جو اس وقت مقرر تھا استمراری ہو جائے گا۔ اس پر لوگوں سے جبراً ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۸ء تک قریباً ۲۵ کروڑ روپیہ کے وصول کر لیا گیا۔ قانونِ ادائیگی قرضہ نے اس سے نصف ہو کر اس قرض مقابلہ کو ۲۵ کروڑ سے گھٹا کر قریب ۱۲ کروڑ کے کر دیا اور اُس کی ادائیگی کے لئے دعوے داروں کو یہ رقم سالانہ مقرر کر دی تاکہ ۵۰ برس میں یہ رقم ادا ہو جائے +

۱۸۸۰ء کے بعد بہت سی مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ گو عام قرض کا نرخ سود گھٹا دیا گیا تھا لیکن سنکنگ فنڈ کی قید بڑی سخت تھی۔ وہ حاشیہ جو اخراجات کی زیادتی کے لئے احتیاطاً چھوڑا گیا تھا ناکافی تھا دائرہ اور صرف خاص کے محاصل میں ہمیشہ کمی ہوتی تھی اور وہ کمی گورنمنٹ کو بھگتنا پڑتی اور بڑا بار ہوتی تھی۔ اور حالات روز بروز خراب ہوتے جاتے تھے۔ اس قانون کے نفاد کے ایک ہی سال کے اندر اور تمام ۱۸۸۲ء میں اور اُس کے دو سال بعد تک سارے ملک مصر میں بغاوت و بد امنی رہی اور اس کا اثر بجٹ کے محاصل پر بُرا پڑا۔ اخراجات بڑھ گئے اور محاصل میں بہت کمی ہوئی۔ ۳ سال میں یعنے ۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۳ء تک قریب سوا چار کروڑ کے محاصل میں کمی پڑی اور ۱۸۸۴ء میں اس کمی کا تخمینہ قریب ۶۷ لاکھ کیا گیا +

پس ان حالات میں قانون ادائیگی قرضہ پر عملدرآمد نہایت مشکل امر تھا نہ دولت برطانیہ کچھ کر سکتی تھی نہ گورنمنٹ مصر کے ہاتھ میں کوئی علاج تھا۔ نہ اُس وقت کی موجودہ مصری گورنمنٹ ان حالات کی ذمہ وار تھی۔ مصر و سوڈان کی بغاوت کے باعث ۱۸۸۰ء کی خوشگوار پیش بینیاں پوری نہ ہو سکیں۔ دول نے سرکار برطانیہ کو اس امر کی اجازت دی کہ وہ مصر میں امن و امان قائم کرے اور مصر میں ایک آیندہ جدید نظم کی بُنیاد ڈالے اور دول اس حالت میں سرکار برطانیہ کی کسی ایسی تجویز و خواہش کو روا نہ کر سکتے تھے جس سے ملکِ مصر کی مالی حالت بہتر بنجائے۔ چنانچہ لارڈ گرینول کی ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۴ء کی دعوت پر سُفراء فرانس۔ آسٹریا۔ جرمنی و اطالیہ و روس و ٹرکی بتاریخ ۲۸۔ جون ۱۸۸۴ء بمقام لنڈن معہ لارڈ گرینول و مسٹر گلیڈسٹن (جو اس وقت وزیر مال) کے اس غرض سے باہم جمع ہوئے کہ مصر کے

بجٹ پر سنجیدگی کے ساتھ غور و مشورہ کریں۔ ان بڑے بڑے ستاروں کے ارد گرد اُن کی ذریات چھوٹے چھوٹے ستارے تھے مثلاً قاہرہ کا انگریزی ایجنٹ۔ بیم بار بر جو قاہرہ میں فرانسوی ایجنٹ تھے۔ نیز محکمہ قرضہ کا نائب۔ اور مسٹر بلگبز جو معاملات مصر میں بڑے ماہر تھے پارس سے اس غرض سے طلب کئے گئے تھے کہ وہ انگریزی مالی تجویزوں پر نکتہ چینی کریں اور مسٹر بلم جو مجوز تجویز خورد کے نام سے مشہور تھے معہ چند دوسروں کے ان بڑے ستاروں کے معاون تھے۔ اس مقام پر ان سارے فضول مباحثوں کا ذکر کرنا جو اس مجلس میں ہوئے باعث طوالت ہوگا صرف یہ ذکر کرنا کافی ہے کہ ۷ جلسوں کے بعد یہ کانفرنس برخاست ہوگئی۔ گو یہ کانفرنس عملاً بیکار ثابت ہوئی لیکن ۱۸۸۵ء کی کانفرنس کے لئے اس نے ایک مثال کا کام دیا اور اُس کانفرنس میں بہت سے امور طے پائے۔ لارڈ گرینول نے ایک بجٹ پیش کیا جس میں اُنھوں نے نہایت عمدگی سے نہر سویز کے قرض و بعض دیگر قرضوں کی شرح سود میں تخفیف کی جس کا اوسط نصف فیصدی تھا۔ یُوں انھوں نے قریباً ساڑھے چھہتّر لاکھ روپیہ کی بچت سالانہ قرض کی ادائیگی میں دکھائی جس سے نظم و نسق سلطنت کے لئے قریباً ۲۰ لاکھ روپیہ سالانہ بچنے لگے سرکار برطانیہ نے ۱۲ کروڑ روپیہ قرض ساڑھے چار فیصدی سالانہ سود پر اپنی ضمانت سے دلا دینے پر آمادگی ظاہر کی جس میں سود اور سنکنگ فنڈ بھی شامل تھا تاکہ موجودہ قرض ادا کر دیا جائے۔ مگر اس روپیہ کی ادائیگی کا ذمہ مصر کے محاصل پر سب سے مقدم سمجھا جائیگا۔ انگریزی فوج پر جو مصر میں تھی ۴۵ لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ صرف کیا جائے گا۔ لارڈ گرینول کے مشیروں نے مصر کے محاصل اور مخارج کا حسب ذیل اندازہ کیا:

محاصل ۱۳۲۸۰۰۰۰

مخارج ۱۳۸۳۵۰۰۰

قرضوں کے متعلق انہوں نے قریباً ۷۷ لاکھ کی تخفیف کی اور اس طرح ۲۲ لاکھ کی بچت دکھائی۔ فرنساوی ماہرین نے اس موازنہ سے اس بنا پر اختلاف کیا کہ اُس میں زمین کے محاصل کا اندازہ کم لگایا تھا۔ اُنھوں نے محاصل کا معمولی اندازہ ۱۴ کروڑ روپیہ سے اوپر لگایا۔ اور اس امر پر اصرار کیا کہ زمین کا محصول گھٹایا نہ جائے بلکہ اسی شرح پر قائم رکھا جائے اور نیز مختلف قرضوں پر جو اس وقت سود کی شرح تھی وہی قائم رکھی جائے۔ اور اُنھوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس صورت میں بھی قریب ۹۰ لاکھ روپیہ کی بچت رہے گی۔ پس مباحثہ کا سارا زور محاصل پر تھا۔ فرنساوی سفیر اپنے مالیات کے ماہر مسٹر بلگیز کی تجویز کے منوائے جانے پر زور دیتا تھا کہ کم از کم دو سال تک اس پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد پھر اگر ضرورت ہو تو ایک کانفرنس منعقد ہو۔ ان دو سالوں میں زمین کے محاصل کے متعلق ایک کامل تحقیقات (معہ دوسرے دول کے) کیجائے اور اس اثنا میں کسی قرضہ کا شرح سود نہ گھٹایا جائے۔ مجوزہ ۲ کروڑ قرض کے لئے بعوض اس کے کہ صرف دولت برطانیہ اُس کی ضامن ہو ایک بین الاقوام ضمانت مقرر کیجائے۔ باوجود فرانس کے اختلاف کے دولت برطانیہ اپنی تجویزوں پر قائم رہی اور ۲۔ اگست ۱۸۸۴ء کو بعد سخت جدوجہد کے جو لارڈ گرینول اور بعض دیگر سفراء خارجہ کے مابین واقع ہوئی۔ یہ کانفرنس برخاست ہو گئی +

ساتویں فصل

لارڈ نارتھ بروک کی سفارت۔ فیصلہ

لارڈ نارتھ بروک کا مصر کو بھیجا جانا۔ ان کی صلاح سے سنکنگ فنڈ کا منسوخ ہونا۔ محکمہ قرضہ بین الاقوام کا مصری گورنمنٹ پر نالش کرنا سنکنگ فنڈ کا پھر قائم ہونا۔ لارڈ نارتھ بروک کی کارروائی پر موافق اور مخالف دلائل۔ محکمہ قرضہ کے ممبروں میں روسی و جرمنی ممبروں کا بڑھایا جانا۔ ان جدید کمشنروں کی تنخواہ کے مسئلہ کا فیصلہ۔ مصر میں افلاس اور بے چینی کا بڑھنا۔ مصری باسفور کا واقعہ ؛

جب مجلس وزراء برطانیہ کی تجویزوں پر عملدرآمد نہ ہوا تو لارڈ نارتھ بروک جو مجلس وزراء کے ایک ممبر تھے بطور ہائی کمشنر کے مصر بھیجے گئے تاکہ وہاں بطور مشیر کے کام کریں۔ ۹ ستمبر کو وہ قاہرہ پہنچے تو اس وقت حالات نہایت نازک نظر آئے۔ انکو معلوم ہوا۔ کہ اسی مہینہ میں قریب ۷۲ لاکھ روپیہ کے محاصل میں کمی تھی۔ اور اکتوبر و نومبر میں اس رقم کی ادائی کے لئے جو بنک سے عارضی طور پر قرض لیا گیا تھا ضرور تھا کہ قریباً سوا دو کروڑ روپیہ قرض لے کر وہ رقم ادا کیجائے۔ علاوہ ازیں نظم ونسق سلطنت کے اخراجات کے لئے بھی اِن ۲ مہینوں میں رقم درکار تھی۔ لارڈ نارتھ بروک نے معلوم کیا کہ نومبر کے ختم ہونے سے پہلے کُل رقم جس کا ہونا ضروریات سے ہے قریباً ڈھائی کروڑ ہے۔ اُنہوں نے سب سے پہلے جو دلیرانہ تجویز پیش کی اور جس سے گو ناراضی کا سخت احتمال تھا مگر وہ تجویز ایسی ضروری و مفید تھی جیسے چکّی کے لئے پسان۔ اُنہوں نے مجلس وزراء برطانیہ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ مصری گورنمنٹ کی اِس بات میں

تائید کرے کہ قانون ادائیگی قرضہ کے رو سے جن رقومات کا ادا ہونا ضروریات سے ہے وہ چند روز کے لئے ملتوی کردیجائیں۔ اُنھوں نے یہ تجویز پیش کی کہ اُس مہینہ کی ۲۵ تاریخ (اکتوبر) تک مصری گورنمنٹ محکمہ قرضہ کے خزانہ سے اپنے خزانہ میں اُس سارے محاصل کو منتقل کرلے جو قرض خاص کی سالانہ قسط اور قرض عام کے سود ادا کرنے کے بعد بچتی ہو۔ اس طور سے قریباً ۳۴ لاکھ روپیہ ہاتھ آجائے گا۔ جس سے سلطنت کے ضروری اخراجات مثل ترکی خراج اور عہدہ داروں کی تنخواہوں وغیرہ کا کام چل جائے گا۔ گورنمنٹ برطانیہ نے اس تجویز کو منظور کرلیا اور ۱۸ ستمبر کو اپنی منظوری کی اطلاع ان سلطنتوں کو دیدی جن کا محکمہ قرضہ سے تعلق تھا۔ اس کے دوسرے ہی روز محکمہ قرضہ نے ایک باضابطہ اعتراض مصری گورنمنٹ پر کیا کہ قانونِ ادائیگی قرضہ سے کیوں انحراف کیا گیا۔ اور اس کے تھوڑے ہی دِن بعد دوَل نے اس اعتراض کی تائید کی۔ اس مخالفت کے دبانے کے لئے لارڈ نارتھ بروک نے اپنے مشیروں سے وعدہ کیا کہ وہ تاوان جو مصر میں رہنے والی رعایاء خارجہ کو ادا کیا جانا چاہیئے جلد ادا کردیا جائے اور اُنھوں نے اس وقت کے حالات کے متعلق ایک رپورٹ لکھنا شروع کی تاکہ شروع نومبر میں اس کو پیش کریں۔ باوجود اس کے ۵۔ اکتوبر کو فرنساوی۔ آسٹرین اور اطالین کمشنران محکمہ قرضہ نے مصر کے وزیر اعظم نوبر پاشا اور وزیر مال اور نیز اُن افسران محکمہ جات کے نام جن کا تعلق بسبب ادائے محاصل محکمہ قرضہ سے تھا ایک باضابطہ نوٹس اس مضمون کا بھیجا کہ آپ صاحبان ۲۰۔ اکتوبر کو مخلوط عدالت کے سامنے جوابدہی کے لئے حاضر ہوں۔ مگر انگریزی کمشنر نے دوسرے کمشنروں سے اس معاملہ میں اختلاف کیا۔ مسٹر (بعد میں سر) آلونزدنی نے اس وقت یہ کہا۔ کہ آپ اِس امر سے آگاہ ہیں کہ انگلستان کی عام

رائے مصر و مصریوں کی بہبودی کا خیال بہ نسبت تمسک داران کے زیادہ کرتی ہے۔ اس وقت جبکہ مجلس وزراء انگلستان کا ایک ممبر خود مصر میں مالی حالات کی بہتری کے وسائل پر غور و خوض کر رہا ہے۔ اگر ہم اس کے کام میں مصری گورنمنٹ کے پہیہ میں روڑ اٹکا کر مشکلات پیدا کریں گے تو انگلستان و دیگر مقامات کی عام رائے نہ تو محکمہ قرضہ کے ساتھ ہمدرد ہوگی اور نہ اُس کے کمشنروں کے جو اس کے نائب ہیں۔" مسٹر منی نے یہ دلیل پیش کی کہ اگر اس مقدمہ میں مصری گورنمنٹ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ اور مصری گورنمنٹ اُس رقم کو جو سنکنگ فنڈ سے اُس نے اپنی طرف منتقل کرلی ہے محکمہ قرضہ کے خزانہ کو واپس نہ کر سکی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گورنمنٹ کی جائداد قرق ہوگی۔ اور اس سے گورنمنٹ مصر کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں کہ گورنمنٹ مصر کے اعتبار کو کمزور کر دیا جائے۔ اور اُس پر نئے مالی خطرے لائے جائیں تمسک داران کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیا جب ملک زیادہ بہ زیادہ تباہ ہوگا تو تمسک داراں اُس سے زیادہ سرسبز ہو سکتے ہیں؟ گو یہ دلائل نہایت معقول تھے لیکن محکمہ قرضہ کے کمشنروں کی نظر میں وہ غیر متعلق دلائل تھے۔ کیونکہ مصری گورنمنٹ نے حسب ایماء ایک سلطنت (انگریزی) کے اس بین الاقوام معاہدہ کی علانیہ خلاف ورزی کی تھی جس کا نفاذ خدیوی فرمان سے ہوا تھا اور جس میں وہ تعلقات جو گورنمنٹ مصر و قرضخواہوں کے مابین تھے صاف و صریح موجود تھے۔ ظاہر تھا کہ اگر محکمہ قرضہ اس کا مواخذہ نہ کرتا تو یہ اس کے ادائے فریضہ کے خلاف تھا۔ گو بالاعلان اس کا ذکر نہ ہوا تھا لیکن فرنساوی گورنمنٹ نے دولت برطانیہ کا اس معاملہ میں قافیہ تنگ کر دیا تھا اور اُس کی یہ خواہش تھی کہ دولت برطانیہ مشکلات میں پھنسی رہے۔ اُس نے جان بل (برطانیہ) کے سر کو عدالت کے شکنجہ میں پھنسایا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ اُس کو سزا ملے۔ اگر مصری گورنمنٹ پر مشکلات تھیں تو یہ اُس کے مربی و پشت پناہ مجلس وزراء برطا[illegible] کا کام تھا

کہ ان مشکلات میں اس کی مدد کرے۔ قاہرہ میں اُس وقت نہ صرف مجلس وزراء برطانیہ کا ایک ممبر موجود تھا بلکہ انگریزی ایجنٹ و مشیر مال بھی وہاں تھے۔ کیا اُن کو سوائے اس تجویز کے کوئی اور تجویز نہ ملی؟ کیا ان کو سوائے اسماعیل پاشا کے [illegible] دینے کے اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی؟ ۱۴ - اکتوبر کو محکمہ قرضہ کی ادائیگی حسب معمول پھر شروع ہوگئی اور قریب ۷ ہفتہ لارڈ نارتھ بروک مصر میں رہ کر انگلستان واپس چلدیئے۔ جانے سے پہلے اُنھوں نے اپنے معترض کے اعتراضات کے جواب قلمبند کردیئے۔ اُن کے خیال میں اُنکے دلائل معقول و مضبوط تھے لیکن اُنھوں نے اس معقول اعتراض کے جواب دینے سے جو سب میں اہم تھا اغماض کیا کہ اُنھوں نے جس کارروائی کی صلاح مصری گورنمنٹ کو دی۔ وہ خلاف قانون و معاہدہ تھی۔ لارڈ نارتھ بروک نے کمشنروں کی کارروائی کو جلد بازی پر محمول کیا۔ گو منجملہ چار کمشنروں کے تین کمشنروں نے اس کارروائی میں حصہ لیا لیکن یہ سب کو معلوم تھا کہ اطالین کمشنر اس وقت قاہرہ سے غیر حاضر تھا۔ اور انگریزی کمشنر اس کارروائی کا مخالف تھا۔ محکمہ قرضہ نے قرضخواہوں کا نائب بنکر یہ کارروائی کی تھی۔ اگر اس کارروائی کے موافق عملدرآمد ہوتا تو مصر بالکل دیوالیہ ہو جاتا۔ اور پھر قرضخواہ اُس سے کیا حاصل کرتے؟ یہ بالکل ممکن تھا کہ محکمہ قرضہ جو لارڈ نارتھ بروک کی سفارت سے بخوبی آگاہ تھا۔ ذرا صبر کرتا اور انکی رپورٹ کی انتظار کرتا اور اُن کی آخری تجویزوں پر غور کرتا قبل اس کے کہ وہ مصری گورنمنٹ کو عدالت میں لے دوڑتا۔ جب لارڈ نارتھ بروک مصر پہنچے تو مصری خزانہ کی حالت ایسی خراب ہو رہی تھی کہ دول سے مشورہ وغیرہ کرنے کا وقت باقی نہ رہا تھا۔ ترکی کا خراج ہنوز ادا نہ ہوا تھا اور وقت پر اس کا ادا نہ ہونا خوفناک نتائج کا باعث ہوتا کیونکہ مصر ترکی کی باجگذار ریاست ہے۔ لنڈن کی کانفرنس میں خود فرانسیسی گورنمنٹ نے اس امر سے اتفاق کر لیا تھا کہ مختلف قرضوں کے متعلق سنکنگ فنڈ معطل کر دیا جائے۔ اور دوسری سلطنتوں نے

بھی اس سے اتفاق ظاہر کیا تھا +

یہ دلائل دوست اور موافق سلطنتوں کی نظر میں خواہ کیسی ہی معقول سمجھی جاتیں لیکن فرنساوی مجلس وزراء نے جو نہ موافق تھے اور نہ دوست ان پر کچھ التفات نہ کیا۔ اُن کے خیال میں مصری گورنمنٹ جسکی پشت پناہ پر دولت برطانیہ موجود تھی اور ذرائع و وسائل سے روپیہ مہیا کر سکتی تھی لیکن محکمہ قرضہ کے خزانہ سے جس کو خود مصری گورنمنٹ نے دوسری سلطنتوں کے ساتھ ملکر قائم کیا اور ۴ برس قبل اسکے متعلق قانون نافذ کیا تھا۔ روپیہ منتقل کر لینا صاف و صریح طور پر اُس قانون کی خلاف ورزی کرنا تھا۔ بین الاقوام معاہدہ کا توڑنا ایک بڑا جرم ہے +

پرنس بسمارک نے جن کا اُس وقت کوئی جھگڑا ابھی مجلس وزرائے انگلستان سے تھا۔ کہا کہ اِس سے بین الاقوام معاہدات مشرقی کا مسئلہ سخت خطرے میں ہو گیا ہے۔ اور اس میں نہ صرف دولت برطانیہ کیلئے بلکہ دوسری دولتوں کے لئے بھی ایک خطرہ عظیم کا سامنا ہے۔ یورپ نے سلطنت برطانیہ کو مصر میں بطور اپنے سفیر کے مقرر کیا تھا اور اس لحاظ سے دولتِ برطانیہ کا فرض تھا کہ وہ اُن فرائض کا جو از روئے معاہدات مصر پر عائد کئے گئے ہیں، خود ادب کرتی اور بحیثیت محافظ مصر ان کو گورنمنٹ مصر سے پورا کروانی۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۴۔ اکتوبر کو ادائیگی حسب معمول پھر شروع ہو گئی۔ ۹۔ دسمبر کو مخلوط عدالت نے سب سے پہلی مرتبہ مصری گورنمنٹ کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ مصری گورنمنٹ نے اس کا اپیل دائر کر دیا لیکن قبل اس کے کہ اس اپیل کی سماعت ہو مختلف سلطنتوں نے مصر کی تمام دکمال مالی حالت کے متعلق ایک سمجھوتہ کر لیا اور یہ کارروائی داخل دفتر ہو گئی +

جرمن اور روس کی سلطنتیں مصری سلطنت کی اس بے ضابطگی و بدمعاہدگی سے ایسی برافروختہ ہوئیں کہ اُنھوں نے بنظر استحفاظ حقوق یہ خواہش ظاہر کی کہ آیندہ سے محکمہ قرضہ پر اُن کے نائبین بھی مقرر کئے جائیں۔

۱۸۸۳ء میں جرمن رعایا کی تعداد مصر میں ۹۴۸ تھی۔ روسی رعایا (جن میں مشرقی لوگ بھی شامل تھے) کی تعداد ۵۳۳ تھی۔ برلن میں ۱۸۸۷ء تک مصری تمسکات کی مانگ نہ تھی اور روس میں ۱۸۸۵ء تک بہت سی خفیف مانگ تھی۔ ترکی نے بھی اپنے نائب محکمہ قرضہ پر بڑھائے جانے کی درخواست کی لیکن اس کو اجازت نہ دی گئی۔ کمشنروں کی تعداد جو اب تک چار پر محدود تھی ۶ کر دی گئی۔ اب تک ۴ کمشنروں کی تنخواہوں پر ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا لیکن اب ۶ پر دو لاکھ ۷۰ ہزار صرف ہوگا۔ پرنس بسمارک نے کمشنروں کی تعداد اضافہ کرنے کی سفارش کے وقت اسقدر مہربانی کی اور کہا کہ اس اضافہ کے ساتھ میں مصری گورنمنٹ پر کوئی مالی بار نہیں ڈالنا چاہتا لیکن اُنھوں نے یہ رائے دی کہ ۴ کمشنر جو پہلے سے ہیں اُن کی تنخواہوں کو کم کر کے ۲ اور کمشنروں کی تنخواہیں اسی میں سے نکالی جائیں دوسرے لفظوں میں ان کا مطلب یہ تھا کہ اب تک ۴ کمشنروں پر جو ایک لاکھ اسی ہزار سالانہ صرف ہوتا ہے وہی ۶ پر تقسیم کیا جائے۔ اس پر بہت کچھ بحث و مباحثہ و خط و کتابت ہوتی رہی یہاں تک کہ ۱۸۸۵ء میں مصر کے مالی معاملات پر ایک سمجھوتہ ہو گیا اور گو فرانس نے حسب معمول ہر ایسی تجویز کی مخالفت کی جس سے مصر کے محاصل کا بار ہلکا ہوتا۔ تاہم مجلس قرضہ پر جرمن اور روسی کمشنر بڑھا دیئے گئے۔ لیکن چونکہ پہلے کے ۴ کمشنر ۵ سال کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور ان میں سے کوئی اپنی تنخواہ گھٹائے جانے پر قبل اس مدت معینہ کے راضی نہ تھا اس لئے یہ فیصلہ قرار پایا کہ پہلے تین سالوں میں مصری گورنمنٹ ان دو جدید کمشنروں کو ۴۵ ہزار روپیہ سالانہ کے حساب سے تنخواہ دے اور ۳ سال کے بعد کوئی کمشنر ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ تنخواہ نہ پائے۔ علاوہ ازیں یہ بھی طے ہو گیا کہ سوائے مصری وزرا کے کوئی مصری عہدہ دار ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ یعنے ڈھائی ہزار روپیہ سے زیادہ تنخواہ نہ پائے۔ ایسی مالی مصیبت کے وقت بھی مصر کو مجبور کیا گیا

کہ بجائے ۴ کے اب ۲ بدیشی کمشنروں کو ۳ سال تک دو لاکھ ۱۲ ہزار روپیہ سالانہ کے حساب سے تنخواہ دے اور ۳ سال کے بعد ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ دی جایا کرے۔زیادہ سے زیادہ دو کمشنر جس کام کو بآسانی ادا کر سکتے تھے۔ اس پر ۲ کا اضافہ کیا گیا۔اگر یہی روپیہ اُس قرض میں ادا کر دیا جاتا جس کے لئے یہ کمشنران بطور نائب کے تشریف لائے تھے۔تو قرض بھی زیادہ ہلکا ہوتا جاتا اور دوسرے محاصل پر اس کا بار بھی نہ پڑتا۔تمام مصری حکام کی تنخواہ کو ۳۰ ہزار سالانہ یعنے ڈھائی ہزار روپیہ ماہانہ پر محدود کر دینا بھی آگے چلکر بہت سی خرابیوں کا باعث تھا ✦

ناٹک کے ہر ایک بڑے تماشہ میں درمیانی چھوٹی چھوٹی نقلیں ہوا کرتی ہیں جو بڑے تماشہ کا ضمن ہوتی ہیں۔مصر کا سب سے بڑا تماشہ مہدی مصر سے کشمکش کرنا ہے اور اُس کا مختلف اقوام خارجہ سے۔ان کے درمیان میں چھوٹی چھوٹی نقلیں آجاتی ہیں جو بطور خود تو چنداں دلچسپ نہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق ان دو بڑے تماشوں میں سے ایک سے کسی قسم کا ہوتا ہے اس لئے وہ قابل لحاظ ہیں۔ان میں سے محکمہ قرضہ کا یکایک یورش کرنا ایک درمیانی نقل سمجھنا چاہیئے اور خاصکر مصری یاسفور کا معاملہ ✦

وہ آسایش دامن کا عہد جس کی امیدیں لارڈ ڈفرن کے آنے سے مصر میں بندھی تھیں عرصہ ہوا کہ پادر ہوا ہو گئیں۔وہ اعتبار جو مصر کو سرکار برطانیہ کی امداد اور ذرائع کے متعلق ۱۸۸۳ء میں پیدا ہو چلا تھا سالہا سال مابعد کے تجربوں کے باعث جاتا رہا تھا۔اسکندریہ کے نقصانات کے معاوضہ کی ادائیگی میں دیر ہونے نے نہ صرف دولتمند یوروپی جنکا نقصان ہوا تھا بے چین ہو گئے تھے بلکہ چھوٹے موٹے تجار اور پیشہ ور تو اس دیری سے بالکل تباہ ہو گئے تھے۔انگریزی وزرا کا اس امر پر ہاں ہاں کرنا کہ سرکار برطانیہ عنقریب انگریزی فوج کو مصر سے واپس بلالے گی ملک کے امن و امان اور ترقی کے لئے مضر تھا۔سونے کی قدر کا زیادہ بڑھنا جسکی ابتدا ۱۸۷۶ء

سے ہوئی تھی اور اسی کے ساتھ مال کا زیادہ پیدا ہونا اور اجناس کا نرخ
سستا ہو جانا ایسے امورات تھے جن کا اثر ان ملکوں میں زیادہ محسوس کیا
جاتا تھا جہاں سونے کا سکہ رائج تھا۔ شکر اور روئی کا بھاؤ مدھم ہونا جو
مصر کی خاص اجناس برآمد میں مصر کے لئے تباہ کن تھا۔ ملازم پیشہ جن پر تخفیف
کی تلوار جھوم رہی تھی اور جن کی تنخواہیں کم ہو رہی تھیں نہایت مایوس ہو رہے
تھے۔ ترکی اور عرب امرا اور زمیندار نئے انگریزی حکام کو مشتبہ نظر سے دیکھتے
تھے۔ وہ ان کے مقاصد کو نہ سمجھتے تھے اور اُن کی کوششوں سے ان کو خطرہ
تھا اور ان کے طریقے ان کو سخت ناپسند تھے۔ فرنساوی آبادی جو مصر میں تھی
وہ تمام و کمال کونسل جنرل سے لیکر ادنٰے پیشہ ور تک اس آگ کو اور بھڑکاتے
اور اس پر گویا تیل ڈالتے تھے۔ ۱۸۸۴ء کے بہار اور موسم گرما میں انگریزی
ایجنٹ مقیم قاہرہ لنڈن چلے گئے تھے اور اس مالی کانفرنس میں موجود تھے
جو ناکامیاب ہو کر برخاست ہو گئی تھی۔ جب وہ قاہرہ واپس آئے تو انھوں
نے عوام میں اس بے چینی کو محسوس کیا جو اُس وقت پھیل رہی تھی اور
جس سے سخت اندیشے خود ان کو اپنی حالت کے متعلق نظر آتے تھے چنانچہ
انھوں نے ۱۸۸۴ء کے آخری دنوں میں لکھا کہ مصر کے مالی معاملات کے
فیصلہ کرنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اُس سے مصر کی عوام رائے بہت بے
چین ہو گئی ہے اور انگریزی گورنمنٹ سے اُن کا اعتماد جاتا رہا ہے۔ ہر قسم
کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ اسکندریہ کا معاوضہ اب تک ادا نہ ہونے کے
باعث مصیبت زدوں کو بہت تکلیف ہے۔ تجارت بہت مدھم پڑ گئی ہے
اور لین دین تو بالکل بند ہو گیا ہے۔ چند ماہ کے اندر لامحالہ مالی حالت پھر
بہت نازک و خطرناک ہو جائے گی کیونکہ مصر کا خزانہ بالکل خالی ہو
جائے گا۔"

مادہ بالکل طیار ہے پس آگ لگنے کی دیر ہے کہ بھڑک اُٹھے۔ اس بے چینی
اور مایوسی کے انبار شدہ مادہ پر یہ اور اضافہ ہوا کہ ناگہاں فرانس کے توپخانے

سے ایک خوفناک قسم کی چنگاڑی آ پڑی ہے +

یہ چنگاڑی کیا تھی؟ یہ مصری باسفور کے واقعہ کے نام سے مشہور ہے یہ گو ایک بڑا اہم اور بذاتہ خطرناک معاملہ نہ تھا لیکن جس وقت کہ مصر میں یہہ معاملہ اُٹھا تو اس وقت تھوڑے دِنوں کے لئے اس نے بڑی اہمیت اختیار کر لی۔ اُن ایام میں فرنساوی آبادی جو مصر میں تھی اس کی مثال تیل کے سُد سے دیجا سکتی ہے دریائے نیل کے بہاؤ کے راستہ میں جو سُد ہو جایا کرتی ہیں تو یہہ اِس ندی کے پانی کو جو دُور دُور تک سرسبزی و شادابی پھیلاتے کا باعث ہوتا ہے روکتی ہیں اور اُس پانی میں جو خس و خاشاک ہوتا ہے اس کو خود جذب کر کے یہ سدیں بنجاتی ہیں۔ یا سفور فرنساوی قوم کا ایک اخبار تھا جو قاہرہ میں چھپتا تھا اور یہ اخبار اُن لوگوں کا آلہ تھا جو اکثر شریر النفس تھے۔ اِس اخبار میں سوائے بدگوئیوں اور زہریلی مضر باتوں کے بہت کم اچھی باتیں شائع ہوتی تھیں۔ اس کا لہجہ گستاخانہ و بیہودہ و فحش ہوتا تھا۔ معمولی باتوں کو بات کا بتنگڑا بنا دینا اور بڑی باتوں کو بے حقیقت ظاہر کرنا اس اخبار کا شیوہ تھا۔ اس لحاظ سے یہ اخبار بہ نسبت اُسکے ملک کے دیگر اخباروں سے کِسی قدر بڑھا ہوا تھا۔ یہ اخبار نہ صرف انگریزی سرکار اور مصری گورنمنٹ کے تجویز و فعل کو بُرے پیرایہ میں دکھانے کا عادی تھا بلکہ سوڈان کے متعلق جو اُس وقت بغاوت و بدامنی و مصائب کا ذکر ہو رہا تھا طرح طرح کے جھوٹے و بے بُنیاد افواہیں چھاپتا تھا مصری لوگ سوڈان سے ہمدردی رکھتے تھے۔ وہ نہایت مفسدانہ خبر جو اُس نے فروری ۱۸۸۵ء میں چھاپی اور عربی زبان میں بذریعہ ایک مشتعل کرنیوالے مضمون کے اُس کو چھاپا۔ مہدی کی طرف سے اہل مصر کو ایک پیغام تھا کہ وہ سب ایسے وقت میں مہدی کے شریک ہو جائیں۔ باسفور کے ایڈیٹر کا ایک ہموطن بنام آلیو ٹرپین جو ایک برادرانہ محبت کا پیغام پارس سے لیکر خرطوم گیا تھا مہدی نے اس کی طرف و نیز فرانس کے محبت امیز پیغام

کی طرف چنداں التفات نہ کی اور نہ فرانس کے اس پیغام کو قبول کیا۔ یہ شخص الجید کے قریب نہایت افلاس میں مرگیا۔ اس پر فرنساوی اخباروں کو ایک اچھا موقع ہاتھ آیا اور اُنہوں نے ظاہر کیا کہ مہدی کو قاہرہ سے بڑی دلچسپی ہے۔ اگرچہ باسفور ایک مشہور پُرانا مُجرم تھا لیکن جب اُس نے علانیہ مہدی کے اعلان کو چھاپ کر مہدی کا آلہ بننا چاہا تو نوبر پاشا مصر کے صدر اعظم نے خیال کیا کہ اب موقع ہے کہ ازروئے قانون حقوق رعایاء خارجہ وہ اپنے اختیار کو استعمال کریں اور اس اخبار کو بند کردیں۔ چنانچہ نوبر پاشا نے ضروری احتیاط کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکان جس میں چھاپہ خانہ تھا وہ ایک پرائیویٹ یعنے خانگی مکان تھا جس میں کچھ فرنساوی رعیت رہتی تھی۔ ازروئے قانون حقوق رعیت خارجہ درمصر کی مصری پولیس کو یہ پُورا اقتدار نہ تھا کہ وہ کسی خانگی مکان میں جس میں رعیت خارجہ رہتی ہو مداخلت کریں گو کسی چھاپہ خانہ میں انکو مداخلت کا حق تھا۔ اُن دنوں میں غالبًا کوئی انگریز بھی بلا کسی فرنساوی کی دعوت و اجازت کے اس کے مکان میں داخل ہونے کی جرأت نہ کرسکتا تھا لیکن مصری افسر اپنی گورنمنٹ کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو اپنا فریضہ ادا کرنا تھا۔ پس وہ اس خانگی مکان میں جس میں چھاپہ خانہ بھی تھا داخل ہوا اور یُوں قانون حقوق اقوام خارجہ درمصر کی خلاف ورزی واقع ہوئی۔ فرنساوی قوم کو اس سے چیخ وپکار و اظہار غصہ کا خوب موقع ہاتھ لگا اور مصر میں جتنے فرنساوی آباد تھے سب نے ایک آواز ہوکر شور مچانا شروع کیا۔ اور ایک لحظہ میں یہ واقع ایسا اہم ہوگیا کہ وزارت فرنساوی کے لئے ایک غورطلب مسئلہ بنگیا۔ فرنساوی کونسل جنرل جو قاہرہ میں تھا اس نے نہایت غیظ و غضب کا اظہار کیا موسیو ڈے فرنسنٹ نے پارس سے اس امر کا تقاضا کیا کہ اس خلاف ورزی کا فی الفور جواب دیا جائے موسیو واڈنگٹن نے لارڈ گرینول سے نہایت زور وشور سے بیان کیا۔ کہ یہ کارروائی ایک بڑا

کمینہ و شرمناک جرم ہے +

دغاباز و بے وفا انگلستان نے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ دن دہاڑے سارے یورپ کے سامنے عمداً ایک بین الاقوام قانون کو توڑ دیا اور اب وہ قانون حقوق اقوام خارجہ در مصر کو بھی توڑ کر ایک مثال اس امر کی قائم کرنا چاہتا ہے کہ یہ قانون منسوخ ہو جائے۔ سارا فرانس۔ اخباری فرانس۔ اس باسفور کے معاملہ میں متفق ہو کر شور مچانے لگا۔ غرض ہمارے ہمسایہ غیظ و غضب کے جوش میں اس درجہ بدحواس ہو گئے۔ جو جنون کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اور عقل بالائے طاق رکھدی۔ اسی اثنا میں ایک طُرفہ شگوفہ یہ کھلا کہ ترکی نے دخل در معقولات کی اور گورنمنٹ کی کارروائی کو حق بجانب قرار دیا اور اخبارات کے مبالغہ پر ملامت کی۔ کوئی تعجب نہیں کہ لارڈ گرینول کے لیئے اس نئے دوست کی کارروائی بہ نسبت اپنے پُرانے مخالف کے زیادہ باعث حیرانی ہوئی ہو۔ قصہ مختصر اس تمام شور و غل کا نتیجہ یہ ہوا کہ لنڈن سے مصری گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ سلطنت فرانس سے معافی مانگ لیں چنانچہ نوبر پاشا صدر اعظم مصر بہ نفس نفیس فرنساوی کونسل جنرل کے پاس گئے اور اپنی ضابطگی پر اظہار معذرت کیا۔ اور وہ چھاپہ خانہ پھر جاری ہو گیا۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ مجلس وزراء انگریزی کو شکست اُٹھانا پڑی۔ لیکن ہمارے ہموطنوں کے لیئے مصر میں مشکلات سہتے سہتے آخر کار وہ وقت آگیا تھا کہ وہ اپنی فطرتی اور قدیم قومی بلڈاگ کی سی خاصیت ثابت قدمی کو دکھانا شروع کریں۔ چنانچہ اس بلڈاگ نے اپنے جبڑے کی زبردست اور خوفناک گرفت کا اظہار شروع کر دیا +

آٹھویں فصل

اندرونی حالت

فتح خرطوم اور کانفرنس لنڈن ۱۸۸۵ء کے اجلاس کے اختتام کے ساتھ معاملات مصر کا دوسرا دور ختم ہوا۔ پہلے دور کا آغاز لارڈ ڈفرن کی سفارت ۱۸۸۲ء کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ جب نئے طریقہ پر انتظام قائم کیا گیا تھا۔ دوسرا دور سر ایولین بیرنگ کے تقرر کے ساتھ ۱۸۸۳ء میں شروع ہوا تھا۔ اس میں جنرل گورڈن کی مہم اور کانفرنس لنڈن ۱۸۸۴ء اور انٹرنیشنل کانفرنس (کانفرنس بین الاقوام) ۱۸۸۵ء کا زمانہ شامل ہے۔ اس کے ساتھ اس باب کی آخری فصل کا خاتمہ ہوگیا۔ تیسرے باب کی ابتدا کے ساتھ بھی کئی مشکلات وابستہ تھیں۔ مگر وہ سابق کی پیچیدگیوں کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔ ایک مشکل یہ تھی۔ کہ خلیفہ (مہدی ؟) حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اور دوسری قباحت یہ تھی۔ کہ مالیہ بہت ناقص حالت میں تھا۔ اور اس کا خدشہ سب سے زیادہ تھا کیونکہ خلیفہ کا مقابلہ بآسانی ہوسکتا تھا۔ مگر یہ تحقیق نہ تھا۔ آیا مصر میں اس قدر مقدرت ہے کہ وہ مالی مشکلات کو رفع کرسکے۔ اور ان دونوں آفتوں کی طرف سے چار پانچ سال تک اطمینان نہ ہوسکا (میدان توشکی میں ۱۸۸۹ء میں درویشوں کو شکست فاش ملنے سے ان کی جمیعت منتشر ہوئی۔ اور پھر چار برس تک آمدنی وخرچ برابر رہا) اس وجہ سے ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۹ء تک تیسرا دور رہا۔ اس کے اخیر میں جاکر معلوم ہوا۔ کہ خرطوم اور پیرس کی طرف سے مصر کو کوئی خوف نہیں ہوسکتا۔ اور چاہے کچھ ہو+ اس دور میں بھی برٹش ایجنٹ کو بڑی جانفشانی اور سینہ کاوی سے کام کرنا پڑا۔ کئی دشواریاں انتظام اور ترقی کے راستہ میں

حائل تھیں۔ مگر کوشش ٹھکانے لگتی رہی۔ اور سال بسال خوشحالی کی بنیاد پڑتی گئی۔ سخت جنگ سوڈان یا سواکن کے علاقہ میں ہوتی تھی۔ مگر اس کا نتیجہ مصر کے حق میں نِکلتا۔ لیکن مالی مشکلات کا معرکہ سب سے زیادہ سخت تھا تو بھی اس میں کامیابی ہوتی رہی+ تیسرے دَور کے دوران میں جو پالیسی اختیار کی گئی۔ وہ بچاؤ یعنی استحکام کی تھی۔ میدان کارزار میں سپاہ صرف دُشمن کی مزاحمت اور مدافعت کے لئے بھیجی جاتی تھی۔ آگے بڑھ کر حملہ نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی طرزِ عمل مالی مشکلات کی گھتی سُلجھانے کو اختیار ہوتی رہی یہی کوشش کی گئی۔ کہ تمام صیغوں سے ایک مستقل رقم آمدنی وصول ہو۔ اور اخراجات بھی اسی کے حساب سے ہوتے رہے+ تیسرے دَور کے خاتمہ کے بعد ہر طرف ترقی ہونے لگی۔ خلیفہ مہدی کے ستارۂ اقبال کو زوال ہوا اور قرض کمیٹی کا اثر بھی گھٹنے لگا۔ مصری سپاہ آگے بڑھنے اور غنیم پر حملہ کرنے کے قابل ہو گئی۔ اور مشیر مال تکلیف دہ ٹیکس منسوخ اور اصلاح کے کاموں کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر تیسرے دَور کے درمیان اس قسم کی خوش نصیبی اور اقبال مندی مصر سے کوسوں دُور تھی۔ اس وقت یہ ضروری سمجھا گیا تھا۔ کہ تمام انتظامات مستحکم کئے جائیں۔ وسائل آمدنی کو مستقل بُنیاد پر قائم کیا جائے۔ تا کہ آیندہ انتظام اور اصلاح کا کام خاطر خواہ ہو+

سنہ ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرامر نے جو رپورٹ تیار کی تھی۔ اس میں آپ نے اپنی پالیسی کا تفصیلی ذکر کیا۔ جو سنہ ۱۸۸۳ء سے عمل پذیر رہی۔ اس کا مختصر بیان ضروری معلوم ہوتا ہے+ جب برطانیہ کا اقتدار مصر میں قائم ہوگیا۔ اور اُن مشکلات کا رفع دفعہ ہوگیا۔ جو سنہ ۱۸۸۳ء اور سنہ ۱۸۸۴ء میں مصر میں درپیش تھیں۔ تو تین خاص نتائج برآمد ہوئے۔ جو بڑے معرکۃ الآرا سمجھے جاتے ہیں۔ اوّل رعایا کئی نامناسب ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اور مالی انتظام گو دوعملی (سنہ ۱۸۷۹ء ۔ سنہ ۱۸۸۲ء) کے زیر اثر قدرے بہتر ہوگیا تھا۔ مگر پھر بھی ناقص رہا+ دوم۔ نہروں کے واسطے بہت روپیہ کی ضرورت لاحق ہوئی

سوم۔ ہر ایک صیغہ اصلاح کا سخت محتاج تھا۔ اور اس کے لئے صرف کثیر کی حاجت پیش آئی + مگر معلوم ہوا۔ کہ ان اصلاحات کی تکمیل ایک دم محال ہے۔ اگر ایک صیغہ درست کیا جاتا۔ تو دوسرے پر سخت مضر اثر پڑتا۔ اسواسطے آخر کار یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ پہلے انتظامی صیغہ میں اصلاح ہو یا مالی میں۔ سر آولین بیرنگ نے تمام امور پر غور کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی۔ کہ سب سے پہلے صیغہ مال کے نقائص رفع کئے جائیں۔ رعایا کے کندھوں سے ٹیکسوں کا بوجھ اتارا جائے۔ پھر اگر توفیر کافی ہو۔ تو ایسے کام میں صرف ہو۔ جس سے گورنمنٹ کو معقول آمدنی ہونے کے علاوہ رعایا کو نفع کثیر ہو۔ مثلاً صیغہ انہار۔ اور انتظامی اصلاح التوا میں ڈالی گئی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ اس سے تغافل برتنا منظور تھا۔ بلکہ روپیہ کی قلت تھی۔ اور دوسرا بڑا سبب یہ تھا۔ کہ مالیہ کی تسلی بخش حالت کی بدولت ہر قسم کی اصلاحات ہو سکتی تھیں۔ اس واسطے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ کرنا ضرور تھا۔ ۱۸۸۵ء کے بعد دو سال تک مالی اصلاح ممکن العمل نہ تھی۔ رعایا کو ٹیکس کے بار سے سبکدوش کرنا تو درکنار۔ اس لئے ۱۸۸۵ء ۱۸۸۶ء اور ۱۸۸۷ء میں سب سے بڑا کام مالیہ کی درستی تھا تمام مصارف منہا کرنے کے بعد کچھ بچت نکالنے کی ضرورت تھی۔ تاکہ قرض کمیٹی کا مطالبہ بھی پورا ہوتا رہے۔ اور ان دو سالوں کا تمام مالی انصرام برٹش ایجنٹ اور مشیر مال پر پڑا۔ اگر انہیں صرف کفایت شعاری ہی کا کام کرنا پڑتا۔ تو یہ بہت قابل تعریف نہ ہوتا۔ کیونکہ سو جگہ مصارف میں تخفیف کرنا پڑتی ہے اور کئی قسم کی ناگوار باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ انعام کے مستحق کو انعام نہیں دیا جا سکتا اور اضافہ مشاہرہ کا حقدار ترقی نہیں حاصل کر سکتا۔ کیونکہ ہر امر میں جزرسی کا ادب کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح بہت لوگوں کی خاطر شکنی ہوتی ہے اور وہ مشیر مال سے ناخوش ہوتے ہیں۔ جن صیغوں کے عمال کو کثرت سے کام کرنا پڑتا ہے انہیں سبکدوشی اور دستگیری کا وعدہ نہیں دیا جا سکتا۔ ہر جگہ اور ہر بات میں "نہیں۔ نہیں" کہنے سے بہت فائدہ نہیں نکلتا + مصر کے ہر صیغہ میں

بدانتظامی تھی۔ اس واسطے بہت کچھ ضائع ہوتا تھا۔ اور رہبر حامیانِ اصلاح کی اہلِ ملک (انگریز) پیشقدمی اور اصلاح کی تاکید کر رہے تھے۔ تاکہ دُنیا پر ظاہر ہو جائے۔ کہ ہم مصر کی بہتری دل سے چاہتے ہیں +

گو یہ کام دل آویز اور خوشگوار نہ تھا۔ اور نہ ہی اس سے نیک نامی حاصل ہونے کی امید تھی۔ تو بھی نہ سر ایولین بیرنگ اور نہ مسٹر ونسنٹ نے اس کی انجام دہی سے پہلوتہی کی۔ ان کے سامنے یہ معمہ تھا۔ کہ رقم قرضہ جو ۱۵۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو واجب الادا تھی۔ اس کی ادائیگی کے لئے یا تو اور ٹیکس لگائیں۔ یا سخت جزرسی سے کام لیں۔ اُنھوں نے آخر الذکر امر پر عمل پیرا ہونے کا مستقل ارادہ کر لیا+ اس سے پیشتر مالیہ کی ترقی کے واسطے چند تجاویز عملی صورت اختیار کر چکی تھیں۔ سکّہ کی حالت سنوار کر اسے اچھی صورت میں رائج کیا گیا۔ اور یونان کے ساتھ معاہدہ کرنے سے تمباکو کے محصولات میں خاصہ اضافہ ہو گیا۔ اور ناجائز تمباکو کی تجارت جو انتظام مصر کے دامن پر سیاہ داغ تھی اور یونانی عمال کی چشم پوشی سے ہوتی تھی۔ موقوف ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ساحلی پولیس کا خرچ بھی گھٹ گیا۔ جو ناجائز تجارت تمباکو کی دیکھ بھال اور انسداد کے لئے مقرر تھی۔ علاوہ بریں اور تجارتی معاہدے بھی ہوئے۔ سر ایولین بیرنگ اور مسٹر ونسنٹ نے ۱۸۸۴ء میں مالیہ کا کچھ انتظام کیا۔ اور آمد و خرچ کا تناسب مساوی رکھا۔ اُس سال دو مرتبہ پانچ ہزار پونڈ مصری کا دیوالہ نکلنے سے باز رہے+ اُس سال طوفان بھی بہت آئے تھے۔ مگر وہ سب گزر گئے+ تاوان ادا ہوا۔ تجارت چمکنے کا موقع اچھا ہو گیا۔ تجارت درآمد و برآمد میں بھی ترقی ہونے کی امید تھی۔ صیغہ انہار کے عمال بہت قابل۔ معاملہ فہم اور محنت پسند تھے۔ وہ تندہی سے اپنے فرائض انجام دینے میں مصروف تھے+ غیر سلطنتوں کے صلاح۔ مشورہ سے جو سمجھوتہ مالیہ کی اصلاح کے باب میں ہوا تھا۔ اس سے بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ مستقل فنڈ اور روشنی ہنڈیوں پر سود دینے کی ضرورت نہ تھی۔ سوڈان میں گو امن و سکون نہ تھا۔ تو بھی وہاں جنگ کی تیاریاں عمل پذیر نہ تھیں۔ تین سال سے جو فوجی اخراجات

خزانہ عامرہ پر عائد تھے۔ وہ بہت کچھ گھٹ گئے تھے۔ اور گورنمنٹ کو مہلت ملگئی۔
سر ایولین بیرنگ اور مسٹر ونسنٹ نے اُن سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ تمام
ذمہ واری اوّل صاحب پر تھی۔ مگر روزمرہ کے کاروبار کا بار ونسنٹ صاحب پر پڑتا
تھا۔ ۱۸۸۳ء کے بعد سے جتنے آدمی مشیر مال مقرر ہوئے تھے۔ اِن میں ونسنٹ
صاحب سب سے زیادہ کارآزمودہ اور معتبر ثابت ہوئے تھے۔ انکے جانشینوں
نے آپ کی محنتوں سے فائدہ اُٹھایا۔ اور جو پودے بڑی محنت اور تکلیف سے لگائے
اور سینچے گئے تھے۔ اُن کا پھل اُنھوں نے بے تکلف کھایا۔ مکھیاں انسان کے واسطے
شہد جمع کرتی ہیں۔ عمال کے مشاہیروں کے اضافہ۔ صیغوں کی اصلاح و استحکام
انتظامی اصلاحات کے واسطے روپیہ منظور اور ٹیکس معاف کرنے کا مبارک کام
مسٹر پامر اور گورسٹ کے ہاتھوں سے سرانجام ہوا۔ مگر مسٹر ونسنٹ کو جزرسی اور
روپیہ دینے سے انکار کرنے کا ناخوشگوار کام سپرد ہوا تھا + وہ کفایت شعاری
کی تجاویز سوچنے میں ہوشیار تھے اور ان پر سختی سے عمل کرنے کی ہمت بھی رکھتے
تھے۔ اور ان کا یہ خیال تھا۔ کہ اخیر میں نتیجہ حسب منشاء برآمد ہوگا + سخت تکالیف کے
وقت گھبراتے نہ تھے۔ اپنے عہدہ کا چارج دینے سے پیشتر اُنھوں نے اپنی محنت
اور جانفشانی کا امید افزا اور حسب مراد نتیجہ دیکھ لیا تھا۔ اور محنت ٹھکانے لگنے
کی خوشی و اطمینان حاصل کر لیا تھا +

جب ونسنٹ صاحب کو مختلف صیغوں میں کفایت شعاری کرنے کی ضرورت
پیش آئی۔ تو اُنھوں نے کمیٹی کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا تھا۔ اس کے تمام ممبر تخفیف
اخراجات کے حق میں تھے۔ اس واسطے مشیر مالی پر جو اثر پڑ سکتا تھا۔ وہ ایک وسیع
رقبہ پر پھیل گیا۔ کمیٹی کی طفیل سے نہ صرف خزانۂ عامرہ ہی کو کئی قسم کی امداد ملی۔ بلکہ
بہت سے بیقاعدہ مطالبات پر بھی ایک قسم کی رکاوٹ واقع ہو گئی۔ خلاف قواعد
پنشن کا مطالبہ۔ اور خیراتی رقوم اور کئی قسم کے چھوٹے چھوٹے مطالبات جو صرف
ایشیائی طریق حکومت کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ کمیٹی کے سبب سے موقوف ہو
گئے۔ نیا عہدہ دار مقرر نہ ہو سکتا تھا۔ اور پُرانے عمال کو اضافۂ مشاہرہ نہ مل سکتا

تھا۔ جب تک کہ کمیٹی مالیہ اور مجلس وزراء کی منظوری حاصل نہ ہوتی۔ مجلس وزراء نے ایک قانون خود بنا کر اپنے مالی اختیارات کو محدود کر لیا۔ اور یہ قاعدہ مقرر کر لیا۔ کہ کوئی وافر رقم منظور نہ کیجائے۔ جو بجٹ میں نہ آئی ہو۔ صرف سخت ضرورت کے وقت ایسی زاید رقوم کی منظوری دیجاتی تھی۔ جن کا بجٹ میں تو ذکر نہ ہوتا۔ مگر وہ بعض اخراجات کے لئے اشد ضروری تھیں +

پچھلے پانچ سالوں کی محنت کے نتائج سے بھی ونسنٹ صاحب کو بہت عملی فائدہ ہوا۔ جو صیغہ حسابات کے متعلق استقلال اور صبر سے کرنا پڑی تھیں۔ (اور اُس وقت یہ صیغہ مسٹر فٹنز جیرلڈ کے زیر اہتمام تھا) ۱۸۸۵ء کے دوران میں مسٹر فٹنز جیرلڈ مصر سے انگلستان کو چلے گئے۔ کیونکہ انہیں صیغہ بحریات میں ایک اعلےٰ اسامی دیگئی تھی۔ اُس سے پیشتر انہوں نے قاہرہ میں ایک قابل تعریف سرکاری صیغہ حسابات قائم کر دیا تھا + آپ نے ۱۸۷۹ء میں اسمٰعیل پاشا کی آخری دقتوں میں بھی حصّہ لیا تھا۔ بعد ازاں تمام برہمیوں اور بد انتظامیوں کو رفتہ رفتہ دُور کیا اور عمدہ انتظام قائم کر دیا۔ ان کا کام بہت مشکل تھا۔ فیطی طریقہ حساب کی تمام قباحتوں کو درست کر دیا۔ ہوشیار فرانسیسی محتسب آپ کے کام کی جانچ پڑتال کرنے والے تھے۔ اور ذرا ذرا باتوں میں حجّت کیا کرتے تھے جس کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ وہ اسے انگریزوں کے ہاتھوں میں دیکھنا نہ چاہتے تھے۔ اور دوسرا سبب یہ تھا۔ کہ وہ اپنے کو حسابات کے ماہر سمجھتے تھے۔ اس واسطے ایک ایک بات میں گرفت کرتے اور فٹنز جیرلڈ صاحب کے اصول اور انتظام کو کھلی میں اُڑاتے۔ مگر آپ نے ان باتوں کی کچھ پروا نہ کی۔ اور اپنے کام سے کام رکھا۔ عیب چینی سے برہم نہ ہوتے تھے۔ اور مخالفوں کے حملوں سے گھبراتے نہ تھے۔ آخر کار ان کے طرزِ عمل کی فتح رہی۔ اور وہ اپنے تمام منصوبوں کو سرے تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے مخالفوں نے جو اپنے عہدہ کی میعاد پورا کر کے مصر سے رخصت ہو گئے تھے۔ آپ کی شاندار کامیابی کو دیکھا + حساب کا کام بڑا پیچیدہ ہے۔ جو شخص اس میں ہاتھ ڈالے۔ اسے انکسار اور استقلال سے کرنا چاہیئے +

شائد یہ کہنا خلاف قاعدہ نہ ہوگا۔کہ ایک کام کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔کوئی کسی ڈھنگ سے کرتا ہے۔کوئی کسی طریقہ سے کرتا ہے۔جیسا کسی کو سہل معلوم ہو۔مگر خدا ترس آدمی کے ہاتھ میں ہر ایک اچھا نیک پھل لائے بغیر نہیں رہ سکتا +

چھ برس تک مسٹر فٹنر جیرلڈ (۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۵ء) انگریزافسروں میں جو افسران منتعین تھے۔لارڈ ڈفرن نے ان کی خدمات کا ایک موزون طریقہ سے اعتراف کیا۔اور مسٹر گوشن نے بھی پارلیمنٹ میں ان افسروں کی کارگزاری کو بہت سراہا۔ شرفائے انگلستان جو گھروں میں آرام و آسایش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔یہ جاننے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے ہیں۔کہ ان کے فوائد کی ان کے بھائی کس جانفشانی سے نگہداشت کرتے ہیں۔یہ اُن افسروں کی بڑی خوش نصیبی ہے۔اگر وہ انگلستان کے فریق مخالف کی زجر و توبیخ سے بچ نکلتے ہیں۔یا اگر ناواقف مخالفوں کی علانیہ مخالفت سے ان کی خدمات پر خاک نہیں ڈالی جاتی۔اور انہیں بے اثر نہیں ٹھیرایا جاتا۔تو یہ بھی ان کی خوش نصیبی ہے +

فٹنر جیرلڈ صاحب نے جب صیغہ حسابات کا چارج لیا۔تو معاملات کی حالت بہت ناموافق تھی۔اسمعیل پاشا کی حکومت کا زمانہ قریب الاختتام تھا۔قرضخواہ جوق در جوق محل عابدین کے بیرونی دیوان خانوں میں جمع ہوا کرتے تھے۔اور دن کے وقت وزیر خزانہ کے دفتر میں ان کا جم گھٹا رہا کرتا تھا۔اسوقت انتظام مروجہ کے رو سے وزیر مال کا صرف یہ فرض تھا۔کہ معلوم کرے۔کہ ہر صیغہ سے کل کتنی آمدنی وصول ہونے کا اندازہ تھا۔جب تک خزانہ میں روپیہ آتا۔اسبات کی ذرا پروا نہ کیجاتی۔کہ کہاں سے اور کس طرح آیا + سالانہ آمد و خرچ کا کوئی تخمینہ مرتب نہ کیا جاتا۔اور نہ سرکار کے قانون کی پابندی کی جاتی + رعایا کو مالگزاری اور دیگر اقسام کی شرح ادا کرنے کی ہدایت کی جاتی۔باقی کام عمال کا تھا۔جب تک روپیہ آتا رہتا۔اور اس کا حساب طلب نہ کیا جاتا۔بہتر تھا اور گورنمنٹ بہت خوش تھی۔مگر جب فٹنر جیرلڈ صاحب مصر سے روانہ ہوئے۔تو مذکورہ بالا بدنظمیوں میں سے

ایک بھی باقی نہ تھی۔ صیغہ حسابات بہت باقاعدہ اور قابلِ تعریف بنگیا تھا۔ ۱۸۸۰ء کے بعد بجٹ قاعدہ سے بنایا جاتا۔ آمد و خرچ کے شمار و اعداد معتبر اور صحیح دیئے گئے۔ آمدنی اور خرچ کا باضابطہ حساب رکھا جاتا۔ اور بڑی احتیاط سے اس کی جانچ پڑتال کی جاتی۔ صدر دفتر کے علاوہ چھوٹے دفتر بھی تھے۔ جہاں ہر صوبہ کا حساب کتاب رکھا جاتا۔ حساب کی دیکھ بھال کے لئے خاص افسر مقرر تھے۔ ہر مہینے آمد و خرچ کا حساب شائع کیا جاتا۔ اور مالی سال کے تمام ہوتے ہی سالانہ آمد و خرچ کی تفصیل شائع کی جاتی + اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسٹر فٹز جیرلڈ نے شخصی ایمانداری اور ہنسکھ تندہی کی نظیر قائم کردی۔ جس سے انگریز افسران خدیو تحریک پذیر ہوتے تھے +

فرانسیسی افسرانِ مصر کا ذکر اشارۃً پیچھے آچکا ہے۔ مگران کا زمانہ بہت قلیل لیکن شاندار تھا۔ یہ لوگ بہت قابل اور تندہی سے کام کرنے والے تھے۔ اور عموماً ان انسپکٹران مالیہ کے زمرہ سے منتخب ہوا کرتے تھے۔ جو فرانسیسی خزانہ سے متعلق تھے۔ ان میں سے صرف دو تین افسر باقی تھے۔ جو انگریز اور مصری عمال کے ساتھ بلکہ قرض کمیٹی میں شریک تھے۔ باکسی اور اعلےٰ عہدہ پر مقرر تھے۔ مگران کے بھی ایام شمار ہو چکے تھے۔ ان میں سے اب صرف قرض کمیٹی اور ڈومین میں چند فرانسیسی افسر ہیں۔ لیکن قرض بیباق ہوتے ہی ان کا وجود بھی مٹ جائیگا۔ پہلے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مصر میں تعلقات بہت خوشگوار اور مخلصانہ تھے۔ لیکن بعد میں مغائرت اور اختلاف ہو گیا۔ اور قرض کمیٹی کے فرنچ ممبر انگریزوں سے الگ ہو گئے + فرنچ تیز فہم۔ تیز زبان۔ تیز مزاج۔ بچوں کی طرح اثر پذیر اور عورتوں کی طرح رحمدل تھے۔ مگر انگریز ان کی ضد تھے۔ لیکن دونوں میں سے کس نے زیادہ مفید اور اچھا کام کیا۔ یہ کہنا دشوار تھا۔ مگر فرنچ عمال کی ہر ایک کارروائی دکھاوے کی تھی۔ اور تمام کام عجلت سے ہوتا تھا۔ اور یہ کارگر تھا۔ وہ نہ تو ٹینس کے۔ نہ اسپ سواری اور نہ سیر و شکار کے شائق تھے۔ ایک دوسرے سے جوش اور سرگرمی سے بات کرنے سے انہیں تفریح حاصل ہوتی

تھی۔ سیاہ جزدان ان کا سرکاری نشان اور فراک کوٹ ان کا معمولی لباس تھا+ ان کی تعریف میں یہ بھی کہنا چاہیئے۔ کہ وہ مصر میں اپنے فرائض اس دیانتداری سے انجام دیتے تھے۔ گویا کہ وہ فرانس کے ملازم ہیں اور انگریزوں اور غیر ملکوں کے افسروں کے ساتھ اس شوق اور تندہی سے ملکر کام کرتے تھے۔ گویا وہ انکے ہموطن ہیں۔ الغرض وہ بہت نیک فرنچ اور ایماندار مصری باشندے تھے+ انکے اوپر بار زیادہ پڑا تھا۔ اور انگریزوں پر کم۔ کیونکہ ملکی معاملات کی وجہ سے ان کی توجہ کئی اطراف میں منقسم تھی۔ انکی نظر ہر ایک پہ رہتی تھی۔ اور غیر ملکیوں کی ایک ایک حرکت کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ انگریز عمال کے اہل ملک چاہے جو کہیں۔ مگر وہ جانتے تھے کہ فرنچ عمال مصر نیک دل۔ صادق القول اور اچھے آدمی نہیں۔ اور اپنے ملک کے سچے نمائندے۔ جو صدیوں سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اہل فرانس اپنی نج کی زندگی میں بھی بہت اچھے تھے۔ اور پبلک حیثیت میں ہر قسم کے الزام سے بالاتر تھے+ دبلیا۔ بوگا۔ بونزون۔ ملک خموشی کو روانہ ہو گئے ہیں۔ (بشرطیکہ وہ خطہ خاموش کہلا سکے۔ جہاں فرنچ مردوں کی ارواح جمع ہوتی ہیں) لسران ایرول گے لساک برائے۔ اور دیگر فرنچ ابتک اس دنیا میں موجود ہیں+ مابعد کی ملکی عداوت کو الگ کرکے دیکھا جائے۔ تو مصر میں فرنچ اور انگریزوں کا اکٹھا رہنا بہت خوشگوار اتفاق سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بدگمانی اور شک کے باوجود بھی ہر دو اقوام ایک دوسرے کے ساتھ ملکر کام کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی عزت کر سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدر کر سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی صحبت میں خوشی اور دوستی کا حظ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس زمانہ پر فخر اور مسرت کی نگاہ ڈال سکتے ہیں۔ جب وہ ایک ہی دفتر سے دن بھر کا کام ایک مقصد مشترک کے لئے انجام دیکر نکلا کرتے تھے +

۱۸۸۵ء کی مصر کی کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں ہے۔ صرف ایک سانحہ کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جسے سرکاری کاغذات میں موٹمار کا بلوہ لکھا جاتا ہے مگر در اصل ایک قسم کی سرکشی تھی۔ جو نئی باتوں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ جب

پُرانے قاعدے بدلے جاتے ہیں۔ اور نئے احکام جاری ہوتے ہیں + تھوڑے دِنوں تک پُرانا طریقہ حکومت بالکل معطل اور معزول رہا۔ اور جو نیا انتظام اسکی جگہ قائم ہوا تھا۔ وہ نئے فرائض کی انجام دہی کے قابل نہ تھا + اس شورش کا ایک سبب تو یہ تھا۔ کہ انگریز اور مصری حکام کے درمیان پولیس کے نئے انتظام کے بارہ میں اختلاف رائے ہوا تھا۔ اور دوسرا سبب نئی دیسی عدالتیں تھیں۔ جو لارڈ ڈفرن کی اسکیم کے مطابق قائم ہوئی تھیں + جرائم کی تفتیش اور انسداد کے لئے ظلم رانی اور اذیت سے کام لیا جاتا تھا۔ اور ایک کمیشن اس کے لئے مقرر تھا۔ جو اپنے اختیارات کو بُری طرح برتتا تھا۔ بعد ازاں اس کی طرزِ عمل کا بھید فاش کیا گیا۔ اور عام میں اسے قابلِ الزام ٹھیرایا گیا +

سکہ کی نظر ثانی کا معاملہ کچھ عرصہ سے درپیش تھا۔ کہ اتنے میں ۱۸۸۲ء کے فسادات شروع ہو گئے اور سب منصوبوں پر پانی پھر گیا۔ مگر ۱۸۸۴ء میں ونسنٹ صاحب کے زمانہ میں یہ مسئلہ دوبارہ پیش ہوا۔ اور آخر کار ۱۸۸۶ء میں نیا سکہ جاری ہوا۔ بڑا سکہ جو حساب میں شمار ہوتا تھا۔ پونڈ تھا۔ مگر اسے اشاعت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ چاندی کے سکے قاہرہ میں مضروب ہوتے تھے۔ اور عام طور پر رائج تھے۔ مگر ان کی تعداد غیر مکتفی تھی + پیاستر (ڈھائی آنے کے برابر ہوتا ہے) بُری طرح سے مضروب ہوتے تھے۔ اور رائج سکوں میں جعلی اور کھوٹے بکثرت تھے۔ ۱۸۶۷ء کے بعد سے ملک میں نکمے اور چھوٹے سکے بہت اشاعت پذیر ہو گئے تھے۔ اور بعض یوروپین سکے بھی مروج تھے۔ پیاستر سے چھوٹا کوئی نقرئی سکہ نہ تھا۔ غربا اور جہلا کے درمیان ایک تانبہ کا سکہ چلتا تھا۔ مگر سرکار اسے تسلیم نہ کرتی تھی۔ اس واسطے یہ قرار پایا۔ کہ سونے کا سکہ معیار ہو۔ اور چاندی۔ کانسی اور برنجی کے چھوٹے موٹے سکے بھی رائج کئے جائیں۔ مصری پونڈ انگریزی پونڈ سے قیمت میں چھ پنس زائد تھا۔ اور سو پیاستر کے برابر شمار ہوتا تھا۔ پیاستر بھی ۲۰-۱۰-۵-۲- اور ایک کے حساب سے تھے۔ سب سے چھوٹا اور گھٹیا سکہ کانسی اور برنجی کا تھا۔ کانسی کے سکے پیاستر سے قیمت میں $\frac{1}{2}$ - $\frac{1}{5}$ - $\frac{1}{10}$ حصہ کم تھے برنجی

سکے پیاسٹر کی قیمت کے ½ اور ¼ تھے پیاسٹر کے بارہ میں یہ قاعدہ جاری ہوا
کہ چالیس عددی کس کے حساب سے مضروب ہوں اور کانسی اور برنجی کے سکے
فی کس آٹھ پیاسٹر کی قیمت کے مساوی ہوں + ستائیس لاکھ بیس ہزار پونڈ کے پیاسٹر
اور پانچ لاکھ چوالیس ہزار پونڈ کے برنجی اور کانسی کے سکے ڈھالے جائیں فرانس
کے بیس فرینک اور انگریزی پونڈ اور ترکی پونڈ کے رواج کا بھی قاعدہ جاری
ہوا۔ یعنی مصری پونڈ کے علاوہ مذکورہ تین ملکوں کے سکے بھی بازاروں میں لئے
جا سکتے تھے + اس سے سکہ کے متعلق تمام خرابیاں دُور ہو گئیں۔ اور نئے سکے
باسانی رواج پذیر ہو گئے۔ اور کسی نے حیلہ و حجت نہیں کی۔ گورنمنٹ کو ٹکسال
سے اچھی آمدنی ہوتی تھی +

مصری پونڈ میں ۸۷۵ حصے خالص سونا اور ۱۲۵ حصے تانبہ ملا ہوتا ہے
چاندی کے سکہ میں ½ ۸۳۳ حصے چاندی اور ⅔ ۱۶۶ حصے تانبہ ہوتا ہے۔ سونے
کے پونڈ کا اصل وزن (۸۵۰۰) گرام ہے۔ اور چاندی کا سکہ بیس پیاسٹر کے
برابر ۲۸ گرام ہوتا ہے +

نویں فصل

ڈرمنڈ ولف صاحب کی سفارت

مصر کی مالی مشکلات کے باب میں جو عہدنامہ برطانیہ اور دول خارجہ
کے درمیان ہوا تھا۔ اس سے موجودہ وقت کے لئے کافی مہلت مل گئی۔ گو بہت
مختصر تھی۔ اس سے اہل برطانیہ کو سستانے اور ہاتھ پاؤں سنبھالنے کا اچھا
موقعہ ہاتھ لگ گیا۔ سر ایولین بیرنگ کو یہ امید ہو گئی۔ کہ آیندہ دو سال تک
بے کھٹکے امور مالیہ پر اپنی تمام توجہ مرکوز کر سکونگا۔ اور ان تمام مشکلات کا
سلجھاؤ بخوبی سوچ سکوں گا۔ یہ مسئلہ ان کی پوری پوری توجہ کا مستحق تھا۔ اگر اسے
وہ کامیابی سے سلجھا نہ سکتے۔ تو پھر بین الاقوام کمیٹی مقرر کرنے کے سوا اور کوئی

چارہ باقی نہ تھا۔ اور اس سے بڑی کوئی مصیبت مصر اور برطانیہ کے فوائد کے لئے نہ ہو سکتی + مگر سر اولین کو کافی مہلت نہیں مل سکی جس کے وہ بے طرح محتاج تھے + ہر جانہ سکندریہ کی ادائیگی ہوئے چند ہی دن گزرنے پائے تھے کہ لنڈن سے ایک آواز آئی جس کی گونج قسطنطنیہ میں پہنچی۔ اور وہاں سے قاہرہ سنائی دی۔ اور سننے والوں کے دلوں میں کئی قسم کی بے چینیاں پیدا کر دیں + سر ہنری ڈرمنڈ وُلف مع نام آور ترک سپہ سالار فیلڈ مارشل احمد مختار پاشا کی سفارت کا اعلان ہوا۔ سر ہنری ممبر پارلیمنٹ منجانب پورسٹمنہ تھے۔ مگر ۱۸۸۵ء کے انتخاب عام میں انتخاب جدید حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں اُن تمام تجاویز کے بیان کی گنجایش نہیں ہے۔ جو سرے پر پہنچنے یا نیک اثر پیدا کئے بغیر ہی دریا بُرد ہوتی رہیں۔ مگر اس سفارت کا تھوڑا بہت ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سے یہ دکھانا منظور ہے۔ کہ سلطنت برطانیہ کے خارجی فوائد انگلستان کے مخالف فریق کن اثرات کے تابع کرتے رہتے ہیں انگلستان کی ذمہ واری قبضہ مصر کے متعلق جو معاہدہ دول یورپ کے ساتھ ہوا تھا۔ اسے انجام پائے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وزرائے برطانیہ نے جھٹ پٹ ترکی کو اس ذمہ واری میں شریک کرنے کی آمادگی اور خواہش کی۔ گو یہ امر بیّن اور مسلّمہ تھا۔ کہ ہم مصر کو ترکوں کی بدعنوانیوں سے آزاد دیکھنے کے خواہاں تھے۔ اور وہاں اپنا اقتدار بڑھانے کی یہ غرض نہ تھی۔ کہ ترکی حکومت مصر کو اہلِ مصر کے خلاف مرضی وہاں قائم کرنے میں معاون ہوں۔ باوجود اس کے بھی ہم نے اپنے آپ یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ ترکی غلبہ مصر کا اعتراف و اقرار باقاعدہ معاہدہ سے کر لیا جائے + مالی اور انتظامی ڈھانچہ کی سیاہی خشک ہونے بھی نہ پائی تھی۔ کہ ایک سیاہ و سفید کرنے کے اختیارات دیکر ایک سفیر مصر کو بھیجا گیا۔ تاکہ وہ تمام انتظام ایجنٹ کے ہاتھ سے چھین لے۔ اور جو ترقی اسکے زمانہ انتظام میں ہوئی۔ اس کی بابت ایک مفصّل رپورٹ مرتب کرے۔ اور نیز یہ بھی بتائے۔ کہ اصلاح و ترقی کی اور کونسی تجاویز مفید ثابت ہونگی + مصر میں دو بڑے کمشنروں کی موجودگی

سے اس اثر و اقتدار کو صدمہ پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جس کے بغیر برٹش ایجنٹ
تمام تجاویز کو پایۂ تکمیل تک کامیابی کے ساتھ نہیں پہنچا سکتا تھا + مقامی عمال
کی سازشیں اور جوڑ توڑ اس کے منصوبوں کو ملیا میٹ کرنے کو کچھ کم نہ تھے۔
اِدھر مخالف فوائد اس کے مخالف جتھا باندھے تھے + قاہرہ کے مختلف حلقے کوئی
دل میں حسد لئے ہوئے تھا اور کوئی عجیب و غریب امیدوں کی آرزو کی گود
میں پرورش کر رہا تھا۔ الغرض تمام انتظام تہ و بالا ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا +
سَر ہنری وُلف کی سفارت کی اصلیت کی بابت قیاس دوڑانا اس وقت
بے سود ہے۔ گلیڈسٹون کی وزارت کو انتخاب عام میں شکست ہوئی تھی۔ اور
لارڈ سالسبری برسر حکومت آئے تھے۔ جب وزارتوں میں انقلاب ہوا۔ تو انتظامی
اور کاروباری تجاویز میں ردّ و بدل ہونا بھی ضروری تھا۔ نئے نئے خیالات اور
انوکھے ارادے وجود میں آئے۔ جن کی وجہ سے مصر کی دیرینہ بیماری کے علاج کا ل
کے لئے نئے طریقے اور نئے نسخے تجویز کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ غالباً
وزارت برطانیہ کا یہ مقصد تھا۔ کہ جب مصر سے ہم چلے جائیں۔ تو سلطان ترکی
کا اقتدار وہاں قائم ہو جائے۔ اور انگریزی سپاہ کی بجائے ترکی سپاہ مصر میں
متعینہ ہو کر فوائد مختلفہ کی نگہداشت کرے۔ اور اندرونی انتظامات میں اعانت
اور دستگیری کرے + نئی سفارت روانہ کرنے کی شاید علت غائی یہ تھی۔ کہ ایک
مدت مقررہ کے اندر اندر مصر کو خالی کر کے ہم فرانس کو خوش اور اپنا طرفدار بنالینگے
ممکن ہے۔ یہ کسی ملکی چال کا اظہار خارجی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اسکی ابتدا کسی
اور باعث ہوئی ہو + اس سفارت کے متعلق ایک سب سے عجیب بات یہ تھی۔
کہ اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ ترکوں کے معاملہ میں کیسے عجیب طریقے وضع کرنے پڑے
تھے + آیندہ زمانہ کے مورّخوں کو جس امر میں سب سے زیادہ حیرت ہوگی۔ وہ
برطانیہ اور سلطان ترکی کے عجیب تعلقات ہیں۔ جو انیسویں صدی میں اِن کے
مابین قائم رہے + اس صدی کے شروع میں برطانیہ ترکی کے ساتھ شریک ہوئی۔
تاکہ نپولئین کے منصوبوں کو زک پہنچائے۔ اِس کے تھوڑے عرصہ کے بعد

برطانیہ نے مملوک لوگوں کی ہواخواہی کا دم بھرنا شروع کیا۔ جنہوں نے بابعالی کے خلاف شورش کی تھی۔ اس مرتبہ ہماری طرزِ عمل سلطان کے مخالف تھی۔ اسکے چند سال بعد ہم نے ترکی کا بیڑہ نوارنیو کے قریب غرق کیا + مگر بیس پچیس سال کے بعد جنگ کریمیا میں ترکوں نے ہمارا دامن پکڑ لیا اور ہمارے زیر سایہ آ گئے + پھر نظارت ہند کے ایک بال میں ترکی سفیروں نے برطانیہ کے لوگوں کو اپنے درخشاں ہیروں سے چکاچوند کر دیا + اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہم ترکوں کو سب سے بُرا اور مکروہ سمجھنے لگے۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد برطانیہ کے جنگی بیڑا نے قسطنطنیہ کو توپ سے گھیر لیا۔ اور پھر اسے روسی سپاہ کے حملوں سے محفوظ رکھنے کو کیل کانٹے سے تیار ہو گیا + پھر برطانیہ نے مصر پر حملہ کیا۔ جس سے ترکوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور مصری برہ ترکی چہرہ کے نیچے سے نکلکر شیر برطانیہ کے زیرِ اثر جا رہا۔ اس کے تین سال بعد پھر دونوں میں گہرا دوستانہ تعلق ہو گیا۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے انگریز سفیر اور ترک سپہ سالار مصر کو ایک ساتھ گئے۔ مگر اس مرتبہ دونوں نے پچھلی باتوں کو بھول جانے کا قصد کر لیا۔ اور آیندہ مخلصانہ تعلق رکھنے کا عہد کر لیا۔ مگر یہ منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔ فرانس اور روس نے مداخلت کر کے دونوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ اور ان کی دوستی میں زبردستی رخنہ ڈالدیا + جب انیسویں صدی ختم ہوئی۔ تو ترکی نے جرمنی سے دوستی گانٹھ لی۔ اور برطانیہ کی طرف سے ناامید ہو گئی۔ اور اس کی تمام کوششیں دوستانہ تعلق کے بارہ میں خاک میں مِل گئیں +

سر ہنری وُلف کی سفارت کے دو خاص پہلو تھے۔ اوّل یہ تھا۔ کہ وہ ہدایات کا جزدان بغل میں دابے پہلے مصر میں پہنچیں۔ (یہ ہدایات یہاں درج کی جاتی ہیں کیونکہ خاص دلچسپی لئے ہوئے ہیں) دوم یہ کہ وہ وہاں سے قسطنطنیہ کو جائیں اور وہاں بابعالی سے جا کر معاہدہ کریں۔ اور یہ قرار خصوصیت سے کی جائے۔ کہ چند سال کے عرصہ میں ہم مصر سے سپاہ واپس بُلائینگے اور اپنا قبضہ اٹھا لینگے۔ اور ساتھ ہی ترکی سے خاص حالتوں میں مشترکہ قبضۂ مصر کے باب میں بھی شرط

طے کر لی جائے + سفارت کے پہلے حصہ کا تعین اگست ۱۸۸۵ء اور جنوری ۱۸۸۷ء کے درمیان تھا + دوسرے حصہ کے واسطے جنوری ۱۸۸۶ء اور جولائی ۱۸۸۷ء تک میعاد رکھی گئی تھی +

۱۷۔ اگست ۱۸۸۵ء کو لارڈ سالسبری نے سر ہنری ڈرمنڈ کو پروانہ تعیناتی دیتے ہوئے کہا۔ آپ کو ملکہ معظمہ (ہز مجسٹی) نے سفیر با اختیار دربار ترکی کا مقرر کر دیا ہے :-

آپ کو ایک خاص سفارت پر مامور کیا جاتا ہے۔ جس کی غایت معاملات مصر کا تصفیہ ہے۔ گورنمنٹ کا یہ منشا ہے۔ کہ آپ اس بات کو بخوبی سمجھ لیجئے۔ کہ سلطان ترکی کو بحیثیت شاہِ مصر کے بین الاقوام معاہدوں سے کیا درجہ اور رتبہ حاصل ہے + گورنمنٹ کی رائے یہ ہے۔ کہ اگر مصر کے بارہ میں سلطان کا مناسب رتبہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو ان کے اقتدار کو جو انہیں اسلامی دنیا میں حاصل ہے۔ بہت تقویت پہنچے گی۔ اور اسکے ساتھ ہی گورنمنٹ کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ اس حصہ سلطنت کی مالی اور ملکی حالت میں معتدبہ ترقی اور اضافہ ہونا چاہیئے۔ جو تھوڑا ہی عرصہ پیشتر مسلح سرکشی کے سین تھے + سلطان کی شرکت سے مسلمانوں کے دلوں پر بہت نیک اثر پیدا ہوگا۔ اور اگر ان کے دلوں میں ہماری نسبت کوئی شک اور بدگمانی ہو گی۔ تو وہ بھی دُور ہو جائیگی + علاوہ بریں سلطان کی مختلف النسل رعایا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو سپاہ میں لئے جاتے ہیں۔ اور جنوبی خطہ کی ہوا ان کے لئے مضرِ صحت نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے سلطان ترکی بڑی آسانی سے اُن خطوں میں امن و سکون قائم کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں +

ان وجوہ سے مصر اور اُن مقاصد کی خاطر یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ سلطان کی فوجی اعانت حاصل کی جائے۔ تاکہ سلطان کی سپاہ اُن علاقوں کی دیکھ بھال کر سکے۔ جو مصری سپاہ کی نگرانی سے باہر ہیں۔ اگر سلطان اس انتظام سے اتفاق کر کے ہمارے ساتھ شریک ہو جائینگے۔ تو ان کے واجب حقوق استحکام کے ساتھ قائم ہو جائینگے۔ جن کا معاہدہ میں ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی سلطنت کی شان

میں اضافہ کثیر ہو جائیگا + آپ سلطان کو سمجھا دیجیئے گا۔ کہ یہ برٹش گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ سوڈان میں امن قائم ہو جائے۔ اور وہاں کسی قسم کا شور و شر اسپیر اُٹھانے نہ پائے۔ اور یہ کہ ہماری رائے میں یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک سلطان کی فوجی اعانت دستیاب نہ ہو سکے۔ اگر ان کی دستگیری بہم نہ پہنچ سکے۔ تو بھی برطانیہ اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا + ایسی حالت میں گورنمنٹ برطانیہ کا یہ فرض منصبی ہوگا۔ کہ وہ دریافت کرے۔ کہ کس حد تک دیسیوں کی ہمدردی اور مدد سوڈان کے اندرونی انتظام میں ضروری اور کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔ یا کس حد تک غیر ملکی مدد درکار ہوگی۔ مگر سلطان کی گورنمنٹ اس امر کو سمجھے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کہ ان تجاویز سے مصر اور ترکی کے تعلقات باہمی کو بہت استحکام پہنچے گا +

مصر میں جا کر جو طرزِ عمل آپ کو اختیار کرنا ہے۔ وہ قسطنطنیہ میں بات چیت کرنے کے انجام پر موقوف ہے۔ اور جب تک اس کا انجام معلوم نہ ہو تفصیلی ہدایات نافذ کرنا مشکل ہے + آپ کی سفارت کا بڑا مقصد یہ ہے کہ آپ اس ملک کے لئے وہ اقتدار اور رسوخ حاصل کریں۔ جو اس کے امپریئل فوائد و مقاصد کے لئے ضروری ہے۔ اور اس مقصد کو مدنظر رکھ کر مصر میں ایسی گورنمنٹ قائم کیجائے۔ جو غیر ملکی اثر سے بالکل آزاد ہو + غیر ملکی مداخلت اس وجہ سے ہے۔ کہ مصر کے انتظام کی کئی شاخوں میں اس کا عمل دخل ہے۔ اور جب تک مالیہ مصر ناقص حالت میں رہے گا۔ یہ اثر بند نہ ہوگا۔ اگر مصر اپنے اخراجات خود بہم پہنچائے۔ تو غیر ملکی مداخلت نہ صرف کم ہوگی۔ بلکہ بالکل مفقود ہو جائے گی۔ آپ کا یہ فرض ہوگا۔ کہ آپ مصر کے مصارف کا صحیح علم حاصل کر لیجئے۔ اور یہ کہ غیر ملکی عمال کے سبب سے کتنا خرچ زائد پڑتا ہے + انتظام مصر میں اصلاحات کی بڑی ضرورت ہے۔ اور برطانیہ ایسی کوئی کارروائی کرنے کو تیار نہیں ہے جس سے اصلاح کے کام میں کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے۔ لیکن یہ خیال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ انگلستان کے اقتدار کو بہت نقصان پہنچ چکا ہے۔ اور ترقی

کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا ہوگئی ہیں جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مشرقی خیال آبادی کو ایسی اصلاحات قبول کرنے کو مجبور کیا گیا ہے۔ جو مغربی اصول پر مرتب ہوئی تھیں۔ یورپین عمال کو موقوف کرنے سے وہ بھی خوش ہونگے۔ اور یہ کہ مالی فائدہ کس حد تک حاصل ہوگا۔ گورنمنٹ برطانیہ اس کے بارہ میں ابھی کوئی فائدہ کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اندیشہ ہے۔ کہ ایسی کارروائی جلدی سے کرنے سے مضر نتیجہ برآمد ہو۔ دیسیوں پر ان کے خیال کے مطابق حکومت نہیں ہوسکتی۔ میں ان خیالات کا موازنہ نہیں کرسکتا۔ مگر میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ آپ اس مسئلہ کی چھان بین کیجئے۔ کیونکہ مصر کی موجودہ قباحتوں کا علاج یہی ہے "

ایک خاص غیر معمولی انگریزی سفیر اور ترکی وزیر خارجیہ نے ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۸۵ء کو ایک معاہدہ پر دستخط کئے۔ جس کی رو سے قرار پایا کہ مندرجہ ذیل امور کا مشترکاً غور کرکے انتظام کیا جاوے۔ اول۔ آشتی سے سوڈان میں امن قائم کرنا۔ دوئم بمنظوری خدیو مصر۔ مصری فوج کی از سر نو ترتیب دینا۔ سوئم مصری حکومت کی تمام شاخوں میں ایسی اصلاحیں کرنا جو ضروری معلوم ہوں اور جو شاہی فرمان کے حدود کے اندر اندر رہوں۔ نیز خدیو مصر کے بین الاقوام معاہدے جو شاہی فرمان کے حقوق کے خلاف نہ ہوں۔ عثمانی سلطنت سے منظور کرائے جائیں۔ جب دونوں اعلےٰ کمشنروں کو اپنا داب قائم کرکے مصری حکومت کے اقتدار اور انتظام کا یقین ہو جاوے۔ تو اپنی اپنی سلطنت کو ایک رپورٹ کریں اور یہ سلطنتیں بطور انجام معاہدہ مناسب وقت میں انگریزی افواج کی واپسی پر بحث کریں۔ اُن ہدایات کا منشاء جو انگریزی کمشنر اعلےٰ کو دی گئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگریز یہ چاہتے ہیں کہ ترکوں کے پردے میں مصر تول کو اس امر پر مجبور کریں کہ ہمارے حقوق قائم رکھیں اور ہمارے سوائے سب کے حقوق زائل کردئیے جاویں۔ ہماری فوجوں کو چند مختص صورتوں میں اُترنے دیں۔ اگر وہ پس و پیش کریں۔ تو متنبہ کردیئے جاویں کہ ہم سوڈان کی عامہ آبادی میں سے ایک سلطنت قائم کرینگے۔ جو اُن کی مرضی کے مطابق نہ ہوگی۔ یا اگر یہ صورت نہ ہووے تو

ہم کیسے غیر طاقت کو امن قائم کرنے کے لئے اُکسا ئینگے - اور اگر وہ مقررہ وقت میں ہماری تجاویز منظور کرلیں - تو ہم مصر سے انگریزی افواج واپس کرلینگے - اُس ملک کے اخراجات کی جانچ کریں اور انگریزی عمال کو جس قدر ہو سکے علیحدہ کردیں - جوش کو سرد پانی سے ٹھنڈا کردیں - اصلاحات کرنے کے لئے حتی الوسع تنگ نہ کریں - لیکن مالی حالت پر ہوشیاری سے نظر رکھیں +

ترکی سے سمجھوتہ ایک معاہدہ کی صورت میں ہوگیا - اور کمشنران اعلیٰ قسطنطنیہ سے عملی کارروائی کرنے کے لئے مصر کو روانہ ہوگئے - ترکی سلطنت کا خاص خیال یہ تھا - کہ آشتی سے سوڈان میں امن قائم کرنے کی اعلےٰ تجاویز بمشورہ خدیو کھے اور انگریزی سفیر کو اُن تجاویز سے مطلع کرتی رہا کرے - انگریزی سفیر کا یہ کام تھا - کہ مصری حکومت کی تمام شاخوں کو پڑتال کرے اور اپنے ہم جلیس اور خدیو کے مشورہ سے ضروری ترمیمات کرے - جس وقت مصری حکومت کا استقلال اور حسنِ انتظام اور اُس کی سرحد پر امن ان تینوں اراکین کے مشورہ سے قائم ہو جاوے تو اعلےٰ کمشنران اپنی اپنی سلطنت کو ایک رپورٹ بھیجیں - اور یہ سلطنتیں بمشورہ باہمدگر انگریزی افواج سے خلوے مصر کا ایک مناسب وقت مقرر کریں اس تمام کارروائی میں ملکہ معظمہ کے نائب کی بابت کوئی تذکرہ نہ تھا - جس طرح مسٹر گلیڈسٹون کی وزارت میں سوڈان کا اور جنرل گارڈن کے متعلق مہدی کا کوئی ذکر نہیں تھا - اسی طرح اس نائب کی حالت بھی گومگو میں رہی - کیونکہ زمانہ قدیم میں جیسا کہ معلوم ہے کہ مشرق میں کونے کی چوٹی کا پتھر ایسا ہوتا ہے کہ اُس کو معمار چھوڑتے جاتے ہیں - اعلےٰ کمشنران ہدایات حاصل کرکر بعد ازاں قاہرہ پہنچے اور کارروائی شروع کی - اُنہوں نے ایک طرف تو سر اولین وڈ کے طریقہ پر نئی مصری فوج میں بھرتی کرنی اور سر اولین بیرنگ کو مصری انتظام کی ترمیم میں میں مدد دینی اور محکمۂ مال کی از سرِ نو ترتیب کرنی شروع کی - اور دوسری طرف سوڈانیوں کو اپنی مراعات سے مطیع ہونے کی ترغیب دینے اور درویشوں پر دستِ شفقت بڑھانے کی امید کرنے لگے - تاکہ وہ اُن خوش قسمت لوگوں کے حلقہ میں

پھر شامل ہو جاویں۔ جو ترکی سلطان کی حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ سفارت کے نتیجہ پر بحث کرنی عبث ہے۔ اعلیٰ کمشنران کو ہر طرح ناکامی ہوئی۔ وہ فوج کی تعداد مقرر کرنے اور نئی مصری فوج بنانے میں آپس میں ہی اتفاق نہ کر سکے۔ وہ ایجنٹ کو مالی یا ملکی اصلاح کی تجاویز میں کوئی عملی امداد یا ایما نہ کر سکے۔ وہ ایک درویش کو بھی ترکوں پر اعتماد کرنے کی رغبت نہ دے سکے۔ وہ کئی مہینے تک رپورٹیں لکھتے رہے (چنانچہ ایک فیلڈ مارشل اس کتاب لکھنے کے وقت تک وہاں موجود رہے) اور جہاں کہیں معاملات ردّ و بدل کرنے کی تیاری کرتے تو اپنا اپنا دباؤ ڈالتے۔ بلیو بک میں سر ہنری ڈرمنڈ ولف کے مضامین یا خالص پولیٹیکل ہیں یا خالص مصر کے بین الاقوام سوالات پر بحث ہے اور اُن عقدوں کا کوئی عملی حل نہیں دکھایا۔ جو ان کے مصر میں موجود نہ ہونے کے وقت درپیش تھے لیکن حالات مصر پر غور کرنے والے کے واسطے وہ بے سود نہیں۔ کیونکہ اُن سے ایسے معلومات کا ذخیرہ ملتا ہے جو اس وقت تغیر و تبدل کے محتاج ہیں۔ اور یہ جواب بھی آسانی سے اور کہیں مل نہیں سکتے۔ مثلاً عدالت عالیہ۔ متحدہ عدالتیں۔ عدالتہائے فوجداری ؛

اِن سوالوں میں سے بہت سے ۱۸۸۶ء میں بحث کرنے کے واسطے ناممکن تھے۔ اور اس وقت بھی وہ سوالات کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جب تک اُن کو غور کرنے کا وقت آئے۔ ان کاغذات میں وہ مصالح یکجائی ملجاویگا ؛

سر ہنری ولف کی تحریریں تمام و کمال نتیجہ متعلقات کو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ قاہرہ کا عارضی زمانہ قیام اس طرح گذرا کہ جس کا عام کاروبار پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں پڑا۔ سر ایولن بیرنگ کے رتبہ کے آدمی کے لئے یہ بات ناخوش آیند ہوگی کہ بحیثیت ایجنٹ کی ملکی واقفیت اور نیز اس اثر کو جو مصر میں گویا چار چاند لگائے ہوئے تھے۔ گُھن لگ گیا۔ یہاں تو دونوں سفیر مصری سوالات کے تصفیہ کی تیاریوں میں اپنے اپنے ہنر اور زور طبیعت دکھا رہے تھے۔ لیکن حالت موجودہ پولیٹیکل چالوں سے درست ہونے والی نہ تھی بلکہ ضرورت اس

بات کی تھی کہ کوئی مضبوط ہاتھ اور ملکی و مالی مدبر درمیان میں ہو جن لوگوں نے مشرقی سلطنتوں میں عمریں گذاری ہونگی۔ ان حالات کو سُنکر اس بات پر متفق ہونگے۔ کہ پارلیمنٹ کا تجربہ اور تیز فہمی جس کی ویسٹ منسٹر میں قدر کی جاتی ہے کارآمد ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں سخت نگرانی اور استقلال سے حکمرانی کی کمال ضرورت ہے +

سر ایولن وڈ تو اس امتحان سے بچ گئے۔ کیونکہ وہ ۱۸۸۵ء میں مصر سے روانہ ہو گئے اور ان کی جگہ جرنیل گرینفل صاحب آئے۔ ادھر ایک ترکی فیلڈ مارشل اور اُدھر ایک ذہین مدبر جو کہ اپنے اپنے کاروبار میں مشہور زمانہ تھے۔ جنرل گرینفل کو اُس کے فرایض کیا سکھا سکتے تھے۔ ایک انگریزی فوجی افسر کی محنت جس نے مصری آدمیوں کو ایک سپاہی بنا دیا۔ اور اُن میں کسی قدر اپنی بہادری کی روح پھونکی۔ کیا اس کی محنت ضائع ہو جانے والی تھی۔ کیا آخرکار جرنیل گرینفل اور اُس کے ماتحت افسران کی مثلاً لفٹنٹ کچنر۔ ونگینٹ وڈ ہوس ہیم اور پارکی جگہ ترکی افسران لینے والے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو انتظام اثرات انسانیت اور سب سے بڑھ کر ہمدردی کا کیا حشر ہوتا۔ جس نے نئی مصری فوج بنانے میں اس قدر اثر کیا تھا۔ مصری افسر سرکیشیا والوں کی واپسی و برٹن والوں کے بلانے سے ترکی افسر کے پہنچنے پر کیا خیال کرتے۔ لیکن اسپر بحث فضول ہے۔ اول مصری فوج کو از سرِ نو مرتب کرنے کی۔ اور دویم مالی حالت کو اصلاح پر لانے کی تجویز۔ درویشوں کی آنکھوں کے سامنے جال بچھانا ایسی فضول باتیں تھیں۔ جس سے کامیابی کی امید نہ تھی +

جس وقت انگریزی اعلےٰ کمشنر کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ میں قاہرہ میں رہکر معاملات میں کچھ ترقی نہیں کر سکتا تو وہ مصر سے روانہ ہوگیا۔ ۱۸۸۶ء کے اختتام پر وہ لنڈن واپس آیا اور ابتدائے ۱۸۸۷ء میں اُس نے اپنی تبدیلی قسطنطنیہ کرالی۔ جہاں وہ بے خوف اپنی سفارت کے دوسرے پہلو پر کاربند ہوا۔ اور اس کا ہم جلیس قاہرہ ہی میں رہا۔ ۲۲۔ مئی ۱۸۸۷ء کو ایک اور معاہدہ

سر ہنری ڈرمنڈ وولف اور محمد سعید پاشا وزیر خارجیہ کے مابین ہوا۔ لیکن وہ بھی قائم نہ رہا۔ اور بیکار ہو گیا۔ معاہدہ میں فوجی محافظت اور مصری انتظام کا سلسلہ تھا۔ یعنے اس معاہدہ کی تاریخ سے ۳ سال کے اختتام پر اگر اندرونی یا بیرونی خطرہ کی دھمکی نہ ہو تو برطانیہ عظمیٰ اپنی افواج واپس کرے۔ اگر کسی ایسے خطرہ کی دھمکی ہو۔ تو اُس کے دور ہوتے ہی برطانیہ عظمےٰ اپنی افواج ہٹا لے۔ اور افواج کی واپسی کے دو سال بعد اپنے جمیع تعلقات مصر کی فوجی حفاظت کے چھوڑ دے۔ انگریزی افواج کی واپسی پر مصر اپنی سلطنت کی آزادی میں خوش رہے اور اس معاہدہ کی تکمیل پر تمام بڑی طاقتیں ایک ایکٹ پر دستخط کریں جس میں مصر کی سلطنت کے معاملات میں کوئی تعرض نہ کیا جاوے۔ بغیر معاہدہ کے کوئی طاقت اپنی افواج مصر میں نہ اُتارے۔ لیکن سلطنت عثمانیہ کو اگر کسی بیرونی حملہ کا ذرا سا بھی خوف ہو۔ یا مصر کے اندرونی انتظام و امن میں خلل ہو۔ یا خلافت مصر دربار سلطانی کے فرایض کی تکمیل یا رابطہ بین الاقوام سے انکار کرے۔ تو ترکی سلطنت مصر کا فوج سے قبضہ کرنے کا حق استعمال کرے مذکورہ بالا صورتوں میں سرکار انگریزی بھی اپنی افواج مصر میں بھیج سکتی ہے جو عام طور سے معاملہ متنازعہ فیہ کے اختتام پر معہ عثمانی افواج واپس بُلا لی جائیں۔ اگر بباعث کسی رکاوٹ کے عثمانی سلطنت اپنی طرف سے فوج نہ بھیجے۔ تو ایک ترکی کمشنر انگریزی افواج کے ساتھ لگایا جاوے عہدنامہ کے ایک ضمیمہ میں یہ بھی تھا کہ دونوں سلطنتیں ملکہ دوسری طاقتوں کو مشترکہ تجاویز ڈوسینز۔ ڈیرہ سا بیتا اور ریلونکے بہتر انتظام کی بھیجیں۔ اور قرض اور مصر کی مالی حالت کی مفصل کیفیت لکھیں۔ پریس کے متعلق تجاویز۔ قرنطینہ کے قواعد جو اجنبیوں پر حاوی ہوں۔ بنائے جاویں۔ سلطنت عثمانی کے خراج کا بار مصری خزانہ پر ڈالا جاوے۔ اور فنانشل ایڈوایزر یا مشیر مال کے اختیارات میں کوئی تبدیلی نہ کیجاوے۔ جو اپنے مرتبہ اور عزت کے لحاظ سے مصری آمدنی کے عمدہ انتظام اور اُس ملک کے قرضخواہوں کے مفاد کا لازمی طور پر ذمہ وار ہے

۱۵۔ جولائی ۱۸۸۷ء کو ملکہ معظمہ کے سفیر اور وزیر قسطنطنیہ کو واپس ہوئے۔ روس اور فرانس کے سفیروں کی دھمکیوں سے سلطان اور اُس کے مشیر ایسے خائف ہوئے کہ وہ معاہدہ کے مضبوط کرنے کا انتظام نہ کر سکے۔ معاہدہ میں بالائی دست اندازی کے جو حقوق برطانیہ عظمیٰ اور ترکی کے واسطے محفوظ تھے۔ مذکورہ بالا طاقتوں کو غایت درجہ نامقبول ہوئے اور اُن کے خلاف ہونیکی وجہ سے سلطان دبکر پیچھے ہٹ گئے۔ اس سے اس قدر فائدہ ہوا کہ سلطان کو انگریزی فوج سے مصر کو خالی کرانے کا عمدہ موقع مِل گیا تھا۔ اگر وہ اُس سے فائدہ اُٹھانے میں قاصر رہا۔ تو انگریزوں سے اس پر قبضہ رکھنے سے جھگڑا نہیں سکتا۔ سلطان کا ہر حال میں ساتھ دینے کے معاملہ میں برطانیہ عظمیٰ کو پس وپیش کرنی ضرور تھی۔ لیکن جو طریقہ کہ برطانیہ عظمیٰ نے اختیار کیا ہوا تھا۔ اور یقین تھا کہ ترکوں کا شریک ہو کر اتفاق سے مصر کو دبا لے۔ فریب سے کم معلوم نہیں ہوتا۔ لارڈ ڈفرن کے قواعد کیا ہوئے وہ آزادیاں جن کے وعدے کئے گئے تھے کہاں گئیں۔ زمانہ کے متبدل خیالات کا جوش کیا ہوا۔ اگر برطانیہ عظمیٰ مثلاً سن ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۲ء تک کسی اور طرف مصروف ہوتی۔ کہ مصر میں اس بدنظمی کا ہونا اُس وقت بعید از قیاس نہ تھا۔ تو بطور نتیجہ جیسا کہ ۱۸۸۲ء میں ہوا تھا۔ خدیو کو سلطنت سے علیحدہ کرنے کے لئے شورش پیدا ہو جاتی۔ برطانیہ عظمیٰ کی فوجی طاقت پورے طور سے دوسری طرف مصروف ہوتی۔ تو ترکی فوجوں کا اس بدنظمی کے دبانے کے لئے مصر میں داخل ہونا ضرور ہوتا۔ ترکی جنگ کے تمام لازمی نتائج کے علاوہ غالباً خلافت کا خاتمہ ہو جاتا اور مصریوں کی آیندہ بہبودی کی کوئی امید باقی نہ رہتی۔ اگر ہم اس اکیلے ترک کو جو ہمارے اعلےٰ کمشنر کی وساطت سے مصر میں داخل ہوا تھا مصر سے نکالدینے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جس وقت اس کے ہزاروں اور بھائی پہنچ جاتے۔ تو کیا حالت ہوتی۔ انگریزی وزرا کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ داروں کی خاص تعداد مصر کے دیوانی انتظام میں دخل رکھے۔ لیکن مصری اُن کو کس اعتبار سے دیکھتے۔ جبکہ انگریزی سلطنت ایک معاہدہ کے

ذریعہ سے مصر کو ایک ترکی صوبہ بنا دیتی۔ ترکی اثر کا دباؤ انگریزوں کے فوجی قبضہ کے بغیر اُن انگریزی کوششوں کو جو مصر میں ملکی انتظام کے لئے جاری ہیں۔ بیکار کر دیتا۔ اور دوسری سلطنتیں مصریوں کی مایوسی سے کیا فائدہ اُٹھاتیں۔ ترکوں کی واپسی یعنی ترکی فوج کا مصر میں دوبارہ داخلہ نہ صرف محل شاہی میں بلکہ غریب سے غریب گھر میں بھی خطرہ سے خالی نہ سمجھی جاتی۔ خدیو اور اس کی رعایا ہر طرح سے مساوی خوف میں مبتلا رہتے۔ تمام مصر میں یہ تجویز نفرت انگیز ہوتی اور اس کی ذمہ واری برطانیہ عظمےٰ کے سر ہوتی۔ قصہ خدیوبت کے مصنف نے لارڈ رینڈلف چرچل کو جو اس وقت سالبسری کیبنیٹ میں تھا اس تجویز کا بانی مبانی بتلایا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ لارڈ رینڈلف نے مشرقی برٹش پولیسی کے متعلق اپنے خیالات سرہنری ڈرمنڈ وولف سے اخذ کئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرہنری ڈرمنڈ نے سفیر بھیجنے کا مشورہ دیا۔ سفیر جو لارڈ رینڈلف کے مشورہ سے تجویز کیا گیا۔ مجوزہ منصوبے کا بانی تھا۔ جو اپنی سفارت پر جانے کے تھوڑی دیر بعد خواہ یہ سچ ہو یا جھوٹ۔ پورٹسمتھ کو چلا گیا۔ مگر اس سے لارڈ سالسبری کی اُس سکیم پر عملدرآمد ہونے کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ مصر کی بہبودی وزیراعظم کو کم ضروری معلوم ہوئی بہ نسبت اس کے کہ ترکوں کے ساتھ اچھا معاہدہ ہو جاوے اور فرانس کا پہلو سے ایک خار نکالا جاوے اور انگریزی فوج کے مصر سے واپس آجانے پر برطانیہ کے فوجی اخراجات میں کمی واقع ہو۔ لارڈ سالسبری کے مقاصد خواہ کچھ ہی ہوں پر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوڈان میں درویشی حکومت کے ہوتے بیرونی خطرہ کے دور ہونے یا انگریزی اقرار ومدار کی تکمیل سے پہلے بہت برس گزر گئے ہونگے۔ اس اثنا میں حالات بہت کچھ تبدیل ہو گئے اور مصر کے خالی کرنے کو مثلاً ۱۹۰۰ء میں سوڈان کو واپس لینے اور خلیفہ کے مرجانے کے بعد برٹش پبلک انہی نگاہوں سے نہیں دیکھتی ہوگی۔ جن سے وہ ۱۸۸۷ء میں اس معاملہ پر نظر کرتی تھی۔ قاہرہ کی بیماری تمام تکالیف کا اصلی علاج جیسا کہ لارڈ سالسبری نے اپنے ۷۔ اگست کے مراسلہ

میں اقبال کیا ہے نہ سلطان کے اتفاق میں بلکہ مصر کی مالی حالت کی اصلاح میں ہے۔ جب یہ ہو گیا۔ تو سب پیچیدگیاں دُور ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آخر کار فرانس نے زائد مخالفت کی کوششوں کو بے فائدہ جان کر اور صورتوں میں معاوضہ طلب کیا۔ اور اُس میدان سے جس میں ۱۸۸۲ء سے بے قدر و بیفائدہ حصہ لیتا رہا۔ واپس ہوا۔ مصر کی مالی آزادگی۔ کے ساتھ سب سے زیادہ جو ہم سلطان کے ساتھ متفق کام کرنے سے حاصل کرنے کی امید کرتے تھے۔ وہ سب بڑی سلطنتوں نے تسلیم کر لیا ہے مصر میں ہمارے دخل نے یورپ والوں کی منظوری حاصل کر لی ہے اور اگر سلطان اب بھی ناراض ہے۔ ہمیں اس خیال سے اپنے دل کو تسکین دینی چاہیئے کہ مصر کی تباہی اور یورپ کے مفاد کے بغیر کوئی اور چیز قسطنطنیہ کا دُکھ دُور نہیں کر سکتی۔ اس امر سے اور بھی تسکین ہوتی ہے کہ ایک اور خوف بھی افق سے دُور ہو گیا اور پختہ امید ہے کہ انگریزی سلطنت قاہرہ میں ترکوں کو کبھی بھی بہت زیادہ طاقت حاصل کر کر انسانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے کا موقعہ نہ دیگی۔ اس معاملہ کا ہم کسی قدر پیش از وقت ذکر کر رہے ہیں کیونکہ یہ جولائی ۱۸۸۷ء تک کا واقعہ نہ تھا کہ سر ہنری ڈرمنڈ قسطنطنیہ سے روانہ ہوئے اس وقت سے پہلے قاہرہ میں بہت سی مشکلات دُور ہو چکی تھیں۔ اور معاہدہ کے دلائل کا زور جو کچھ بھی تھا گھٹ گیا تھا۔ بین الاقوامی سلسلہ مصر میں رُک گیا تھا۔ اور یوروپین طاقتوں سے زائد مالی امداد کے لئے اپیل کی ضرورت اتنی نہ رہی تھی۔ اور مصر کی از سرِ نو زندگانی شروع ہو گئی تھی۔ انتظام اور سلیقہ کی طاقتیں ہر جگہ کام کر رہی تھیں۔ دریائے نیل لائق اور تجربہ کار آدمیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ اور ناتجربہ کار افسروں کی ابتدائی گمراہی کی کوششوں سے بیقاعدگی اور بے ضابطگی جو پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ سوڈان جواب تک دھمکی دیتا تھا۔ کمزوری کی علامات ظاہر کرنے لگا۔ اور بوقت ضرورت اُس سے سمجھا جا سکتا تھا۔ مجوزہ معاہدہ کے شرائط دُور ہونے سے آخری بڑا خطرہ جو مصر کی اصلاح کے لئے لازمی تھا جاتا رہا

رہا۔ اور ترکی سلطنت کے زور کا منحوس سایہ جو ایک وقت بڑھنے کی دھمکی دیتا تھا۔ اور انگریزی سلطنت کی رضامندی سے تمام سلطنت پر پھیلنا چاہتا تھا۔ آخرش دور ہو گیا +

دسویں فصل

سرایڈ گرونسنٹ کی محنت۔ آبپاشی۔ فوجی افسران ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء میں قاہرہ کے بجٹ کی حالت۔ نوبر پاشا کا طرز۔ کوروں کی منسوخی۔ مجوزہ مالی تجاویز کے متعلق سفراء کی مخالفت۔ طول طویل مباحثہ۔ پنشن کا ضابطہ۔ نقدی پنشن تبادلہ زمین سے۔ آبپاشی اور فوج کے بارے میں +

ادھر نوا علائے کمشنران متفقاً خدیو سے مصر کی رہائی کی تدابیر کر رہے تھے جس کا انگریزی عمال قاہرہ نے اور سلطنتوں کو اشارہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اوروں کو بالکل بے خبر رکھا۔ ۱۸۸۵ء میں اور طاقتیں سلطنت کے قرض کی ہنڈیوں پر ۵ فیصدی ٹیکس جو عارضی طور پر ایزاد کیا گیا تھا۔ طلب کرنے کو تھیں۔ نیز ۱۸۸۵ء سے پہلے قرض اور کمی جائداد کا تمام سود طلب کیا جانے کو تھا۔ اور اگر مقررہ ادائیگی نہ کیجاوے۔ تو بین الاقوامی طغیانی مُنہ کھولے بیٹھی تھی۔ جس سے مُراد یہ تھی کہ تجاویز میں ہر طرح ناکامی رہی۔ بہت کم لوگوں کو یقین تھا کہ ادائیگی ہو جاویگی۔ لیکن ان چند میں صرف ایک مشیر مال تھا۔ اور اُس کے سوائے کسی کو زیادہ علم نہ تھا۔ ۱۸۸۶ء کے ابتدائی مہینوں میں کریڈیٹ لائینس بینک کی الیگزینڈریا شاخ نے معاملات کو دیکھ کر مالی حالت کی بہبودی میں بدرجہ غایت شک ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ قطعی طور پر سلطنت کو قرض دینے سے انکار کر دیا۔ کریڈیٹ لائینس ایک فرانسیسی بنک تھا۔ اور اُس کا انکار موجد اس خیال کا ہو سکتا ہے +

اپریل ۱۸۸۶ء میں سرایولن بیرنگ خود لکھتے ہوئے اس مضمون پر اپنی رائے قائم نہ کر سکتا تھا۔ اس کو خیال تھا کہ ممکن ہو سکتا ہے کہ مصری سلطنت ۱۸۸۷ء میں اپنا قرض ادا کرنے کے لائق ہو جاوے۔ لیکن یہ صرف موہوم امید تھی۔ باوجود وزراء کے تکالیف دینے۔ وزیر اعظم نوبر پاشا کی نیش زنی سے لاپروا ہو کر اور اعلےٰ کمیشن میں ایک اور ممبر کی ایزادی سے ترقی میں جو روک پیدا ہو گئی تھی۔ خیال میں نہ لا کر وزیر مال اور نائب بے غل وغش اپنے کام میں لگے رہے جب ۱۸۸۵ء کا حساب بند ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مصر کا معمولی معاملہ ۹۶۳۷۱۷۳ پونڈ ہے۔ میزان خرچ جو واجب الادا تھا۔ ۹۲۶۸۳۲۶ پونڈ تھا۔ بقایا نام نہاد کو ۳۴۸۴۷ پونڈ رہا۔ یہ ایزادی برائے نام اس لئے تھی کہ یہ کُل سال کی کارروائی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ ۱۸۸۵ء اور سالہائے ماسبق کی کچھ رقومات اس میں شامل کی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں اُن تجاویز پر جو صفحہ ۱۲۵ میں بیان ہو چکی ہیں۔ مُلکی انتظام کے کمیشن نے بہت ہی کم کام کیا تھا ؛

۱۸۸۵ء میں معاملہ کی ایزادی کا کچھ بھی نہ ہو سکا۔ جو دراصل بہت بُرا سال تھا۔ ملک کو نہ صرف عام تجارت کے بند ہو جانے سے جو تمام یورپ میں گھاٹا ڈال رہا تھا۔ نقصان اُٹھانا پڑا۔ بلکہ گزشتہ واقعات کی مصیبتوں۔ سوڈان کی لڑائی۔ اور تاوان جنگ کی ادائیگی میں تاخیر کے باعث ملک کو بہت تکلیف ہوئی ؛

محصول چنگی کی نقد آمدنی تخمینہ سے بہت زیادہ تھی۔ مجوزہ ہاؤس ٹیکس تین سال تک یورپ کے تمام ونہ لائے خارجیہ کے دروازوں پر پیش ہو ہو کر آخر کار یورپ والوں پر لگایا گیا۔ اگرچہ نرخ کا فیصلہ اس وقت تک طے نہیں ہوا۔ آئندہ سال ۱۸۸۶ء کے حساب میں معمولی مالیہ کی خاص اور غیر خاص رقموں کی آمدنی ۹۵۷۴۳۷۳ پونڈ ہوئی۔ اور سال کا خرچ ۹۵۸۸۱۶۶ پونڈ ہوا یا یُوں کہو کہ ۱۳۷۷۳ پونڈ کی کمی ہوئی۔ ۲۵۰۰۰۰ پونڈ کی بڑی بھاری رقم ۱۸۸۶ء کے مالیہ میں فوجی ملازمت سے علیحدگی کیلئے ادائیگی کی مد سے جو حال کی منظور شدہ

تجویز تھی۔ وصول ہوئی۔ اس رقم نے اگرچہ ۱۸۸۶ء کے مالیہ کو ملبب کر دیا۔ بہت کم و بیش ہونے والی تھی ۱۸۸۷ء میں بمشکل اس کے دسویں حصّہ کی وصولی کی امید تھی۔ ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء کی نقد ایزادی جو سلطنت کو ہر طرح کے اخراجات ادا کر کے بس انداز ہوئی۔ ۲۲۸۴۸ پونڈ سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن کم خواہ کتنی ہی تھی۔ فائدہ میں تھی *

سلطنت قرض ادا کر چکی تھی۔ اور کوئی قرض لیا نہیں گیا تھا۔ اور مالیہ میں کوئی خاص زیادتی کی امید نہ تھی۔ بلکہ صرف دریائے نیل کی خرابی بجیٹ کو کمی میں ڈال سکتی تھی۔ سوڈانی ابر ہمیشہ دھمکی دیتے تھے۔ اور کریڈیٹ لائینس کو جبکہ وہ سلطنت کے روپیہ پر نکتہ چینی کر رہا تھا۔ غلط خبر دی گئی تھی۔ کیونکہ جمیع وزراء وزیر مال کی تجاویز کو درہم برہم کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ نوبر پاشا کا طرز عمل کیا تھا۔ ہم صفحہ آیندہ پر بیان کرینگے۔ اس کو ضرور معلوم ہو گیا ہو گا کہ آمدنی و خرچ کا اندازہ لگانے کے لئے کفایت شعاری کی سخت تجاویز پر کاربند ہونا چاہیئے۔ ملک اس وقت ایزادی ٹیکس کا بار اُٹھانے کے لائق نہ تھا۔ اس کو ناکامی کی سزا میں شک نہ ہو سکتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ وہ معتمد خزانہ کی لیاقت نہ رکھتا تھا اور ممکن ہے کہ اُدھر عام محکمہ جات کی طرف سے اس پر روپیہ کی اتنی فرمائشیں آتی تھیں کہ اس کا ناک میں دم آگیا۔ وہ بیشک نتائج دکھانا چاہتا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی عقل اور ذہانت پر سلطنت کو آیندہ مالی مشکلات سے نکالنے کے لئے بھروسہ کرتا تھا۔ آخر چونکہ وہ ایک خود پسند اور بے چین طبیعت کا آدمی تھا۔ اس کو سلطنت میں غیر طاقتوں کے اصولوں پر ہاتھ گھسائی کرنی پڑی۔ نائب اور اُس کے درمیان ناچاقی ہو گئی۔ اعلٰے کمشنران کے زیر سایہ آیندہ تبدیلیوں کی ممکنات نے بیشک اُن لوگوں پر جو سلطنت سے ناراض تھے۔ اعتبار ڈالا۔ وہ اُس پولیسی کے خلاف جو در اصل کی گئی تھی جس وقت انگریزی ترکی معاہدہ مکمل ہو جاوے۔ حال کی تجاویز سے امداد کی ممکنات دکھا کر اعتراض کر سکتے تھے مضبوط ہاتھ پھر ہٹایا جا سکتا تھا۔ اور ایک دردخواہ مدبر کے سایہ میں بہت کفایت شعاری کا

زمانہ جانشین ہوسکتا تھا +

لیکن سردست ایسے خیالات اور ایسے واقعات پر جیسے کہ وہ پیدا ہوئے۔ بحث کرنے میں نہ خوشی ہے نہ فائدہ۔ یہ سطح آب پر مثل حباب یا زیادہ سے زیادہ مثل بھنور کے ہیں۔ جن کا دھار اپر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ صرف اس لئے یاد میں لائے گئے ہیں کہ وہ مشکلات جو ترقی کی راہ میں حائل تھیں مختلف طرح کی اور مختلف اطراف سے تھیں۔ فرانسیسیوں کے ساتھ لڑنے خلیفہ کے ساتھ جھگڑا کرنے کے لئے تیاری کرنے اور دیوالے کا مقابلہ کرنے کے علاوہ سر ایولین بیرنگ اور مسٹر ونسنٹ کے لئے اُن کے اپنے گروہ میں بہت سے دشمن موجود تھے۔ اور سب سے بڑے دشمن یعنے قریبی دوست نے اُن پر حملہ کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔ آخر کار یہ مخالفتیں بہت بڑھ گئیں اور جیساکہ آیندہ ذکر کیا جاوے گا۔ نوبر پاشا کے مستعفی کا باعث ہوئیں +

مشیر مال کو صرف کمی اور چلت قرضہ ہی کا فکر نہ تھا۔ نوبر پاشا اور کرنیل سکاٹ منکریف دونو برابر اس بات پر زور دے رہے تھے کہ مزدوروں کی سالانہ کورؤی کو منسوخ کر دیا جائے۔ اس بات کی بھی بیحد ضرورت تھی کہ فہرست پنشن کو ۱۸۸۵ء کی کنونشن کے اندازے کی حدود میں لایا جائے۔ اور پنشن کا ایک جدید قانون وضع کیا جائے۔ مصر میں ریٹائیر ہونے والوں اور نیز ان لوگوں کے متعلق جنہیں ازراہِ ترحم پنشن دی جائے جو قانون تھا وہ غیر مناسب طور پر نرم اور ڈھیلا تھا۔ اور سوڈان سے واپسی پر عرضیوں کی جو غیر معمولی تعداد وصول ہوئی تھی۔ اس کے باعث پنشن کے مطالبات اور بھی زیادہ ہو چکے تھے۔ برعکس اس کے محصول تمباکو کے متعلق کوئی مزید کارروائی کرنا ضروری تھا۔ مصری فوج کی تخفیف کا معاملہ بھی پیش نظر تھا +

دریائے نیل کی کورؤی کی منسوخی کی کوشش کے وقت حسب معمول پولٹیکل مشکلات پیش آئیں۔ زمانۂ سلف سے مصر میں دستور چلا آتا تھا کہ آبپاشی کی نہروں کو بیگار میں مزدور پکڑ کر تیار کروایا اور کھلا رکھوایا جاتا تھا۔ یہ نہریں

دراصل ایک قسم کی نسیں ہیں جن کے ذریعہ مصر بھر میں زندگی برقرار رکھنے والا خون یعنی دریائے نیل کا پانی تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہرچند کہ جن لوگوں کا ان نہروں سے تعلق ہے یعنی فلاحین کا اپنی غرض کے لئے اس قسم کی مزدوری کرنا بیجا معلوم نہیں ہوتا تاہم حقیقت یہ ہے کہ یہ بوجھ نہایت ناہموار طریقے پر بٹا ہوا تھا۔ دولتمندوں یا بارسوخ لوگوں کے مزارعین کو اس مطلب کے لئے طلب ہی نہ کیا جاتا تھا۔ اور صرف انہی لوگوں پر دباؤ ڈالا جاتا تھا جو مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے غذا یا پناہ کی بہم رسانی کا کوئی انتظام نہ تھا اور کوروی کو عین اس وقت طلب کر لیا جاتا تھا۔ جب کہ فلاح کو خود اپنے کھیتوں میں مزدوری کی بیحد ضرورت ہوا کرتی تھی +

انیسویں صدی کے آغاز تک زمین میں صرف ایک ہی فصل سالانہ پیدا ہوتی تھی۔ یہ فصل اس وقت بوئی جاتی تھی جب کہ دریائے نیل کا پانی ماہ نومبر میں پیچھے کی طرف ہٹ جاتا تھا اور اس کے بعد اپریل مہینے تک جب اسکی کٹائی ہوتی تھی۔ اس کی طرف چنداں توجہ دینی نہ پڑتی تھی۔ باقی فصلوں میں فلاح کو کوئی خاص کام نہ ہوتا تھا۔ ان ایام میں اس کا بہترین کام یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے کھیت کی چھوٹی چھوٹی نہروں کو صاف اور دریائے نیل کے بندوں کو جو اسے طغیانی سے محفوظ رکھتے تھے مضبوط رکھے۔ لیکن جب اس صدی کے ابتدائی سالوں میں کپاس اور نیشکر کی فصلوں کی کاشت شروع ہوئی تو معاملات کی صورت بدل گئی۔ یہ فصلیں ایسی ہیں کہ انہیں سال بھر میں مختلف موقعوں پر اوسط درجے کا پانی دینا لازم ہے یہ ٹھیک نہیں کہ جب دریائے نیل چڑھاؤ پر ہو تو ان کے کھیتوں کو پانی سے بھر دیا جائے نہ یہ کہ جب دریا کا پانی اُترا ہوا ہو تو انہیں خشک چھوڑ دیا جائے۔ ان ضروریات کو رفع کرنے کی غرض سے متعدد نشیب گرمائی نہریں اس قسم کی کھودنی پڑیں جو اس وقت بھی جبکہ دریائے نیل کا پانی بالکل اُترا ہوا ہو۔ آبپاشی کا کام دے سکتی تھیں۔ دریائے نیل کے چڑھاؤ

کے وقت ان میں کیچڑ جمع ہو جانے سے یہ نہریں ہر سال اٹ جاتی تھیں۔ انہیں میلوں تک صاف کرنا پڑتا تھا اور ان میں ۶ سے ۱۰ فٹ تک گار جمع ہو جاتی تھی۔ سرمائی فصلوں کے لئے صرف پایاب نہروں کو صاف کرنے کی ضرورت ہوا کرتی تھی جو اُترتے ہوئے دریا کے باعث خشک رہ جاتی تھیں اور اس لئے اُنہیں آسانی اور فرصت کے ساتھ کھود لیا جا سکتا تھا۔ لیکن گرمائی نشیبی نہروں کا صاف کرنا ایک بالکل مختلف عمل تھا۔ اس کام کو بیحد دباؤ کی حالت میں کرنا پڑتا تھا کیونکہ صفائی کے دوران میں نہر کو بند رکھنا پڑتا تھا اور جن قیمتی فصلوں کو اس ذریعہ سے پانی پہنچتا تھا وہ آبپاشی کی محتاج ہوتی تھیں۔ نہر کا پیندا کبھی خشک نہ ہوتا تھا اور ہزاروں قریب قریب ننگے آدمی تیز آفتاب کی شعاعوں کے نیچے کیچڑ سے بھرے ہوئے ٹوکرے پشت پر اُٹھائے گہرے کناروں پر چڑھتے بھاگ بھاگ کر ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھے جاتے تھے۔ اس اثنا میں فلاح کو کھیتوں کی نلائی اور کھدائی کے کام کے لئے مزدوروں کی بیحد ضرورت ہوتی تھی یا وہ خود کسی دولتمند آدمی کا کام کرکے اجرت کما سکتا تھا۔ اس کے زیادہ خوش نصیب ہم جلیسوں کو اس کام میں جو درحقیقت ایک معمولی مزدور ہونا چاہیئے تھا حصہ نہ دیا جاتا تھا۔ صوبہ غربیہ میں ۸۱۳۰۰۰ ایکڑ اراضی ہے۔ اس رقبہ میں سے ۱۰۲۲۲۴ ایکڑ اراضی بڑے بڑے زمینداروں اور وقف یعنی اس سرکاری صیغے سے متعلق ہے جو مذہبی اوقاف کے ٹرسٹی کا کام دیتا ہے۔ اس حصے کی آبادی ۲۱ ہزار کے قریب ہے جس میں سے ۱۸۸۴ء میں ایک شخص بھی کوروی میں شریک نہیں ہوا۔ اور نہ اس کے بدلے میں ایک پیاسٹر بھی ادا کیا گیا۔ ایک اور صوبہ جس میں سے کوروی کے لئے مزدور نہ بھیجے گئے تھے اس میں بھی بڑے بڑے اراضی دار آباد تھے جن کے قبضہ میں ۵۳ ہزار ایکڑ زمین تھی۔ اس صوبے میں کاشتکاروں کے قبضہ میں ۲۳ ہزار ایکڑ اراضی تھی۔ جن کی طرف سے ۸۰۰ آدمی مہیا کئے

گئے۔ جوں جوں کپاس کی کاشت ترقی کرتی جاتی تھی کوروی کا کام بھی سال بسال بڑھتا جاتا تھا۔ اپنی زمینوں میں قلبہ رانی کروا رکھنے کے فائدے سے دولتمندوں کو اس بات کی اور بھی ترغیب ہوتی تھی کہ قانون کی خلاف ورزی کی جائے اور اپنے بوجھ کا حصہ بھی غربا کے کندھوں پر ڈال دیا جائے۔ ۸۳-۱۸۸۲ء میں جب انگریز انجنیر ملک میں پہنچے تو انھوں نے فوراً اس سسٹم میں ترمیم شروع کی۔ فی الحقیقت اپنے عہدے کا چارج لیتے ہی کرنیل سکاٹ منکریف قلمی۔ قدمی اور شخصی طور پر اس کے خلاف جد وجہد کرنے لگے۔ ۱۸۸۳ء میں پرانے سسٹم کے مطابق کئے جانے کے لائق کام کی مقدار ۴ کروڑ ۳۰ لاکھ مکعب میٹر زمین کی کھدائی ہوتی۔ جو ایک ناممکن کام تھا۔ لیکن بند لگانے کی ترکیب سے کسی قدر کام لینے سے آبی سطح اونچی ہو گئی۔ اس ذریعہ سے اور نیز ان بائی کو درست رکھنے والے بعض پلوں کو اترے ہوئے دریائے نیل میں بند کرنے سے جو پہلے صرف چڑھے ہوئے دریائے نیل میں بند کئے جاتے تھے نہروں کی اس قدر کھدائی کی ضرورت نہ رہی جو بغیر ایسا کرنے کے لازم ہوتی۔ کسی حد تک اس سالکی بچت سے بھی کام لیا گیا۔ اور اس طرح پر ۱۸۸۴ء میں کوروی نے جو مجموعی کام سرانجام دیا۔ وہ ۳ کروڑ مکعب میٹر کھدائی سے زیادہ نہ تھا۔ اس سال بلا معاوضہ کوروی میں کام کرنے والوں کی تعداد ۴۵۰۰۰ تھی۔ جنہوں نے ایکسو دنوں تک کام کیا۔ ۱۸۸۵ء میں اس تعداد میں تخفیف ہو کر صرف ۱۲۵۹۳۶ آدمی رہ گئے۔ اور ۱۸۸۶ء میں ان کی تعداد ۹۵۰۹۳ سے زیادہ نہ تھی۔ لا ایک سو دنوں تک اس طرح پر ۷۰ ہزار آدمیوں کی محنت بچانے کا باعث قد معاوضہ حاصل کر لینا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اس کی وجہ کسی حد تک انجینیری کی وہ اصلاحات تھیں جن کے باعث بہت سے فالتو مزدوروں کی ضرورت نہ رہی تھی۔ نیز بند لگانے کا طریقہ کسی قدر بحال کرنے سے یہ نتیجہ ظہور میں آیا تھا +

ان بجٹ کے تخمینوں میں جو ۱۸۸۵ء کی کنونشن کی بنا تھے اور جو ۲۷ جولائی سنہ مذکور کی خدیویہ ڈگری میں داخل کر لئے گئے تھے۔ آمدنی مالگذاری کے تخمینوں میں ۴۵۰۰۰۰ پونڈ کی تخفیف رکھی گئی تھی۔ اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر اس اثاثہ کی طرف جو اراضیات سے حاصل ہوتا ہے پورا خیال کر لیا جائے تو مالگذاری کا جو حساب کاغذات پر درج ہے وہ ہر سال اس رقم سے جو حقیقت میں حاصل کرنی چاہیئے۔ مندرجہ بالا رقم کے برابر بڑھ جاتا ہے مالگذاری کی اس رقم میں جو رجسٹروں کے مطابق بنتی تھی اور اس میں جو درحقیقت گورنمنٹ کے حساب میں جمع ہوتی تھی۔ جو اختلاف تھا اس کا باعث بالائی مصر کے بعض صوبجات میں مالگذاری کی وصولی پر ایک خاص دباؤ کا پڑنا تھا اور اس دباؤ کو دُور کرنے ہی کی خاطر ۴۵۰۰۰۰ پونڈ کی رقم تخمینوں میں سے گھٹا دی گئی تھی۔ اس تخفیف کو عملی صورت دیتے وقت ۱۸۸۷ء میں گورنمنٹ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ بیحد غریب علاقوں میں مالیہ کو بقدر ۲۰۰۰۰۰ پونڈ کم کر دیا جائے۔ لیکن باقی ۲۵۰۰۰۰ پونڈ کی رقم اراضی داروں سے وصول کی جاتی ہے تاکہ اسے نہروں پر کام کرنے والے ان مزدوروں پر صرف کیا جائے۔ جن کی بجائے اب تک کوروی سے کام لیا جاتا تھا۔ کوروی ایک طرح پر جنسی مالگذاری خیال کی جاتی تھی۔ اور اس لئے اراضی داروں کی نسبت وہ مزدور جو بلا معاوضہ کام کرتے تھے زیادہ ترکسی آسایش یا رعایت کے مستحق تھے۔ اس بات کا بھی انتظام کر دیا گیا کہ کوروی میں آنے والے مزدور زرخیز علاقوں میں ۷۰ پیاسٹر (بقدر ۸ شلنگ) ادا کر کے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں یہ رقم ہر سال یکم اپریل تک ادا کر دینی لازم تھی۔

پہلے تجویز تھی کہ ۴۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم کوروی کی آسایش پر صرف کی جائے لیکن مسٹر ونسنٹ کو اس بات کا شبہ تھا۔ آیا اتنی بڑی رقم ان بوجھ سے دبے ہوئے اراضی داروں سے مسلسل طور پر وصول ہوتی رہے گی جن کی آسایش اس طرح پر غیر مفید عرصے کے لئے ملتوی ہو جائیگی۔ اسکے

علاوہ بعض دیگر ضروری امور کی طرف غور کرنا بھی لازم تھا اور اتنی بڑی رقم خاص اس مطلب کے لئے وقف کر دینے سے مالی مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا۔ لنڈن میں حکام کو یہ فکر پیدا ہو رہا تھا کہ مصری گورنمنٹ بغیر اجرت کے مزدوروں کی آسایش کا انتظام کرنے میں کہیں مالگذاری کی وہ رقوم صرف نہ کر بیٹھے جو ۱۸۸۵ء کی کنونشن میں پاس شدہ اخراجات کے لئے ضروری ہونگی۔ لیکن نوبر پاشا اور کرنیل سکاٹ منکریف دونوں مزدوروں کی اس امداد پر اصرار کر رہے تھے۔ اور بالآخر ۱۸۸۶ء میں یہ بات طے پائی کہ ۲۵۰۰۰۰ پونڈ سے اس کام کو شروع کر کے دیکھا جائے +

اب وہ سیاسی مشکلات پیش آئیں جن کے باعث یہ معاملہ تین سال سے زیادہ عرصے تک معرض التوا میں پڑا رہا۔ قیبس کے فرانسیسی کمشنر نے اس کے جواز پر اعتراض کیا اور اس کی اس مخالفت کی تائید قاہرہ کے فرانسیسی اور دوسرے قنصل جنرلوں نے کی۔ مصر کے تمام جمع شدہ مدبر لارڈ برلے کی طرح اپنے سر ہلاتے تھے۔ شاید وہ اس وجہ سے خوش تھے کہ یہ ان کے سست ہاتھوں کے لئے شرارت کرنے کا ایک موقعہ تھا اور یقیناً وہ اس بات سے ناخوش نہ تھے کہ ان کی اس شرارت کا شکار برطانیہ کلاں ہونے والا تھا۔ اس بات پر شبہ ظاہر کیا گیا کہ ۴۵۰۰۰۰ پونڈ کی رقم قابلِ وصول مالگذاری کے تخمینوں سے مشروط طریقے پر کم کر دی گئی تھی۔ جب یہ اعتراض بے بنیاد ثابت ہوا تو اس بات پر بڑی سرگرمی سے مباحثہ کیا گیا کہ مصری گورنمنٹ کو ۱۸۸۵ء کی کنونشن کے "قائم کردہ اخراجات" میں ان طاقتوں کی سابقہ منظوری کے بغیر جو اس کنونشن میں شریک تھیں۔ ۲۵۰۰۰۰ پونڈ کا ضروری اضافہ کرنے کا کیا حق حاصل تھا۔ یہ مخالفت آخرکار رفتہ رفتہ ۱۸۸۷ء کی فصلِ بہار میں کم ہونے لگی جب کہ شہنشاہ روس کے مشیر موسیو ڈی جیرس نے اس سے ذاتی طور پر اس بابت میں ذکر کیا اور اس نے اس معاملے کی گورنمنٹ فرانس سے سفارش کی۔ اس اثنا میں قیبس کے ساتھ ایک عہدنامہ کر کے اس

قاعدے کو مشروط طریقے پر رواج دیا جاچکا تھا اور آخری دوستی کا حق لکھ کر ۲۵۰۰۰۰ پونڈ کی رقم مستند صرفہ میں ملالی گئی تھی۔ انجام کار اس تجویز کو بین القومی منظوری حاصل ہوئی۔ لیکن ۱۴۔ جون ۱۸۸۹ء سے پیشتر خدیو کی ڈگری "طاقتوں کی منظوری سے" جاری نہ ہوسکی۔ اس نظارے سے زیادہ مضحکہ خیز یا دردناک معاملہ اور کیا ہوسکتا تھا کہ مصری فلاح کا معاملہ زار کی نظر میں لایا جائے اور اس کی ہدایات کے مطابق وہ فرانس کی جمہوریت کے پریسیڈنٹ کے سامنے پیش ہو اور برطانیہ کلاں جس کے فرض انسانیت میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ ایک محتاج اور ناقابلِ حرکت شخص کی طرح سارے معاملے کو دیکھے اور رفنڈ کے غبن کے اندیشے سے اس کام کو پورا کرنے سے جو اس کے سپرد ہوا تھا کانپ کر الگ تھلگ رہے +

غرض اس طور پر اس معاملہ کا آغاز ہوا۔ جس پر تین سال عامل رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہر صاف کرنے کے لئے جبری مزدوری کا طریق بالکل دور ہوگیا۔ گو اس میں شک نہیں کہ ایک نہایت محدود پیمانے پر اور ایک بالکل بدلی ہوئی صورت میں اب بھی کوردی سے عارضی طور پر یہ کام لیا جاتا ہے کہ جن دنوں دریائے نیل چڑھاؤ پر ہو یہ لوگ نہروں کی نگہداشت کریں اور انکے کناروں کو اگر کسی قسم کا خطرہ ہو تو اس کی اطلاع دیں۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں اس مطلب کے لئے ۱۱۲۴۴ آدمی کام میں لائے گئے تھے۔ جو ایک سو دن تک اس فرض پر متعین رہے۔ لیکن انہیں ان کے مختلف گاؤں میں جن میں سے نہریں گزرتی تھیں۔ صرف اس غرض سے متعین کیا گیا تھا کہ ان کے اپنے کھیتوں کو کسی قسم کا خطرہ ہو تو وہ اس کی اطلاع دیں۔ جب کھیتوں میں ٹیلیفون لگ جائیگی۔ تو اس کام کے لئے بھی اتنے آدمیوں کی ضرورت نہ رہے گی۔ ایسے ہی جب کبھی ٹڈی دل چھا جاتا ہے تو اسے ہٹانے یا کپاس کی سونڈی کو تلف کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً معاوضہ پر کوروی سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کام عارضی ہوتے ہیں +

نہروں کی کوروی اور قرباش کا طریقہ دُور کرکے برطانیہ کلاں نے مصر کی غریب جماعتوں کا بہت بڑی حد تک شکریہ حاصل کیا ہے۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ مہربانیوں کا احساس اس شخص کی نسبت جس پر وہ کی جائیں۔ کرنیوالے کو بہت بڑے عرصے تک رہتا ہے۔ عام فوائد جب وہ ان لوگوں کو پہنچائے جائیں جو خون۔ مذہب۔ رسم ورواج اور رنگت میں ہم سے جُدا ہوں تو ان کا شکریہ معمولی طور پر مفقود ہو جاتا ہے۔ تکلیف کا احساس انہی لوگوں کے ساتھ مر جاتا ہے۔ جنہوں نے ان تکالیف کو برداشت کیا ہو۔ مصر یا ہندوستان کے متعلق برطانیہ کلاں کی سب سے بھاری غلطی یہی ہو سکتی ہے کہ شکریہ کی بہتی ریت پر نیکدلی کی ایک فرضی عظیم الشان عمارت تیار کی جائے اور اس سے بھی بڑی غلطی ایسی عمارت کو نمایشی وفاداری پر تیار کرنے میں ہوگی۔ غیر ملکی حکمرانوں کی اعلیٰ ترین برکات کو بھی بہت کم یاد رکھا جاتا ہے اور ایک غیر ملکی جماعت کی موجودگی سے جو اضطراب دلی پیدا ہوتا ہے وہ اِن فوائد سے بدرجہا آگے نکل جاتا ہے جو اس کی بدولت حاصل ہوئے ہوں +

ابتدائی کشمکش کے ان ایام میں مصر کی نہایت غور سے درست کی ہوئی مالگذاری اور اس کے اخراجات پر مصری پنشن کوڈ کے اثرات سے بہت کچھ فکر و اندیشہ پیدا ہوا۔ لنڈنی کنونشن کی بجٹ میں پنشنوں کے لئے ۴۳۷۰۰۰ پونڈ کی رقم رکھی گئی تھی۔ ۱۸۸۶ء کے تخمینے میں یہ رقم ۴۶۴۰۰۰ پونڈ تک پہنچ گئی۔ لیکن ۶۱۲۰۰۰ پونڈ کی رقم کے پنشن کے دعاوی ابھی اور پڑے ہوئے تھے۔ اگر ان افسروں اور اہلکاروں کے ورثاء کو پوری پوری پنشن دیجاتی جو سوڈان میں مارے گئے تھے تو ۲۶۶۷۶ پونڈ کی رقم اور بڑھ جاتی تھی جس کے علاوہ مارچ ۱۸۸۶ء تک کی ایسی پنشنوں کے بقایا ہی کی رقم ۵۲۰۰۰ پونڈ سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اس طرح پر پنشن کے حساب کی مجموعی رقم ۶۰۰۰۰۰ پونڈ سے بھی زیادہ تھی یا یُوں کہنا چاہیئے کہ تخمینہ کنونشن سے ۱۶۳۰۰۰ پونڈ زیادہ۔ لیکن ۹۰۰۰۰۰ پونڈ کے قرضہ میں ۵۵۰۰۰ پونڈ

کی رقم ادائیگی پنشن کے لئے شامل کرلی گئی تھی اور اس بات کا انتظام کیا گیا تھا کہ اس رقم کی حدود کے اندر نظارت دایرہ دجاگیر کی اراضی ایک خاص قیمت پر محسوب کرکے نقدی کے عوض ان پنشنروں کو دی جائے جو اسے لینے کے خواہشمند ہوں اس کے بعد قرضہ کے ذریعہ مزید رقم دستیاب ہو گئی۔ اور اس طرح پر ادا شدہ پنشنوں کی رقم بہت بڑھ گئی +

اس ادائیگی کا کچھ اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ آخیر ۱۸۸۷ء تک ۴۳۷۳ پنشن ۲۲۰۸۲۲ پونڈ سالانہ قیمت کی ۴۴۱۷۰۲۶۲ پونڈ نقد میں ادا ہو چکی تھیں جس کے علاوہ ۱۰۸۲۳۵۔ ایکڑ سرکاری زمین پنشن خواروں کے قبضے میں پہنچ چکی تھی۔ ایک ترمیم شدہ پنشن کو ڈ اب ان غیر معمولی پنشن کی رقموں کے تسلسل کو روکتا ہے جو سابقہ حکمرانوں کی لاپروائی میں آئی ہوئی فیاضی کے باعث اس سہولیت سے حاصل ہوگئی تھیں جس سے کہ "اعلیٰ حکم" کے ذریعہ پنشن کی اجازت مل جاتی تھی۔ یا جو اس مصیبت کے باعث لوگوں کو ملی تھیں جس نے سوڈان کی زمین کو مصری فوجوں کے خون سے تر بتر کر دیا تھا۔ اور پنشن کی فہرستیں بیوگان اور یتامیٰ کے ناموں اور دعاوی سے بھر گئی تھیں۔ تاہم پنشنوں کی اس تمام ادائیگی اور تبدیلی کے بعد ہم ۱۹۰۴ء میں سر ونسنٹ کوربٹ کو یہ لکھتا ہوا پاتے ہیں کہ "۱۹۰۵ء کیلئے پنشن کی رقم مجموعی طور پر ۴۲۵۰۰۰ پونڈ یا بقدر ۹۰۰۰ پونڈ زیادہ ہے۔" قوانین پنشن کی حالت بالکل غیر مطمئن ہے۔ رقم بہت بڑی ہے گو جس انداز سے بعض حالتوں میں پنشن دیجاتی ہے وہ فیاضانہ نہیں۔ جیسا کہ گذشتہ ناکامیوں سے معلوم ہوتا ہے یہ سوال ایسا ہے جس میں بیحد احتیاط اور غور و خوض کے بعد کارروائی کرنے کی ضرورت ہے۔ آجکل گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول ہے +

قبل ازیں اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں مشیر مال کے ایما پر یونان کے ساتھ جو اہم عہدنامہ ہوا تھا اس میں یونانی تمباکو کے داخلے

کی جواب تک ممنوع تھا اجازت دی گئی تھی۔ اس عہد نامہ کی بدولت تمباکو کے مالیہ میں ایک بہت بڑا انقلاب واقع ہوا۔ اور مسٹر ونسنٹ نے مصر کی جو خدمات سرانجام دی ہیں ان میں سے یہ کچھ کم خدمت نہ تھی۔ اس سے پہلے مال کو پوشیدہ طور بلا محصول ملک میں داخل کرنے کا ذکر ہو چکا ہے یہ سلسلہ اب بالکل منقطع ہو گیا اور یونانی تمباکو سے مالیہ کا مناسب حصہ لیا جانے لگا۔ اپریل ۱۸۹۵ء میں باہر سے آئے ہوئے تمباکو کا محصول ۵ سے ۱۲ پیاسٹر فی اوک جو پونے تین پونڈ وزن کا ہوتا ہے کر دیا گیا۔ مخفی نہ رہے کہ پیاسٹر کی قیمت ۲½ پنس سکہ انگریزی کے قریب ہوتی ہے۔ باہر سے آئے ہوئے یونانی اور ترکی تمباکو پر جو محصول لیا جاتا تھا وہ دیسی تمباکو کے محصول سے بہت زیادہ تھا۔ دیسی تمباکو چونکہ اس طرح محفوظ تھا۔ اس لئے اسے غیر ملکی تمباکو میں ملا کر بیچا جاتا تھا۔ ہرچند کہ گزشتہ احکام کے بموجب دیسی تمباکو کی کاشت کا رقبہ محدود ہو چکا تھا۔ تاہم اس قانون کی در پردہ خلاف ورزی کی جاتی تھی اور اس کی کاشت روز افزوں تھی۔ دیسی اور ترکی تمباکو ملا کر نہ صرف مصر کے بازاروں میں فروخت کیا جاتا تھا بلکہ یورپ کو بھی بطور خالص ترکی تمباکو کے اس کی برآمد ہوتی تھی۔ مصری سگرٹ پینے والے اس بات کے شاکی تھے کہ جو سگرٹ مصری کہہ کر فروخت کئے جاتے ہیں وہ گھٹیا قسم کے ہیں۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں مصر کی اس بہت بڑی تجارت میں زوال نہ آجائے۔ غیر ملکی تمباکو کو مصر کے اندر لانے والے اس بات کی شکایت کرتے تھے کہ اس طریقے پر ہمیں سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ترکی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ مصر تمباکو کے مسئلہ سے جو سلوک کر رہا ہے وہ سلطانی فرمانوں کے مطلب یا ان کی عبارت کے مطابق نہیں۔ مصر کے صیغہ کسٹم کی آمدنی میں بھی فرق آرہا تھا کیونکہ گھٹیا دیسی تمباکو کو ترکی پتی کے ساتھ ملا کر اس کی پیداوار اور کھپت بڑھنے سے ممالک غیر سے تمباکو کی درآمد میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ اس لئے خواہش ظاہر کی گئی۔ کہ دیسی تمباکو پر اسقدر

ٹیکس لگایا جائے۔ جو درآمد کے تمباکو کے ٹیکس سے صرف کسی قدر ہی کم ہو آگے چلکر یہ بات معلوم ہوگی کہ تھوڑی مدت بعد مصر میں تمباکو کی کاشت بالکل ہی روک دی گئی تھی ؛

تین سال کے عرصہ یعنی ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۷ء تک صیغہ آبپاشی نے جو کام کیا اس کی تفصیل اس کتاب کے منشا سے باہر معلوم ہوتی ہے یہ سال کچھ تو تجربہ اور کچھ معتبر ترقی کے تھے۔ افسروں کے سامنے ایک طرح پر چارگنا کام تھا۔ انہیں ان ذرائع کو مکمل کرنا تھا۔ جن کی مدد سے فصل گرما میں دریا کا سارا پانی آبپاشی کے کام میں لایا جاسکے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے انہیں بند باندھنے کا طریقہ بحال کرنا پڑا۔ ان کا فرض تھا کہ پانی کو منصفانہ طور پر اور یکجہت کے ساتھ تقسیم کریں اور یہ کام ایک حد تک انتظامی تھا۔ تعمیر کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ انہیں اس غرض سے نالیاں بنانی تھیں کہ فصل سرما اور موسم طغیانی میں فالتو پانی ان راستوں سے نکل جائے اور آخری کام ان کا یہ تھا کہ طغیانی کے موسموں میں لوگوں کو محفوظ اور مامون رکھا جائے۔ یہ اس قسم کے فرائض تھے جن سے ہندوستان کے تجربات نے انہیں واقف کردیا تھا۔ صیغہ آبپاشی کے تمام افسر ہندوستان میں تجربہ حاصل کرچکے تھے۔ جہاں اس ڈیپارٹمنٹ کے کارکنوں کو آب و ہوا۔ سردی و گرمی یا جسمانی راحت کا خیال رکھے بغیر اپنے حلقہ میں سال بھر کام پر مستعد رہنا پڑتا ہے۔ ہندوستانی طریقے میں اس بات پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ افسران آبپاشی پوری کوشش کرکے اراضی داروں اور کاشت کاروں کا پورا اعتبار اور عزت حاصل کریں۔ ان عادات اور رواجات کو کرنیل سکاٹ منکریف اور ان کے ماتحت اپنے ہمراہ یہاں لائے تھے۔ اور مصر میں ان کی کامیابی کا انحصار بہت بڑی حد تک اس تربیت پر ہے جو دریائے گنگا اور جمنا کی انہار پر حاصل کی گئی تھی۔ صیغہ آبپاشی نے خاص طور پر اپنے فرائض کی نوعیت لیکن زیادہ تر اس تکمیل کے باعث جو ان فرائض میں حاصل کی گئی مصریوں کا

اعتبار یہاں تک حاصل کر لیا ہے کہ اس کی مثال اور کسی صیغے میں نہیں دیکھی جاتی۔ لیکن اس صیغے کے افسر خوش نصیب تھے کہ ان کا واسطہ براہ راست لوگوں سے پڑتا تھا۔ ان میں کوئی درمیانی شخص غلط فہمی پھیلانے یا غلط راستے پر چلانے والا نہ تھا۔ ان افسروں کی بدولت فصل عمدہ ہونے کی امیدیں بندھ گئیں۔ جو مناسب وقت پر پوری ہو کر رہیں۔ برعکس اس کے انہوں نے اس فالتو پانی کے نکاس کا بندوبست کر دیا۔ جو زمینوں پر پڑا رہ کر ملیریا اور بخار پھیلایا کرتا تھا۔ ان سب باتوں پر طرّہ یہ کہ گو باقی تمام صیغوں کو روپے کی ضرورت رہتی تھی تاہم صیغۂ آبپاشی کے پاس کافی سرمایہ جمع تھا۔ ۱۸۸۵ء کی کونسل نے فصل گرما میں جو دس لاکھ کی منظوری دی تھی اس میں سے ۱۸۸۶ء کے آخیر تک ۱۱۴۴۷۵ پونڈ صرف ہو چکے تھے اور ۱۸۸۷ء میں ۲۹۶۳۴۳ پونڈ کی مزید رقم خرچ ہو گئی تھی۔ اس روپے سے جو خاص کام ہوا۔ وہ ایک تو یہ تھا کہ بند مضبوط کرنے کے سلسلہ کو جاری رکھا گیا اور دوسرے یہ کہ بند کے مشرقی سرے سے زیادہ توفیقیہ نامی بہت بڑی نہر جاری کی گئی۔ اس کے علاوہ جن کاموں کی طرف افسران آبپاشی کی توجہ مبذول رہی وہ تقسیم آب کا بندوبست۔ نالیوں کی اصلاح اور کوروی کے بجائے مشینوں کے ذریعہ انہار کی صفائی تھی۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی کوشش کی گئی تھی۔ کہ گاؤں کے شیخ یا نمبردار کو کوروی کی بجائے ٹھیکے کے ذریعہ اپنے گاؤں کی نہروں کی صفائی کی طرف ترغیب دلائی جائے۔ متعدد دیسی مصری انجینران آبپاشی کو نہایت احتیاط سے تربیت دی جا رہی تھی۔ بدقسمتی سے کوروی کی مدد کے لئے جو ۲۵۰۰۰ پونڈ کی رقم وقف کی گئی تھی۔ اس میں سیاسی دباؤ کے باعث بعض ایسی رکاوٹیں حائل تھیں کہ ان کی بدولت اس رقم کا بہت سا فائدہ زائل ہو گیا۔ مثلاً اکثر اوقات ایک خاص قسم کے پانی چھوڑنے کے پھاٹک لگانے سے پانی پر اس قسم کا قابو رہ سکتا تھا کہ نہریں گار جم ہی نہ سکتی تھی اور اس لئے اسے دور کرنے کے لئے کوروی کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

لیکن پتھّر کی تعمیر چونکہ صرف کوروی ہی کی محنت سے تیار نہ ہوسکتی تھی۔ اس لئے افسران آبپاشی ۲۵۰۰۰ پونڈ کی اس رقم میں سے جو اس کے عوض دیگئی تھی روپیہ نکالکر ایسے کاموں پر صرف نہ کرسکتے تھے۔ اور اس لئے بجائے ایک ہی بار ۵۰۰ پونڈ کی رقم صرف کرنے کے وہ مجبور تھے کہ اس قدر رقم سال بسال گادصاف کروانے کے کام پر صرف کریں۔ یہی حالت شمالی مصر میں دیکھی جاتی تھی۔ جہاں پانی کے بہاؤ سے آئے سال کنارے ٹوٹ جاتے تھے اگر افسرانِ آبپاشی کو اس بات کی اجازت ہوتی کہ وہ ۲۵۰۰۰ پونڈ میں سے کچھ رقم اِن کناروں پر پتھر لگوانے میں صرف کرسکیں تو مرمت کی سالانہ لاگت بہت کچھ بچ سکتی تھی۔ لیکن چونکہ ایسا کرنے میں یورپ کی عظیم طاقتیں مصر کی طرف آنکھیں نکالکر دیکھنے لگتی تھیں اور بین القومی سوالات پیدا ہو جاتے تھے اس لئے سال بسال مرمت ہی پر روپیہ صرف کیا جاتا تھا +

جنوبی سرحد سے پرے معاملات نے جو صورت اختیار کی۔ اِس کا اثر لازم طور پر مصری فوج کی طاقت پر بھی پڑا۔ ۱۸۸۶ء کے آخیر تک ۳۰۰۰ کے قریب جوانوں کی تخفیف ہوگئی جن میں سے بعض کو کانسٹیبلوں میں بھرتی کر لیا گیا۔ کنونشن بجٹ کی رو سے فوجی اخراجات کو ۱۳۰۰۰ پونڈ تک محدود کر دیا گیا تھا۔ ۱۸۸۸ء کے تخمینوں میں ۲۹۲۰۰۰ پونڈ کی رقم مہیا کی گئی تھی۔ جس میں اس سرحدی فوج کے مصارف شامل نہ تھے جو سواکن میں متعین تھی اس رقم کے صرفہ سے ۱۲۶۹ جوانوں کی طاقت مہیا کرنی تھی گویا اوسط خرچ فی کس ۱۳ پونڈ تھا۔ لیکن جب تک خلیفہ کو دُور نہ کردیا گیا۔ مصری فوجوں کے جوانوں کی تعداد مقرر نہ ہوسکتی تھی۔ مزید دس سال کا عرصہ گزر گیا تو فوجی تخمینوں میں کسی مادی اور مستقل امداد کی امید ہوسکی +

ماہِ جون ۱۸۸۶ء میں ایک فرمان اِس مطلب کا جاری ہوا کہ جن لوگوں کو مجبوراً فوج میں بھرتی ہونا پڑتا ہے وہ کچھ نقدی ادا کرکے فوجی خدمات سے خلاصی حاصل کرسکتے ہیں۔ نقد معاوضے کا حساب یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے

نام کی چھٹی نکلنے سے پہلے صاحب کمشنر کے روبرو حاضر ہوکر عذر کرے تو اسے
صرف ۴۰ پونڈ ادا کرنے پڑتے تھے لیکن اگر چھٹی نکلنے کے بعد اور فوج میں
شامل ہونے کا حکم ملنے سے پہلے عذر کرے تو ۵۰ پونڈ دینے ہوتے تھے بحالیکہ
بعض شرائط کے ساتھ ۱۰۰ پونڈ کی رقم اس صورت میں ادا کرنی پڑتی تھی کہ
کوئی شخص فوج میں شریک ہونے کے بعد خاص خاص اوقات پر عذر پیش
کرے۔ جن لوگوں کو جبراً فوج میں بھرتی کرتے تھے انہیں ۲۳ سال کی عمر
سے پہلے طلب نہ کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۹۔ اور ۲۳ سال کی عمر کے درمیان
۱۶۰۰۰ جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے جوانوں کے نام فہرست پر موجود رہا
کرتے تھے۔ اس زمانے میں مصر کی حدود کے اندر اور باہر فوج کے کل ۱۲۰۰۰
جوان درکار تھے جن کی کمی پورا کرتے رہنے کے لئے ہر سال ۱۲۰۰ سے ۱۵۰۰
تک رنگروٹ درکار ہوتے تھے۔ خدمت کا عرصہ ۴ سال فوج میں۔ ۴ سال
پولیس میں اور ۴ سال رزرات میں مقرر تھا۔ اس طرح پر کام کرنے کا عرصہ
صرف ۸ سال مقرر تھا۔ جس میں سے ۴ مصر خاص کی حدود کے اندر بسر کرنے ہوتے
تھے۔ وہ سوڈانی بھی جو مصر میں آباد ہوں جبری بھرتی کے قوانین کے پابند تھے
لیکن براہِ راست سوڈان کے لوگوں کو ترجیح دیجاتی تھی۔ یہ لوگ اکثر والنیٹر
ہوتے تھے جن کے افسر وقتاً فوقتاً ان جوانوں میں سے بھرتی کئے جاتے
تھے جو خلیفہ سے روپوش ہو چکے ہوں *

سر جان میجر (حال سر جان) راجرز نے انگریزی مصری فوج کو ابتدائی
ایام میں بھرتی کرنے کے متعلق اپنے بعض عجیب تجربات کو قلمبند کیا ہے
مخفی نہ رہے کہ صاحب موصوف اس فوج کے خاص طبی افسر تھے۔ یہ افواہ
عام طور پر مشہور تھی کہ جبری طور پر فوج بھرتی کرنے کے ایام میں ہر مہینے
۱۵۰۰ پونڈ کے قریب پوشیدہ ذرائع سے رنگروٹوں کو بھرتی کرنے کے بڑے
دفتر میں پہنچ جاتے ہیں۔ ایک موقعہ پر ۲۰۰۰ پونڈ کی رقم بھرتی کرنیوالے افسر
کو پیش کی گئی تھی۔ ۱۸۸۳ء کے آخیر اور ۱۸۸۴ء کے شروع میں عام طور پر

خاص طبی افسر کی میز پر ایک چھوٹا سا بھورے کاغذ کا پارسل جس پر نام لکھا ہوا ہو۔ پڑا دیکھا جاتا تھا۔ ایسے پارسل میں ۵ سے ۳۰ پونڈ تک کی رقم ہو سکتی تھی۔ ۱۸۸۴ء میں جبری بھرتی ہونے والے جوانوں کا روزانہ ۲۰۰ سے ۳۰۰ تک کی تعداد میں معائنہ کیا جاتا تھا۔ امتحان سے پیشتر ہر ایک جوان ا پونڈ ۱۰ شلنگ فی کس کے حساب سے پوکھ پر لگاتا تھا۔ جو جوان منظور نہ ہوتے ان کا روپیہ چھوٹے افسروں اور اہلکاروں کے پاس رہ جاتا۔ لیکن جو پاس ہو جاتے ان کا روپیہ واپس مل جاتا تھا۔ ۱۸۸۴ء کے آخیر میں اس طریق کو بند کر دیا گیا +

سر ایولین وڈ اور سر فرانسس گرینفل کے طویل اور صابرانہ کام نے آخر مناسب وقت پر عمدہ نتائج کا اظہار شروع کیا۔ آجکل مصری اور سوڈانی مشترکہ فوجوں کو بغیر کسی اندیشے کے انگریزی فوجوں کے برابر رکھکر دیکھا جا سکتا ہے اب تک انہیں صرف اطلاعدہی کی لائینوں پر لگایا جاتا تھا مگر ۱۸۸۷ء میں جنوبی سرحد کی محافظت کا کام کلیۃً طور پر ان کے سپرد کیا گیا۔ پہلی سوڈانی پلٹن ماہ مئی ۱۸۸۴ء میں بھرتی ہوئی اور اس کا نام نمبر ۹ سوڈانی پلٹن رکھا گیا۔ اس کے بعد جنوری ۱۸۸۶ء میں نمبر ۱۰ سوڈانی پلٹن اور ۱۸۸۷ء میں گیارھویں سوڈانی پلٹن بھرتی کی گئی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ان پلٹنوں میں زیادہ تر خلیفہ کے روپوش جوان ہوتے تھے اور درویشوں میں یہ پلٹنیں بانزنگر کہلاتی تھیں ۱۸۸۶ء میں مصری فوج میں ۱۰ پلٹنیں پیادہ۔ پانچ توپخانے۔ ایک رجمنٹ سواروں کی اور ہنن شتری رسالے موجود تھے۔ ۱۸۸۶ء کے آخیر میں لکھتے ہوئے جرنیل گرینفل نے اس بات پر اظہار تعجب کیا کہ گزشتہ معائنہ کے بعد مصری سپاہ میں بہت بڑی اصلاح عمل میں آ چکی ہے۔ سارے آدمی قانع اور خوش نظر آتے تھے اور وہ سپاہگری کو ایک معقول پیشہ سمجھتے تھے۔ وہ صاف ستھرے رہتے تھے اور قواعد کے وقت مستقل مزاج اور عام سپاہیانہ وضع میں چست و چالاک رہتے تھے۔ سب سے زیادہ استعجاب انگریزی کمانیر کو سواروں اور شتری رسالے کی موقعہ بینی اور جاسوسی سے ہوا۔ ایسا معلوم

ہونا تھا کہ افسروں کی مستعدی ان سپاہیوں میں منتقل ہوگئی ہے۔
ان افسروں کے اندر جس قسم کی سپرٹ موجود تھی اس کا اندازہ کافی طور پر جنگ سوڈان سے ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ وہ کیسے اچھے اور کس دل گردے کے آدمی تھے۔ عمدہ طور پر اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہے جو ۱۸۸۶ء میں ظہور میں آیا۔ اس سال مزید کفایت شعاری کے خیال سے مصری فوج میں تخفیف ہو رہی تھی۔ اس مدعا کے حصول میں آسانی پیدا کرنے کے لئے کرنیل کچنر نے ۸۰۰ پونڈ اپنی کمان کی تنخواہ سے دست بردار ہونا منظور کیا۔ کرنیل ہیلم پار نے جو اس وقت مصری فوج کے ایڈجوٹنٹ جنرل تھے۔ سردار پر اس بات کا زور دیا کہ مجھے ۲۰۰ پونڈ سالانہ کی رقم چھوڑنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے چھوٹے درجہ کے افسروں نے اپنے اپنے عہدوں کے بموجب چھوٹی چھوٹی رقمیں چھوڑنی منظور کیں۔ جرنیل گرنیفل اس بارے میں لکھتے ہیں کہ "ان افسروں نے جو ان رقموں سے دست بردار ہونے کی توفیق نہ رکھتے تھے مجھ سے بڑی فیاضانہ رقمیں چھوڑنے کا ذکر کیا تھا۔ اگر میں جانتا کہ انہیں مناسب سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے تو میں یقیناً منظور کر لیتا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ درحقیقت ہیلم پار کی جیبیں بالکل خالی ہیں۔ وہ عموماً دیسی افسروں کو دعوت دیتے رہتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دولت کما رہا ہو۔" کرنیل ہیلم پار ان افسروں میں سے تھے جن کا نئی مصری فوج کی تیاری سے بعید تعلق تھا اور اس کی کامیابی پر انہیں جس قدر فخر تھا وہ اس کے ویسے ہی مستحق تھے جیسے مصری سپاہ۔ ان کا دعوے تھا کہ سب لوگ یکساں اعزاز کے مستحق ہیں خواہ وہ مصری ہوں خواہ کالے۔ مگراکٹ کی حفاظت کے موقعہ پر کالی سپاہ بالکل ہی موجود نہ تھی۔ جبکہ ساری مصری سپاہ کے اندر صرف ۱۵۰ کالے آدمی تھے۔ جب مگراکٹ میں چار سو درویشوں کے نمودار ہونے پر میجر بینٹ نے اپنی ۳۰۰ مصریوں کی چھوٹی سی جماعت میں سے مقابلہ کے لئے والنٹیروں کو طلب کیا تو اس کی ساری فوج

یعنی کیا افسر اور کیا سپاہی سب مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ کرنیل ہیلم پار کی پلٹن کو تیار ہوئے صرف ایک ہی سال ہوا تھا کہ مصائب الطلب کی خبر سنکر انہوں نے ۱۰ والنیٹر اس غرض سے طلب کئے کہ وہ قواعد سکھانے والوں کی حیثیت میں ان کے ہمراہ سواکن چلیں۔ جونہی یہ بات معلوم ہوئی کہ پلٹن کے کرنیل اور میجر صاحب جا رہے ہیں ۱۵۰ جوان ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہیلم پار کا بیان ہے کہ میں اگر چاہتا تو ساری پلٹن کو ہمراہ لے چلتا۔ کرنیل ہیلم پار نے جس اعتماد کا اظہار کیا ہے وہ صرف اسی بہادر افسر تک محدود نہ تھا۔ جوش کی وہ روح جو سر ایولین وڈ شروع میں اپنے سٹاف کے اندر پھونک چکے تھے ان کے جانشینوں میں برابر شعلہ زن رہی۔ یہ نیک جذبہ دیسی افسروں اور سپاہیوں میں بھی سرایت کر گیا اور دریائے نیل کے کیچڑ سے ایک مضبوط جنگ جو فوج تیار ہو گئی۔ اب جبکہ زمانہ گزرتا جا رہا ہے اور ...قی جنگ کی دوستی دونوں قوموں کو آپس میں ملانے کے لئے موجود نہیں۔ ہمیں اس بات کی امید کرنی چاہیئے کہ فریقین میں یہ نیک خیال بدستور قائم رہیگا۔ انگریزوں کو مشرقی قوموں سے ہمدردی کا سلوک کرنے کی چنداں شہرت حاصل نہیں۔ اور اسی قسم کی رائے چند سال گزرتے ہیں ایک ہندوستانی نے بلجیم کے سیاح کونٹ گوبلٹ ڈالویلا کے روبرو بیان کی تھی۔ ممکن ہے سول اور مجلسی زندگی میں یہی بات ہو۔ لیکن فوجی زندگی میں یہ قومی نقص اتنا نمایاں نہیں ہوتا۔ ہندوستان۔ افریقہ اور چین میں انگریز افسر اور دیسی سپاہی باہم مل جل کر خوب اچھی طرح کام کرتے ہیں۔ اسی قسم کی اور بہت سی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں جن میں سے مصر ایک ہے۔ ممکن ہے ایک طویل امن کا زمانہ یا عمدہ افسروں کا کام کے زیادہ مفید میدانوں کو ترجیح دینا مصری فوج کے مستقبل کے لئے جنگ سوڈان کے تلخ تجربات یا مصری سرحد کی حرکت میں لانے والی زندگی کی نسبت کم موافق ثابت ہو۔ ایسی حالتوں میں یہ مناسب ہوگا کہ ان روایات کو قائم رکھا اور ان پر عمل کیا جائے جو ان مشہور افسروں

سے اپنے پیچھے چھوڑی ہیں جن کی قوت اور کیرکٹر کے اثر کے باعث اور نہ تھکنے والی تحریک اور ہوشیاری کی بدولت مصری فوج کو موجودہ قدرومنزلت حاصل ہے موجودہ سردار سر ریجینالڈ ونگیٹ کا عرصہ دراز تک اس فوج سے تعلق رہ چکا ہے اور جب تک وہ اپنے عہدے پر قایم رہیں مصری سپاہ کو اپنے تئیں محفوظ خیال کرنا چاہیئے +

گیارھویں فصل

خلیفہ کی آرزوئیں۔ ملتوی شدہ کوپنوں کی ادائیگی۔ خلیفہ کے مصر پر حملہ کرنے کی تجویز۔ ملکہ معظمہ کے نام اس کا خط۔ اس کے خواب۔ واد بغدادی۔ ۱۸۸۷ء کے مالی نتائج۔ مسٹر ونسنٹ کے انتظامات۔ سابق خدیو کے دعاوی کا تصفیہ۔ خزانہ کا رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہوتے جانا +

سواکن کے نواحات میں کم وبیش متواتر لیکن غیر تصفیہ کن جنگ کے باوجود بہ ہیئت مجموعی ۱۸۸۵ء کے آخری نصف حصہ اور ۱۸۸۶ء کے سارے سال میں فوجی نقل وحرکت موقوف رہی بیتمہ سے انگریزی فوج کی واپسی اور جون ۱۸۸۵ء میں ڈنگولا خالی کر دینے کے بعد جلد ہی یہ بات واضح ہوگئی کہ خلیفہ انگریزوں کے پیچھے ہٹ جانے سے دلیر ہو کر مصر پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ۳۰ دسمبر ۱۸۸۵ء کو ڈنگولا اور وادی حلفہ کے مابین مقام جنس پر اس کی فوج ہراول شکست یاب ہوئی اور یہیں مصری فوج نے پہلی مرتبہ انگریز افسروں کے ماتحت تربیت حاصل کرنے کے اثرات کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے بعد جب تمام مصری فوجیں وادی حلفہ کو لوٹ گئیں۔ جہاں ان دنوں مصری سرحد قایم تھی۔ تو اس سے خلیفہ کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اگر صوبہ دارفور میں بغاوت نہ ہوتی تو مصر پر ۱۸۸۶ء ہی میں حملہ کرنے کی کوشش کی جاتی۔ فی الحقیقت اس سال کے آخری نصف حصہ میں درویشوں نے ادھورے

طور پر فساد پر آمادگی ظاہر بھی کی تھی۔ لیکن جب مصری فوجوں نے انکا تعاقب کیا۔ تو وہ پس پا ہو گئے۔ اب مصر پر دھاوا کرنے کا انتظام واد النجومی کے سپرد ہوا۔ جس نے بمقام ابعیدیکس پر فتح حاصل اور خرطوم پر قبضہ کیا تھا وہ ڈنگولا میں پڑاؤ ڈالے ہوا کا رخ دیکھتا رہا ۱۸۸۷ء میں اس کی فوج ہراول سراس میں پس پا ہوئی۔ یہ پہلی لڑائی تھی جو مصری فوج نے بغیر کسی سہارے کے آزادانہ طور پر لڑی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افسروں اور سپاہیوں دونوں میں پورے طور پر اعتبار پیدا ہو گیا۔ مشرقی سوڈان میں سواکن کے قریب طمائی پر دوبارہ قبضہ کر لیا گیا۔ اور اس موقعہ پر بہت سی توپیں رفلیں اور باروت امراء کے دوستانہ قبائل کے ہاتھ لگا۔ جنہوں نے ۷۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء کو اس پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۸۸۷ء میں درویشوں کی فوج نے سراس واپس آ کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس سال کے آخیر پر شمال کی طرف کوچ کرنے کے لئے جہاں ان کے آقا نے انہیں مصر کی لوٹ کا مال دلانے کا وعدہ کیا تھا۔ خلیفہ کے احکام کے منتظر رہے +

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر چند یہ لوگ برائے نام درویش تھے تاہم وہ ایسے نہ تھے کہ صرف زہد و پارسائی سے سروکار رکھتے ہوں۔ جیسا کہ خلیفہ نے مہدی مرحوم کے ایک فرمان کے بموجب اور بانی اسلام کی تقلید میں اپنا منشا ظاہر کیا تھا یہ لوگ مددگار یا انصار کہلاتے تھے جب واد النجومی جس کا لقب "مصری فوجوں کا کمانڈر انچیف" تھا۔ شمال کی طرف فوج کی کمان حاصل کرنے چلا گیا تو خلیفہ عبداللہ نے باقی خلفا اور امراء کو طلب کیا۔ قاہرہ کی جانب اپنے ہاتھ پھیلا کر ان سب نے متفقہ طور پر اللہ کی ہر جگہ موجود رہنے والی طاقت کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد خلیفہ عبداللہ نے ان کو باآواز بلند مخاطب کر کے کہا "اے انصار! سرزمین مصر کی خاطر لڑنے سے خائف نہ ہو۔ تمہیں جنگ اسوان میں بہت نقصان پہنچے گا۔ جس کے بعد مصر کا سارا ملک تمہارے ہاتھ آجائے گا۔ اے انصار! مکہ کی لڑائی میں بھی

تمہیں بہت نقصان پہنچے گا۔ لیکن اس کے بعد سارا ملک تمہارا ہو جائیگا"۔

ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں کہ خلیفہ عبداللہ بڑا طرار زمانہ مستقبل کی خبریں سُنانے کا نادر ملکہ رکھنے اور بڑی بڑی آرزوئیں باندھنے والا تھا۔ علاوہ دوسرے والیاں ریاست کے اُس نے ملکہ معظمہ مرحومہ وکٹوریہ کو بھی ایک خط لکھا جس میں عمدہ رمان نکتہ خیال سے گزشتہ ۴ سال کے تمام واقعات دُہرائے۔ اس خط کے بعض فقرات یہ تھے ..... "اس طرح آپ نے بہت سے طریقوں پر غلطی کی ہے جس کا آپ نقصان بھگت رہی ہیں۔ اِس سے آپ کو صرف اسی صورت میں پناہ مل سکتی ہے کہ آپ خداتعالےٰ کی طرف رجوع کریں۔ اور حلقہ اسلام اور پیروانِ مہدی (خدا کی رحمت اُس پر ہو) شریک ہوں ..... میں ایک غریب نوکر ہوں اور مجھ اکیلے میں کچھ طاقت نہیں ہے۔ میری پناہ خدا میں ہے۔ اُسی پر مجھے بھروسہ ہے اور اس نے اپنی امداد کا وعدہ ان لوگوں کے لئے کیا ہے جو اس پر یقین رکھیں اور اِس میں پناہ ڈھونڈیں ..... تمام بادشاہوں کی قسمت خداتعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ..... اور تُو نے اگر خداتعالےٰ کا حکم منظور نہ کیا اور دائرہ اسلام اور مہدی علیہ الرحمت کے مقلدوں کے حلقہ میں داخل نہ ہوئی تو تُو خود اور تیری فوجیں سب خدا کے لشکر سے مقابلہ کرنے کو آجائیں اور اگر تم آنا نہ چاہو تو اپنی جگہ پر تیار رہو۔ کیونکہ اپنی خوشی پر اور اس وقت جب اُسکی مرضی ہو گی خدا کا لشکر تیرے مکان کو مسمار کر دے گا اور تجھے غم کا مزہ چکھائے گا کیونکہ تو خداتعالےٰ کی راہ سے منحرف ہو چکی ہے"۔

سیاست دانی اور غیب گوئی کا یہ مجموعہ عجیب اثر رکھنے والا ہے خلیفہ کا علم معقول ایسا تھا جسے کوئی وزیر اعظم یا پاپائے روم یا جلاس کونسل استعمال کر سکے۔ ہر چند کہ خلیفہ ویسے ہی زور سے لڑتا تھا۔ جس سے لکھتا تھا کیونکہ کوئی دلیل پیش کرنے کے لئے برچھے کی نوک سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ طریقہ نہیں ہے تاہم اپنے ترکش میں اس نے سب سے با اثر ہتھیار جو رکھا ہوا

تھا وہ عجیب عجیب خیالات سوچنے اور خواب دیکھنے کی غیر محدود طاقت تھی۔ مہدی کی وفات کے بعد اسے الہامی خواب اس کثرت سے آنے لگے کہ وہ خود حیران تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور شخص نمودار ہوا جو نبی عیسیٰ ہونیکا مدعی تھا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ یوم قیامت کو دوبارہ نمودار ہونگے۔ اس طرح پر اس نبی کی آمد گویا خلیفہ کے دعاوی کی تصدیق کرنے والی تھی۔ کیونکہ اسلام کہتا ہے کہ نبی عیسےٰ حضرت مہدی کے بعد آئینگے۔ لیکن عبداللہ جو ایک اور پہلو سے اندازہ لگاتا تھا۔ ایک جعلی نبی کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ جس طرح ڈیم کویکلی ایک لاف زن کو دیکھ کر برداشت نہ کرسکتی تھی علاوہ بریں ابھی تک دُنیا کافی بڑی موجود تھی اور اس کے خاتمے کی اسے چنداں خواہش بھی نہ تھی۔ اس لئے نبی عیسےٰ کا جلدی ہی فیصلہ کردیا گیا اور جب اس کا سر عبداللہ کی مسجد پر لٹکایا گیا تو خلیفہ کو خوب ہی الہام ہونے لگے۔ ۷۔ دسمبر ۱۸۸۷ء کو وہ ان میں سے ایک کا ذکر کرتا ہے اس نے دیکھا کہ جعلی نبی اور وہ بڑے بڑے امیر جو اس کے معتقد تھے ان سب کو "انفرنو" میں ڈینٹی کے پولیٹکل دشمنوں کی طرح دوزخ کے مختلف درجوں میں ڈالا ہوا تھا۔ وہ ان کی کیفیت حسب ذیل بیان کرتا ہے:۔ "جعلی نبی ایک دکھائی نہ دینے والی گہرائی پہ تھا اور جس طرف وہ موجود تھا اس طرف سے ایک بہت بڑا غل جس میں نعرے اور چیخیں ملی ہوئی تھیں سُنائی دیا۔ وادبغداوی اس سے بھی زیادہ گہرائی یعنی قریباً دوزخ کی تہ پر تھا ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن کنوا۔ ابوعفدلی عبداللہ النعموس اور بعض اوروں کی یہ حالت تھی کہ وہ تھوڑی دیر بعد دوزخ سے نکلتے اور پھر اس میں غائب ہو جاتے تھے۔ ان سب پر سیاہ فام آدمی نگہبانی کر رہے تھے اور مختلف طریقوں پر انہیں اذیت دیتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ابھی تک دوزخ کی گہرائی میں گرتے چلے جارہے ہیں اور اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکے"۔

اذیت دینے والوں کے چہرے جس وقت عبداللہ کی طرف ہوتے تو

ان پر گونہ روشنی اور بشاشت کی جھلک ہوتی تھی۔ لیکن دوزخیوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سیاہ فام ہو جاتے تھے۔ اس طرح پر باری باری ان کے چہرے چمکدار اور سیاہ ہونے۔ خلیفہ کے چہرے سے اذیت دینے والوں پر شیرینی اور روشنی منعکس ہونے اور اس پر اعتقاد نہ رکھنے والوں کے ہمیشہ گرتے چلے جانے ہیں عبداللہ نے جس ذہانت سے کام لیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی ادنٰی درجہ کا مصور نہ تھا۔ وادی بغدادی کے اب تک گرتے چلے جانے کا ذکر معًا ایک رومی شاعر کی یاد دلاتا ہے جس نے اپنی نظم میں اسی قسم کا سماں باندھا ہے۔ فی الحقیقت اس تمام نظارے کا مقابلہ ورجل کے بیان کئے ہوئے طارطارس کو تکالیف کا خیال پیدا ہونے سے کیا جا سکتا ہے۔ ان مصیبت زدگان کی چیخوں سے متاثر ہو کر خلیفہ ان کے ساتھ ہلکر کرنے لگا۔ لیکن اسے معلوم ہوا کہ وہ چونکہ مذہب اسلام میں نہ مرے تھے اور نہ خلیفہ کے معتقد تھے اس لئے انہیں کبھی صاف نہ کیا جائے گا نہ کبھی ان کی سزا میں تخفیف ہوگی۔ قدرتی طور پر ان الہامات کا اثر ان لوگوں میں جن پر وہ منکشف کئے جاتے تھے تحریک پیدا کرنے والا ثابت ہوتا تھا وادی بغدادی گویا ایک نظیر تھا۔ جنگ عمدرمان کی شام کو اسے بلا توقف الہام ہوتے رہے۔ اس نے دیکھا کہ صحیح عقیدہ رکھنے والے مردوں کی روحیں بہشت کی جانب اُٹھ رہی ہیں۔ اور دوزخ کافروں کی رُوحوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ میدان عمدرمان میں ۲۔ستمبر ۱۸۹۸ء کو جو ہزارہا گوری لاشیں بے حس و حرکت پڑی تھیں۔ ان کے اس صبح میدان میں داخل ہونے کا باعث وہی پُرجوش اطمینان تھا۔ جو خلیفہ اپنے پیروؤں کو دلا رہا تھا۔ لیکن قابل یاد ۲۴۔نومبر ۱۸۹۹ء کی شام کو خلیفہ کو اپنی آخری مضطرب نیند میں کیا کیا الہام ہوئے ان کے بتانے والے بہت ہی کم انصار بچے۔ لیکن خواب دیکھنے کا یہ سلسلہ قاہرہ میں موجود نہ تھا۔ وہاں انصار جو ایجنٹ برطانیہ کے مسلمہ مددگار تھے خوابوں سے متاثر نہ ہوئے گو اس

میں شک نہیں کہ ان کے سرداروں نے انہیں اس بات کا یقین دلا دیا ہوگا کہ کیس کا فرانسیسی ممبر اتھاہ گڑھے کے کنارے پر ہے یا فرانسیسی اجنٹی کی طرف سے کانوں کو جو بھوتوں کی آوازوں کے عادی ہو چکے تھے نعرے اور چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ اگر خلیفہ فوج لئے جنوب کی طرف سے بڑھ رہا تھا تو اس سے بھی زیادہ فوری خطرہ شمال کی طرف سے تھا۔ مارچ ۱۸۸۷ء میں سود کی رقمیں جو پیچھے پڑی ہوئی تھیں ادا کردی گئیں اور اس بات کا اعلان کیا گیا کہ پورے سود کی ادائیگی شروع کردی گئی ہے۔ مسٹر ونسنٹ کا بیان ہے کہ اس اعلان کو عام طور پر قیاسی خیال کیا جاتا تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ اس سے ملک کی مالی حالت پر بہت دباؤ پڑے گا۔ ۱۸۸۷ء میں عام وسائل کی آمدنی ۹۶۱۶۳۵۸ پونڈ تک پہنچ چکی تھی۔ عام لمبا مستند خرچ جو حسابات میں داخل تھا ۹۱۷۲۵۸۱ پونڈ تک رہ گیا اور اس طرح پر کیس کے ساتھ حساب بند کرنے پر گورنمنٹ کے پاس ۴۵۹۴۲ پونڈ کی خالص بچت رہ گئی۔ لیکن یہ بچت درحقیقت ٹھوس بچت نہ تھی کیونکہ وہ حساب کتاب میں تبدیلی کرنے کے باعث ہوئی تھی۔ اب تک مصر میں یہ دستور تھا کہ تنخواہ مہینے کی آخری تاریخ کو بٹا کرتی تھی۔ لیکن آیندہ کے لئے فیصلہ ہوا کہ وہ ماہِ آیندہ کی پہلی تاریخ کو تقسیم ہوگی۔ اس لئے ۱۸۸۷ء میں صرف ۱۱ ماہ محسوب کئے گئے اور ۲۰۰۰۰ پونڈ کی رقم ۱۸۸۸ء کے حساب میں لی گئی نظارت دائرہ ومملکت کی مالگذاری کی ادائیگی کی سالانہ کمیاں بھی اب پہلی مرتبہ اس طرح حساب میں لی گئیں کہ ۴۰۰۰۰ پونڈ کا بوجھ اس سال پر پڑ گیا۔ جس میں ان انتظامات کے حسابات کو بند کیا گیا تھا اور یہ تاریخ سرکاری حسابات بند ہونے کے بعد واقع ہوتی تھی جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ۱۸۸۷ء کے بعد یا ۱۸۸۸ء کے حساب میں آتی تھی۔ ہر چند کہ یہ سب باتیں ایک حساب دان کے نکتہ خیال سے درست تھیں تاہم ایک عام آدمی کے لئے ایک بازیگر کے ہیر پھیر سے کسی طرح کم نہ تھیں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ

مالی معاملات کے غیب داں لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر ضرور مُسکراتے ہونگے۔ لیکن انہیں ابھی تک اس بات کا حوصلہ تھا کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ جب پوری کوپنوں کی ادائیگی دوبارہ شروع کی گئی۔ تو مصر کی مالی حالت پھر قابل اطمینان تصور ہونے لگی۔ اس میں کلام نہیں کہ اس بات کی بہانہ سازی ناممکن تھی کہ آیندہ کے لئے کسی قسم کا فکر کرنا غیر ضروری ہے۔ لیکن جو لوگ یہ کہتے تھے کہ طویل مالی مرض کی نازک حالت کا زمانہ گزر چکا ہے وہ راستی پر تھے۔ ۴۳۰۰۰۰۰ پونڈ کی جس رقم کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ گورنمنٹ کی رزرو رقم کی ابتدا ثابت ہوئی۔ اس طرح پر ایک کافی نقد بقایا حاصل ہوسکتا تھا۔ علاوہ بریں انجنیران آبپاشی کی کوششیں محسوس کروانے لگے تھے۔ سوڈان کی گراں کارروائیوں میں عارضی طور پر وقفہ پڑ چکا تھا +

اس وقت معاملات کی جو صورت تھی اس میں مصری گورنمنٹ کے اخراجات کا اندازہ کم و بیش ۴۷۰۰۰۰۰ پونڈ کیا جاسکتا ہے جن کے علاوہ خراج ٹرکی۔ غیر بالمقطع قرض اور بعض دوسری رقوم کی میزان سالانہ ۱۳۰۰۰۰۰ پونڈ تک پہنچ جاتی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ کل رقم ۶۰۰۰۰۰۰ پونڈ تک جا پہنچتی تھی۔ بالمقطع قرض کا پورا چارج ۳۶۰۰۰۰۰ پونڈ تھا اور اس طرح پر کل رقم ۹۶۰۰۰۰۰ پونڈ کے قریب نکل جاتی تھی۔ یہ رقم پہلے تین سالوں کی سالانہ آمدنی کے لگ بھگ تھی۔ اگر ابھی تک ترقی کی کوئی علامت نہ تھی تو کم از کم یہ کہا جا سکتا تھا کہ حساب برابر رہتا چلا آیا تھا۔ ۱۸۸۵ء کے عہدنامے کی رو سے بچت کا نصف حصہ کمدائی کے فنڈ کے لئے مخصوص تھا اور باقی نصف حصہ حساب کتاب کر چکنے کے بعد گورنمنٹ کے خاص رزرو (بچت) فنڈ میں ڈالا جاتا تھا۔ لیکن ۱۸۸۸ء میں مسٹر ونسنٹ اور کیس نے ایک انتظام اس قسم کا کیا جسے بعد میں طاقتوں نے بھی منظور کرلیا اور ۱۲ - جولائی سنہ مذکور کی خدیویہ ڈگری

میں بھی اس کا ذکر کر دیا گیا۔ جس سے یہ بات طے پائی کہ کھدائی کے فنڈ کو اس
وقت تک ملتوی کر دیا جائے۔ جب تک کہ عام رزرو فنڈ جس کی جن کیس کے
ہاتھوں میں رہتی تھی اپنے نصف حصے سے ۲ ملین کی رقم تک نہ پہنچ جائے
اس انتظام کی رو سے یہ بھی طے کیا گیا کہ جب رزرو فنڈ اس رقم سے کم ہو تو
کم از کم ۸۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم تک اس سے وہ فالتو اخراجات چلائے جائیں
جو ۱۸۸۵ء کے مستند خرچ کی حدود سے باہر ہوں لیکن شرط یہ تھی کہ ان فالتو
اخراجات کے لئے پہلے کیس کی منظوری حاصل کی جا چکی ہو۔ جب عام رزرو
فنڈ کی رقم ۲ ملین سے بڑھ جائے تو اس فالتو رقم کو کھدائی فنڈ میں ڈال دیا جائے
سالہائے مابعد میں عام رزرو فنڈ کو کھلے طور پر اخراجات اور حساب کے ان
بیجانوں میں صرف کیا گیا۔ جن کے لئے کیس کی منظوری حاصل ہو چکی تھی۔
مخفی نہ رہے کہ آخر الذکر رقوم گورنمنٹ کی طرف سے واپس ہونے والی تھیں
جوں جوں وقت گزرتا گیا اور حالات اصلاح پذیر ہونے گئے تو مختلف انتظامات
کی طرف سے مزید رقوم مہیا کرنے کے جو مطالبات ہوتے تھے ان کے پختہ ہونے
کے باعث انکار نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس زمانہ میں فنڈ مذکور سرکاری دباؤ کے
لئے حفاظت کے پردہ کا کام دیتا تھا۔ ۱۸۸۸ء کی معمولی آمدنی ۹۶۷۱۴۳۶
پونڈ اور مستند خرچ جو حساب میں شمار ہو چکا تھا ۹۵۵۳۴۱۲ پونڈ تھا کیس کے
ساتھ حساب طے ہو چکنے کے بعد گورنمنٹ کو ۹۱۸۵۶ پونڈ کی بچت رہی۔ رزرو
فنڈ جو کیس کے ہاتھوں میں تھا وہ اب ۶۰۰۰۰۰ پونڈ تک پہنچ چکا تھا اور
گورنمنٹ کا خاص رزرو فنڈ جو اس کی سالانہ بچت کا اپنا نصف حصہ تھا
حساب کتاب ہو چکنے اور سال کا حساب ختم ہونے پر ۱۶۰۰۰۰ پونڈ نکلا۔ گویا
کسی غیر متوقع مصیبت کے لئے ۷۶۰۰۰۰ پونڈ کا رزرو موجود تھا۔ یہ رزرو
فنڈ ہر چند کہ مختصر تھا تاہم اس میں آرام تھا کیونکہ آخر کار پھر ایک بار گورنمنٹ
کا اپنے ساہوکاروں کے ہاں بقایا نکلتا تھا۔ بہر نوع سخت کفایت شعاری
کا زمانہ عرصہ دراز تک رہا۔ دریائے نیل کی خراب حالت اور فوج میں عارضی

اضافہ ہونے کے باعث یہ بات طے ہوئی کہ دوسری باتوں کے علاوہ ۱۸۹۶ء میں تنخواہوں میں ترقی نہ دیجائے۔ اور یہ فیصلہ اس قسم کا تھا جو مسٹر ونسنٹ کی قریبی روانگی پر گورنمنٹ کے اظہار تاسف میں شامل حال رہا ہوگا +

کمشنران کیس کی منظوری سے ۱۸۸۸ء میں ۲۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم اس غرض سے قرض لی گئی کہ سابق خدیو کے خاندان کے وظائف کا معاوضہ دیا جائے۔ مصر سے اپنی علیحدگی کے بعد خدیو سابق اسمٰعیل اور اسکے خاندان کے بعض اراکین نے ۴۵۰۰۰۰۰ پونڈ کے قریب رقم کے دعاوی کر رکھے تھے۔ یہ دعاوی ان فصلوں کی قیمت کے متعلق تھے جو مملکت خدیو یہ پر ۱۸۷۸ء میں کھڑی تھیں جبکہ وہ گورنمنٹ کے سپرد ہوئیں۔ ان فصلوں کیلئے ۳۶۴۰۰ پونڈ کا دعوے تھا جس کے علاوہ بقایا وظایف کا دعوے ۱۰۵۰۰۰۰ پونڈ اور مختلف اراضی و ایوانات اور ان کے اسباب کی قیمت کا ۳۰۲۰۰۰۰ پونڈ کا تھا۔ یہ مطالبہ اس وظیفے کی آیندہ ادائیگی کے علاوہ تھا جو اسمٰعیل پاشا اور اس کا خاندان ہمیشہ کے واسطے اپنے اور اپنے جانشینوں کے لئے طلب کرتے تھے۔ یہ گرانبہا مطالبات جو خدیو سابق نے شاہانہ طریق پر کئے تھے بعد میں بہت حد تک کم کر دیئے گئے۔ اراضی مملکت کے لئے جو ۱۲۰۰۰۰۰ پونڈ کا مطالبہ کیا جاتا تھا اس میں ۴۷۳۸۶ پونڈ سالانہ کی تخفیف کر دی گئی اور اس رقم میں سے بھی ۸۰۰۰۰۰ پونڈ سے زیادہ نقد حاصل نہ کئے جا سکتے تھے۔ اراضی کی حقیقی تجارتی قیمت کے اعتبار سے یہ سرمایہ ۱۲½ سال کی خرید کے برابر تھا۔ فصلوں کے دعاوی کے عوض ۱۰۰۰۰۰ پونڈ ادا کئے گئے اور نمرغیان میں خدیو کے جو محلات تھے ان کے علاوہ قاہرہ کے دو قصر اس کے حوالے کر دیئے گئے۔ معاملے کے اس طرح طے ہونے پر اسمٰعیل پاشا اور دوسرے مدعیوں نے آیندہ کے لئے اپنے اور اپنے ورثا کے لئے دعاوی سے دست برداری اختیار کی۔ گورنمنٹ نے ان دعاوی کو طے کرنے کے لئے جو رقم قرض پر حاصل کی جو ۴ فیصدی سود کے حساب سے ۲۳۳۰۰۰۰ پونڈ تھی اور اس طرح پر

اس کی حقیقی مقدار ۲۱۶۲۰۰۰ پونڈ تھی۔جس میں سے جو رقم خدیو اور اسکے خاندان کے دعاوی سے بچ رہی اس سے زیادہ تر پنشنوں کے عوض اراضی خرید کی گئی۔ اس مطلب کے لئے اراضی مملکت کی خرید میں ۱۰۳۰۰۰۰ پونڈ صرف کئے گئے اور قرضہ مملکت کی اتنی ہی رقم جو ۵ فیصدی قرض پر تھی ادا کر دی گئی +

بارھویں فصل

مسٹر ونسنٹ کا ریٹائر ہونا۔ نوبر پاشا کا استعفا۔ پولیس اور عدالتیں۔ ٹیکسوں کی معافی۔ مالی حالت کے متعلق مسٹر ونسنٹ کے خیالات۔ مسٹر پامر کا تقرر بطور مالی مشیر۔ نوبر پاشا کی خاصیتیں۔ انگریزی افسروں کی مشکل پوزیشن۔ تبدیل شدہ حالات سے نوبر اور ریاض کی ناموافقت۔ جرنیل بیکر اور مسٹر کلفرڈ لائیڈ کی تجاویز دربارہ پولیس۔ چوری کی کمیشن۔ معاملات کا ہندوستان سے مشابہ ہونا +

۱۸۸۹ء میں ۱۸۸۳ء سے لیکر مصر نے جو عام ترقی کی اس کے تیسرے درجے اور ان تین حصوں میں سے جن میں مصر کی مالی زندگی تقسیم کی جا سکتی ہے پہلے کا خاتمہ ہوتا ہے۔ آخر الذکر تین حصوں میں سے پہلا ۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۹ء تک تھا جس عرصے میں بحد کفایت شعاری سے کام لیا گیا۔ دوسرا جو ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۶ء تک تھا اس میں بھی بدستور کفایت کو مدنظر رکھا گیا لیکن اس عرصے میں ٹیکس معاف کئے گئے +

۱۸۹۶ء کے بعد ان صیغوں کی باری آئی جو گیارہ سال سے اس لئے ملتوی تھے کہ ان کی اصلاح و بہتری کے لئے فنڈ موجود نہ تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ۱۸۸۰ء ۱۸۸۱ء میں کمپٹرولروں نے ٹیکس کی بعض چھوٹی اور تکلیف دہ رقوم کو منسوخ کر دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد پہلی مرتبہ جولائی ۱۸۸۹ء میں گورنمنٹ نے دوبارہ تخفیف کا سلسلہ شروع کیا۔ مصر کے

دو شمالی صوبجات میں نمک کی قیمت بقدر ۲۰ فیصدی گھٹا دی گئی اور بالائی حصہ کے پندرہ شہروں میں چونگی اور بعض دوسرے چھوٹے محصول منسوخ کر دیئے گئے۔ جن صوبجات میں یہ تخفیف عمل میں آئی زیادہ تر وہ تھے جنہوں نے اس سال دریائے نیل کا پانی نشیب میں رہنے سے نقصان اُٹھایا تھا۔ علاوہ بریں ان صوبجات کا کم وبیش درویشوں سے بھی تعلق تھا اور یہ بات مناسب خیال کی گئی تھی کہ انہیں رعائتاً دیگر مصالحت پر آمادہ کیا جائے۔

سنہ ۱۸۹۹ء میں مسٹر ونسنٹ نے اس ملک کو الوداع کہا جہاں وہ چھ سال تک بڑی قابلیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔ حضرت موسیٰ کی طرح وہ اپنے آدمیوں کو غلامی کے گھر سے ارض موعودہ کی سرحد تک لے گئے تھے۔ وہ جہاں کثیر نفاوتیں ہوئیں اور مادی آسائیشوں کے نہ رکنے والے شور و غل نے ان کے سر کو اس قدر کشیدگی کی حد تک پہنچایا کہ وہ ٹوٹنے کے قریب ہو گیا۔ سنہ ۱۸۹۹ء کی بجٹ پر مسٹر ونسنٹ نے جو ریمارک کئے وہ خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نپیوپہ چڑھنے سے پہلے عمرام کے بیٹے کو برکت دینے کی طرح ان میں ان کے دورِ حکومت کے نتائج کا خلاصہ آجاتا ہے اور ان کے نہایت مختصر الفاظ میں اس حالت کے ذکر کے علاوہ جو ان کے جانے کے وقت تھی زمانہ مستقبل کا بھی صحیح ذکر موجود ہے جسے انہوں نے خود نہ دیکھنا تھا ایک موقعہ پر وہ لکھتے ہیں "نہ صرف پوری ادائیگی ملتوی شدہ کوپنوں کی مالی حالت میں کسی قسم کا نقص پیدا ہونے کے بغیر کر دی گئی ہے بلکہ ایک کافی بڑا ارزرو فنڈ تقریباً ۵۰۰۰۰ پونڈ کا تیار کر لیا گیا ہے۔ کوئی پبلک قرضہ حاصل نہیں کیا گیا نہ ملک میں ٹیکس بڑھانے کے متعلق کسی قسم کی خاص کارروائی کی گئی ہے۔ مصری تاریخ کے کسی جدید حصے کی نسبت ٹیکس ادا کرنے والے کاشتکار مسلمہ طور پر اچھی حالت میں ہیں۔ کوروی کو بہت بڑی حد تک گھٹا دیا گیا ہے اور بہت سے تکلیف دہ چھوٹے چھوٹے ٹیکس دُور کر دیئے گئے ہیں۔" دریائے نیل کی خراب حالت اور فوج کے عارضی

اضافہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "پس مصر کے خزانے کی استقامت ایک نئے امتحان میں آچکی ہے۔ ۱۸۸۷ء صاف طور پر ثابت کر چکا ہے کہ معمولی حالات میں مصر کی مالی حالت خاطر خواہ ہوتی ہے۔ اگر بجٹ کے تخمینے صحیح ثابت ہوئے تو ۱۸۸۹ء ثابت کر دکھائیگا کہ خاص خاص مشکلات کو کمی کے خطرے کے بغیر مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب تک کئی خراب سال پے در پے نہ آتے جائیں موجودہ مالی حالت کو کسی قسم کا خطرہ پیش نہیں آسکتا۔ جن لوگوں کا مصری خزانے سے تعلق ہے ہر چند کہ انہیں اس بات سے مایوسی ہوگی کہ کشیدگی اور مشکلات کا عرصہ ابھی ایک سال اور رہنا ہے تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ انہیں حوصلہ کرنا اور یہ سوچنا چاہیئے کہ ہماری غیر معمولی مصیبتوں نے غیر متوقع طاقت اور برداشت کا ثبوت دیا ہے" آگے چلکر زر ونند بڑھانے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "اس سے بھی آگے کی طرف دیکھتے ہوئے میں خیال کرتا ہوں کہ ہم یقینی طور پر انتظامی اخراجات۔ پنشنوں اور فوجی اخراجات میں رفتہ رفتہ تخفیف ہونے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اصلاح شدہ آبپاشی کے طریقوں سے مزروعہ زمین میں توسیع ہونے سے بلا شبہ مالگذاری میں اضافہ ہوگا۔ اگر امن و امان قایم رہا اور مالی انتظامات کو اعتدال و دانائی سے چلایا گیا۔ تو مجھے کوئی وجہ اپنی اس رائے کو بدلنے کے لئے نظر نہیں آتی جو میں گزشتہ ۵ سال سے مصر کی مالی حالت کی عمدگی کے متعلق رکھتا چلا آیا ہوں" لوگ بنی اسرائیل کی طرح اپنے پہلے رہبر سے جدا ہونے کے بعد محفوظ طریقے پر اکیلے رہیں گے۔ یعقوب کی طرح ان کا فوارہ اناج اور شراب کی زمین پر ہوگا اور ان کے آسمان سے شبنم کی بارش ہوگی ؟

مسٹر ونسنٹ کے جانشین مسٹر (بعد میں سر ایلون) پامر ہوئے جو اس زمانہ میں صیغہ مالیات کے افسر اعلیٰ تھے۔ مسٹر پامر کا تعلق ہندوستان کے صیغہ فنانشل سے تھا ۱۸۸۵ء میں ان کی خدمات مصر کو مستعار دی گئی تھیں۔

جہاں انہوں نے اپنے آپ کو بہت قابل ثابت کر دکھایا تھا +
جون ۱۸۸۵ء میں یعنی سر ایڈ گرونسنٹ کی قاہرہ سے روانگی سے پہلے
سال نوبر پاشا اپنے عہدہ سے مستعفی ہو چکا تھا اور ریاض پاشا اسکا جانشین
مقرر ہوا تھا۔ اس سے پانچ سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے جب کہ کوئی مصری
وزیر سوڈان خالی کرنے کی ذمہ واری اپنے سر لینا گوارا نہ کرتا تھا۔ نوبر نے
صاحب ایجنٹ کی مدد کی تھی۔ اس کے عہدِ وزارت میں ملک کے اندر بیحد
تفکرات اور سختی رہ چکی تھی۔ نوبر کو جو ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا بہت
شایق اور معاملات کا اپنے طریق پر انتظام کرنیکا بہت خواہشمند تھا اپنے
عہدہ وزارت میں مایوسی ضرور ہوئی ہوگی۔ اس واقعہ میں ایک بڑی دقت
کی بات تھی کہ ملک کے اندر خوشحالی کا دورہ از سرِ نو شروع ہوتے ہی اسے
گورنمنٹ سے دست بردار ہونا پڑا۔ لیکن در اصل صاحب ایجنٹ اور
خاص خاص انگریز افسروں سے اس کے تعلقات ناممکن القیام ثابت ہو
چلے تھے۔ سنین ماسبق میں اس نے جو نیکنامی حاصل کی تھی۔ ملک کے اندر
اسے جو اقتدار حاصل تھا۔ پبلک زندگی سے اس کے جو دیرینہ تعلقات
رہ چکے تھے۔ ان سب باتوں نے اس کی شخصی خصوصیات کے
ساتھ مل کر اسے اس بات کے قابل بنا دیا کہ وہ مصر کے
کسی ایسے انتظام میں شریک ہو سکے جس میں وہ ایک قابل ذکر
حیثیت نہ رکھتا ہو۔ اس کی حالت انگریزی عمال کی مالی
پالیسی سے اور بھی ناگوار ہو چکی تھی۔ بے حد کفایت شعاری نے اسے سخت مشکل
میں گرفتار رکھا تھا اور وہ سوائے چلتے انتظام کو چلاتے رہنے کے اور کچھ نہ
کر سکتا تھا۔ ساری بے اطمینانی کے بار کا مرکز اس کا سر تھا اور وہ ہزارہا شکایات
جو غیر ملکی طریقوں۔ جوش اور ناتجربہ کاری سے پیدا ہو چکی تھیں اسی کے کانوں میں
پہنچائی جاتی تھیں۔ الغرض اسے اپنے عہدے کی تکالیف تو ساری پہنچتی تھیں
لیکن سوائے آمدنی کے اس سے راحت کسی قسم کی نہ تھی۔ لیکن نوبر پاشا ایک

دولتمند آدمی تھا اور تنخواہ اس کے لئے چنداں اہمیت نہ رکھتی تھی۔ ۱۸۸۴ء میں وہ مستعفی ہونے کی دھمکی دے چکا۔ ۱۸۸۸ء میں اسی معاملہ پر جس نے ۱۸۸۴ء کی نازک حالت پیدا کی تھی یعنی یہ کہ انتظام پولیس کا زیادہ مناسب طریقہ کونسا ہے۔ مزید اختلافات پیدا ہونے کے باعث معاملہ آخری طور پر طے ہو گیا۔ جرنیل ویلنٹین بیکر کا جو ۱۸۸۳ء سے لیکر جب اُنہوں نے پولیس قائم کی تھی اس کے افسر اعلےٰ تھے ۱۸۸۸ء میں انتقال ہو گیا۔ اور نوبر پاشا نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر اس بات کی ناکام کوشش کی کہ پولیس کو انگریزوں کی براہِ راست ماتحتی سے نکال لیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پولیس بہت سی رکاوٹوں میں سے صرف ایک تھی۔ امور متنازعہ فیہ اس سے زیادہ وسیع تھے۔ نوبر پاشا اور ایجنسی میں تنازعہ اس بات پر تھا کہ انتظام مصر کی ساری سسٹم پر کسے اقتدار حاصل ہو ؟

اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا تھا جسے لارڈ گرینول اپنی ۴۔ جنوری ۱۸۸۴ء کی مراسلت میں ظاہر کر چکے تھے۔ سر ایولین بیرنگ اور ان کے ہم جلیس مصر میں صرف اسی غرض سے موجود نہ تھے کہ ملک کی مالی حالت کی اصلاح کریں یا خدیو المعظم اور ان کے وزرا کو اس قسم کی نصائح کرتے رہیں جن پر عامل ہونا نہ ہونا ان کے لئے امر اختیاری ہو۔ انہیں قاہرہ کی طرح لنڈن کی طرف بھی دیکھنا اور ایک سے زیادہ اشخاص کی پبلک رائے پر عمل کرنا تھا۔ ان سے اس بات کی توقع کیجاتی تھی کہ وہ دو قومی سُروں کے مطابق کوچ کریں۔ اپنی گھڑیوں کو ایک ہی وقت میں یورپ اور عرب کے اوقات کے مطابق بنائیں اور دو آقاؤں کی خدمت کریں جو ایک ناممکن العمل بات ہے۔ ان کے سپرد یہ کام تھا کہ کم سے کم دباؤ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ با اثر اقتدار قائم رکھیں۔ لیکن بہر نوع یہ ضروری بات تھی کہ اقتدار کی تکمیل میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو۔ جیسے کہ اس قسم کی حالتوں میں دوسرے مقامات پر تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے یہاں بھی یہ بات ثابت

ہوئی کہ جن لوگوں کے سپرد اس قسم کا کام ہو ان کو اس بات کی توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ فریق بھی جو سابق حکومت کا سب سے بڑا دشمن تھا عرصہ دراز تک ان کے ساتھ مِلکر کام کرتا رہے گا۔ ایک وقت ایسا ضرور ہوتا ہے جب کہ بے چین لوگ نہ صرف خرابیوں کی اصلاح کے خواہشمند ہوتے ہیں بلکہ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ ان کی درستی کی جائے۔ لیکن جب انہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سی ایسی باتیں جو ہماری نظروں میں قابلِ فروگذاشت ہیں۔ غیر ملکی لوگ انہیں بھی خرابیاں ہی سمجھتے ہیں اور جب انہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصلاح کا کام ہمیں نہیں بلکہ دوسروں کو دیا جانے والا ہے تو وہ اس بیحد جدت پسندی سے پرے ہٹنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی شخصیت کو محو کر دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے +

القصہ چند ہی سال کے عرصہ میں ریاض پاشا اور نوبر پاشا دونوں یکے بعد دیگرے غائب ہو گئے۔ ریاض ۱۸۹۱ء میں اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گیا لیکن ۱۸۹۳ء میں پھر واپس آکر آخر ۱۸۹۴ء میں آخری طور پر اپنے عہدے سے الگ ہو گیا۔ اس سال اس نے اپنی پبلک زندگی سے دست برداری اختیار کی اور سال آئندہ میں نوبر پاشا چند ماہ اپنے عہدہ پر رہ کر اس کی تقلید کر گیا۔ معاملات کی پُرانی صورت بدلتی جا رہی تھی اور پُرانے ہتھیار غیر ضروری خیال کئے جانے لگے۔ نوبر اور ریاض نے اسمٰعیل پاشا کا مقابلہ یا یورپینوں پر اپنے قید خانہ کے حالات اس غرض سے منکشف نہ کئے تھے کہ قبضہ کو اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیں۔ زمانہ گزشتہ میں جن باتوں کے حصول میں اُنہوں نے مدد دی تھی۔ ان سے باخبری۔ اپنے اہلِ وطن کا دباؤ۔ غیر ملکی ذرائع سے حوصلہ افزائی۔ بہت سے قواعد اور آدمی جو انگریزی ماتحتی میں داخل ہوئے تھے ان سے ناراضگی اور نوبر پاشا کی حالت میں شائید وہ توقعات جو اس نے ہائی کمشنروں کے مصری مشن کے متعلق قایم کی تھیں سب باتیں ان کی مخالفت کے اسباب کو کافی طور پر ظاہر کرتی ہیں۔ ہمارے

مصری قبضہ کے ابتدائی دس سال کے عرصہ میں جو باہم کشمکش چلی آرہی تھی وہ موجودہ خدیو کی تخت نشینی کے بعد ختم ہوگئی جبکہ ایک طوفان پھوٹ پڑا جس سے مطلع صاف ہوگیا۔ اس موقعہ پر ۱۶۔ فروری ۱۸۹۳ء کو لارڈ روزبری نے جو تقریر کی جس کا ذکر آگے چلکر کیا جائے گا۔ وہ اس تقریر سے جو ۹ سال پیشتر لارڈ گرینول کرچکے تھے کچھ کم مبہم نہ تھی۔ اس نے مو بیدان ہوم رول کو کالعدم کردیا۔ ہرچند کہ اس وقت سے لے کر امن رہا ہے تاہم سوال کیا جاسکتا ہے کہ آیا یہ امن اس قسم کا ہے جو صرف تنہائی کو پسند کرتا ہے اور مخالفت کو گوارا نہیں کرسکتا یا دوسرے لفظوں میں کیا آجکل مصری وزارت میں اپنے پیشروؤں کی طرز کے آدمی پسند کئے جائیں گے۔ وہ تجربہ۔ استقلال اور اصلاحی جوش جو ہرچند کہ دور اندیشی کے نقائص یا ہمارے جدید طریقوں سے عدم ہمدردی کے باعث دھندلا پڑ چکا تھا نوبار اور ریاض کی ذات میں پایا جاتا تھا۔ اس کی نظیر اکثر مصر میں نہیں ملتی۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ موجودہ لوگ سابقہ لوگوں کی طرح ملک کی خدمت نہیں کرتے۔ امن کی فتوحات بھی جنگ سے کچھ کم نہیں ہوتیں اور اس قسم کی حالتوں میں جیسی کہ مصر کی تھی ہمدردانہ منظوری کی طرز باقاعدہ مخالفت سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ وہ وزیر جو انتظام انگریزی کے مقاصد پورا کرنے میں مدد دینے میں مصروف رہتا ہے جو ایک طرف تو اپنے انگریز ہم جلیسوں کو زیر آب چٹانوں کے خطرات سے متنبہ کرتا ہو اور دوسری طرف جو روشنی اس کے اپنے اندر مرکوز ہو اسے اپنے ہموطنوں میں پھیلائے وہ اس حالت کی نسبت زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتا ہے کہ پرانے ہتھیار لے کر میدان میں داخل ہو اور اپنے دشمنوں کی مخالفت کرکے نعرہ ہائے تحسین و آفرین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس قسم کا شخص مصطفےٰ پاشا فہمی کیبنٹ کا موجودہ افسر اعلےٰ ہے۔

زمانہ شناسی کی پالیسی جو تجربہ نے سمجھائی اور افلاس نے عائد کی تھی

بے اثر ثابت نہ ہوئی۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ہمارے افسر مصریوں سے زیادہ واقف ہوتے گئے انہوں نے غیر ضروری طور پر تکلیف دینے والی باتوں سے محترز رہنا سیکھ لیا۔ انہوں نے موجودہ انسٹی ٹیوشنوں کی خوبیوں اور نقائص سے زیادہ واقفیت حاصل کرلی اور جن ایجنٹوں کی معرفت انہیں کام کرنا پڑتا تھا۔ ان کی بہترین ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اگر انکے پاس اصلاح اور ترقی پر صرف کرنے کے لئے کافی روپیہ موجود نہ تھا تو کم از کم وہ اس قسم کی ہدایات ضرور حاصل کر رہے تھے جن کی رو سے جب روپیہ صرف کیا جاسکے تو اس کے بہترین مصرف کا یقین ہوسکے +

اس جگہ یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ان جھگڑوں کی بابت کسی قدر مزید تحقیقات کی جائے۔ جن کے باعث نوبر پاشا کو اپنے عہدہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ جب ۱۸۸۳ء میں جرنیل ولنیٹن بیکر کے سپرد پولیس کو از سرِ نو مرتب کرنے کا کام سپرد ہوا تھا تو لارڈ ڈفرن نے مصری فوج کے جوانوں کی تعداد . . . ۶ مقرر کی تھی۔ ان دنوں ہر چند کہ درویشوں کے حملہ کا احتمال نہ تھا تاہم یہ تعداد جنوبی سرحد کو محفوظ رکھنے اور اندرونی امن و امان قائم رکھنے اور بدوؤں کو خائف کرنے کے لئے ناکافی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ تعداد لازمی نہ تھی اور مصر میں فوجی پولیس کا بہت بڑی تعداد میں موجود ہونا باعثِ حذر ثابت ہوچکا تھا۔ لیکن اگر فوج کی تعداد کم ہونا ضروری تھا تو لازم تھا کہ اس کی امداد کے لئے ایک نیم فوجی جماعت موجود ہو۔ اور چونکہ جرنیل موصوف کی شخصی تربیت اور قابلیت معاملات پولیس کی نسبت زیادہ تر اس قسم کی باتوں کی طرف رحجان رکھتی تھی اس لئے ان کے ماتحت کانسٹیبلوں کی جماعت بھی ایک دوسری فوج کے برابر ہوگئی۔ اس جماعت کے تین جداگانہ حصے تھے یعنی صوبہ کی جندرمہ فوج۔ شہر کی پولیس اور رزرو۔ صوبجات میں پیادہ جندرمہ فوج مختلف پلٹنوں پر منقسم تھی اور ہر ایک صوبہ یا مدریہ میں ایک ایک پلٹن مقیم تھی۔ اسی طرح سواروں کے جدا جدا دستے تھے اور ہر ایک

صوبہ کے حصہ ایک یا دو دستے آتے تھے سوار اور پیادہ فوج کے مختلف ٹکڑے صوبہ کے مختلف اضلاع میں تقسیم کردیئے جاتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا ڈپو اور ہیڈ کوارٹر صوبہ کا دارالخلافہ ہوتا تھا۔ بندرمہ فوج کے کمان افسر جو سوار اور پیادہ دونو پر اختیارات رکھتے تھے مصری یا ترک ہوتے تھے۔ اور انہیں قایم مقام یا بمباشی کا عہدہ جو عہدہ لفٹننٹ کرنیل یا میجر کے برابر ہوتا تھا صوبہ کی وسعت یا اہمیت کے لحاظ سے حاصل ہوتا تھا۔ چند ایک انگریز سٹاف افسر فوجی معائنہ کے لئے مقرر ہوتے تھے۔ بندرمہ فوج کے فرائض گارد پہرہ داری۔ پٹرول اور رفت۔ پر مجرموں کی گرفتاری وغیرہ ہوتے تھے تحقیقات یا تفتیش جرم سے انہیں کچھ سروکار نہ تھا۔ ان کا افسر اعلےٰ بندرمہ سٹاف کا چیف ہوتا تھا جس کے ماتحت بہت سے انگریز اور دیسی سٹاف افسر موجود تھے۔ رزرو میں ایک ترکی پیادہ اور سوار رجمنٹ موجود تھی۔ لیکن اول الذکر میں چند گنتی کی کمپنیاں اور آخر الذکر میں صرف گنتی کی ٹروپیں تھیں۔ شہر کی پولیس سپرنٹنڈنٹیاں پولیس کے ماتحت تھی جنہیں خاص طور پر ہندوستان سے بلاکر یہ کام ان کے سپرد ہوا تھا۔ یہاں پر یہ بیان کردینا بھی خالی از لطف نہ ہو گا کہ شہر کی پولیس کا جو انتظام اس وقت ہوا تھا وہ اب تک بدستور چلا جاتا ہے +

صوبجات میں قدیم مصری طریق کے مطابق پولیس کے فرائض گاؤں کے نمبردار یا عمدہ اور چوکیدار یا غفیر کے سپرد تھے اور ترکی خواص جو ایک قسم کے غیر تربیت یافتہ اور نہ بھرتی کئے ہوئے کانسٹیبل ہوتے تھے صوبہ کے گورنر یا مدیر کے سٹاف سے متعلق ہوتے تھے۔ یہ لوگ اس کے زیر اقتدار صوبہ کے ہیڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس یا مامور الضابطیہ کے ماتحت کام کرتے تھے یا صوبہ کے مختلف اضلاع میں اس کے ماتحت افسر ناظر القسم کے احکام پر چلتے تھے +

یہ انتظامات تھے جو جرنیل ولنٹین بیکر نے کئے تھے فی الحقیقت ان کی کوششیں زیادہ تر اسی بات تک محدود رہیں کہ ایک زاید فوج تیار کی جائے اور سول پولیس کو انہوں نے مختلف صوبجات میں زیادہ تر دیا۔

ہی چھوڑا جیسا وہ ان کے آنے پر تھی۔ اس اثنا میں ایک سول افسر مسٹر کلفرڈ لائیڈ آ گئے جنہیں لارڈ گرینول نے ۱۸۸۳ء میں ڈائرکٹر جنرل اصلاحات بنا کر بھیجا تھا۔ یہ ایک ایسا عہدہ تھا جو سکرٹری امور خارجہ نے بظاہر موقعہ کو مدنظر رکھ کر تیار کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ان انگریز مجسٹریٹوں میں سے نہایت پھرتیلے تھے جنہیں ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۱ء میں مسٹر گلیڈسٹون کی سختی کی کوششوں کے زمانہ میں مسٹر فارسٹر نے آئرلینڈ بھیجا تھا۔ جن دنوں جرنیل بیکر اور ان کی بیندرمہ فوج سواکن گئی ہوئی تھی اور وہاں سے ہو کر الطب کے مہلک میدان میں جانے کا ارادہ رکھتی تھی مسٹر کلفرڈ لائیڈ نے سارے ملک سے ماموراضابطیہ اس کے خواص اور ماتحت دُور کر کے ان کی بجائے ایک باضابطہ بھرتی شدہ جماعت مقرر کر دی۔ جرایم کی نگرانی اور مدافعت کے لئے گورنران صوبجات کے ماتحت پولیس مقرر کی گئی۔ لیکن یہ ہیئت مجموعی یہ جماعت صاحب انسپکٹر جنرل اور ان کے سٹاف ہی کے ماتحت رہی۔ اس تجویز سے مسٹر کلفرڈ لائیڈ کی نوبر پاشا سے ناچاقی ہو گئی۔ نوبر پاشا کی تھا کہ مدیروں کو جدید پولیس کے اقتدار سے محروم کر دیا گیا ہے اور کہ ماموراضابطیہ اور ناظر القسم یعنی صوبہ اور ضلع کے سپرنٹنڈنٹ اور ان کے خواصوں کی امداد کے بغیر مدیر جرایم کو روکنے اور ان کی تفتیش کے معاملہ میں عاجز ہیں۔ انہی ایام میں جو سخت بدنظمی پھیلی اسے بھی اس نے مدیر کے اختیارات میں دخل دینے سے منسوب کیا۔ مسٹر کلفرڈ لائیڈ ویسی ہی مناسب دلائل کی بنا پر یہ کہتے تھے کہ اس کا باعث وہ نئی اور ناتجربہ کار دیسی عدالتیں ہیں جو مدیر اور مامور کے اختیارات کو دور کر کے سارے ملک میں قایم ہو رہی تھیں۔ نوبر پاشا نے کہا کہ اگر مسٹر کلفرڈ لائڈ کی آرا پر عمل کیا گیا تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔ اور چونکہ نوبر کی خدمات ان دنوں بیحد ضروری تھیں اور مسٹر کلفرڈ لائڈ اپنے سسٹم میں کسی قسم کی ترمیم پر رضامند نہ تھے اس لئے بالآخر یہ انتظام ہوا کہ آخر الذکر ۱۸۸۴ء کے موسم گرما میں ریٹائر ہو جائیں ۔

اس وقت تک ہر ایک صوبہ کے مدیر نہ صرف پولیس کے افسران اعلیٰ ہوتے تھے بلکہ انہیں مجسٹریٹی کے اختیارات بھی حاصل تھے اور وہ زیادہ خطرناک قسم کے جرائم کی عدالتی تحقیقات کر سکتے تھے۔ اب وزیر انصاف نے ان کے عدالتی اختیارات ان سے دفعتاً چھین لئے اور نئی عدالتوں کے حوالہ کر دیئے۔ جن میں کچھ تو ایسے یورپین جج موجود تھے جنہیں جلدی میں مُلک کے اندر لایا گیا تھا اور کچھ اس قسم کے مصری تھے جنہیں بالکل قانونی واقفیت نہ تھی۔ مدیر کے ہاتھ میں جو اختیارات پولیس باقی بھی رہ گئے ان سے اب وہ اپنے صوبہ کی پولیس کے افسر اعلیٰ کی حیثیت میں کام نہ لیتا تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے وہ اپنے ماتحتوں کے ذریعہ کیا کرتا تھا۔ وہ بلا واسطہ طور پر پولیس کی ایک جماعت کی معرفت کام کرتا تھا۔ جس کے جوان ایک اور آقا کے نوکر تھے۔ اس طرح پر کوئی مرکزی ذمہ داری یا کوئی واحد صوبہ کے اختیارات رکھنے والا شخص نہ رہا۔ نوبر پاشا ایک طرف چلتا تھا مسٹر کلفرڈ لایڈ دوسری طرف اور عدالتیں جنھیں آخری اختیارات حاصل تھے ان دونو کی عقل حیران کئے دیتی تھیں۔ مدیر کہتا تھا۔ "تم دونوں کے گھروں پر طاعون نازل ہو" اور چاہتا تھا کہ اگر مجھے بحالی امن کے لئے ذمہ وار گردانا جاتا ہے تو مجھے سابق کی طرح پولیس اور مجسٹریٹی کے اختیارات ملنے چاہئیں +

مسٹر کلفرڈ لایڈ کی تجویز کسی قدر آئرلینڈ اور کسی قدر ہندوستان کے نمونہ پر تھی۔ فوجی خطابات موقوف کر دے گئے اور قایم مقام اور بمباشی کو ایک دروازہ میں سے نکال کر انہیں پولیس کمانڈنٹ اور انسپکٹر کی حیثیت میں دوسرے دروازہ سے داخل کر لیا گیا۔ اب تک جو شخص بند رسہ فوج کا کمانڈنٹ ہوتا تھا وہ مدیریہ پولیس کا کمانڈنٹ بن گیا۔ جس کا دفتر مدیریہ ہیڈ کوارٹر ہی میں تھا۔ صوبہ کے مختلف اضلاع میں سب انسپکٹروں کو اپنے اپنے علاقوں میں جرم کی مدافعت اور نگرانی کا کام سپرد ہوا لیکن وہ اپنے کام کے لئے مدیر کو نہیں بلکہ اپنے کمانڈنٹ کو جوابدہ تھے۔ ان سب کے اوپر مسٹر کلفرڈ لایڈ نائب وزیر داخلہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جب

۱۸۸۳ء کے ابتدائی نصف حصہ میں جرنیل ولنٹین بیکر مصر کو واپس آئے تو بلاشبہ تجربات الطلب کا اُن کے دل پر بہت بڑا اثر تھا۔ اُنہوں نے بشیتر از پیشتر اپنی رنزرو فوج کی طرف توجہ دی جیسے میسودا۔ بربرہ۔ حدارا اور زیلا کی فوجوں سے مصر میں واپس لائے ہوئے سوڈانی سپاہیوں سے حال میں مرتب کیا گیا تھا۔ یہ وہی فوجیں تھیں جنھیں عنقریب ہی ساحل بحر سے آزاد کیا گیا تھا۔ اب فوجی خطابات دوبارہ اختیار کر لئے گئے۔ بمباشی واپس آگیا اور سب انسپکٹر غائب ہو گیا۔ صوبجات میں پولیس کے جوان پولیس کے کام کے لئے ابھی تک مدیر ہی کے ماتحت تھے لیکن یہ اب سول پولیس نہ رہی تھی۔ یہ تو اب ایک نیم فوجی جماعت بن چکی تھی جو جرایم کی نگرانی کی نسبت قواعد میں زیادہ مصروف رہتی تھی۔ ان کے اختیارات۔ مالی انتظام اور ترقی کا کام اب تک بدستور انگریز ڈپٹی انسپکٹر جنرل کے ماتحت تھا +

جب کہ مختلف حکام اپنے جداگانہ تجربات کی آزمایش کر رہے تھے لازم تھا کہ جرایم کی مدافعت کی جائے۔ امن برقرار رہے اور اندرون ملک میں گورنمنٹ خدیویہ کا کام جاری رہے۔ چوری کی وارداتیں پھر زیادہ ہونے لگی تھیں اور جابجا خوفناک جرایم کا ارتکاب ہوتا تھا۔ پس خطرناک جرائم کا کام جاری قایم کردہ عدالتوں سے لیکر خاص کمیشنوں کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ کمیشنیں کورٹ مارشل سے مشابہ تھیں ان کی صدارت مدیر کے سپرد تھی ان کے اختیارات وزیر داخلہ کے ہاتھوں میں تھے اور اس وزارت کا افسر اعلی اور اُس کا اسٹاف دونو مصری تھے۔ اس کے بعد کچھ مدت تک یہ حالت رہی کہ ایک طرف تو نیم فوجی پولیس تھی اور دوسری طرف مدیر اور اس کی خاص انسداد چوری کی کمیشن۔ معاملات کی یہ صورت ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۹ء تک رہی جب کہ ایک خاص تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علاج مرض سے بھی بدتر ثابت ہوا یہ خاص کمشنر جبر و تعدی۔ خلاف ورزی۔ قانون اور بے انصافی کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ پس کچھ عرصہ گزرنے پر انہیں بھی موقوف کر دیا گیا +

اس گڑبڑ کی ایک بہت بڑی وجہ بلاشبہ وہ تبدیلی تھی جو ملک کے دیوانی انتظام میں واقعہ ہو رہی تھی۔ لیکن یہ خرابی اس عام اعتقاد سے اور بھی بڑھ گئی کہ انگریزوں کا فوجی قبضہ قریب الاختتام ہے۔ اصلاح کے ایسے معیار اور تکمیل کے ایسے وعدہ کے متعلق جیسے واپس ہٹ جانے کے فعل کی مناسبت میں پیش کیا جا سکے لندن کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے جلد جلد تبدیلیاں عمل میں آ رہی تھیں۔ ہر ایک کام بڑی سختی کی حالت میں کیا جاتا تھا اور جس قدر وسیع تبدیلی ہوتی اسی قدر زیادہ اعتبار کے ساتھ اس کی حمایت کی جاتی تھی ؂

ان معاملات سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو درحقیقت مشرق میں پبلک سروس کی اور کسی شاخ سے برتاؤ کرنا ایسا مشکل نہیں جتنا پولیس سے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ہندوستان کے گورنر عرصہ دراز تک مایوسی کا اظہار کرتے رہے ہیں ؂

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لارڈ کرزن نے اس معاملہ پر تحقیقات کرنے کے لئے ایک زبردست پولیس کمیشن مقرر کی تھی۔ لارڈ کرزن کے ایام سے بہت عرصہ پہلے پولیس کمیشنوں کی رپورٹیں خزاں کے پتوں کی طرح بافراط تھیں فی الحقیقت پولیس کے اعلی درجوں میں معزز اشخاص کو داخلہ پر آمادہ کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ نہ صرف یہی اس ملازمت کو مجلسی نقطہ خیال سے بنظر حقارت دیکھتے ہیں بلکہ جو لوگ اس صیغہ میں ملازم ہوں ان کے خلاف آبادی کی بدترین جماعت سازش کرنے سے نہیں چوکتی کیونکہ ان کی سوسائٹی میں تمام مراتب اور مدارج کے لوگ اس قسم کی باتوں میں شرمساری کی کوئی وجہ نہیں پاتے۔ ان سازشوں سے افسران پولیس کو بے حد تکلیف ہونا یقینی ہے اور یہ امر غیر اغلب نہیں کہ وہ اس طرح تباہ ہو جائیں۔ جہاں پر کسی باقاعدہ پریس کی عدم موجودگی کے باعث انہیں شہرت حاصل کرنے کا کوئی موقعہ نہیں جہاں کوئی مضبوط دیہی بار موجود نہیں جہاں عام طور پر لوگوں کا

خیال یہ ہے کہ پولیس ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور اس بات پر اعتقاد نہیں کہ قانون ہمیں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ یہ بات قریب قریب ناممکن ہے کہ دیسیوں میں سے کوئی اچھی طرح کام کرنے والی پولیس مرتب کی جائے۔ پولیس خواہ بُری ہو یا بھلی وہ جس سوسائٹی میں پائی جائے اس کی اندرونی حالت کو بہت اچھی طرح ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ اگر پبلک رائے کے اس قسم کے بےخوف اور طاقتور اظہار سے اسے رکاوٹ میں نہ رکھا جائے جس کی مثال صرف آزاد قوموں میں مل سکتی ہے تو وہ جبر و تعدی کا ایک خوفناک ذریعہ بن جاتی ہے اور اس سے نہ صرف برائی کرنے والے کو خوف ہوتا ہے بلکہ ایسے بے خطا لوگوں کو بھی جو رعب میں آکر رشوت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ابتدائی غلطی تو یہ ہوئی کہ پولیس کو ایک سپاہی کے زیر اختیار رکھا گیا جو فرایض پولیس سے محض نابلد تھا۔ فوج کی عددی کمزوری کے لحاظ سے پولیس کے کچھ حصہ کو فوجی تربیت دینا بلاشبہ ضروری تھا۔ لیکن سارے نظام پولیس کو خالص فوجی بنا پر قایم کرنا ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ مسٹر کلفرڈ لائیڈ اگر پولیس کو مدیر کے اختیارات سے بالکل ہی باہر نہ نکال لیتے تو پولیس کے متعلق اُنھوں نے جو تجاویز سوچی تھیں وہ زیادہ درست تھیں۔ اس سوال کا بہترین حل غالباً یہ ہو سکتا تھا کہ بحالی امن کے لئے ایک چھوٹی سی نیم فوجی ریزرو اور بھرتی شدہ کانسٹیبلوں کی ایک جماعت تیار کی جاتی جو معہ اپنے کمانڈنٹ کے جرایم کی نگرانی اور مدافعت کے لئے مدیر لیکن عام اغراض کے لئے صرف اپنے اعلےٰ پولیس افسر کے ماتحت ہوتی +

اس معاملہ میں بہت سی باتیں اس قسم کی ہیں جو ہندوستان کے اسی قسم کے جھگڑوں کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ ہندوستان کے مجسٹریٹ ضلع کی مانند مدیر اپنے صوبہ میں ایک چول کا درجہ رکھتا ہے جس پر تمام انتظامات داخلہ کا دار و مدار ہے۔ وہ مرکزی گورنمنٹ اور لوگوں کے درمیان ایک قسم کی کڑی ہے اور اسی کو امن و تحفظ کے لئے ذمہ دار افسر گردانا جاتا ہے۔ اس کے ماتحت

جس قدر رقبہ ہو اس میں سول گورنمنٹ کے تمام انتظامی شعبوں کا عام اختیار اور نگرانی اسی کے سپرد ہوتی ہے۔ البتہ دونو میں ایک اہم اختلاف ضرور موجود ہے۔ ہندی مصلح کو جس بات کی سخت شکایت ہے وہ یہ ہے کہ اختیارات پولیس اور مجسٹریٹی کو الگ الگ کرنے کے متعلق اس کی تجویز پر حکام کان نہیں دھرتے۔ لیکن ہندوستان میں تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان دونو صیغوں کا ملا رہنا ہی اچھا ہے۔ اس ملک میں قابل برداشت صیغہ پولیس اور تحفظ عامہ کی بہترین ضمانت سوسائٹی کی موجودہ حالت میں یہی ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ معاملات پولیس میں پولیس کمانڈنٹ اور اس کے ماتحتوں سے اعلیٰ اختیارات رکھتا ہو اور پولیس کی قواعد اور متابعت کے علاوہ ان کے کام کا آخری ذمہ وار افسر وہی ہو اور اس کے ماتحت جو فسادی اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے لوگ آباد ہوں ان پر باعتبار ایک مجسٹریٹ کے اسے سزا دینے کے محدود اختیارات حاصل ہوں جن کی بعد میں اپیل ہو سکتی ہو۔ لیکن مصر میں مدیر کو اس قسم کے اختیارات حاصل نہیں جو بحالت موجودہ ممکن ہے۔ ہندی مجسٹریٹ کی نسبت ان سے کام لینے کے کم اہل ہو *

اس خلاصہ میں جو بات مدنظر رکھی گئی ہے وہ اگر درست ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگ جن کا اس معاملہ سے تعلق تھا کم و بیش غلطی پر تھے جرنیل بیکر کی یہ غلطی تھی کہ اس نے سول پولیس مرتب کرنے کی بہت کم کوشش کی یا بالکل ہی نہیں کی بلکہ اپنی رزرو فوج کو قواعد سکھانے پر اکتفا کیا۔ مسٹر کلفرڈ لائیڈ کی غلطی یہ تھی کہ اس نے سول پولیس کو مدیر کے اختیارات سے بالکل ہی نکال لیا۔ نوبر پاشا کی غلطی یہ تھی کہ وہ معاملات کو ان کی پرانی صورت میں لانا چاہتا تھا بحالیکہ ایسا ہونا نہ صرف اب ناممکن تھا بلکہ جا بیجا عدالتیں اس حالت کو برداشت بھی نہ کر سکتی تھیں *

ان عدالتوں نے معاملات کو اور بھی پیچیدہ بنا رکھا تھا۔ انہیں جلدی

میں تیار کیا گیا تھا اور ان میں بلجیم ہالینڈ یا یورپ کے دوسرے چھوٹے ممالک سے لائے ہوئے اس قسم کے مقنن رکھے گئے تھے جنھیں مصر سے بہت کم یا بالکل ہی واقفیت نہ تھی یا ان میں اس قسم کے مصری جج تھے جنھیں قانون سے مس ہی نہ تھا۔ ان کی امداد کے لئے کوئی بار موجود نہ تھی۔ اور ان کے راستہ میں فرانس کے ضابطہ فوجداری کے رجسے مصر میں رایج کیا گیا تھا۔ عہدہ پارکٹ سے اور بھی رکاوٹ پیدا ہو چکی تھی۔ پارکٹ صاحب پروکیور جنرل کے زیر اختیارات ہوتا تھا جسے ایک قسم کا گورنمنٹ پراسیکیوٹر (سرکاری وکیل) سمجھنا چاہئے۔ آخر الذکر کے ڈیلیگیٹ ہر ایک عدالت سے متعلق ہوتے تھے۔ مقدمات فوجداری سے متعلق تمام معاملات میں پولیس پارکٹ کے ماتحت ہوتی تھی۔ پارکٹ عدالتوں کے لئے مقدمات تیار کرتا تھا اور پولیس کا فرض تھا کہ وہ استغاثہ کے متعلق ضروری باتیں پارکٹ کو مہیا کرے۔ پارکٹ نے صاحب پروکیور جنرل کا دفتر پولیس کی ناقابلیت کے متعلق رپورٹوں سے بھر رکھا تھا۔ آخر الذکر کو ان کے پڑھنے کی فرصت نہ ملتی تھی اور نہ وہ کبھی صاحب انسپکٹر جنرل پولیس کی نظروں سے گزرتی تھیں عدالتیں پولیس کو الزام دیتی تھیں اور اپنی ناقابلیت کے احساس کی تیزی میں ملزم کو رہا کر دینا ہی بہتر سمجھتی تھیں۔ یہ گڑبڑ اس وقت تک دور نہ ہو سکی جب کہ اس کے کچھ مدت بعد اس خرابی کو جڑ سے اُکھانے کی کوشش کی گئی اور وزیر داخلہ کی مدامی تقویت کے لئے ایک انگریز مشیر نامزد کر دیا گیا۔

تیرھویں فصل

اصلاح اور سرسبزی۔ مشترکہ عدالتیں۔ قنصل عدالتیں۔ محکمہ شریعیہ۔ اصلاح شدہ سرکاری عدالتیں۔ انہیں ترقی دینے کی کوشش۔ مسٹر سکاٹ کا تقرر۔

بہ حیثیت مشیر عدالت کے - ایک ادنیٰ اخلاقی حالت کے ملک میں قابل اعتماد دیسی عدالتیں قایم کرنے کی مشکلات - آبپاشی کی ترقی - زرعی سڑکیں +

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصری عدالتوں کا ذکر ایک دو صفحات میں کیا جائے لیکن ان عدالتوں کا ذکر کرتے وقت ہمیں ان کی مختلف قسموں میں امتیاز کرنا لازم ہے کیونکہ اس چھوٹے سے ملک میں ہم مختلف قسم کی عدالتیں موجود ہیں - سب سے اول تو مشترکہ عدالتیں ہیں جو ۱۸۷۶ء میں اسمعیل پاشا کے زمانہ میں نوبر پاشا کے ذریعہ قایم ہوئی تھیں - قاہرہ - سکندریہ اور منصورہ میں ابتدائی مشترکہ عدالتیں اور سکندریہ میں اپیل کی مشترکہ عدالت قایم ہے ان عدالتوں میں ان تمام دیوانی مقدمات کی سماعت ہوتی ہے جن میں فریقین یا ان میں سے ایک یورپ یا امریکہ کی رعایا ہو - لیکن اگر فریقین ایک ہی قومیت کے یورپین ہوں تو مشترکہ عدالتوں میں صرف حقیقی جایداد کے متعلق مقدمات ہی فیصل ہو سکتے ہیں - یہ عدالتیں کسی طرح پر گورنمنٹ کے ماتحت نہیں کیونکہ ان کے ججوں کو گیارہ یورپین طاقتیں اور اضلاع متحدہ امریکہ کی گورنمنٹ نامزد کرتی ہے - فی الحقیقت وہ اپنے اندر ایک جداگانہ حکومت اور قانون کا درجہ رکھتی ہیں - ہر پانچ سال گزرنے پر اس ترکیب کو از سر نو قایم کیا جاتا ہے اور ان عدالتوں کو آیندہ عرصہ پانچ سال کے لئے مرتب کر دیا جاتا ہے - ان مشترکہ عدالتوں کے جج نہ صرف قانون پر عمل کرتے ہیں بلکہ اپنے اختیارات کا فیصلہ بھی خود ہی کرتے ہیں - اگر وہ کسی معاملہ میں ایسے طریق پر عمل کریں جو قلیل التعداد ججوں یا مصری گورنمنٹ یا عام پبلک کو غیر مناسب معلوم ہو تو سب کے سب ان کے خلاف چارہ جوئی کرنے سے عاجز ہیں - ان کے احکام پر نظر ثانی کرنے والی کوئی عدالت موجود نہیں - بین الاقوامی اختیارات عملی طور پر کالعدم ہیں اور مصر میں پبلک رائے کچھ وزن ہی نہیں رکھتی - مصری گورنمنٹ صرف اتنا کر سکتی ہے کہ طاقتوں سے اپیل کرے جو اگر متفق الرائے ہوں تو قانون میں ترمیم کر سکتی ہیں - لیکن تجربہ نے مصر کو یہ بات سکھا دی ہے کہ ایسی کارروائی

کرنے سے پہلے کافی تامل سے کام لے۔ اپنے انتظامی نقطہ خیال سے مصری گورنمنٹ ان مشترکہ عدالتوں کے لئے براہ راست ذمہ وار نہیں ہے۔ ان کے بعد قنصلر عدالتیں ہیں۔ جب کسی یورپی طاقت کی رعایا کا آدمی جو مصر میں رہتا ہو کسی فوجداری جرم کا مرتکب ہو تو اس کا قنصل اپنے ملک کے قانون کے مطابق اس پر مقدمہ چلاتا ہے۔ ان عدالتوں کے جج عام طور پر تربیت یافتہ مقنن ہوتے ہیں اور مصری گورنمنٹ کے ان پر کچھ بھی اختیارات نہیں ہوتے ان کے بعد مسلمانوں کی مذہبی عدالتوں کا نمبر آتا ہے جن میں شخصی حیثیت کے متعلق تمام معاملات مثلاً شادی۔ طلاق۔ سرپرستی۔ وراثت یا مذہبی اوقاف فیصل ہوتے ہیں۔ ان عدالتوں کا قانون شرع اسلامی ہے۔ یہ عدالتیں محکمہ شریعہ کہلاتی ہیں اور ان کا باقی دنیاوی معاملات سے کچھ تعلق نہیں۔ گورنمنٹ کے انگریز مشیروں کا عدالتی انتظام کی جس سسٹم سے تعلق ہے یہ اس کے دائرہ اثر سے باہر ہیں۔ ان عدالتوں میں جس قانون پر عمل کیا جاتا ہے وہ قرآن شریف کا قانون ہے اور جج علما ہیں جو شرع اسلامی سے پورے طور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ قبل ازیں ایک فصل میں اس بات کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ بڑا قاضی جو اس عدالتی جماعت کا افسر اعلیٰ ہے اس کی نامزدگی براہ راست قسطنطنیہ سے ہوتی ہے۔ چوتھی اور آخری قسم کی عدالتیں جن سے ہمارا سب سے زیادہ تعلق ہے سرکاری عدالتیں ہیں جن کے اختیارات صرف مصری رعایا تک محدود ہیں۔ اور وہ بھی صرف ان معاملات میں جو محکمہ شریعہ کے حدود اختیارات سے باہر ہوں۔ اس سے ثابت ہو گیا ہو گا کہ مصر کا صیغہ عدالت عملی طور پر بہت محدود ہے اور یہ سرکاری انصاف کی ایک تنگ ندی ہے جس کا پانی تھوڑا تھوڑا ہو کر مقررہ راستہ سے ٹپکتا ہے *

سرکاری عدالتوں کی اصلاح جو ۱۸۸۳ء میں شروع ہوئی تھی اس نے ابھی تک بہت کم ترقی کی تھی۔ ججوں یا بار کو مصنوعی طور پر ترقی نہیں دی جا سکتی فوجی بغاوت سے پہلے ایک جامع ضابطہ دیوانی اور ضوابط دیوانی و فوجداری

کو مرتب کیا جا رہا تھا جن پر ۱۸۸۳ء سے عمل شروع ہوا۔ ان ضوابط کو فرانسیسی ڈھنگ پر ڈھالا گیا تھا اور سوائے ان نقایص کے کہ ان میں مصری طرز معاشرت اور مجلسی ترقی کا بہت کم لحاظ رکھا گیا تھا اور انہیں بالکل اسی طرز پر رہنے دیا تھا جیسے کہ وہ فرانس میں مروج تھے وہ خاصے قابل عمل معلوم ہوتے تھے۔

لارڈ ڈفرن نے لکھا تھا کہ ۱۸۸۳ء سے پہلے عدالتیں ایسی بری۔ ایسی کمزور اور ایسی بگڑی ہوئی، تھیں کہ ان میں جو بھی تبدیلی کی جاتی وہ اصلاحی اعتبار سے غنیمت تھی۔ لیکن جدید عدالتیں بڑی بڑی۔ زیادہ آدمیوں والی اور گراں تھیں۔ فیصلہ دینے والے تین جج ہوتے تھے جن میں سے ایک ایسا یورپین ہو سکتا تھا جو مصری مراسم مصری لوگوں اور بولی سے بالکل ناواقف ہو ان عدالتوں کی کارروائی اور فیصلے تاخیر اور بزدلی کا پہلو لئے ہوتے تھے اور لوگوں کو ان پر بہت کم اعتبار اور اُن کے دلوں میں ان کی بہت کم عزت تھی ان پر بہت کچھ توجہ دی جا سکتی تھی۔ مشرق اور مغرب سے دانا آدمیوں نے آکر ان کے متعلق رپورٹ کی تھی اور انہیں حضرات میں عدالت العالیہ بمبئی کے سابق جج سر ریمنڈ ورسٹ تھے جنھوں نے ان کے متعلق بہت کچھ کہا تھا لیکن سب کی تجاویز بے اثر ہی ثابت ہوئیں۔ ہپوکریٹس اور باقی جو اُن کے جی میں آئے کہیں بہر نوع مریض کی حالت رو باصلاح نہ ہوئی۔ عدالتیں اب مسٹر (بعد میں سر جان) سکاٹ کے آمد کی منتظر تھیں جنھوں نے عدالتی مشیر کی حیثیت میں قاہرہ واپس جانے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ مسٹر سکاٹ چند سال مصر کی مشترکہ عدالتوں میں بہ حیثیت ایک جج کے بسر کر چکے تھے۔ اور وہ اس جگہ کے لوگوں اور قانون سے بخوبی واقف تھے۔ ۱۸۸۲ء میں مصر سے جا کر وہ عدالت العالیہ بمبئی کے جج مقرر ہو گئے تھے اور ۱۸۹۰ء میں انہیں واپس طلب کیا گیا تھا۔ کہ وہ دیسی عدالتوں کی اصلاح میں مدد دیں۔ وزارت انصاف میں مشیر کا عہدہ رکھتے ہوئے اُنہوں نے اس وجہ سے کہ وہ معتدل اور عدالتی خیالات کے آدمی تھے۔ باامن طبیعت رکھتے تھے اور مصری اہلکاروں اور طریقوں سے

ذاتی واقفیت رکھتے تھے عدالتوں میں نئی جان ڈالنے میں کامیابی حاصل کی لیکن ان کے اپنے عہدہ کا چارج لیتے ہی ریاض پاشا ۱۸۹۱ء میں مستعفی ہو گیا کیونکہ جسطرح نوبر پاشا اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ پولیس کا انتظام انگریز افسروں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے ایسے ہی ریاض پاشا عدالتوں کے یورپینوں کے زیر نگرانی آنے کے خلاف تھا۔ ریاض پاشا کے بعد مصطفےٰ پاشا فہمی اس کا جانشین ہوا +

جیسا کہ آیندہ سطور میں معلوم ہوگا اس وقت سے بتدریج ترقی ہوتی رہی ہے۔ لیکن گورنمنٹ کے کسی اور شعبہ کی نسبت انتظام انصاف کے معاملہ میں وقت کا سب سے زیادہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر عدالت ہائے انصاف میں قابل جج اور ہوشیار بیرسٹر موجود نہ ہوں تو ان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے کسی دیسی عدالت سے اس صورت میں کس بات کی توقع ہو سکتی ہے۔ جب کہ قابل احساس بیباک ضمیر موجود نہ ہو جو قابلیت کے اعلیٰ معیار اور بالکل غیر طرفداری کے طریق پر عمل کروانے پر مصر ہو۔ مخفی نہ رہے کہ یوحنا کے کدو کی طرح یہ ضمیر ایک ہی رات میں پیدا نہیں ہو جاتا۔ یہ کئی سال با آہستگی غور و خوض کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ عظیم اندرونی قومی عیوب دور کئے جائیں اور لوگوں کی اخلاقی حالت کو طاقتور بنایا جائے تب کہیں لوگوں کو اس امر کی توقع کا حق حاصل ہوتا ہے کہ ان کی قوم سے جو جج مہیا ہوں ان کی عدالتیں قابل اعتبار اور رشوت ستانی سے پاک ہوں۔ کسی ملک کی عدالت ہائے انصاف اس کی پولیس کی طرح دیسی ہی اچھی ہوتی ہیں جتنا کہ وہ ان کا مستحق ہو۔ جب لوگوں کے اندر مطلق العنان طریقوں اور انتظامی خرابیوں کو ناقابل برداشت خیال کرنے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جب شخصی حقوق کے لئے بیحد عزت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ عدالتوں کی آزادی اور اُن کے تمام عیوب سے پاک ہونے پر اصرار کرنے کے لایق ہو جاتے ہیں تو قدرتی طور پر جج بھی لوگوں کے حسب منشا خیالات رکھنے لگ جاتے ہیں۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ معاملات کی یہ صورت

ہر ملک میں موجود ہو لیکن افسوس کہ مصر میں ابھی تک ہم اس سے بہت دور ہیں ۔
۱۸۸۹ء کے اختتام پر پانچ سال کی مسلسل محنت کے بعد ایک مستقل اور مضبوط بنا پر بندوں کی از سر نو تیاری قریب الاختتام ہوئی۔ اس عظیم کام پر پورے طور پر آگے چل کر نظر ڈالی جائے گی کیونکہ یہ سال آیندہ کے وسط تک ختم نہ ہوا تھا۔ افسران آبپاشی نہروں اور نالیوں کو از سر نو تیار کرنے۔ بدررو میں بنانے۔ پانی کی کمیاں تقسیم کرنے کا انتظام اور کوروی کے بجائے بتدریج تنخواہ وار مزدور مقرر کرنے کے کام میں مصروف تھے۔ ماہ دسمبر ۱۸۸۹ء میں دریائے نیل کی کوروی آخری طور پر منسوخ کردی گئی اور ۱۸۹۰ء سے لیکر ..... ۴ پونڈ سالانہ کے معاوضہ پر محکمہ پبلک ورکس نے آیندہ کے لئے اس قسم کے تمام کام اپنے ذمہ لے لئے۔ بندوں کے عنقریب ختم ہونے اور نہروں اور بدررؤں کے بہتر انتظام سے اس نتیجہ میں بہت کچھ مدد ملی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوروی کی منسوخی کا باعث کرنیل سکاٹ منکریف کی مسلسل کوششیں اور فن انجنیئری میں ان کی اعلیٰ قابلیت تھی۔ اس اثنا میں وہ محکمہ پبلک ورکس کے نائب وزیر مقرر ہو چکے تھے۔ اور ان کے بجائے انسپکٹر جنرل صیغہ آبپاشی کا عہدہ کرنیل ایس۔ آر۔ ای کو مل چکا تھا جو ان لوگوں میں سے ایک تھے جو ہندوستان سے اُن کے پیچھے پیچھے آئے تھے ۔

مصر کے بالائی اور وسطی حصوں میں افسران آبپاشی کو خاص طور پر آبپاشی کے طریق یا سن کی اصلاح کا فکر تھا۔ مخفی نہ رہے کہ مصر میں آبپاشی کے دو مختلف طریقے مروج ہیں گو امید کی جاتی ہے کہ یہ سلسلہ اب قریب الاختتام ہے۔ ان دو طریقوں میں سے ایک تو دوامی اور دوسرا طریق باسن کہلاتا ہے۔
ان میں سے آخر الذکر طریقہ تو اس سالانہ طغیانی پر مبنی ہے جو رود نیل میں آتی ہے اور اول الذکر کا مطلب یہ ہے کہ معمولی آبی راستوں سے سال بھر کھیتوں میں متواتر آبپاشی ہوتی رہتی ہے۔ ڈلٹا میں دوامی آبپاشی کا طریق

مروج ہے اور مصر کے باقی حصوں میں پرانا طریق باسن اب تک کسی قدر چلا آتا ہے لیکن افسران آبپاشی کا مدعا یہ ہے کہ جونہی فنڈ میسر ہو سکیں اس کے بجائے مدامی طریق ہی رائج کر دیا جائے۔ طریق باسن میں یہ بات ہوتی ہے کہ رودنیل کی طغیانی سے قدرتی طور پر جو پانی اچھل پڑتا ہے اسے ان لمبے اور آڑے کناروں سے مدد ملتی ہے جو طغیانی والی زمین کو محصور کئے ہوتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک باسن میں اسقدر پانی جتنا کہ بلند اور نشیب زمین کے لئے کافی ہو رک جاتا ہے۔ جب انگریز انجنیئر موقعہ پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ بعض کناروں پر پتھر کے بند لگے ہوئے ہیں جن میں اس قسم کے مقامات نکاس موجود ہیں کہ عند الضرورت پانی داخل ہو سکتا ہے لیکن کنارے اور انہیں قابو میں رکھنے کے آلات دونوں بگڑے ہوئے تھے۔ جب فصلوں کو پانی کھینچنے کی ضرورت پڑتی تو کناروں کو کاٹنا پڑتا تھا۔ اس طرح پانی پر چونکہ اختیار نہ رہتا تھا اس لئے اسے نکال کر اگلی طغیانی کے لئے کناروں کی از سر نو مرمت کرنی پڑتی تھی۔ باسنون کی طغیانی میں ان نہروں سے سہولیت پیدا ہوتی تھی جو دریا کے کنارے کنارے بلند قطعات اراضی میں سے گزرتی تھیں۔ ان نہروں پر کبھی اس قسم کے آلات مہیا نہ کئے گئے تھے جن سے پانی قابو میں رہ سکے۔ اور عام طور پر وہ دریا سے پانی کو کسی ایسے مقام پر سے نہ لے جاتی تھیں کہ پانی اترنے کے زمانے میں بھی کام دے سکیں۔ ۱۸۹۰ء میں بالائی مصر کے طریق باسن کو از سر نو مرتب کرنے کے لئے ترجیحی سٹاک کی آمدنی سے ۵۰۰۰۰۰ پونڈ کی مزید رقم صیغہ آبپاشی کو دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۵۰۰۰۰ ایکڑ اس قسم کی اراضی کو یقینی طور پر پانی پہنچنے لگ گیا جو پانی کے اتار کے زمانہ میں آبپاشی سے بالکل محروم رہ جاتی تھی۔ جب بند آسوان کی بدولت وسطی مصر میں مدامی طریق آبپاشی مروج ہو گیا تو ایک کے بجائے دو فصلیں بوئی جائیں گی اور اراضی کی قیمت دگنی سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن اس کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔

۱۸۹۰ء کے موسم بہار میں اول اول اس قسم کی کوششیں کی گئیں کہ ڈلٹا میں زرعی سڑکوں کا طریق رائج کیا جائے اور اونٹوں اور گدھوں کی بجائے گاڑیاں چلائی جانے لگیں۔ مختلف صوبجات کے امرا نے اس مطلب کے لئے بہت سی رقوم کے وعدے کئے جنھیں ۲ سے ۳ پیاسٹر (۵ سے ۷½ پنس) فی ایکڑ کے حساب سے جمع کیا جاتا تھا۔ سڑکوں کے اس طریق کی توسیع کے کام میں سنین مابعد میں بہت کچھ ترقی کی گئی اور جب ۱۸۹۰ء میں ڈلٹا میں ہلکی زرعی ریلیں رائج کی گئیں تو گورنمنٹ کے حسب منشا ان سے پرمننٹ وے Parmanent way کا کام لیا جانے لگا +

لارڈ کرومر کی مالی پالیسی - درویشوں کے حملہ کی ناکامی - ایک جدید طریقہ - مالی چمک - فلاح کی باری - لارڈ لینسڈاؤن اور لارڈ کرومر کی پالیسی کا مالی اعتدال - مصر کی حالت میں اس کی قدر - جنگ طوسکی - وادالنجومی کا انتقال ۱۸۹۰ء کا قابل ذکر سال - بین الاقوامی اصلاح - قرضوں کی تبدیلی - ٹیکس کی معافی - پیشوں پر ٹیکس اور فرانس کی مخالفت - مختلف اصلاحی تدابیر - عام مالیہ کی ترقی - تمباکو کی مالگذاری کا بڑھ جانا +

بادل اب ہٹتے جا رہے تھے ۱۸۸۹ء میں ۴۹۳ ۶۷ ۴ پونڈ کی رقم بچت کے سرکاری حصہ کے طور پر خاص رزرو فنڈ میں شامل کی گئی - ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ کا حصہ بچت ۲۶۹۰۸۱ پونڈ تک جا پہنچا - انہیں سالوں میں علی الترتیب ۱۴۱۳۰۳ اور ۵۰۸۴۸ ۳۸ پونڈ عام رزرو فنڈ میں شامل کئے گئے - ماہ دسمبر ۱۸۹۰ء میں فنڈ کا آخری بقایا ۵۱۶۴۵۷ پونڈ تھا اور خاص رزرو کا

بتایا ۵۸۰۵۸۶۶۲۲ پونڈ۔ اب گویا مالی حالت کو کسی قسم کا فوری خطرہ نہ تھا۔ اور وقت آپہنچا تھا کہ ٹیکس دہندگان کو مالی آسایش دینے کا کچھ انتظام کیا جائے ۲۰ سال سے زیادہ عرصہ تک ملک جنگ۔ وبا۔ قرض اور مظالم کا نشانہ بنا رہا تھا۔ تمام شان وشوکت کا خاتمہ سعیبت ثابت ہو چکا تھا۔ محمد علی کی مغرورانہ فتوحات۔ سعید پاشا کا اثر اور اسمعیل کی سنہری گھڑی ان سب کا دیوالیوں کی عدالت میں حسرت ناک خاتمہ ہو چکا تھا۔ مصر اور مصری دونوں، تمام قوموں کا نشانہ ملامت بنے ہوئے تھے۔ اس اثنا میں باوجود فرانس کی مخالفت۔ مصر کی جنوبی سرحد پر نہ رکنے والی جنگ۔ اجناس کی ارزاں فروشی وغیرہ کے رفتہ رفتہ ملک آبپاشی کی ترقی اور لوگوں کی مستقل محنت کی بدولت بے حد کفایت شعاری کے ذریعہ اپنی سابق شکستہ حالی سے باہر کی طرف قدم اٹھا رہا تھا۔ کئی صدیوں کی غفلت کے بعد اب پھر فلاح کی باری آرہی تھی۔ ملک کی ساری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اہل مصر کی خوشحالی مسلم خیال کی جانے لگی تھی۔ مصر کے انگریز دوستوں کی ابتدائی کوششیں زیادہ تر فلاح کو بین الاقوامی معاملات سے بچانے کے متعلق ہو رہی تھیں۔ یا یہ کہ سرزمین مصر کو جس کے ساتھ اسے بے حد انس ہے۔ اس کو شکستہ حالی سے نکالا جائے۔ جب تک ایسا نہ ہوتا عملی طور پر کوئی کارروائی اسے اس مالی دباؤ سے بچانے کے متعلق نہ کی جا سکتی تھی جو اس پر پڑا ہوا تھا لیکن اب اس کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آپہنچا تھا۔ جب تک فلاح کو کم از کم جزوی طور پر ہی بوجھ دار ٹیکس سے آزاد نہ کیا جاسکے مختلف صیغوں میں اصلاح کی کوششیں زیادہ بارور ہوتی نظر نہ آتی تھیں۔ انتظامی اصلاح نے پہلے مالی حالت کی بہتری ضروری تھی۔ مختلف صیغوں کے لئے اس وقت تک روپے کی منظوری نہ دی جا سکتی تھی جب تک کہ ٹیکس دہندگان اسے کسی دباؤ کے بغیر ادا نہ کر سکیں۔ دوسری تجاویز کی طرح اس کی مادی بہتری کی تجاویز سردست ملتوی رکھنی اور بچوں کی تعلیم جیسے ضروری معاملہ کے متعلق

خرچ نکالنے کا معاملہ بھی معرض التوا میں ڈال دیا جانا ضروری تھا۔
اس بارہ میں جو کارروائی کی گئی وہ ہندوستان میں لارڈ لارنس کی پالیسی سے متشابہ تھی۔ اور اس کی بنا نہ صرف سیاسی اور انتظامی بلکہ مالی پہلوؤں پر بھی قایم تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کوئی غیر ملکی حاکم عوام کے دلوں میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں رکھنے کے حق کا صرف ایک ہی لاجواب عام پسند ثبوت قایم کرنے کی توقع کر سکتا ہے۔ کسی غیر ملکی شخص کے پاس اپنی سفارش اور اپنی موجودگی کی مناسبت ثابت کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہوتا ہے۔ جو لوگ اس کے زیر نگرانی ہوں ان پر اسے ثابت کر دینا چاہئیے کہ اس نے انہیں اس قسم کے مالی بار سے آزاد کیا ہے جس کی مثال اس سے قبل کسی دیسی انتظام میں نہیں مل سکتی اس کی بہترین سندات مالی اعتدال۔ مالی تحفظ اور مالی یکسانیت ہیں۔ ہر شخص جو ان خوبیوں کو دیکھتا ہے ان کا مداح بن جاتا ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان خوبیوں سے واقف ہونے کا موقعہ نہیں ملتا۔ جن لوگوں کا مذہب۔ طرز معاشرت۔ روایات اور رنگت اپنے فرمانرواؤں سے بالکل برعکس ہو۔ انہیں بس میں لانے کے چنداں زیادہ طریقے موجود نہیں۔ اہل مغرب جس قسم کی ترقی کے کم و بیش شوق سے متلاشی ہوتے ہیں مصر یا ہندوستان کے مسلمان اس کے لئے زیادہ بیتاب نہیں ہوتے نہ انہیں اس میں وہ فوائد نظر آتے ہیں جو اہل یورپ اس سے منسوب کرتے ہیں۔ جس طریق و ترتیب کو ہم ترقی کا جزو لاینفق سمجھتے ہیں اسے وہ لوگ جو کاموں کو غیر معین طریق پر ہوتے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں تھکا دینے والا سمجھتے ہیں۔ نمایندوں کے وسیع طریق اور حکومت خود مختاری ان کے لئے ایک اجنبی چیز ہے۔ انصاف کو وہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن مغربی انصاف پر لاگت بہت اٹھتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ متلون مزاج اور سست ہوتا ہے۔ ایک فارسی محاورہ ہے کہ "عرصہ دراز کے بعد انصاف ہونے سے بہتر ہے کہ

انصاف کرنے سے انکار ہی کر دیا جائے"۔ قانون کی نظروں میں یکسانیت ایک ایسی صداقت ہے جو کسی قوم کو رفعت پر پہنچاتی ہے لیکن عام طور پر جس بات کی قدر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ خزانہ عامرہ کے مطالبات کم ہوں جو غیر ملکی گورنمنٹ اس کا یقین دلائے اور اسے قایم رکھے وہ لاریب ہمدردانہ خیال کی جاتی ہے اور اس کے عوض لوگ اس پر خوب اعتبار کرنے لگتے ہیں۔ اس پالیسی میں کسی قسم کی چمک یا کشش موجود نہیں۔ اسکے لیئے لازم ہے کہ حکمران میں دیری خود ضبطی اور خود انکاری (ایثار) کا مادہ موجود ہو۔ اس کے حق میں بہترین دلیل یہ ہے کہ "لوگ اسے بخوبی سمجھتے ہیں"۔

"آہستگی کے ساتھ جلدی کرنے کا" اصول غیر ملکی حکومت کے آخری مدارج کی نسبت ابتدائی حالتوں میں زیادہ زور سے قابل عمل ہوتا ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے غیر ملکی حاکم کی روایات مسلمہ ہوتی جاتی ہیں۔ اور جن مقاصد کو مدنظر رکھ کر اس نے کارروائی کی ہو اسے لوگ پورے طور پر سمجھ لیتے ہیں۔ نسلاً بعد نسلاً موافق رائے کا ذخیرہ کچھ نہ کچھ جمع ہوتا رہتا ہے جو رفتہ رفتہ پختہ ہو کر یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ حاکم و محکوم کے تعلقات پختہ ہو جاتے ہیں۔ استعمال اور رواج اپنے اثرات دکھانے لگتے ہیں۔ عام مصائب اور اُن پر غالب آنے کا خیال مشترکہ ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ تعلقات میں ہم آہنگی پائی جانے لگتی ہے۔ لیکن مصر میں ابھی تک یہ وقت نہ آیا تھا۔ نہ صرف اس وقت بلکہ اب بھی اس میں معاملات ابتدائی حالت میں تھے۔ راستہ کی رکاوٹیں دور کرنا باقی تھیں اور مختلف بنیادیں محنت سے قایم کرنا لازم تھا۔ ایسی حالت اور ایسے وقت میں بہترین بنیاد مالی اعتدال ہو سکتا ہے اور مصر میں ہر چند کہ بے صبر نکتہ چین معترض ہوتے رہے اور زیادہ نظر فریب کاموں کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی جاتی رہی تاہم اس کام کو بڑے استقلال کے ساتھ سرانجام دیا گیا۔

۱۸۹۰ء میں ایک طرف تو مالی مشکلات کا خاتمہ ہوا اور دوسری طرف

خلیفہ کی حملہ آور تجاویز کی بربادی عمل میں آئی ۔ ۱۸۸۹ء کے بعد جنوبی سرحد کے متعلق کوئی فکر و اندیشہ باقی نہ رہا ۔ جس حملہ کی دھمکی دی جاتی تھی اس کے متعلق نہ صرف کوشش کی جا چکی تھی بلکہ حملہ آور فوج مصری سرحد سے ۶۰ میل پرے وادی حلفہ تک پہنچ بھی گئی تھی لیکن آخرکار اس حملہ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا حملہ آور فوج کا ارادہ آسوان کی طرف بڑھنے کا تھا اور توقع کی جاتی تھی کہ خلیفہ کی پیشین گوئی کے مطابق وہاں ایک عظیم فتح حاصل ہو گی ۔ لیکن ۔ ۳ ۔ اگست ۱۸۸۹ء کو طوسکی کے مقام پر مصریوں اور سوڈانیوں کی مشترکہ فوج نے غنیم کے دھوئیں بکھیر دئے اور ان کا نہایت کامیاب رہبر قتل ہوا ۔ اس کے بعد ۹ سال تک خلیفہ کی حکومت کے باعث برپا شدہ تباہی سوڈان سے دور نہ ہو سکی لیکن اس حوصلہ شکن شکست نے اس خواب دیکھنے اور بڑی دور کی سوچنے والے شخص کے تننے بھی ڈھیلے کر دئے ۔ واد النجومی جس نے شیخان اور خرطوم کے میدانوں میں بڑے معرکہ کی فتوحات حاصل کی تھیں اپنے ۶۲ امیروں سمیت جنگ طوسکی میں کام آیا ۔ کم و بیش ۱۲۰۰ ۔ انصار قتل ہوئے اور اسی قدر قید کئے گئے ۔ برچھوں ۔ جھنڈوں ۔ تلواروں اور رفلوں کی بہت بڑی تعداد فریق فاتح کے ہاتھ آئی ۔ یکم جولائی اور ۳ ۔ اگست کے درمیان فوجی سپاہیوں کے فرار ہونے یا میدان جنگ میں کام آنے سے فوج کو اسقدر ضعف پہنچا کہ ان ۵۰۰۰ نبرد آزماؤں میں سے جنھوں نے یکم جولائی کو مصری سرحد عبور کر کے وادی حلفہ کے شمال میں جھنڈے گاڑے تھے صرف ۸۰۰ جوان اور ۳۶ امیر واپس لوٹے ۔ عسکری خدام کی تعداد ۸۰۰۰ تھی جس میں سے ۶۰۰۰ مصریوں کے ہاتھ پکڑ کر قید ہوئے ۔ سر ریجینالڈ ونگیٹ رقمطراز ہیں

"اس شکست سے حامیان مہدی کو ایک ایسا سخت صدمہ پہنچا کہ اب تک پہلے کبھی نہ پہنچا تھا ۔ مہدی اور اس کے بعد خلیفہ نے مختلف اطراف میں جو مہمیں اختیار کی تھیں ان سب میں انکے نزدیک منزل مقصود مصر تھا ۔ اور اب جبکہ کئی سال تک تیاری اور تجاویز

کرتے رہنے کے بعد انہوں نے عملی کوشش شروع کی تو انہیں شکست فاش نصیب ہوئی۔ ان کا سب سے بہادر اور دیوانہ رہبر جس نے ہکس کی شکست اور خرطوم کو سر کرنے میں حصہ لیا تھا قتل ہوا اور اس کی ساری فوج میں سے صرف چند آدمی ایسے بچے جو اس صحرائی کوچ اور گولیوں کی اس خوفناک بوچھاڑ کی کیفیت بیان کر سکتے تھے جس نے اُن کی ساری جمعیت کو تتر بتر کر دیا تھا"۔

۱۸۹۰ء کو مصر کی مالی تاریخ میں ایک عظیم فاصل آب خیال کیا جاتا ہے اس کے پیچھے بادل اور تاریکی نظر آتی ہے لیکن ۱۸۹۰ء سے اس طرف سالہائے مابعد خلیفہ کے خواب میں اذیت دینے والوں کی طرح قاہرہ پر روشنی کے ساتھ مسکراتے رہے ہیں۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد آخرکار اب مالی درستی حاصل ہوئی۔ ہر چند کہ اس بات کا خطرہ لگا ہوا تھا کہ مخالفین رکاوٹیں پیش کریں گے اور گاہ بگاہ مشکلات پیدا ہوتی رہیں گی تاہم اب دیوالہ کا خوف باقی نہ رہا تھا۔ ۱۸۹۶ء کے اختتام سے پہلے مالی حالت پورے طور پر بحال ہوگئی اور مصر نے اپنی ساکھ بدستور قایم کر لی۔ ۱۸۹۰ء میں پہلی مرتبہ مالگزاری کی رقم ۸ ہندسوں تک پہنچی کیونکہ اس سال کی آمدنی ۱۰۲۳۶۶۱۲ پونڈ تھی۔ اس کے ۷ سال بعد یہ رقم ایک کروڑ دس لاکھ تک پہنچ گئی اور اس سے ۷ سال بعد دس لاکھ کا مزید اضافہ ہوا۔ مخفی نہ رہے کہ یہ اضافہ اس صورت میں ہوا کہ ٹیکس کی بہت سی رقمیں معاف کر دی گئی تھیں۔ جن کی جمع ۱۶۰۰۰۰۰ پونڈ سے کچھ کم نہ تھی اور ساتھ ہی نرخ اسقدر ارزاں تھا کہ ناخوشگوار اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔ ۱۸۹۸ء میں جب خلیفہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو اس کے بعد اعتماد بہت بڑی حد تک بڑھ گیا۔ لیکن مصر کی نجات پر آخری مہر اس وقت لگی جب ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ برطانیہ کلاں اور فرانس نے اپنا یادگاری عہدنامہ طے کیا جس کے رو سے امید ہو سکتی ہے کہ دونوں قوموں میں اتفاق اور اتحاد کی صدی شروع ہو گی اپنے اقرار نامہ

کو پورا کرنے کی شرط کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے بعد مصر کی مالی حالت اس کے اپنے اختیار میں تھی۔ سوڈان کو واپس حاصل کرنے اور انگریزی و مصری مشترکہ اقتطاع کے وسط افریقہ میں پھیلنے سے اولوالعزمانہ کاموں کے لئے ایک نئی دنیا پیش نظر ہو چکی تھی۔ مصری سوڈان کا رقبہ اتنا وسیع۔ اس کے امکانات اس قدر نامعلوم اس تاریک براعظم کی دھندلی روشنی ایسی پر اسرار اور دلفریب ہے کہ اس کے سامنے مصر کے مات پڑ جانے کا اندیشہ ہے لیکن ساتھ ہی یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ عظیم الشان جنوبی محروسہ ملک بذات خود خواہ کتنی بھی عظمت رکھتا ہو ڈیلٹائے نیل ایک عرصہ طویل تک عوام کی دلچسپی میں اول درجہ کی جگہ حاصل کئے رکھے گا +

اب چونکہ دباؤ اور طوفان کا زمانہ گزر چکا ہے اس لئے اس داستان کی ترتیب میں کسی قدر ترمیم کرنا چنداں بے جا نہ ہوگا۔ باستثنائے ایک تھوڑے سے عرصہ کے ۱۹ ویں صدی کے آخری دس سال میں مصر ان قوموں کی راحت آمیز فہرست میں داخل ہو گیا جن کی کوئی تاریخ نہیں واقعات کے راستہ میں اب نہ تو چٹانیں تھیں اور نہ گرجتے ہوئے آبشار بلکہ دریائے نیل کی طرح یہ ایک ہموار اور زرخیز ندی کی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ زمانہ کی وسیع لہر کے ساتھ گزرتے ہوئے بڑی باریکی سے سالانہ ترقی کا ذکر کرنا تکلیف دہ معلوم ہوگا۔ ہماری داستان کے لئے سول انتظام کو از سر نو منظم کرنے کے جس قصہ کی ضرورت ہو گی وہ بہر نوع طبیعت کو دق کرنے والا معلوم ہوگا۔ ناظرین جو پچھلے صفحات میں ارضی اولوالعزمیوں۔ جنگی صدمات یا مالی فتوحات کی کیفیت پڑھ چکے ہیں انہیں اندرونی اصلاح کے معمولی اور سادہ بیانات سے چنداں دلچسپی نہ ہوگی۔ تاہم بدنظمی سے انتظام کا ارتقا اور آدھا تیتر آدھا بٹیر کی طرز حکومت کے بجائے جو مصری گورنروں نے اختیار کر رکھی تھی بایدار سول گورنمنٹ کا اختیار کیا جانا بجائے خود کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔ مغلوب کی جانے والی مشکلات کی نوعیت اس غرض

کے لئے قابل اختیار طریقے ۔ مقامی آراء کا مخالفانہ دباؤ یہ سب باتیں ملکر اس معمولی سی جدوجہد میں ایک ایسی دلچسپی کا عنصر پیدا کر دیتی ہیں جو کسی دوسری حالت میں ہرگز موجود نہ ہوتا ۔ اصلاح کے اس سارے عمل کے متعلق ایک استعارہ استعمال کیا جا سکتا ہے جسے ہمیں عنقریب دُہرانا پڑیگا۔ یہ کام اس قسم کا تھا گویا کسی گھڑی کو مرمت کیا جائے ۔ مگر ساتھ ہی کام بھی کبھی نہ رکیں ۔ ہر چند کہ آلات حکومت کو نیا کیا جا رہا تھا تاہم سرکاری کاروبار کو چلاتے رہنا بھی ضروری تھا ۔ داستان کے اس حصے کے مطلب کے لئے جس وقت کا ہمیں ذکر کرنا ہے اس کے مختلف ٹکڑے کر لیئے جا سکتے ہیں ۔ اور موجودہ عرصہ کے بعد ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۶ء تک کا وقفہ (جس میں دونو ۹۰ اور ۹۶ کے سال شریک ہیں) پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ اس عرصہ میں زیادہ تر محصولات کی معافی کا کام عمل میں لایا گیا گو اس وقت اصلاح کی پہلی تحریک محسوس ہوئی ۔ ۱۸۹۶ء میں یہ عرصہ دفعتاً ختم ہو گیا کیونکہ سوڈان میں پھر فسادات شروع ہو گئے لیکن ماہ ستمبر ۱۸۹۸ء میں عمدرمان کے سر ہونے کے بعد مصر کا اصلاحی عمل بلا روک جاری رہا اور اس وقت تک بدستور جاری رہا ہے ۔ اس طرح پر دوسرا وقفہ ۱۸۹۶ء کا آخری حصہ ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء کو ملا کر بن سکتا ہے جس کے بعد تیسرا اور آخری وقفہ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۴ء تک کا ہے ÷

۱۸۹۰ء میں زیادہ تر مشیر مال کی کوششوں اور تقاریر کی بدولت مقدم اور دائرہ سرکاری قرضہ کی ہنڈیوں کو علی الترتیب ۵ فیصدی شرح کی ہنڈیوں سے ۳½ اور ۴ فیصدی شرح کی ہنڈیوں میں تبدیل کیا گیا ۔ اور اس سے اگلے سال انقطاعی ہنڈیوں کو ۵ سے ۴½ فیصدی میں بدلا گیا ۔ آخر الذکر دونو قرضوں کی تبدیلی سے بلا واسطہ طور پر وہ دباؤ جو گورنمنٹ پر پڑا ہوا تھا رفع ہو گیا کیونکہ اس طرح پر خسارہ کی وہ ممکن رقم کم ہو گئی جس کے لئے دیوالہ کی صورت میں خزانہ ذمہ وار ہوتا ۔ مقدم

قرضہ کی ہنڈیوں کی تبدیلی سے خزانہ کا ۲۶۴۸۱۸ پونڈ سالانہ کا بار ہلکا ہوگیا۔ گورنمنٹ چاہتی تھی کہ تبدیلی قرضہ کے ذریعے جس قدر مالی بچت ہوئی ہے اسے اپنے اختیاری اخراجات کو زیادہ کرنے کے کام میں لائے لیکن فینس کی طرف سے اس تجویز پر انکار ہی ہوتا رہا اور ۱۹۰۴ء کے بندوبست تک یہ سالانہ بچت جمع ہوتی رہی حتے کہ اس کی رقم ۶۰ لاکھ پونڈ تک جا پہنچی ؎

۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۶ء کے درمیان دس لاکھ سے زیادہ ٹیکس معاف کیا گیا۔ کوردی کا طریق جو ایک قسم کا جسمانی ٹیکس تھا اسے ۱۸۵۰ء میں ۴۰۰۰۰۰ پونڈ سالانہ کی لاگت سے نہروں اور راجباہوں کو صاف کرنے کے طریق کی حیثیت میں موقوف کر دیا گیا۔ اس سے تھوڑے عرصہ بعد ۲۸۰۰۰ پونڈ کی سالانہ رقم اس طرح معاف کی گئی کہ اوزان۔ بھیڑوں اور بکریوں اور پیشوں کے ٹیکس اور بعض چھوٹی چھوٹی رقمیں موقوف کر دی گئیں۔ ۲۴۵۰۰۰ پونڈ بقایائے مالگزاری معاف کرنے کے علاوہ اس آمدنی میں ۴۳۰۰۰ پونڈ کی مزید تخفیف کی گئی۔ ۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی یہ سالانہ معافی گویا ایک کروڑ سے کچھ اوپر آمدنی پر کی گئی۔ جس سے ½ سے بھی کسی قدر زیادہ کا تناسب نکلتا ہے۔ بالواسطہ ٹیکسوں میں تخفیف کرنے کے علاوہ ۱۳۵۰۰۰ پونڈ کا سالانہ ٹیکس نمک اور کرایہ ریل میں چھوڑ دیا گیا۔ شرح محصول اور تار میں بقدر ۵۰ فیصدی تخفیف کی گئی۔ صوبجات کے چھوٹے شہروں میں محصول چنگی کا طریق موقوف کیا گیا۔ اگر کوئی محصول بڑھایا گیا تو صرف تمباکو پر جس کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے۔ یا اس کے علاوہ یہ ہوا کہ ۱۸۸۵ء کے بین الاقوامی عہدنامہ کے رو سے یورپینوں پر ایک ہوس ٹیکس لگایا گیا ؎

پیشوں کا ٹیکس جو اب معاف کیا گیا ان تین محصولات میں سے تھا جو مارچ ۱۸۸۵ء کے عہدنامہ کے رو سے یورپین باشندگان مصر پر

لگائے جا سکتے تھے۔ بے شمار تاخیرات کے بعد مدبروں کی اٹل تبدیلیوں اور باریکیوں کے باوجود اس ٹیکس کے متعلق مارچ ۱۸۹۱ء میں اعلان جاری ہوا۔ اس کی تاریخ مابعد سے اس پولٹیکل دباؤ کی جو مقابلتاً آسانی کے ایام میں قاہرہ کی برٹش ایجنسی پر پڑتا تھا اور نیز ان مصالح کی توضیح ہوتی ہے جو مجبوراً کرنے پڑتے تھے۔

۱۸۸۴ء سے لے کر جب کہ دول نے اس ٹیکس کے عاید کئے جانے کی منظوری دی تھی ۱۸۹۱ء تک جب کہ اعلان کا مضمون بالآخر منظور کیا گیا جو سات سال کا عرصہ گزرا اس میں حالت اس قدر اصلاح پذیر ہوگئی کہ اس آمدنی کی جو یورپینوں پر پیشوں کا ٹیکس لگا کر حاصل کی جاتی تھی زیادہ ضرورت باقی نہ رہی۔ سنین اواخر میں اس مضمون پر جو عہد و پیمان جاری رہے ان کا باعث مالی ضروریات یا تحریص نہ تھی بلکہ اس سے مدعا زیادہ تر یہ تھا کہ مصریوں اور یورپینوں میں یکساں سلوک ہوتا رہے۔ اتفاق سے ۱۸۹۰ء میں مصری گورنمنٹ نے محصول نمک میں تخفیف کا ارادہ کیا کیونکہ کسی اور چیز کی نسبت لوگوں پر اس کا بار بہت زیادہ تھا۔ اس سے سالانہ مالگذاری میں جو فرق آتا اس کا اندازہ بقدر ...... پونڈ کیا گیا تھا۔ ہر چند کہ دول کے نقطۂ خیال سے گورنمنٹ مصر اس تبدیلی کا اختیار رکھتی تھی۔ تاہم اس کے خزانہ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ آمدنی کے اس نقصان کو برداشت کرتا اور ان مالی مشکلات میں جو اس زمانہ میں اس پر عاید کی ہوئی تھیں کوئی ترمیم نہ چاہتا۔ پس گورنمنٹ فرانس سے اس مطلب کی اپیل کی گئی کہ قرضہ کی جدید تبدیلیوں سے جو مالی بچت ہوئی ہے اس کا کچھ حصہ کوردی موقوف کرنے میں صرف کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس امداد کے متعلق جس کی بدولت گورنمنٹ مصر محصول نمک میں تخفیف کرنے کے قابل ہو سکتی تھی فرانسیسی گورنمنٹ نے منظوری دینے سے انکار کیا۔ اس پر یہ تجویز کی گئی کہ ....۱۵ پونڈ کی رقم جو کوردی کی مکمل موقوفی کے لئے ضروری

ہے۔ دول کے تسلیم کردہ "انتظامی اخراجات" کی مقررہ سالانہ رقم میں بڑھا دی جائے۔ بصورت دیگر مجوزہ تخفیف محصول نمک کے گھاٹے کو اس نہر بحث سے جو گورنمنٹ مصر کے ہاتھوں میں تھی یا تازہ ٹیکس لگا کر پورا کرنا پڑتا۔ گورنمنٹ فرانس نے اس تجویز کو تو منظور کر لیا۔ مگر اپنی اس منظوری کے عوض یہ شرط منظور کرالی کہ پیشوں کا ٹیکس قطعی طور پر موقوف کر دیا جائے۔ ۱۸۹۱ء کی مالی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ مصر نے فرانسیسی تجویز کو تسلیم کر لیا گو اس سے ۲۵۰۰۰ پونڈ سالانہ کا آمدنی میں خالص گھاٹا پڑا۔

فلاح کی مالی امداد کی ان بالواسطہ کارروائیوں سے قطع نظر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہم رسانی آب کی توسیع اور اصلاح شدہ تقسیم آب سے زمین کی طاقت پیداوار بہت بڑھ چکی تھی۔ بندوں کا کام ۱۸۹۰ء میں مکمل ہو گیا اور اس کے پورے اثرات اسی سال ڈلٹا میں محسوس ہونے لگے۔ وسطی مصر یعنی اسیوط اور قاہرہ کے درمیانی رقبہ کے تمام حصص میں طریق آبپاشی باسن اور اس کے باآہستگی و باستقلال مدامی طریق آبپاشی میں تبدیلی کا کام جاری رہا۔ مالگذاری اوقات معینہ پر جو کاشت فصل کے اعتبار سے موزوں ہوتے تھے جمع کی جاتی تھی۔ ہر شخص پائی پائی تک اپنا حساب جانتا تھا کہ وقت مقررہ پر مجھے کیا ادا کرنا ہوگا۔ اور ادائیگی مالگذاری کے معاملہ میں ساہوکاروں سے قرضہ لینے کے طریق میں بھی تخفیف ہو چکی تھی۔ نقد پنشن دینے کے بجائے زمین دینے کے طریق سے یہ ہوا کہ مصر کی بہت سی زمین دوبارہ وسطی اور ادنے طبقہ کے لوگوں کے ہاتھ میں جانے لگی۔ ڈلٹا میں سڑکیں تیار ہو رہی تھیں۔ کوردی کی موقوفی سے جو مالی نقصان ہوا وہ گویا لوگوں ہی کا فایدہ تھا۔ فلاح اب جانتے تھے کہ ہم امن سے اپنی زمینوں پر قلبہ رانی کر سکتے ہیں اور جب کبھی چھوٹے رلجباہوں یا نہروں کو صاف کرنے کی ضرورت پڑتی تو نہ صرف سنین ماسبق کی نسبت کم کام کرنا پڑتا تھا بلکہ مزدور خود بخود مل سکتے تھے اور انہیں ان کے کام کا معاوضہ

دیا جاتا تھا۔ ہر چند کہ یہ اصلاحات و ترقیات بجائے خود خاصی اہمیت رکھتی تھیں تاہم ٹیکس کی تخفیف کی صورت میں ابھی اور بہت کچھ کیا جاسکتا تھا بشرطیکہ فرانس اس بات سے انکار نہ کرتا کہ اس بچت کے روپے کو جو مقدم۔ دائرہ اور اقطاعی قرضوں کی تبدیلی سے جن کی مقدار بڑھتے ہوئے سود سمیت ۱۸۹۴ء تک ۴۰۰۰۰۰ پونڈ سے زاید سالانہ رقم تک پہنچا کرتی تھی انتظامی امور میں صرف کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں فرانس کو یہ بات منظور نہ تھی کہ مسلمہ انتظامی سالانہ خرچ میں اس رقم کا اضافہ کیا جائے۔ مصر کی موجودہ مالی حالت نہایت عمدہ تھی۔ آیندہ کا نظارہ خاطر خواہ تھا اور سالہائے متواتر کی سالانہ بچت کے غیر محسوب فنڈ کی بڑھتی ہوئی زر و رقم جس کی مقدار ۱۸۹۵ء کے اختتام پر ۱۷۰۰۰۰۰ پونڈ سے کچھ کم تھی الگ موجود تھی۔ ان سب کے علاوہ قریباً ۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی اس سالانہ بچت کی جمع شدہ رقم جو قرضہ کی تبدیلیوں سے حاصل ہوئی تھی بیکار پڑی تھی۔

۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۶ء کے اخیر تک معمولی آمدنی اور خرچ میں تبدریج اضافہ ہوتا رہا۔ سنین مختلف کے اعداد درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

سنہ	آمدنی پونڈ	معمولی خرچ پونڈ
۱۸۸۹ء	۹۷۱۸۹۵۸	۹۵۰۰۵۳۱
۱۸۹۰ء	۱۰۲۳۶۶۱۲	۹۵۸۹۷۷۳
۱۸۹۱ء	۱۰۵۳۹۴۶۰	۹۶۰۶۵۹۸
۱۸۹۲ء	۱۰۲۹۷۳۱۲	۹۵۵۱۵۹۸۰
۱۸۹۳ء	۱۰۲۴۱۲۸۶	۹۵۵۴۹۸۶
۱۸۹۴ء	۱۰۱۶۱۳۱۸	۹۴۶۹۵۵۶
۱۸۹۵ء	۱۰۴۳۱۲۶۳	۹۴۲۸۵۹۷
۱۸۹۶ء	۱۰۶۹۳۵۷۷	۹۶۰۴۶۲۷

عام لفظوں میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ۱۸۹۶ء کے اختتام پر مصر کے

پاس ۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ کے تسلیم کردہ خرچ سے سال بھر کی آمدنی زاید تھی اس کے رزرو فنڈ کھلے اور کسی کام میں لگے ہوئے نہ تھے اور قرضہ کی تبدیلی سے جو بچت ہوئی اس کے ۴۰۰۰۰۰ پونڈ علیحدہ تھے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سا خرچ جس کا اکثر حصہ غیر معمولی اور سرمایہ لگانے کی قسم کا تھا ریزرو فنڈ ہی سے کیا گیا تھا۔ اخراجات کی دو قسمیں تھیں یعنی ایک تو معمولی جو ان حدود سے زیادہ نہ ہو جو ۱۸۸۵ء کے بین الاقوامی عہدنامہ کے رد سے قائم ہو چکی تھیں اور جن میں مابعد دول کے حسب منشا تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ اور دوسرا غیر معمولی جو ریزرو فنڈ یا قرضوں میں سے کیا جاتا تھا ۱۸۹۱ء سے بعض رقوم کمشنران قیس کی منظوری سے اس جنرل ریزرو فنڈ سے ۔رف کی جاتی تھیں جو ان کے زیر اختیار تھا۔ ان ہی کی منظوری سے وہ رفاہ عامہ کے لیئے وقتاً فوقتاً اس قسم کی پیشگیاں بھی دی جاتی تھیں جو اوقات معینہ پر واپس ادا کی جانے والی ہوں۔ ۱۸۹۲ء میں ۱۳۲۴۷۲ پونڈ سرکاری عمارات پر صرف کیئے گئے (اس رقم میں عابدین کے قصر خدیویہ کو جو ۱۸۹۱ء میں آگ سے کسی قدر تباہ ہو چکا تھا دوبارہ بنانے کا خرچ بھی شامل ہے) ۱۸۹۳ء میں ۵۱۱۴۸۸ پونڈ صرف ہوئے اور ۱۸۹۵ء میں ۱۴۴۴۲ پونڈ اس غرض سے ریلوے ایڈمنسٹریشن کو دے گئے کہ نئی لائینیں اور دریاے نیل پر مزید پل تیار کیئے جائیں۔ اس طرح قیس مالی گاڑی کا بین الاقوامی پانچواں پہیہ بن چکا تھا۔ جو کبھی تو بڑی اچھی طرح چلتا اور کبھی بالکل گھومتا ہی نہ تھا۔ یہ ہمیشہ سرکاری قرضخواہ کے تحفظ کے لئے غیر ضروری ثابت ہوا۔ آخر تک اس میں رگڑ پیدا ہو جانے کا احتمال رہتا تھا اور ترقی کے ساتھ کبھی ہم آہنگ نہ ہوتا تھا +

ملک کی خوشحالی کے ساتھ ساتھ صیغہ کسٹم کی آمدنی خصوصاً وہ جو درآمد تمباکو کے محصول سے حاصل ہوتی تھی جلد جلد بڑھتی گئی۔ بعض وجوہ سے جن کا عنقریب ذکر کیا جائیگا مصر میں دیسی تمباکو کی کاشت قطعی طور پر ممنوع تھی

اور غیر ملکی تمباکو کی شرح محصول ۲۰ پیاسٹر فی کلوگرام تک بڑھادی جا چکی تھی (مخفی نہ رہے کہ پیاسٹر ۲½ پنس اور کلوگرام ۲۰۴۶ر۲ پونڈ وزن کے برابر ہوتا ہے) ۱۸۸۳ء کے بعد جملہ محصول کسٹم اور محصول تمباکو میں مقابلتاً حسب ذیل اضافہ ہوا:-

سنہ	تمباکو کے علاوہ باقی محصول کسٹم کی میزان	محصول تمباکو	کل میزان
	پونڈ	پونڈ	پونڈ
۱۸۸۳ء	۶۶۹۳۲۹	۸۶۶۹۵	۷۵۶۰۲۴
۱۸۹۰ء	۶۵۱۲۸۸	۷۲۷۷۸۸	۱۳۷۹۰۷۶
۱۸۹۱ء	۸۰۸۷۷۳	۸۲۸۷۵۶	۱۶۳۷۵۲۹
۱۸۹۲ء	۸۱۵۱۵۶	۶۵۵۲۹۷	۱۴۷۰۴۵۳
۱۸۹۳ء	۷۵۶۵۲۲	۷۸۸۶۶۰	۱۵۴۵۱۸۲
۱۸۹۴ء	۸۲۴۸۴۳	۹۳۲۷۴۹	۱۷۵۷۵۹۲
۱۸۹۵ء	۷۷۰۴۶۶	۹۶۸۵۷۶	۱۷۳۹۰۴۲
۱۸۹۶ء	۸۸۹۵۵۳	۱۰۰۶۵۲۶	۱۸۹۶۰۷۹

۱۸۹۰ء میں مصر میں تمباکو کی کاشت قطعی طور پر ممنوع ہوگئی۔ دراصل یہ کوئی ملکی صنعت نہ تھی اور کاشتکاروں کو اس سے بہت کم یا بالکل منافع نہ ہوتا تھا۔ بلکہ یہ کام متعدد تاجروں کے ہاتھ میں تھا جو دیسی تمباکو کی کاشت کروایا کرتے تھے۔ جس کا محصول غیر ملکی تمباکو کے محصول درآمد سے بہت کم تھا اس کے بعد یہ دیسی تمباکو غیر ملکی تمباکو سے ملا کر بہت بڑے منافع پر فروخت کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ تجارت اس قسم کی نہیں جس سے کسی قسم کی نرمی کا سلوک روا رکھا جا سکے۔ اس کے علاوہ قدیم ترکی عہد میں متعدد اعلانات کے ذریعہ دیسی تمباکو کی کاشت کا رقبہ ۳۰۰۰ اور اسکے بعد ۱۵۰۰ ایکڑ تک محدود کر دیا گیا تھا۔

اس طرح پر ۱۹۰۰ء میں ۵۲۰۰۰۰ ایکڑ اراضی میں سے جس پر ہر قسم کی
کاشت ہوتی تھی۔ صرف ایک بے حقیقت سا رقبہ ایسا تھا۔ جس پر تمباکو کی
کاشت ہوسکتی تھی۔ اِس سے زیادہ رقبہ پر خفیہ طور پر کاشت ہوتی تھی
لیکن یہ دائرہ غور سے باہر تھا۔ دیسی تمباکو کو باہر کے تمباکو کے ہم سطح
بنانے کے لئے کم از کم ۳۰۰ پونڈ فی ایکڑ کا محصول لگانا ضروری تھا۔ اِس
صورت میں یہ بات زیادہ سہل معلوم ہوئی۔ کہ تمباکو کی کاشت قطعی طور
پر ممنوع کر دی جائے +

۱۸۹۰ء میں جہاں ۴۹۴۱۴۸۸ ایکڑ پر ۴۲۸۱۱۱۵ پونڈ مالگذاری
وصول ہوئی تھی۔ اس کی بجائے ۱۸۹۶ء میں ۵۳۵۲۴۰۰ ایکڑ اراضی
پر ۴۷۷۱۲۸۵ پونڈ مالگذاری وصول ہوسکی۔ بلحاظ آبادی شرح ٹیکس
فی کس کا مقابلہ قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب ۱۸۸۲ء میں مردم
شماری ہوئی۔ تو ملک میں پولٹیکل بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور جنگ میں
صرف چند ہی ماہ باقی تھے۔ ایسے موقعہ پر صحیح ترتیب یا نگرانی کی طرف
بہت کم توجہ دی گئی۔ اور جب تک آئندہ مردم شماری نہ ہو۔ اعداد کے
مقابلہ سے معتبر نتائج حاصل نہیں ہوسکتے۔ ۱۸۹۷ء کی مردم شماری کے
اعداد کی رُو سے شرح ٹیکس فی کس ۱۶ شلنگ تھی۔ یہ بات کافی طور
پر بیان ہوچکی ہے۔ کہ ٹیکس کا بوجھ کہاں تک ہلکا کیا جاچکا تھا۔ خواہ
وہ ٹیکس بالواسطہ مالگذاری کی صورت میں ہو۔ خواہ بلا واسطہ محصول خط
و کتابت کی صورت میں +

ہند۔ سر جان سکاٹ اور دیسی عدالتیں۔ ہند کی تاریخ۔ اس کی شکستہ

حالی۔ بحالی کا کام۔ گھڑی کو مرمت کرنے اور کام کو بند نہ کرنے والی شل۔ ۱۸۹۰ء میں تکمیل۔ ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۸ء میں ویرز کی ساخت کے ذریعہ اس کی مزید تقویت اس کی بحالی سے سالانہ منافع کا تخمینہ۔ بند کا مصر میں عام انگریزی حیثیت سے مشابہ ہونا۔ ویرز کی لاگت مجوزہ آسوان رزر وائیر کا پہلا تذکرہ ہے۔ اس تجویز پر غور کرنے کے لئے بین الاقوامی کمیشن کا تقرر مسٹر سکاٹ اور عدالتیں۔ ان کی اصلاحات۔ قانونی کارروائی کو مختصر کرنے والی عدالتیں۔ ججوں کی تعداد میں تخفیف۔ عدالتی اقتدار کی ایک کمیٹی کا تقرر۔ دیگر اصلاحات عدالت اپیل میں ججوں کی تعداد۔

۱۸۹۰ء میں دریائے نیل کے بند کی بحالی کا شش سالہ کام ختم ہوا۔ اور اسے معین طور پر ڈلٹا کی عظیم اختیاری طاقت کی حیثیت میں قائم کیا گیا۔ بند کا طریق مصر کی آبپاشی میں اس قدر اہم حصّہ لیتا ہے یہ بجائے خود ایک اتنا اہم کام ہے۔ اور اس کی بحالی تاریخ ان فرانسیسی اور انگریز انجنیروں کے حق میں اس قدر قابل تعریف ہے۔ جن کا ایک نہ ایک وقت میں اس سے تعلق رہ چکا ہے۔ کہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مزید تذکرہ کیا جائے +

اس کا افتتاح دو فرانسیسی انجنیروں لینٹ ڈی بیلفونڈس اور مغل بے کی تحریک پر محمد علی خدیو مصر کے عہد میں ۱۸۴۳ء میں یا اسکے قریب قریب کیا گیا تھا۔ اس کا خاتمہ ۱۸۶۱ء میں ۱۸۰۰۰۰۰ پونڈ کی لاگت سے ہوا۔ جس میں کورٹی اور فوجی مزدوروں کی بہت بڑی رقم شامل نہیں۔ ۱۸۶۷ء میں تعمیر کے بعض نقائص کے باعث اسے چھوڑ دیا گیا۔ اور مسٹر (بعد میں سر) جان فولر نے جنہیں اسمٰعیل پاشا نے اس کے امتحان کے لئے مامور کیا تھا۔ یہ رپورٹ دی۔ کہ اس پر ۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ

کی مزید رقم صرف کی جائے - تو یہ کارآمد بن سکتا ہے +

یہ بند جسے اصطلاح میں باریج کہتے ہیں- قاہرہ کے شمال میں پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک عظیم دریائی بند ہے- جو دو پلوں سے بنا ہُوا ہے- یہ پل دریائے نیل کی شاخہائے روزیٹہ اور ڈیمی ایٹہ پر اس مقام پر بنے ہوئے ہیں- جہاں وہ ڈلٹا کی چوٹی کے قریب جُدا ہوتی ہیں- ان پلوں کی محرابیں اس قسم کی بنی ہوئی ہیں- کہ ان میں دروازے لگ سکیں جنھیں گرا دیا جائے- تو پانی کو روک کر تین بڑی بڑی نہروں کی طرف لایا جاسکتا ہے- جو تمام نچلے مصر کی آبپاشی کا منبع ہیں- تجویز یہ تھی- کہ جب دریا کا پانی نیچا ہوا- اور دروازے گرا دیئے جائیں- تو پانی ۴½ میٹر یعنی ۱۴- فٹ ۹- انچہ اونچا- اُٹھ آئے- جب دریائے نیل طغیانی پر ہو تو دروازے اُوپر اُٹھا لئے جائیں- اور دریا کے بہاؤ سے ہر ایک ممکن رکاوٹ دور کردی جائے- محرابوں کا درمیانی فاصلہ پانچ پانچ میٹر ہے- اور روزیٹہ کے بند میں ان کی تعداد ۶۱ اور ڈیمی ایٹہ میں ۷۱ ہے- پہلوؤں پر کشتیوں کے گذرنے کے راستے بنے ہوئے ہیں- اس بند کی کل لمبائی ۵۹۰۱ گز ہے +

اوپر بیان کیا جا چکا ہے- کہ تجویز یہ تھی جب دریا کا پانی اترا ہوا ہو- اور دروازے گرا دیئے جائیں- تو پانی ۴½ میٹر یا ۱۴ فٹ ۹ انچہ اوپر اٹھے شاخ ڈیمی ایٹہ میں تو محرابوں میں دروازے لگائے ہی نہیں گئے- اور روزیٹہ میں صرف تھوڑے عرصہ کے لئے پانی زیادہ سے زیادہ ۷۵ء۱ میٹر یا ۵ فٹ ۹ انچہ اونچا اُٹھ سکا- ۱۸۶۳ء کے تھوڑا عرصہ بعد بند روزیٹہ کی عمارت میں دراڑیں نمودار ہوگئیں- اور ۱۸۶۷ء کے قریب تو اس کی حالت ایسی ہوگئی- کہ اِس سے کام لینے کی کوئی سنجیدہ کوشش پھر اس وقت تک نہ کی گئی- جتنے کہ ہندوستانی انجنیئر مثلاً کرنیل سکاٹ منکریف- آر- ای مسٹر ولکاکس- کرنیل وسٹرن آر- ای- اور مسٹر اے- جی- ڈبلیو ڈبڈ آنجہانی وہاں آپہنچے- انہوں نے دیکھا- کہ بند کی طرف سے یہاں تک لاپرواہی کی

گئی ہے۔ کہ اس کی لکڑیاں گل سڑ گئی ہیں۔ اس کے لوہے کو زنگار کھا گیا ہے۔ کوئی آلات یا اوزار موجود نہیں۔ اور اس سے متعلق ایسے فالتو اور نا قابل شخصوں کا ایک بہت بڑا عملہ ہے۔ جنھوں نے سالہا سال سے سوائے تنخواہ کے چھوڑنے کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ اس بند کی بنیاد بھی چنداں ٹھوس نہ تھی۔ کیونکہ اسے باریک دریائی ریت اور کیچڑ کی تہ در تہ بچھا کر اس پر قائم کیا گیا تھا۔ ۱۸۶۳ء میں تجربہ کر کے دیکھا گیا۔ تو پانی بقدر ۲٫۲۰ میٹر یا ۷ فٹ دو انچ رک سکا۔ اور یہ حالت دریا کے اترے ہوئے ہونے کی صورت میں پائی گئی۔ اس سے نہریں خوب بھر گئیں۔ اور آبپاشی میں غیر معمولی ترقی ہو گئی۔ ۱۸۸۵ء میں غیر محفوظ بند کی عارضی مرمت کر کے اس سے کام لینے کا طریق جاری رکھا گیا۔ اور اترے ہوئے نیل میں ۳ میٹر یا ۹ فٹ ۱۰ انچ پانی روکا جا سکا۔ اس کے بعد ۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم بین الاقوامی کنوینشن سے حاصل ہوئی۔ اور اس وقت مرمت کا کام پوری توجہ سے شروع کیا گیا۔

جون ۱۸۸۵ء میں ایک طرف کا پانی ۱۵٫۷۴ فٹ اور دوسری جانب کا صرف ۵٫۹۰ فٹ گہرا پایا گیا۔ گویا قریباً ۱۰ فٹ کا فرق دیکھا گیا۔ اس صورت میں پانی بنیادوں میں مرتا اور اپنی سطح قائم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ کیچڑ اور ریت میں سے گذرتے وقت یہ ان کے ذرات ساتھ ساتھ بہا لے جاتا تھا۔ اور اگر ان کا انسداد نہ کیا جاتا۔ تو ظاہر تھا کہ ساری بنیادوں کو ہلا دیتا۔ ۱۸۶۷ء میں بھی کسی ایسے ہی باعث سے دراڑیں پیدا ہو گئی تھیں۔

اب سوال دریا میں ایک اس قسم کی مانع دخول حد قائم کرنے کا تھا جس کے گرد ہو کر پانی نہ گذرنے پائے۔ مارچ ۱۸۸۶ء میں دریا میں ایک مٹی کا بند بنانا شروع کیا گیا۔ جو روزیٹہ کے مغربی سرے والی محرابوں کے گرد تھا۔ کیونکہ یہی وہ محرابیں تھیں۔ جن میں زیادہ درزیں پیدا ہو چکی

تھیں۔ اس بندر کے اندر جو پانی رہ گیا۔ اسے پمپوں کے ذریعہ خارج کیا گیا۔ اور انجنیروں نے فرش پر اُتر کر دیکھا۔ کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ ان کے لئے ایک بڑی بھاری مشکل یہ درپیش تھی۔ کہ کوئی تحریر نقشہ یا کیفیت اس قسم کی موجود نہ تھی۔ جس سے معلوم ہوسکے۔ کہ بوقت تعمیر یہاں کیا کیا کچھ بنا تھا +

بالآخر فیصلہ یہ کیا گیا۔ کہ بنیادوں کو آگے پھیلا کر ایک فراخ پانی کو روکے رکھنے والا پلیٹ فارم بنا دیا جائے۔ اس پلیٹ فارم سے منشا یہ تھا۔ کہ پانی کو نیچے گذرنے سے روکا جائے۔ یا جتنا تھوڑا بہت گذرتا تھا۔ اسے ایسے طریق پر قابو میں لایا جائے۔ کہ عمودی یا افقی طور پر بہ سکے۔ جس سے اس کی رفتار کی تیزی گھٹ جائے۔ اس سے یہ ہوگا۔ کہ نہ صرف پانی۔ ریت اور کیچڑ کو نہ بہائے لئے جائیگا۔ بلکہ اس کے اندر جو ریت اور کیچڑ پہلے سے موجود ہوگا۔ اسے بھی یہیں چھوڑ جائیگا۔ جس سے سال بسال پرانی چھلنی کی مانند یہ تہ زیادہ مانع دخول بنتی جائیگی +

چوڑائی زیادہ کرنے کے بعد اس سارے کام کی مضبوطی کی طرف رخ کیا گیا۔ پُرانے فرش پر پورٹلینڈ سیمنٹ کنکریٹ کی ٹھوس تہ ۴ فٹ موٹی (کہیں کہیں ۶ فٹ بھی) پرانے فرش پر جما دی گئی۔ اور محرابوں کے نیچے اور ندی کے نچلے حصہ میں جہاں پانی کی رگڑ بہت زیادہ تھی۔ اسے ڈھانپنے کے لئے گھڑے ہوئے ٹرلیسٹ پتھر کا بھاری اور مضبوط فرش بنا دیا گیا۔ اور ندی کے بالائی حصہ میں چونے کی روڑی بچھا کر کٹائی کر دی گئی۔ پل سے اوپر کی طرف ۸۵ فٹ کے فاصلہ پر دریا کے آرپار ۱۶ فٹ گہری ایک چادر کھینچ دی گئی +

مرمت کے اس سارے عمل میں اس بند سے کام لیتے رہنا ضروری تھا۔ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ کہ ۱۸۸۴ء میں اس سے کسی قدر کام لیا

گیا تھا۔ کرنیل سکاٹ منکریف نے جن کی یادداشتوں سے یہ بیان کسی قدر خلاصہ لیا گیا ہے۔ لکھا تھا۔ کہ یہ کام تو ایسا ہے۔ گویا گھڑی کی مرمت کی جاوے مگر کام نہ روکا جائے۔" "کام جاری رکھنے کا زمانہ بہت ہی مختصر ہوا کرتا تھا یعنی اخیر نومبر سے اخیر جون تک جبکہ دریائے نیل کی دوسری طغیانی کے لئے تیار ہونا پڑتا تھا۔ ایک ہی وقت میں ساری ندی کو دونوں شاخوں میں سے کسی ایک میں بھی نہ روکا جا سکتا تھا۔ اور چونکہ ایک فصل میں دونوں میں سے کسی ایک بند کی پوری مرمت نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے نصف بنصف بند کر کے ۴ فصلوں میں کام ختم کیا گیا۔" آخر کار جون ۱۸۹۰ء میں بے شمار مایوسیوں اور ہر روز جابجا تازہ چشمے پھوٹتے رہنے کی حیرانیوں کے بعد دونوں بندوں کی مرمت کا کام مکمل ہوا۔ اور اب اس میں ۴ ۱۳ میٹر یا ۱۳ فٹ پانی آ سکتا تھا۔ بعد ازاں بنیادوں کی مزید مضبوطی کے لئے یہ کیا گیا۔ کہ ۵۰ فٹ اونچے سوراخوں کے ذریعہ فرش کی ناقص تہوں میں سیمنٹ کی تلچھٹ داخل کر دی گئی۔ یہ سوراخ سڑک کی سطح سے پتھر کے بنے ہوئے کھمبوں کے درمیانی حصہ میں بنائے گئے تھے۔ اور ہر ایک کھمبے کی لمبائی میں اس قسم کے پانچ سوراخ تیار کئے گئے۔ ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۸ء کے درمیان میں بند کی مضبوطی اور حفاظت کے لئے ندی کے نچلے حصہ میں تھوڑے فاصلہ پر ویئر یعنی ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے بند تیار کر دیئے گئے۔ جب پانی بہت ہی اترا ہوا ہو۔ تو ان بندوں میں ۱۰ فٹ ۸ انچہ یا ۳½ میٹر پانی رہ سکتا ہے۔ اور اس صورت میں بڑے بند کو صرف ۹ فٹ ۹ انچہ یا ۳ میٹر ہی روکنا پڑتا ہے۔ اس طرح پر ان ویئروں کی تیاری سے ہر چند کہ روکے جانے والے پانی کی ممکن مقدار ۱۳ فٹ سے بڑھ کر ۲۰ فٹ ۵ انچہ (یا ۶½ میٹر) ہو گئی ہے۔ تاہم خود اس بڑے بند کو صرف ۹ فٹ ۹ انچہ پانی ہی روکنا پڑتا ہے +

بند کی مرمت وغیرہ کے کام پر کم و بیش... ۴۷ !پونڈ صرف ہوئے

عرصہ بمقابلہ مختتمہ ۱۸۹۹ء میں اندازہ کیا گیا۔ کہ ملک کا سالانہ منافع ۰۰ ۸۴۵۰
پونڈ سے کم نہیں ہوا۔ اور یہ اس صورت میں جب کہ بند ابھی مکمل نہ ہوا تھا
اس بند کی بنیاد کسی مضبوط چٹان یا بجری پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض
ڈیلٹا کے دریائی جمع شدہ مادوں پر قائم ہے۔ اس پر سر کولن سکاٹ منکریف
سوال کرتے ہیں۔ "کیا ہمیں بھی اپنے اوپر وہی مثل صادق آنے کا احتمال
ہے۔ جو ریت پر گھر بنانے والے کے متعلق مشہور ہے۔" اس کا جواب
وہ خود ہی دیتے ہیں۔" میری دانست میں اس قسم کا کوئی احتمال نہیں صرف
ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ معمولی آبی کاموں کی نسبت اس پر زیادہ
نگرانی کی جاتی رہے۔ . . . . . اس میں شک نہیں۔ کہ جب تک پوری
نگرانی ہوتی رہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کی مرمت وغیرہ کا کام جاری
رہے۔ یہ بند بلاشبہ ایک مضبوط اور قابل اعتبار عمارت ہے۔ لیکن
اس کی طرف سے بے احتیاط یا لاپرواہ ہوجانا یقیناً حماقت ہے۔" القصہ
یہ بند مصر میں انگریزوں کی طرف سے اپنی پوزیشن کا جواب ہے۔ اس کی
ابتدا فرانسیسیوں نے کی تھی۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ یہ غیر مضبوط بنیادوں
پر قائم ہے۔ تاہم متواتر احتیاط کی جائے۔ تو اسے محفوظ خیال کیا جاسکتا
ہے۔ اس میں آباد کاران مصر کا فائدہ ہے۔ کہ یہ بند یوروپینوں کی
زیر نگرانی رہے۔ یہ مرمت شدہ کام تو ضرور رہے۔ مگر ایک شاندار
مرمت کا کام ہے۔ یہ ملک کی جان بخش طاقتوں کو قابو میں رکھتا اور
انہیں تقسیم کرکے لوگوں کو بہترین فایدہ پہنچاتا ہے۔ اس سے ملک
کی خوشحالی میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ اور یہ دولت کی تقسیم کو بافایدہ
بناتا ہے۔ پس حقیقت میں نیل مصر ہے۔ اور مصر دریائے نیل +
۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء میں شاخ روزیٹہ کے پرانے ستونوں میں
چند بڑی بڑی درزیں دیکھی گئیں ان میں سیمنٹ کا چورا ڈلوایا گیا۔ ان
درزوں کو دیکھنے کے بعد ہی ندی کے نچلے حصہ میں دو مزید ویئر تیار

کروائے گئے تھے۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان کی تعمیر کی لاگت کا اندازہ ۵۳۰۰۰ پونڈ تھا +

بند کے متعلق دو اور ضروری اور کمتر درجہ کے کام سرانجام دیئے گئے تھے۔ ارادہ یہ تھا۔ کہ اس ذریعہ سے دریا کا پانی تین بڑی بڑی نہروں میں داخل کرکے ان کے ذریعہ مصر کے تمام نچلے حصہ میں آبپاشی کی جائے۔ ان تینوں میں سے وسطی نہر جس کا نام نہر منوفیہ ہے۔ اس وقت بنی تھی جب بند پہلی مرتبہ تیار کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعہ منوفیہ اور غربیہ کے دو وسطی صوبوں میں آبپاشی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے سرے پر چونکہ پانی کو قابو میں رکھنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لئے آبپاشی کے لئے یہ قریب قریب فضول تھی۔ یہ انتظام ۱۸۸۷ء میں ۵۲۲۲۲ پونڈ کے خرچ سے کیا گیا۔ مغربی ڈلٹا کی نہر جس کا نام بحیرہ ہے۔ اس وقت تیار ہوئی تھی۔ جب بند زیر تعمیر تھا۔ لیکن اب تک اس کی طرف سے بالکل غفلت برتی جاتی رہی۔ اس کے اندر ریگستانی علاقوں سے اڑ اڑ کر ریت جمع ہوتی رہی۔ اب اسے صاف اور اس کے مقام منبع کی مرمت کی گئی۔ اس کے مغربی کناروں پر گھاس اور بید مجنوں کے درخت بوئے گئے۔ پردے تعمیر کئے گئے۔ اور صحرا کا ایک حصہ اس غرض سے زیر کاشت لے لیا۔ کہ بہتی ہوئی ریت پر دریائے نیل کے کیچڑ کی تہ جمتی رہے مشرقی ڈلٹا میں آبپاشی کرنے والی نہر جس کا نام اب نہر توفیقیہ ہے۔ بند کی تعمیر کے وقت تیار نہ ہوئی تھی۔ اسے ۱۸۸۷-۹ء میں ۳۷۲۰۰۰ پونڈ لاگت سے تیار کیا گیا اور ۱۱۔ فروری ۱۸۹۰ء میں اس کا افتتاح ہوا +

۱۸۹۳ء میں پہلے آبشار پر بمقام آسوان دریائے نیل کا بند تیار کرکے ایک بہت بڑا پانی کا ذخیرہ جمع کرنے کی تجویز پر سنجیدگی سے غور کیا جانے لگا +

کچھ عرصہ سے افسران آبپاشی اس تجویز کے متعلق معائنہ کرتے رہے تھے

اور اُن کی رپورٹ معہ مسٹر لکاکس کی تیار کردہ تجویز کے اب ایک بین الاقوامی کمیشن کے سپرد کی گئی جس کے ممبر سر نجمن بیکر۔ موسیو بولے اور موسیو تورنی سیلی تھے جیسا کہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے یہ تجویز آخرکار چند سال بعد منظور ہو گئی +

قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ مسٹر اسکاٹ نے ۱۸۹۰ء میں عدالتوں کی نگرانی اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اس کے تین سال بعد اُنھوں نے رپورٹ کی کہ انتظام انصاف کا کام خاصہ رد باصلاح ہے۔ دفتر وزیر انصاف میں اپنے معاونوں اور انسپکٹروں کی مدد سے وہ اس قابل ہو سکے کہ بیچ کے جاہل عنصر کو دور کر دیا گیا اور سکول قانون کو طاقت اور زندگی دی گئی۔ عدالتی تقررات کے موجودہ طریق میں اس قسم کی ترمیم کی گئی کہ امیدواروں کی قانونی اور زبان عربی کی واقفیت زیادہ ہو سکے اور جن لوگوں کا فرض ججوں کو منتخب کرنا ہوتا تھا وہ اس کام میں طرفداری کے خیال کو جگہ نہ دیں دیوانی اور فوجداری آخری فیصلہ دینے والی عدالتیں قائم کی گئیں۔ آخری فیصلہ دینے والے دیوانی کے ججوں کو ۱۰۰ پونڈ کی حد تک اراضی اور شخصیت پر اختیارات دئے گئے اور اُنھوں نے ابتدائی عدالتوں کا نصف کام تقسیم کروا لیا۔ فوجداری عدالتیں از روے تعزیر بد اطواری اور ضمنی قوانین کے خلاف جرایم پر اختیار رکھتی تھیں عدالتوں میں جہاں اب ہر ایک میں تین تین جج ہوتے تھے صرف بڑے جرائم کے مقدمات جاتے تھے۔ عدالتی اختیارات کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی جن کے اختیارات عدالت اپیل کے برابر نہ تھے کیونکہ یہ کمیٹی کسی فیصلہ یا سزا میں دخل نہ دیتی تھی اس کا مدعا صرف یہ تھا کہ تیز نگرانی کے وزریعہ اس بات کا انتظام کیا جائے کہ فیصلے عام طور پر خالص ہوں اور قانون کے صحیح معنی لئے جائیں۔ یہ کمیٹی باری باری ہر ایک عدالت کا معائنہ کرتی اور ان کی مسلیں دیکھتی تھی اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا تھا کہ کام پیچھے نہ پڑتا جائے۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ ایڈووکیٹوں اور وکلا کے داخلہ کے قواعد مرتب ہوئے اور جب تک کسی شخص کے پاس قانونی سند اور عالی نسبی کا ثبوت نہ ہو اُسے ان دو میں سے کسی حیثیت میں پریکٹس

نہ کرنے دیجاتی تھی۔ تمام عدالتوں میں عمدہ قانونی کتب خانے مہیا کئے گئے۔ خاطر خواہ عدالتی عمارات مہیا کرنے کا انتظام شروع کیا گیا۔ لیکن یہ کام قبل از وقت نہ تھا کیونکہ جب مسٹر سکاٹ ایک موقعہ پر ڈلٹا کے ایک بڑے اور خاصی اہمیت رکھنے والے قصبہ میں پہنچے تو دیکھا کہ جج۔ پارکٹ۔ گریفیئر۔ ہوسیسٹرا اور گارد سبھی ایک بر لب سڑک ریلوے سٹیشن کے مسافر خانہ میں بیٹھے ہیں اور یہی ان کی عدالت کا کام دے رہا ہے۔ ۲۰۰ مقدمات کی اسامیوں کو باہر ریل کے پلیٹ فارم پر بٹھایا ہوا تھا۔ جہاں وہ اپنی باری کے منتظر تھے ✦

جن آخری فیصلہ دینے والی عدالتوں کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے ان کا ایک جج ابتدائی عدالتوں کے ججوں میں سے لیا ہوا ہوتا تھا۔ شروع میں ابتدائی عدالتوں کی تعداد مختلف موقعوں پر مختلف رہی ہے مگر اب کئی سال سے ان کی تعداد (۷) ہے۔ جج قریب قریب سب ہی مصری ہیں صرف قاہرہ میں (۳) یورپین ہیں سنہ ۱۸۸۳ء میں جن غیر ملکی ججوں کو مقرر کیا گیا تھا وہ سب کے سب بلا استثنا اپنے وطن کو واپس چلے گئے ہیں۔ عدالت اپیل کے ججوں کی تعداد میں مسٹر سکاٹ نے سنہ ۱۸۹۶ء میں اضافہ کر کے ان کو ۷ سے ۱۰ کر دیا۔ آخر کار اس عدالت میں ۲۷ جج رہے جن میں ۱۰ یورپین اور ۱۷ مصری تھے۔ نہ تو عدالت اپیل اور نہ ابتدائی عدالتوں میں کام پیچھے پڑا ہوا تھا۔ غرض اسی قسم کی تبدیلیوں کا کام عدالتی مشیر کے سپرد تھا۔ ورنہ کسی ملک کی عدالتوں کے باا ثر طریقہ پر کام کرنے کا موجب لائق بنچ اور بار کا وجود ہی ہو سکتا ہے جس کے ساتھ ہی عام لوگوں کا اخلاق اور پبلک سپرٹ بڑھا ہوا ہونا ضروری ہے۔ مسٹر سکاٹ کی اصلاحات ہر چند کہ سادہ اور ابتدائی تھیں تاہم اکثر حالتوں میں ان کی سخت مخالفت کی گئی۔ اور گو وہ اب پورے طور پر قایم ہو چکی ہیں تاہم انہیں عاید کرنے اور عملی صورت میں لانے میں کچھ کم مشکلات پیش نہ آئی تھیں ✦

سولھویں فصل

داخلی ترقی اور اصلاح - جایداد غیر منقولہ کی پیمایش - کمیشن مالگذاری - اس زمین کا رقبہ جو مختلف قسم کے مالکوں کے پاس تھی - عمارت داخلہ میں مشیر کا تقرر

گاؤں اور کھیتوں کی پیمایش کا طریق ۱۸۷۹ء میں مروج کیا گیا تھا اور پانچ ماہ بعد اسمعیل پاشا کے زوال پر اسے ملتوی کیا گیا - بعد میں بمبئی کے ایک سروے افسر کے ماتحت اسے دوبارہ شروع کیا گیا لیکن ۱۸۸۹ء میں کفایت شعاری کے خیال سے پھر اسے چند عرصہ کے لئے معرض التوا میں ڈال دیا جس کے بعد آخرکار ۱۸۹۲ء میں تیسری بار اس پر عمل شروع ہوا - شروع میں یہ کام محض آزمایش کے طور پر جاری کیا گیا تھا - ابتدا ہی سے سروے کے راستہ میں ایک عظیم روک حائل تھی - اس سے پیشتر کبھی کسی بھی صورت میں مصر کی سروے نہ ہوئی تھی - کوئی مثلث اس قسم کے موجود نہ تھے جن میں سروے کو فٹ کیا جا سکے نہ اب تک کسی سائینٹیفک بیس لائین کی پیمایش ہوئی تھی - گاؤں اور کھیتوں کی پیمایش محض جداگانہ نقشوں کے ایک سلسلہ کی صورت میں تھی جو اغراض مالگذاری کے لئے خواہ کتنے بھی کافی ہوں تاہم انہیں نہ تو پوری صحت کے ساتھ جوڑا اور نہ ان سب کو ملا کر ایک بنایا جا سکتا تھا - اب اس پیمایش کو اس مقامی پیمایش کی صورت میں لاتا تھا جس کی بنا مثلثوں پر قایم تھی اور جسے عنقریب شروع کیا گیا تھا - خیال یہ تھا کہ دیہاتی نقشوں کو ایک دوسرے کے ساتھ صحت سے جوڑنے میں ان مثلثوں سے امداد مل سکے گی +

جن مقامات میں مالگذاری کے اس قسم کے عارضی بندوبست نہیں ہیں جن میں ہندوستان کی طرح میعاد مقررہ کے بعد ترمیم ہو سکتی ہے اور نئی قیمت لگا کر مالگذاری کا مرمم تخمینہ کیا جاتا ہے وہاں دیہاتی نقشوں کا موجود ہونا بالکل ہی ضروری نہیں ہوتا - ان سے اور کام خواہ کچھ بھی لیا جائے بہر نوع قیمت لگانے کے لئے ان کی

ضرورت نہیں پڑتی۔ مثلاً چند سال گزرے اس وقت تک ہندوستان کے تمام دیگر صوبجات کے مقابلہ میں دوامی بندوبست والے بنگال میں کھیتوں کی کوئی عام سروے نہ ہوئی تھی۔ مصر میں جہاں مالگذاری میں وقتاً فوقتاً ترمیم نہیں ہوتی ان نقشوں کی کمی صرف افسران نہر کو محسوس ہوتی تھی۔ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نئی زمین زیر کاشت تو آچکی ہے لیکن ابھی اس پر لگان لیا جانا شروع نہیں ہوا۔ سرکاری زمینوں میں بھی دست اندازی کی گئی تھی۔ عرصہ چہار سالہ مختتمہ ۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۵ء میں ۲۳۵۵۴ فیڈن[1] زمین پر جو اس طرح معلوم اور فروخت ہوئی ۱۲۸۱۵۴ پونڈ مالگذاری وصول کی گئی بحالیکہ ایسا کرنے میں سروے پر صرف ۵۶۰۷۸ پونڈ صرف ہوئے تھے۔ اس قسم کے استحقاق اراضی کی کیفیت کی ضرورت جو صحیح پیمایش پر مبنی ہو محسوس ہونے لگ چکی تھی۔ اسمعیل پاشا کے عہد سے پیشتر حقوق کی دیہاتی دستاویزات اور ایک دیہاتی محاسب موجود ہوا کرتا تھا جسے صراف کہتے تھے اور جو اپنے ان ہم پیشہ لوگوں سے مشابہ ہوتا تھا جیسے اب تک ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن دیہاتی دستاویزات کی بنا نقشوں پر قایم نہ ہوتی تھی نہ انہیں صحت کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔ ہندوستان کی طرح اب بوقت سروے جو دستاویز تیار کی جاتی ہیں ان کی بنا قبضہ پر ہوتی ہے۔ متنازعہ دعاوی جن کی بنا قبضہ پر نہ ہو ان کا ثبوت عدالتوں میں دینا پڑتا ہے اس قسم کی روئداد اگر پوری احتیاط سے برقرار رکھی جائے تو اس سے ملکیت کی نہایت کارآمد شہادت مل سکتی ہے اور وہ ملکیت کا پورا ثبوت ثابت ہوگی لیکن مصر میں رعیت شکمی کے حقوق کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ سروے کے متعلق مزید حالات آگے چلکر قلمبند کئے جائیں گے ✣

گنجایش مانع ہے کہ ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۶ء کے درمیان جو دوسرے قواعد عمل میں آئے ان پر سرسری نظر ڈالنے کے بجائے بالتفصیل کیفیت بیان کی جائے

[1] فیڈن ۴۲۰۰ مربع میٹر کے برابر ہوتا ہے اور کم وبیش ایک ایکڑ کے قریب سمجھا جاتا ہے۔ ۱۲

۱۸۹۹ء میں ایک کمیشن مالگذاری اس غرض سے نامزد کی گئی کہ اس زمانہ میں شرح لگان قایم کرنے کا جو طریق مروج تھا اس پر غور کرے۔ ابتدائے کام سے پہلے گورنمنٹ کی طرف سے ایک نوٹس اس امر کا جاری ہوا کہ مجموعی لگان اراضی جو اس وقت وصول کیا جاتا ہے اس میں اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اس موقعہ پر مصر میں ۵۲۳۷۰۰۰ فیڈن زمین پر مالگذاری وصول کی جاتی تھی۔ اس زمین پر مجموعی رقم مالگذاری ۴۷۸۰۰۰۰ پونڈ بنتی تھی۔ اس امر کا اعلان کیا گیا کہ مجموعی رقم بدستور قایم رہے کیونکہ مدعا مالگذاری بڑھانے کا نہیں بلکہ جدید تقسیم کا ہے کسی واحد صورت میں زیادہ سے زیادہ (۱۶۴) پیاسٹر فی فیدن کی موجودہ شرح میں اضافہ نہ کیا جائے گا۔ دس کمیشنوں نے محتاط طریق پر تیار کئے ہوئے قواعد کے مطابق ایک انگریز ڈائرکٹر جنرل کے ماتحت جو ان دنوں مسٹر ملکاکس تھے کام شروع کر دیا۔ ہر ایک کمیشن میں ۲ ممبر سرکاری (ان میں ایک یورپین) اور دو غیر سرکاری تھے۔ جنھیں مدیروں نے ان اراضی داروں سے منتخب کیا تھا جو قایم نظام اراضی داروں کی طرف سے منتخب شدہ تھے۔ جب اس ابتدائی تحقیقات کی کمیشن نے اپنی محنت ختم کر لی جس کا تخمینہ دو سال کے قریب تھا تو دوبارہ مالگذاری قایم کرنے کا کام شروع کیا جائے گا۔

۱۹۰۰ء میں مختلف جماعتوں کے اندر جایداد غیر منقولہ کی تقسیم حسب ذیل تھی:-

	تعداد مالکان	ایکڑ
۵ ایکڑ اور ۵ ایکڑ سے کم	۷۶۱۳۳۷	۱۱۱۳۴۱۱
۵ 〃 〃 ۱۰ 〃 〃	۸۰۱۷۱	۵۶۰۱۹۵
۱۰ 〃 〃 ۲۰ 〃 〃	۳۹۷۱۰	۵۵۰۷۷۴
۲۰ 〃 〃 ۳۰ 〃 〃	۱۲۲۶۷	۳۰۱۳۳۴
۳۰ 〃 〃 ۵۰ 〃 〃	۸۹۹۰	۳۴۴۷۶۵
۵۰ 〃 زاید	۱۱۹۳۹	۲۲۴۳۵۷۳
	۹۱۴۴۱۴	۵۱۱۴۰۵۲

۱۴۳۴۹۱ اراضی واروں میں سے ۱/۱۰ زمین کے مالک صرف ۱۲۹ آدمی تھے جن میں سے ہر ایک کے پاس ۵۰ ایکڑ سے زاید زمین تھی برعکس اس کے ۷۴۳۲ ۱۱ چھوٹے اراضی واروں کے پاس پانچ ایکڑ یا اس سے کم زمین تھی اور ان کی ملکیت بالاوسط ۱/۲ ۱ ایکڑ سے زیادہ نہ تھی ۱۸۹۴ء کے آخیر میں طریق پولیس میں جس میں بہت کچھ گڑبڑ مچی ہوئی تھی - ایک جدید اور آخری اصلاح عمل میں لائی گئی۔ ۱۸۹۴ء میں ریاض پاشا کے آخری طور پر ریٹایر ہونے کے بعد نوبر پاشا چند ماہ کے لئے اس عہدے پر مامور رہا جس کا چارج لیتے ہی اس نے اپنی توجہ مسئلہ پولیس کی طرف منعطف کی - اس مرتبہ اسے یہ کامیابی تو حاصل نہیں ہوئی کہ با اثر اختیارات کے بغیر پولیس مدیروں کے ماتحت کردی جاے - البتہ اس نے ان برٹش انسپکٹروں کو جو اندرون ملک میں متعین تھے واپس ہٹالیا اور برٹش انسپکٹر جنرل کا عہدہ موقوف کر دیا۔ اس کامیابی کی قیمت اسے یہ ادا کرنی پڑی کہ مدیروں اور اُن کے ماتحت کی پولیس کو ایک انگریز مشیر کے با اثر اقتدار کے تحت میں کر دیا جسے وزارت داخلہ میں پہلی مرتبہ جگہ دی گئی تھی - اس مطلب کے لئے جس افسر کو منتخب کیا گیا وہ مسٹر بعد میں سر ایلڈن گورسٹ مرحوم تھے جو آخر کار مالی مشیر اور ایجنٹ کے عہدہ تک پہنچے اور جنھیں ایجنسی کے ڈپلومیٹک شاف سے کنٹرولر محصولات بالواسطہ کے عہدہ پر مامور کیا گیا تھا یہ امر مشتبہ ہے آیا اس طویل جدوجہد کا یہ آخری حل وزیر اعظم کے منشا کے عین مطابق تھا کیونکہ اس طرح پر وہ خود وزارت داخلہ میں خارجی اقتدار داخل کرنے کا موجب بن چکا تھا۔ بہرنوع اس وقت اس بارہ میں جو تصفیہ ہوا وہ اب تک قایم ہے اور اس سے اس قسم کے قابل اطمینان نتایج حاصل ہو سکے ہیں جن کی اس صورت میں توقع ہو سکتی ہے کہ جب سر اور ہاتھ مختلف اجسام سے تعلق رکھنے والے اور مختلف رنگتوں کے ہوں - پولیس کے علاوہ اور کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں ہمدردانہ نصیحت اور امداد کا براہ راست اختیار کا با اثر ہونا اس قدر غیر اغلب ہو - کیونکہ اس صیغہ میں ذہانت اور

پھرتی کا تمام بڑے چھوٹے افسروں میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اور نگرانی وغیرہ پر اس قدر دارو مدار رہتا ہے جتنا اجرائے ہدایات پر نہیں ہوتا۔ موجودہ زنجیر میں مدیر غالباً سب سے کمزور کڑی ہے لیکن چونکہ رفتہ رفتہ زیادہ جوان اور بہتر تعلیم یافتہ لوگ مدیر کے عہدے پر مقرر ہو رہے ہیں اس لئے ممکن ہے یہ نقص رفتہ رفتہ رفع ہو جائے ✦

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۴ء میں جو تبدیلی عمل میں آئی اس کی توضیح ایجنٹ کے الفاظ میں ہی کی جائے یہ الفاظ اس کی اس سال کی رپورٹ میں موجود ہیں اور حسب ذیل ہیں:۔

"اصلی طریق جس پر اس نظام پولیس کو جو پہلے سے موجود تھا چلانے کی کوشش کی گئی وہ یہ تھا کہ انگریز افسروں کے ماتحت مسلح اشخاص کی ایک قابل جماعت مقرر کی جائے جس سے مدیر حفظ امن کے لئے حسب ضرورت کام لینے کے قابل ہو۔ لیکن عملی طور پر انگریزوں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ اس بات پر توجہ نہ دیتے کہ وہ اوزار جو ہم نے پیدا کیا ہے اس سے بے جا استعمال نہ لیا جائے۔ انہیں مدیر پر بہت کم اختیار تھا یا بالکل ہی نہ تھا اس لئے یوماً فیوماً اس امر کا رجحان بڑھتا جاتا تھا کہ اس عہدہ دار کو الگ رکھ کر پولیس کو براہ راست ہیڈ کوارٹر کے احکام پر چلایا جائے۔ صوبجات کی پولیس نے رفتہ رفتہ مدیر کی طرف سے نیم آزادی کی حالت اختیار کر لی جس سے اس کے اثر میں بہت کچھ فرق آگیا اور حفظ امن کی ذمہ داری مشترکہ ہوگئی۔ فی الحقیقت یہ بدامنی کی حالت جسے نوبر پاشا دو علی کہہ کر خوش ہوا کرتا تھا۔ اور جو انگریزی قبضہ کا ایک ضروری نتیجہ تھی۔ بجائے اس کے کہ دوسرے انتظامات کی طرح صرف چند اعلیٰ انگریزی افسروں اور دیسی وزیروں تک محدود رہتی مقامی دیسی اہلکاروں میں جنھیں ہیڈ کوارٹر کے انگریز افسران اعلیٰ کا سہارا تھا اور دیگر مقامی عمال میں جو قدرتی طور پر ان کے افسران اعلیٰ ہوتے نمودار ہونے لگے۔ اس میں کلام نہیں کہ اس طرح پر بہت سا اچھا کام

سرانجام پا چکا ہے اور ملک کے حفظ امن میں خاصی اصلاح ہوئی ہے۔
لیکن آخر کار مشین کے پرزے اپنی اصلی حالت سے ہٹ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے کام پر زیادہ سے زیادہ باہمی کشمکش تک نوبت پہنچا کرتی تھی"
اس کے بعد جدید انتظام کا اجمالی ذکر الفاظ ذیل میں کیا گیا ہے:۔

(۱) انسپکٹر جنرل پولیس کا عہدہ موقوف کر دیا گیا اور مختلف صیغے جن کا جائے مرکز یہ عہدہ ہوتا تھا تقسیم کر دے گئے اور انہیں وزیر داخلہ کے بالواسطہ احکام کے تحت میں رکھا گیا:۔

(۲) انگریز پولیس انسپکٹروں کو جو صوبجات میں اضلاع معین کے انچارج ہوتے تھے واپس طلب کیا گیا اور ان کے بجائے چند انگریز انسپکٹر وزارت داخلہ سے متعلق قایم کئے گئے جن میں سے ایک دو کا کام پولیس کے جوانوں کا نظم و نسق اور اندرونی حالت دیکھنا اور اس کی نگرانی کرنا تھا اور باقی ماندہ ان طریقوں کا امتحان اور ان کے متعلق رپورٹ کرتے تھے جن کے مطابق مدیر و دیگر مقامی حکام اپنے فرایض کو سرانجام دیا کرتے تھے:۔

(۳) صوبجات کی پولیس عملاً و اصولاً مقامی سول حکام کے ماتحت رکھی گئی جنھیں آیندہ کے لئے حفظ امن کے لئے واحد طور پر ذمہ وار گردانا گیا:۔

(۴) ایک انگریز مشیر وزارت داخلہ سے متعلق نامزد کیا گیا ہے۔ اس افسر کا کوئی انتظامی کام نہ ہوتا تھا البتہ وہ یہ حق رکھتا تھا کہ وزارت کے جملہ امور سے اسے پورے طور پر باخبر رکھا جائے اور وہ اس قسم کی تمام ضروری اطلاعات جو فرایض کو عمدہ طور پر سرانجام دینے کے لئے ضروری سمجھے حاصل کر سکے:۔

ساتھ ہی گاؤں کے نمبردار (عمدہ) کی ذمہ واری دوبارہ بحال کی گئی اور دیہاتی پولیس (غفیر) دوبارہ منتظم ہوئی۔ مدیر کو کوئی عدالتی اختیارات نہیں دے گئے پارکٹ کی بھی دوبارہ تقسیم ہوئی۔ ہر ایک ابتدائی عدالت سے متعلق ہر صوبہ میں ایک چیف ڈو پارکٹ مقرر ہوا۔ پولیس کے بالائی طبقہ کے جوانوں یعنی افسروں

اور غیر کمیشن یافتہ افسروں کو تقویت دینے کے لئے ۱۸۹۴ء میں ایک سکول عابدین اور بعد ازاں ۱۸۹۹ء میں بمقام بولاک قایم ہوا۔ اس سکول میں افسروں کو ایک سال تعلیم دی جاتی ہے ۱۹۰۵-۱۹۰۴ء میں اس سکول کے طلبا افسر کی تعداد ۴۰ تھی اور اب بھی ۱۶۰ منتخب امیدوار جو بعد میں غیر کمیشن یافتہ افسر یا کنسٹیبل مقرر ہوں گے تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ۱۹۰۶-۱۹۰۵ء میں ۶۰ طالب علم افسر اور ۲۰۰ طالب علم کنسٹیبل زیر تعلیم تھے۔ اس سکول میں طلبا کو تحقیقات فوجداری کے قواعد سکھائے جاتے ہیں اور انہیں پولیس کے اور انتظامی قواعد میں پوری تربیت دی جاتی ہے۔ زیادہ زور انہیں اصولی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم دینے پر دیا جاتا ہے۔ کھلے طور پر ورزش اور قواعد کروا کے طالب علم کی صحت اور جسمانی طاقت کو ترقی دی جاتی ہے۔ قانونی۔ مالی اور انتظامی امور کی تربیت کے علاوہ انہیں گولی چلانا۔ زین سواری کرنا۔ گھوڑوں کی مالش کرنا اور زین صاف کرنا سکھایا جاتا ہے۔ ان طلبا کو ترجیح دی جاتی ہے جنہیں صیغہ تعلیم کی طرف سے دوسرے درجہ کا امتحان پاس کرنے کی سند حاصل ہو۔ اب ایک نئی عمارت کا نقشہ تیار ہو رہا ہے جو مکمل ہو گئی تو اس میں ۶۰ طالب علم افسر اور ۶۰۰ سے ۷۰۰ طالب علم کانسٹیبل سما سکیں گے۔ اول الذکر کی پڑھائی دو سال اور آخر الذکر کی عرصہ ۶ ماہ میں ختم ہوا کرے گی۔ اب تک کانسٹیبل رزرو فوج کے سپاہیوں سے لئے جاتے رہے ہیں لیکن اس میں عملی طور پر بہت دقت پیش آتی رہی ہے۔ یہ تجویز مسٹر میشل کے بڑے قابل ہاتھوں میں ہے جو اب وزارت داخلہ کے مشیر ہیں اور پہلے مصری فوج کے بڑے قابل افسر رہ چکے ہیں۔ پولیس کے جو جوان اس بولک سکول میں تعلیم حاصل کریں گے ان پر ان کی شخصیت کا اثر ضرور باقی رہ جائیگا

سترھویں فصل

مصر میں انگریزوں کی پوزیشن کے متعلق خاص انتظامی مشکلات۔ حوالگی۔ مصر میں انگریزوں کی بے ضابطہ حالت۔ صوبجات کی اور مرکزی سول سروس کا منتظم ہونا۔ برٹش سول سروس کی تیاری۔ ہندوستان کی کورٹ آف وارڈس جایدادوں کی مصر سے مشابہت۔ مصر کی غیر ملکی آبادی کی خصوصیات انگریزی نو آبادی حوالگی کی ابتدا اور اس کی ماہیت۔ قنصلر عدالتوں کی خرابیاں۔ مصر میں حوالگی کی ضرورت باقی نہ رہنا +

مصر میں اصلاحی امور کو سر انجام دینے میں گورنمنٹ اور اکزکٹو کے مشیروں کی راہ میں ان کی بے ضابطہ پوزیشن کے باعث بہت سی رکاوٹیں پیش آتی رہی ہیں۔ حکومت خدیویہ کے ڈیلیگیٹوں اور ایجنٹوں کی حیثیت میں وہ ان جالوں میں جو سلطان کے اہلکاروں کے عیسائی دول کی رعایا سے تعلقات کو معرض خطر میں ڈالتے ہیں ویسے ہی جکڑے ہوئے ہیں گویا وہ پگڑی باندھنے والے ترک ہیں۔ برعکس اس کے عیسائیوں کی حیثیت میں انہیں تمام مذہبی معاملات سے الگ رکھا جاتا ہے اور اسلام سے تعلق رکھنے والی تمام باتوں سے انہیں خارج سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح پر لارڈ کرومر اور افسران انگریزی کا عملہ معاہدات اور شریعہ کے باعث دو نوں کے ہوئے ہیں اور ان کی وہی مثل ہے گویا کوئی شخص شیطان اور گہرے سمندر کے مابین موجود ہو۔ لیکن یہ ان کی مشکلات کا صرف ایک ہی حصہ ہے وزرا مصری ہوتے رہے ہیں اور افسر وزارت اکثر ان کے برعکس رہتا چلا آیا ہے افسران انگریزی سرکاری طور پر فرانسیسی میں ایک دوسرے سے مشابہ رہے ہیں مصری عدالتوں میں جس قانون پر عمل کیا جاتا تھا وہ فرانسیسی قانون پر مبنی تھا۔ اور یہ لوگ اس سے قطعی طور پر ناواقف تھے۔ صوبجات میں جابجا ان کا واسطہ ناقابل اثر ہونے کی طاقت سے پڑتا تھا۔ تاہم انہیں ہمیشہ لارڈ ڈفرن کے الفاظ میں یہ

بات یاد رکھنی پڑتی تھی کہ انہیں اس اثر کو جو واقعات نے ان سے عمل میں نمودار کروایا ہے اتنا زوال پذیر نہ ہونے دینا چاہئے کہ وہ حکومت کی برہم اور مضطرب کن نمایش کی صورت اختیار کرے"۔ یہ کام اس لئے زیادہ مشکل تھا کہ دیسی عنصر جس کے ذریعہ انہیں کام کرنا پڑتا تھا اکثر کرکے غیر تربیت یافتہ اور اپنے فرایض میں کسی قسم دلچسپی نہ لینے والا تھا۔ سوائے ایک دو صیغوں کے اور کسی میں انہیں بالواسطہ انتظامی اقتدار نہ دیا جا سکتا تھا۔ بلکہ یہ دیکھنے پر قناعت کرنا پڑتی تھی کہ کہ جن لوگوں کی قابلیت اور ذہانت مشتبہ ہوتی تھی ان ہی کے سپرد ایسی ہدایات کی نگرانی اور تعمیل کا کام ہوتا تھا جنہیں پھرتی۔ ذہانت اور دیانت داری کی بڑی ضرورت ہوتی تھی۔ یورپین مشیروں۔ انڈر سکرٹریوں وغیرہ نے اپنے افسان صوبجات کے نقائص اس طرح پر رفع کرنے کی کوشش کی کہ صدر دفتر میں اختیارات کا مرکز قایم رہے۔ یہ علاج شاید مرض سے بہتر تھا لیکن بہر نوع یہ علاج اس قسم کا تھا کہ اس پر اگر باصرار عمل کیا جائے تو اس سے صوبجات کی انتظامی قابلیت کی ترقی میں رکاوٹ ہوتی تھی۔ ۱۸۹۲ء سے پہلے ایک جداگانہ پبلک باڈی کی حیثیت میں سول سروس موجود نہ تھی۔ پبلک سروس میں لوگ موقعہ یا سفارش کے ذریعہ داخل ہوا کرتے تھے اور اسی طریقہ پر انہیں ترقی حاصل ہو سکتی تھی۔ ان کا وتیرہ تھا کہ جب تک سورج چمکتا رہتا وہ اپنے موقعوں سے بہتر از فواید حاصل کرنے سے باز نہ رہتے تھے اور جب سایہ اترنے لگتا تو اس وقت بھی وہ ناتیار نہ ہوتے تھے۔ ۱۸۹۲ء میں ایک پراونشل سروس منظم کی گئی۔ اور اس کے چند ماہ بعد ملک کی مرکزی انتظامی سروس کے متعلق اسی قسم کی کارروائی عمل میں لائی گئی۔ سول سروس بالائی اور زیرین دو حصوں پر مشتمل تھی۔ اول الذکر کے لئے سکنڈری تعلیمی درجہ پاس کرنے کی سند درکار ہوتی تھی اور ان طلبا کو ترجیح دی جاتی تھی جن کے پاس اعلیٰ گورنمنٹ سکولوں میں سے کسی ایک یا یورپ کا ڈپلوما ہوتا تھا۔ زیرین حصہ کے لئے درجہ پرائمری کا امتحان پاس کرنے کی سند ہی کافی خیال کی جاتی تھی۔ اس کے کچھ مدت بعد معقول تعداد میں ایک

یورپین سول سروس مصر اور سوڈان کے لئے منظم کی گئی جو از روے صفات اعلیٰ درجہ کی تھی +

مصر کے انتظامی معاملات کی حالت میں بہت سی باتیں اس قسم کی پائی جاتی ہیں جن سے کسی مقروض ہندی ریاست کی نظیر پیش نظر ہو جاتی ہے۔جس کا انتظام کورٹ آف وارڈس کی حیثیت میں گورنمنٹ نے اپنے ذمہ لے لیا ہو۔ مالک اپنی ریاست کو قرضخواہوں سے بچانے کے لئے کورٹ کی امداد طلب کرتا ہے۔ اس کے بعد زمین۔ آسامی اور رہائو چیزیں اراضی دار کی ہوتی ہیں لیکن انتظامی ہاتھ ایک اجنبی کا ہوتا ہے۔ اس کی موجودگی کو ناپسند کرنے کے باعث وہ ضروریات اور مجبوریاں بہت جلد ذہن سے اُتر جاتی ہیں جن کے باعث گورنمنٹ کی مداخلت چاہی گئی تھی۔ مقامی خیالات ان لوگوں کے اندر بھی جنہیں مالک ریاست فطرتاً دبا تا رہتا تھا اب اس کی طرف سے ویسی دشمنی کا یقین رہتا جیسا اس کے عہد انتظام میں ہوا کرتا تھا۔ اجنٹان ماتحت جن کے ذریعہ کورٹ کام چلاتی ہے مقروض کے پُرانے نوکر یا رشتہ دار ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کی ہدایات ان ہی کو سمجھانی چاہئیں کیونکہ ان ہی کا اسامیوں سے بالواسطہ تعلق پڑتا ہے۔ ایجنٹ اور کاشتکار دونوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ نئی باتوں کو ناپسند کیا جاتا ہے اور پُرانی بدعملیوں کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ منتظم ہمیشہ کسی مقامی خیال۔ پُرانے رواج۔ قدیم استحقاق یا نامناسب رعایت کے خلاف چلتا ہے۔ ہمدردانہ نصیحت بھی کی جائے تو اسے اس وجہ سے ناپسند کیا جاتا ہے کہ وہ ایک غیر کی طرف سے آتی ہے۔ اصلاحات میں چونکہ تبدیلی ایک لازم جزو ہوتا ہے اس لئے وہ لوگ بھی جو ان سے فایدہ حاصل کرتے ہیں انہیں بہ نظر اشتباہ دیکھتے ہیں۔ ہرچند کہ پرانے ڈھیلے ڈھالے طریق کی بجائے باقاعدہ اور سلیقہ مروج ہو جاتا ہے تاہم اس کام کے لئے جو محنت درکار ہے وہ کثیر التعداد اس قسم کے لوگوں کو شاق گذرتی ہے جو اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ اصلاحات اور بچت کا کام اراضی دار کے فایدہ کیلئے کیا جاتا ہے

لیکن نیا منتظم جتنا زیادہ کامیاب ہوا اسیقدر شپرا نے آقا کے لئے کم جگہ نظر آتی ہے۔ ہر چند کہ اس کے قرضے اتار دیئے جا چکے ہیں اور وہ با آسایش رہتا ہے تاہم اس کے اختیارات کے بے جا استعمال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نیز وہ آزادی بھی مفقود ہو جاتی ہے جس سے کام لیکر وہ تباہ ہوا تھا۔ جوں جوں نیا انتظام پایدار ہوتا ہے اس کی اسامیوں کی گرفت ڈھیلی پڑجاتی ہے اور جب اس کی جایداد ترقی کر کے ایک خاصی ریاست کی صورت اختیار کر رہی ہوتی ہے خود اس کا اثر اور لحاظ دور ہوتا جا رہا ہوتا ہے +

مصر میں اصلاحات کا جو کام کیا گیا اس میں مصر کے یورپینوں سے چنداں امداد کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ بہت سے تو علانیہ مخالفت کر رہے تھے لیکن کثیر التعداد لوگ ایسے تھے کہ وہ اپنی بہترین حالت میں سرد مہری اور نکتہ چینی کا اظہار کرتے تھے۔ یونانی اور اٹالوی لوگ دوستانہ برتاؤ کرتے تھے لیکن ان بے چاروں کا قاہرہ کی عام رائے پر چنداں اثر نہ پڑ سکتا تھا۔ لیوانٹ کی طرح مصر میں بھی یورپینوں کی تربیت دوران معاملات میں ہوتی ہے۔ ان کا خاص کام دولت جمع کرنا ہوتا ہے اور اسی میں وہ زیادہ تر محو رہتے ہیں اُن کی تفریحات اور کھیلیں وغیرہ ایک ضعیف کن آب و ہوا کی تفریحات کے مطابق ہوتی ہیں۔ ایسا شخص ہر چند کہ ایک غیر ملک میں رہتا ہوا ایک گھر کی مانند ہو جاتا ہے تاہم وہ سب سے بڑھ کر اپنی قومیت کی قدر کرتا ہے جو اس پر اپنی محافظت کا سایہ ڈالے رہتی ہے چونکہ وہ ملک کے لوگوں میں خاص خاص حقوق رکھتا ہوا زندگی بسر کرتا ہے اس لئے اسے نہ تو اُن کی ضروریات کا بار محسوس ہوتا ہے اور نہ وہ بد انتظامی کی تکالیف کو محسوس کرتا ہے۔ ہر چند کہ حرفتی کاموں میں مصروف ہوتا ہے تاہم وہ اس ملک کی حفاظت میں کچھ حصہ نہیں لیتا جس میں رہتا ہے وہ اس ملک کی عدالتوں اور اس کے اکثر ٹکسوں سے مستثنے ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اس کا اس کے معاملات کے انتظام میں کوئی

بالواسطہ حصہ نہیں ہوتا اور ان سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہوتی ہے جہاں
تک اُن کا اثر اس کی ذاتی یا مالی اغراض پر پڑتا ہے۔ مصر میں چونکہ اس قسم
کے غیر ملکی لوگ کثیر التعداد میں موجود اور طاقتور ہیں جو وہاں کے سارے
حقوق سے مستفید ہوتے ہوئے پبلک بار اور فرایض سے سر پھراتے ہیں
اس لئے وہاں کی انتظامی مشکلات بڑھ گئی ہیں۔ انگریزی جھنڈے کے
ماتحت برطانوی مدبروں کو ایسے لوگوں کے ساتھ مناسب سلوک کرنے
میں ذرا وقت پیش نہ آتی لیکن معاہدات کی وجہ سے انہیں یہاں تک
بے حساب اختیارات حاصل ہیں کہ کبھی کبھی وہ حد اختیار سے باہر نکل
جاتے ہیں۔ اور وہی مدبران کے متعلق کسی قسم کی کارروائی کرنے سے
عاجز رہ جاتے ہیں ؛

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور اولوالعزمی ترقی پکڑتی گئی مصر کے اندر ہمارے
ہموطنوں کی آبادی بڑھتی گئی اور اُن کی موجودگی سے انتظامی صیغہ کو
تقویت حاصل ہوئی۔ لیکن برطانوی اپنی قوم کی وفاداری اور پھرتی
کو اپنے ساتھ لاتا ہے تو اعتراض کرنے کی عادت کو بھی نہیں بھولتا۔ اپنے
ملک میں ہو یا غیر کے برطانیہ کا باشندہ بہر صورت ایک پکا شکوہ شکایات
کرنے والا آدمی ہوتا ہے۔ اور گو وہ حاصل شدہ فواید کا بہت کم شکریہ ادا
کرتا ہے تاہم جب اسکے دل میں کسی بات کی شکایت ہو تو وہ جھٹ پبلک
کے سامنے دل کی باتیں بیان کرنے لگتا ہے۔ مصری اور غیر ملکی فسادی
لوگ قدرتی طور پر اس وقت خوش ہوتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ بعض
آدمی "ایک مصری ناظر" "واقف کار" "قدیم مصری" یا اسی قسم کے اور فرضی
نام اختیار کر کے اپنے جوش کا اظہار کرنے کے لئے اُن کے ساتھ مل جاتے ہیں۔
لیکن ایسے لوگ شاذ و نادر اپنے آپ سے یہ سوال کرنے کی تکلیف گوارا
کرتے ہیں کہ آیا وہ طریقے جن کے ہم اپنے ملک میں عادی ہیں ان کا استعمال
ایک کم ہمدرد سوسائٹی میں کہاں تک موزوں ہو سکتا ہے بلکہ قابل تعریف

بے خبری کے ساتھ اپنی خدمات ان لوگوں کے لئے وقف کردیتے ہیں۔ جن کے ساتھ شریک ہو کر کام کرنے کا انہیں موقعہ ملے تو وہ فطرتاً اس سے محترز رہیں اور اگر انہیں ان کے مقاصد اختیار کر لینے کے لئے کہا جائے تو وہ سب سے پہلے اپنی ہمدردی واپس لے لیں ؀

یہ بات دیکھنے میں آچکی ہے کہ ہمارے ان ہموطنوں کی راہ میں جو خدیو معظم کی سلک ملازمت میں منسلک ہیں ایک اور مشکل یہ بھی حایل ہے کہ انہیں معاہدات کے بالواسطہ یا بلا واسطہ اثر کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کو واضح کرنے کے لیے ان معاہدات کے متعلق چند سطور لکھی جائیں۔ اقطاع سلطانی کے اندرونی معاہدات کی رو سے یورپینوں کو جو مراعات دی گئی ہیں وہ یورپ کے ایک خاص ملک کی صورت میں ۱۵۰۱ء سے چلی آتی ہیں۔ بحالیکہ انگلستان کے لئے وہی مراعات ۱۵۷۹ء سے منظور ہوئی ہیں۔ جن مراعات کا منشا یہ تھا کہ عیسائی (یا یورپین کیونکہ یہ دو نو الفاظ مترادف ہی خیال کئے جاتے ہیں) اقطاع سلطانی کے اندر بحالت حفظ و امن رہ سکیں کیونکہ اس زمانہ میں سلطان بھی ایک بڑا طاقتور یورپین فرمانروا خیال کیا جاتا تھا۔ کثیر التعداد مراعات سولھویں اور سترھویں صدی میں منظور ہوئی تھیں جب کہ مسلمان عیسائیوں کو ایک ادنے اجماعت کے لوگ خیال کیا کرتے تھے اور اس بارہ میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ گو اُن کی رہایش کو گوارا کر لیا جا سکتا ہے تاہم ضروری ہے کہ انہیں تجاروں اور ادنے حیثیت کے لوگوں ہی کے زمرہ میں شمار کیا جائے۔

لیکن اب وہ زمانہ باقی نہیں رہا۔ اور وہ مراعات جنھیں عیسائیوں کے لئے ذریعہ تحفظ خیال کیا جاتا تھا اور جن کی نسبت خیال تھا کہ بغیر ان کے ان پر مسلمانوں کا جبر و تشدد ہمیشہ قایم رہے گا۔ وہی مراعات جو حقارت آمیز طریقہ پر بطور مہربانی کے عیسائی تاجروں اور سیاحوں کو دی جاتی تھیں اب اس قلعہ کا سنگ بنیادی بن گئی ہیں جس کے اندر بیٹھ کر وہ عیسائی اب طاقت

کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جس نے زمانہ قدیم میں انہیں رعائتیں دی تھیں۔ زمانہ نے ان مراعات کو اب حقوق کی صورت دے دی ہے جن کی بنا پر انقطاع سلطانی کے یورپین اس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ ہم سے ایک منظور نظر جماعت کی طرح سلوک ہونا چاہئے۔ ترکوں نے ان پر جو مہربانی حقارت کے طور پر کی تھی اس کی بنا پر اب وہ اپنا اس بات کا استحقاق جتلاتے ہیں کہ مسلمانوں کی دیوانی اور فوجداری عدالتوں کو ہم پر کچھ اختیار و اقتدار نہیں۔ غرض آج کل یہ حالت ہے کہ ایک یورپین جہاں جاتا ہے وہ اپنے ہمراہ ایک "سلطنت کے اندر سلطنت" اور ایک قومی فوق الفطرتی ساتھ لے جاتا ہے جو اس کے گرد اس طرح موجود رہتی ہیں گویا وہ کوئی بادشاہ ہو +

معاہدات کی رو سے جو مراعات منظور کی گئی تھیں اب وہ مرور زمانہ سے بہت کچھ مفصل اور وسیع ہو چکی ہیں لیکن ابتدا میں ان کی شرائط حسب ذیل تھیں:۔

(۱) مسلمانوں کے علاقہ میں غیر ملکی لوگ صرف تجارت کر سکتے ہیں کسی قسم کا پیشہ اختیار نہیں کر سکتے اور نہ زمین کے مالک ہو سکتے ہیں +

(۲) انہیں ہر طرح پر مذہبی آزادی حاصل ہے +

(۳) مال و اسباب کے محصولات کے علاوہ ہر قسم کے نئے ٹیکس سے بری ہیں +

(۴) غیر ملکی لوگوں میں آپس کا جو جھگڑا ہو اس کے متعلق انہیں حق حاصل ہے کہ وہ اپنے سفیروں یا قنصلوں سے اس کا فیصلہ کر دالیں +

(۵) دیسی اور غیر ملکی لوگوں میں جو دیوانی مقدمات ہوں ان میں قنصلر درغمان یا ترجمان موجود رہ سکتا ہے +

(۶) غیر ملکی لوگ دیسیوں کے متعلق کسی جرم یا خطا کے مرتکب ہوں تو فریق جوابدہ کا جج اس کے ملک کا قنصل ہوگا دیسی عدالت کا حاکم نہیں +

(۷) غیر ملکی لوگوں کے گھروں کو محفوظ خیال کیا جائے گا۔ اشد ضرورت

کے وقت بھی افسران سرکاری کسی غیر ملکی باشندہ کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو سکیں گے جب تک اس کی اطلاع پہلے سے انھوں نے سفیر یا قنصل کو نہ دے رکھی ہو اور اس صورت میں بھی داخل ہوتے وقت وہ اہلکار موصوف کے نائب کو ہمراہ لے کر جائیں ٭

(۸) انہیں اوقاف کی نسبت ہر قسم کی آزادی ہوگی ٭

(۹) علاقہ عثمانی کے اندر سفیروں اور قنصلوں کو اس بات کی ممانعت ہے کہ وہ عثمانی رعایا کو اپنی حفاظت میں لے سکیں ٭

کئی صدیوں تک علاقہ سلطانی کے اندر یورپینوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور وہ رشوت ستانی۔ خوشامد اور گاہ بگاہ دھمکی کے ذریعہ کافی تحفظ اور آرام کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ بھاپ کے رائج ہونے کی مدد سے ترکوں اور غیر ملکی لوگوں کا اختلاط بڑھ گیا اور ۵۶-۱۸۵۴ء میں جنگ کریمیا کے بعد ان کے تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے۔ لیکن ان تجارتی اور شخصی تعلقات کی ترقی کے ساتھ ساتھ جہاں مختلف دول نے اپنی اور ترکی رعایا میں اصلاح انصاف کا انتظام کیا وہاں سارے یورپین اس بات پر متفق ہو کر اصرار کرنے لگے کہ ترکی عدالتوں کا ہم پر بالکل کسی قسم کا اختیار ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں تک ترکی کارروائی یا داخلہ کا تعلق تھا ہر غیر ملکی شخص کا گھر اس کا قلعہ بن گیا اور جب تک اس کے تعلقات اپنے قنصل کے ساتھ اچھی حالت میں رہتے وہ ساری ترکی سلطنت کی متفقہ طاقت کا مقابلہ کر سکتا تھا ٭

مصر کے اندر جہاں تک دیوانی مقدمات کا تعلق تھا ۱۸۷۶ء میں پرانی قنصلر عدالتوں کے بجائے مشترکہ عدالتیں قایم ہو چکی تھیں۔ قنصلوں کے فرائض دوگونہ تھے یعنی کچھ تو ججوں کے اور کچھ پولیٹکل افسروں کے۔ مصر میں ۱۷ قنصل خانے قایم تھے اور یورپینوں کے دیوانی مقدمات کے انفصال سے بڑھ کر یورپینوں اور دیسیوں کے ایسے مقدمات کے فیصلوں کے متعلق بہت کچھ چرچا پھیلا ہوا تھا۔ مشترکہ عدالتوں کو فوجداری اختیارات حاصل تھے۔ یورپینوں کے فوجداری

مقدمات کے انفصال کا اب تک یہ عالم ہے کہ ملزم جس قومیت سے تعلق رکھتا ہو اسی کی قنصلر عدالت میں اس کا مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ سوائے خاص خاص حالتوں کے مثلاً اس وقت جب کہ قتل کا واقعہ یا چوری ہو رہی ہو۔ مصری پولیس کو اس بات کا اختیار حاصل نہیں کہ قنصلر ڈیلیگیٹ کی موجودگی کے بغیر وہ کسی غیر ملکی آدمی کے مکان میں داخل ہو سکے۔ ملزم کی گرفتاری کے بعد اس کا قنصل اس کے ساتھ اپنے ملک کے قوانین کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ چھوٹے درجے کے جرایم میں قنصل کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ خود مقدمہ چلا کر ملزم کو سزا دیدے۔ جس کے بعد ملزم کے علاقہ رہایش کی عدالت میں اپیل ہو سکتی ہے لیکن زیادہ سنگین جرایم کی صورت میں قنصل صرف یہ کرتا ہے کہ شہادت کو معہ ملزم کے یورپ کی (اپنے ملک کی) کسی عدالت میں بھیج دیتا ہے۔ مگر برطانیہ کی قنصلر عدالت کو پورے اختیارات حاصل ہیں ؞

انتظام پولیس و فوجداری میں اس طریق کی برائیاں بلاشبہ لاانتہا ہیں اگر قنصل مشکلات حایل کرنا چاہے تو پولیس قمار خانوں۔ کوٹھی خانوں اور مکانات میں بھی داخل نہیں ہو سکتی جہاں لوگوں کو دغابازی سے لوٹا جاتا ہو۔ پولیس کے کاموں میں سب سے بڑی ضرورت پھرتی کی ہوتی ہے۔ مگر یہی اس جگہ سخت کمزور کی گئی ہے۔ قنصلر عدالتوں میں جو تاخیر واقع ہوتی ہے اور جب ملزم کو مصر سے نکال کر یورپ میں لے جاتے ہیں تو وہاں اس کے مقدمہ کے حکم سزا کا غیر یقینی ان سب باتوں کا یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ باقی یورپینوں کو اس کی مثال سے بالکل عبرت نہیں ہوتی ؞

ممکن ہے ٹرکی میں مراعات اس لئے ضروری سمجھی جائیں کہ وہاں اسلامی اہلکار اسلامی قانون سے کام لیکر مقدمات فیصل کرتے ہیں لیکن مصر میں جہاں انگریزوں کے اقتدار کے ماتحت مہذب طریق قانون مروج ہیں یہ مراعات سخت مشکلات کا باعث ثابت ہوتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ سونے کی کانوں کی دلفریبی کے باعث بہت سے یورپین مصر میں جمع ہو جائیں تو

اس وقت تک انتظام اور امن و امان برقرار رکھنا مشکل ہی نہیں بلکہ نا ممکن ہوگا جب تک کہ ان مراعات میں ترمیم۔ تنسیخ وغیرہ نہ کی جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو مصری عدالتوں پر اعتماد ہو اور اس غرض کے لئے انہیں تقویت دینا ایک نہایت ضروری معاملہ ہے ✽

اٹھارھویں فصل

معاملات کی پرانی صورت تبدیل ہوتی ہے ۔ توفیق پاشا کی وفات اس کا جانشین ۔ توفیق کی خصوصیات ۔ اس کی مضبوط قوت فیصلہ اپنی حیثیت کے متعلق اس کا اندازہ ۔ عباس حلمی ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۵ء تک مصریوں میں اہل برطانیہ کی طرف سے ناراضگی ۔ لارڈ روزبری کی مراسلت مورخہ ۱۶ ۔ فروری ۱۸۹۳ء موجودہ حالت پر نکتہ چینی ۔ آسوان کا بند اور ذخیرہ آب بنانے کا ٹھیکہ ۔ لاگت مصر کا منافع ۔ اسیوط اور زفتہ کے بند ۔ ان کا مدعا ✽

جب سے ۱۸۸۹ء میں درویشوں کی مہم پسپا ہوئی تھی اور اس کے لیڈر کا انتقال ہو گیا تھا قاہرہ کی نشست خاص خالی پڑی تھی ۔ توفیق پاشا خدیو مصر کا ۷ جنوری ۱۸۹۲ء کو یکایک انتقال ہو گیا تھا اور اس کا جانشیں اس کا سب سے بڑا بیٹا پرنس عباس حلمی ہو چکا تھا ۔ تجربے نے بہت جلد یہ بات ثابت کر دی کہ اس سے مصر کو کتنا عظیم نقصان پہنچا تھا ۔ توفیق پاشا نے مصیبت کے مکتب میں سبق حاصل کیا تھا ۔ اس کا باپ اسے بنظر حقارت دیکھتا اور اس سے نفرت کرتا تھا ۔ لوگ معزولی کی دھمکی دیتے تھے آخر غیر ملکی لوگوں کی سنگینوں نے اسے تخت پر بحال کیا تھا اور اس کا

دائرہ اختیار نہایت ہی محدود تھا ان حالتوں میں اس کی زندگی کی کوئی بات قابل رشک معلوم نہ ہوتی تھی۔ لیکن اس نے چونکہ اپنی مشکلات کا مقابلہ لاپروائی کے ساتھ کیا تھا اس لئے ان کی نصف تلخی دور ہو چکی تھی غالباً اکثر مسلمانوں کی طرح قایل تقدیر ہونے پر بھی وہ اپنی موجودہ اور آیندہ حالتوں کے متعلق اطمینان قلبی اور استقلال ذہنی رکھتا تھا۔ اسکے عادات و اطوار کا تذکرہ قبل ازیں انہیں صفحات میں کیا جا چکا ہے اور جو حالت اس کی ۱۸۸۳ء میں تھی زیادہ تر وہی ۱۸۹۱ء تک رہی۔ لیکن اب اس میں وسیع النظری پیدا ہو چکی تھی اس کی خود اعتمادی تقویت حاصل کر چکی تھی جس کا باعث وہ حصہ تھا جو وہ پبلک امور میں لیتا رہا تھا۔ انگریزی عملداری سے متعلق اس کی روش ہمیشہ صحیح رہی اور اپنی قوم کے افراد کے ساتھ بھی اس کے تعلقات اکثر دوستانہ ہی رہے۔ اہل مشرق کا جیسا کہ عام خاصہ ہے اس کے اندر بھی ڈانواڈول ہونے کی عادت کسی حد تک موجود تھی جسے ممکن ہے اس کی خاص حالت نے ترقی دی ہو۔ لیکن جب کبھی اسے وسیع نتایج رکھنے والے معاملات کا فیصلہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی یا مشکلات پیش آئیں تو اس نے تیزی سے صحیح نتیجہ معلوم کر لیا۔ اس نے اپنے اعلیٰ عہدہ کے اعزاز کو خوب برقرار رکھا چنانچہ جس روز سکندریہ پر گولہ باری کی گئی ہے شام کے وقت اسے ایک انگریزی جنگی جہاز پر پناہ گزین ہونے کے لئے کہا گیا اس نے اس درخواست کا بلا تامل یہ جواب دیا کہ "اگر میں ایک مرتبہ اس جنگی جہاز پر پناہ گزین ہو گیا جس کی توپوں کا رخ میرے ہی ملک کے قلعوں کی طرف ہے تو میں دوبارہ اہل مصر کو اپنا منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔" اس طرح پر وہ صرف چند ایک غدار سپاہیوں کے زیر حفاظت رملیہ کو جو نواحات سکندریہ میں واقع ہے لوٹ گیا گو اس جگہ لوگوں نے اسے الوداع کہا ان میں سے کسی کو اس بات کی توقع نہ تھی کہ اسے واپسی کی اجازت دیجائے گی ✦

یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ توفیق پاشا اور ہر مجسٹی ملکہ وکٹوریہ کے قایم مقام معینہ مصر میں جو خوشگوار تعلقات قایم تھے وہ عباس حلمی کے دوران حکومت میں برقرار نہ رہ سکے۔ توفیق پاشا آگ کے اندر سے گذر چکا تھا اور ۱۸۸۲ء کی یاد اس کی روح شعلہ زن تھی۔ وہ باغی مصر کے روبرو کھڑا رہ چکا تھا اور جب اس نے اپنی حکومت کو محفوظ اور اپنے خاندان کو بحال پایا تو اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کو فراموش نہ کیا کہ یہ سب کچھ برطانیہ کلاں کی مہربانیوں کے طفیل ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے سپاہی درویشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اگر عہدہ خدیویہ کو برطانیہ کلاں کا سہارا حاصل ہے تو سارا مصر اس لحاظ سے اسی طاقت کا ممنون احسان ہے کہ اس نے اُسے خلافت کی مصیبتوں سے نجات دلائی۔

عباس حلمی پاشا کی تعلیم زیادہ تر اپنے ملک سے باہر ہی ہوئی تھی۔ اور اگر وہ اس حیثیت کے متعلق جس میں اس نے اپنا پارٹ ادا کرنا تھا یا اس سہارے کے متعلق جو اسے اپنی رعایا سے حاصل ہو سکتا تھا خاص خاص تصورات ذہنی ہمراہ لے کر واپس آیا تو یہ بات اس کی ابتدائی ناعاقبت بینی پر دلالت کرتی ہے کہ اسے ان دونوں میں سے کسی کے متعلق بھی زیادہ واقفیت نہ تھی۔ ۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۴ء کے افسوسناک واقعات کو دوہرانے سے کچھ زیادہ فایدہ حاصل نہیں تاہم ان کا جو بُرا اثر انگریزی اہلکاروں اور خدیوی رعایا کے تعلقات پر پڑا اسے بالکل ہی قلم انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فی الحقیقت ۶ سال کے عرصہ تک یعنی ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۹ء تک مصر کے اندر بہت کچھ بے چینی موجود رہی۔ ایک مصری نے جو عوام الناس کے خیالات سے واقف تھا ایک انگریز سے جو فساد کے بعد دوبارہ مصر میں گیا تھا یہ بات کہی تھی "وہ جو حال عربی پاشا کے زمانہ میں تھا وہی اب ہے"۔

خدیو عباس کے تخت نشین ہوتے ہی ہر جگہ انتظام ملکی میں غیر ملکی عنصر

کے ساتھ عناد اور غیر ملکی لوگوں اور قواعد کے ساتھ مخالفت کا اظہار شروع ہو گیا۔ محل سے جو حرارت خارج ہوتی تھی وہ ہر طبقہ کے سرکاری ملازموں میں منعکس ہو رہی تھی۔ پاشا اسی کی شعاعوں میں گرمی حاصل کرتے تھے آفندی کی غلاملمانہ فطرت اسی کے بس کی ہو چکی تھی اور فلاح جو اس کی جھیلنے والی طاقت سے بخوبی واقف تھا اللہ کے پاس اس سے پناہ گزین ہو چکا تھا۔ ملک جابجا اس قسم کے حصوں پر منقسم ہو چکا تھا جن میں کسی خاص فریق کی زیادتی بدرجہ غایت پائی جاتی تھی۔ بدامنی کا یہ احساس یہاں تک بڑھ گیا کہ انگریزی قلعہ بند فوج کو کمک بھیجنی پڑی۔ مصر کے اندر جو غیر قانع غیر ملکی لوگ تھے ان کے لیئے یہ نہایت عمدہ موقعہ تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اس بدامنی سے خوب ہی فایدہ اٹھایا۔ سرکاری مدارس کی انگریزی جماعتوں کی رفتہ رفتہ یہ حالت ہوئی کہ کوئی بھی ان میں نہ جاتا تھا۔ اور طالب علم فرانسیسی معلموں کی میزوں کے گرد جمع رہا کرتے تھے۔ لیکن خلیفہ کی ناکامی اور عمدرمان کے مشترکہ قبضہ کے بعد فساد کی یہ علامات یکایک دور ہو گئیں۔ عمدرمان نے قاہرہ کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ "جو حال آج میرا ہے وہی کل تمہارا ہونے والا ہے" جس سے ان لوگوں نے جن کے متعلق یہ پیغام تھا مناسب فایدہ حاصل کیا۔

۱۸۹۸ء کے بعد معاملات اپنے اصلی رنگ پر آگئے ہیں اور اگر موجودہ خدیو اپنے والد کے نقش قدم پر نہ چلیں تو اُن کی روش میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں۔ کچھ مدت سے عباس حلمی ایک سے زیادہ موقعوں پر برطانیہ کلاں کے معزز مہمان رہ چکے ہیں جہاں سے وہ اپنے ساتھ گرمجوشانہ استقبال کی یاد اور اس کے پیچھے جو طاقت مخفی ہے اس کا کافی اثر اپنے ساتھ لائے ہوں گے۔ انہیں جو طاقت اپنے دادا سے ورثہ میں ملی ہے وہ ان کے شخصی معاملات کے انتظام میں خصوصیت سے پائی جاتی ہے۔

لارڈ روزبری نے اپنے ۱۶۔ فروری ۱۸۹۳ء کے قابل ذکر مراسلہ میں

ان واقعات کا ذکر کرنے کے بعد جن کا دوہرانا اب غیر ضروری معلوم ہوتا ہے اس آخری پاروں میں ان اصولوں کو قایم کیا تھا جن کے مطابق مصر میں انگریزوں کی پالیسی پر عمل ہوتا ہے نیز ان بنا کا ذکر کیا تھا جن پر انگریزی فوجوں کے ذریعہ اس ملک کا فوجی قبضہ قایم رکھا ہوا ہے۔ صاحب موصوف نے لکھا تھا:۔

"اگر مزید مشکلات پیدا ہوں تو یہ سوال پیش کیا جا سکتا ہے آیا انگریزی قبضہ کی حالتیں بدل چکی ہیں اور آیا تبدیل شدہ حالات میں پالیسی کے اندر بھی ویسی ہی ترمیم کرنی ضروری ہے یا نہیں؟ آیا باشندگان کا ایک اہم حصہ کی ظاہری مخالفت کے باوجود قبضہ برقرار رکھنا چاہیئے یا کیا یہ اس سے بہتر ہوگا کہ قبضہ سے دست برداری اختیار کی جائے؟"

"لیکن بعض ضروری باتیں اس خیال کی مخالفت کرتی ہیں اولاً مصر میں جو بہت بڑی یورپین جماعت موجود ہے ان کے اہم اغراض اور ان کے امن کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ ثانیاً یہ بات کسی طرح پر واضح نہیں ہوتی کہ ملک کی دیسی آبادی کا حقیقی احساس دوستانہ یا ممنونانہ نہیں ہے گو یہ بات ضرور مشکل ہے کہ اس احساس کا اظہار عام یا فیصلہ کن طریق پر کروایا جا سکے۔ یہ نہایت نامناسب اور نادرست ہوگا کہ اس ملک کی پالیسی میں جو دوامی اہمیت کے لحاظ سے قایم شدہ ہے فوری شخصی جوش یا خاص خاص جماعتوں کی عارضی تحریک کے باعث ترمیم کی جائے ثالثاً یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے جس کام کو علانیہ طور پر یورپ اور تہذیب کے عام اغراض کو مدنظر رکھ کر اپنے ذمہ لیا تھا اس سے نرمی کے ساتھ مشکلات کے پہلے ہی نمودار ہونے پر دست بردار ہو جائیں اور اس بارہ میں ہم نے جو دہ سالہ کامیاب کوشش کی ہے اس کے نتایج کو

بالکل نظر انداز کر دیں۔ رابعاً جب ایسی حالتوں میں انگریزی فوجوں کو ہٹا لیا گیا تو پھر وہی انتظام کا ناقص اور خراب طریق مروج ہو جائے گا اور ملک میں اس قسم کا اضطراب پھیل جائے گا کہ اس سے بھی زیادہ مشکل حالتوں میں از سر نو مداخلت کرنی پڑیگی گو سردست اس بات پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس وقت وہ مداخلت کس قسم کی ہوگی +

"ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سردست صرف ایک ہی طریق قابل عمل ہے اور وہ یہ کہ ہم انتظام کے اس ڈھانچے کو برقرار رکھیں جو ہمارے زیر نگرانی تیار ہو چکا ہے اور بغیر بے صبری کے بلا مداخلت ایسے انتظامی اور عدالتی طریق کی تیاری کے عمل کو جاری رکھیں جس سے مصر کی آیندہ بہبودی کی ایک معتبر ضمانت ہاتھ آسکے +

"ممکن ہے اس قسم کی حالتیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے پیش آجائیں جن کے باعث اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ حکومت اعلیٰ اور دول یورپ کے ساتھ دوبارہ مشورہ کیا جائے اس صورت میں جن تجاویز کو پیش کرنا ضروری ہوگا ان پر سردست بحث کرنا چنداں مفید مطلب نہیں ہو سکتا نہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم نتایج کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں تاہم اتنی بات یقینی ہے کہ مصر کو کسی بھی حالت میں یورپ کے اقتدار سے باہر نکلنے نہ دیا جائے گا اور ممکن ہے کہ یہ اقتدار اسوقت حالت موجودہ کی نسبت زیادہ سخت اور ناگوار صورت اختیار کرے"+

اس بات کا خیال کرنا بعید از امید ہوگا کہ ٹرکی کے ایک اسلامی علاقہ میں ایک عیسائی طاقت کا اثر اعلےٰ بنظر قبولیت دیکھا جائے گا:

لیکن جو لوگ قاہرہ کے اندر اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہیں انہیں یہ بات یاد ہو گی کہ اگر آج برطانیہ کلاں کا اقتدار مصر میں اعلیٰ ہے تو اس ذمہ واری میں وہاں کے خدیو اور پاشا بھی شریک ہیں۔ ملکی انتظام میں غیر ملکی عنصر داخل ہونے کی بہت بڑی وجوہ حسب ذیل تھیں:۔ حقدار جماعتوں کا اپنے فرایض کی طرف سے عادتاً غفلت برتنا۔ اپنے سابق آقا کی غلامی کی حد تک پہنچنے والی تابعداری کرنا۔ اپنے اختیارات کو ہمیشہ ناجائز مصرف میں لانا۔ عوام کے دعاوی کو بالکل نظرانداز کئے رکھنا۔ اسمعیل پاشا کی فضول خرچیاں اور عربی پاشا کی بغاوت وغیرہ۔ اس کے علاوہ غیر ملکی مداخلت اس وقت نہیں ہوئی تھی جب تک کہ مصری رعایا نے ترکی حکومت کے شیرازہ کو بالکل منتشر نہ کر دیا تھا۔ آخر کار جب مداخلت اٹل معلوم ہونے لگی اس وقت بھی وہ خدیو اور اس کے ترکوں کے حق میں کی گئی تھی۔ اگر اس وقت وہ مداخلت نہ ہوتی تو خدیو اور اس کے ہموطن دونوں نکال کر باہر پھینکے جا چکے ہوتے۔ اس میں کلام نہیں کہ معاملات کی موجودہ صورت بہت کچھ بے ضابطہ ہے۔ اس کے قیام کا دارومدار بہت بڑی حد تک ان لوگوں کے باخبر رہنے پر ہے جن کا اس معاملہ سے تعلق ہے لیکن خدیو عباس حلمی کے تخت نشین ہونے کے وقت سے دو خاص باتیں اس قسم کی پیدا ہو گئی ہیں، جن کی بدولت معاملات کی اس صورت میں جو اس کے باپ کے عہد میں تھی ترمیم ہو گئی ہے۔ سوڈان پر انگریزی جھنڈے کے ساتھ ساتھ مصری جھنڈا بھی لہراتا ہے اور فرانس کی تقلید کرتے ہوئے سارے یورپ نے مصر کے اندر برطانیہ کلاں کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر لیا ہے۔ اول الذکر امر کی اہمیت تو نمایاں ہے۔ امر ثانی کے متعلق یہ کہ ۸۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے عہدنامہ کی پہلی شرط اس امر کی ہے کہ گو برطانیہ کلاں کا ارادہ مصر کی سیاسی حالت میں تبدیلی کرنے کا نہیں، تاہم جمہور فرانس کی سلطنت اپنی طرف سے اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ وہ برطانیہ

کلاں کے کانوں میں یہ کہہ کر مداخلت نہ کرے گی کہ انگریزی قبضہ مصر کی میعاد مقرر کی جائے۔ اور نہ کسی اور طرح پر رکاوٹیں پیدا کرے گی +

معلوم نہیں اس بارہ میں ڈبونالڈ نے کا ارادہ کیا ہے تاہم اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مصر کے اوپر اقتدار کلی کے ایام گذر چکے ہیں۔ یہ کبھی ممکن نہیں کہ اسمعیل کی طرح کسی اور خدیو کو بے روک اختیارات دے دئے جائیں۔ ساتھ ہی یہ امر بھی یقینی ہے کہ آبشار اول اور سکندریہ کے درمیان جو بے شمار یورپین اقوام کے لوگ آباد ہیں ان پر کبھی کوئی ترکی یا مصری حکومت محدود یا غیر محدود بلا امداد غیرے قایم نہیں رہ سکتی مصر میں نہ کوئی دیسی فوجوں کا ایسا مجموعہ ہے جو اس ملک کے حدود کے اندر یورپین جتھے کے اثر اور تحریک کا مقابلہ کر سکے جسے مشترکہ عدالتوں اور قنصلر اختیارات کی امداد حاصل ہے۔ ملک اس قدر یورپین ڈھنگ کا بن چکا ہے کہ اس پر یورپین امداد کے بغیر حکومت نہیں ہو سکتی۔ اس بات میں سارے یورپ کا فایدہ ہے کہ مصر میں امن اور خوشحالی ہو ۱۸۷۹ء یا ۱۸۸۲ء کے واقعات کا دوہرایا جانا اب گوارا نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ترک اس ملک پر اس کی موجودہ صنعتی اور تمدنی ترقی کے زمانہ میں کامیابی سے انتظام نہیں کر سکتا اس لئے وہ اب ان لوگوں کے ساتھ جو اس کی رہبری کرتے ہیں ملکر انتظامی امور میں دخل دیتا ہے۔ جہاں تک اب ملک کی حدود میں امن برقرار اور سرحد کے فسادی عناصر کو قابو میں رکھنے میں مصری ترک کے لئے اب ہی سمجھ لینا مناسب ہے کہ مصری اور یورپین اغراض اس کی اپنی اغراض سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ انتظام کے درہم برہم ہونے سے کس کو فایدہ پہنچ سکتا ہے بہر نوع یہ امر یقینی ہے کہ اسے سب سے پہلے نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ لیکن خوش قسمتی سے موجودہ حالت گو پورے طور پر اطمینان بخش ہموار نہیں تاہم فریقین میں سے کسی کا بھی اس میں فایدہ نظر نہیں

آتا کہ فساد پیدا کیا جائے ۔

لارڈ کرومر ۱۸۹۵ء کی سالانہ رپورٹ کے اخیر میں لکھتے ہیں :-

"بحالت موجودہ مصر کو جس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور ایک عرصہ دراز تک ضرورت رہے گی وہ ایک دیانت دارانہ۔ منصفانہ اور با انتظام ایڈمنسٹریشن ہے نیز اس بات کی کہ اس لفظ کے وسیع ترین معنوں میں قانون کا اقتدار سب سے اعلیٰ رہے اور یہ بات ایسی مضبوط بنا پر قایم ہو کہ اب سے بیس سال اس طرف شخصی حکومت کی جو صورت بہت سے بلاد شرقیہ کی طرح اس ملک کی بھی تباہی لانے کے قریب پہنچ چکی تھی وہ دوبارہ نمودار نہ ہو۔ اس بات کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ کسی آیندہ زمانہ میں مصر کا مسئلہ انتظامی مرحلہ سے ترقی کر کے سیاسی مرحلے تک پہنچ جائے اور وہ وقت آجائے جب کہ گورنمنٹ کے طریق پر بحث کرنا تمام متعلقہ فریقوں کے لئے مفید ثابت ہو لیکن بحالت موجودہ وہ وقت ابھی دور نظر آتا ہے" ۔

۱۸۹۶ء کا سال تاریخ مصر میں بے حد اہمیت رکھنے والا تھا۔ اسی سال بند آسوان کے فیصلہ کی پختگی عمل میں آئی جس کی بدولت مصر کی دولت اس قدر بڑھنی تھی۔ اور اسی سال انگریزی مصری افواج نے جنوب کی طرف وہ طویل کوچ شروع کیا جو مارچ ۱۸۹۶ء میں قاہرہ سے شروع ہو کر بالآخر ستمبر ۱۸۹۸ء میں بمقام عمدرمان ختم ہوا ۔

۱۸۹۶ء میں یہ بات ضروریات اولے میں شمار ہونے لگ گئی تھی کہ دریائے نیل کے ہمرسانی آب میں اضافہ کیا جائے ۔ دریائے نیل کی موجودہ ہمرسانی سے جو کچھ کیا جا سکتا تھا وہ قریب قریب سب کیا جاچکا تھا۔ اس وقت یہ پانی زمین مزروعہ کے لئے بالکل ناکافی تھا۔

اور اگر اس کی بہم رسانی کو ترقی نہ دی جاتی تو ظاہر تھا کہ جدید مزروعہ زمینوں کو بالکل ہی پانی نہ ملے گا جس سے یقیناً ملک کی خوشحالی میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ وسطی مصر میں اسیوط سے قاہرہ تک یہ تجویز ضروری خیال کی گئی کہ طریق باسن کو دائمی آبپاشی کے طریق میں بدلا جائے۔ مسٹر ولکاکس نے آسوان میں جو ۱۸۹۳ء میں ایک بین الاقوامی کمیشن کے حوالہ کیا جا چکا تھا ایک وسیع ذخیرہ آب اور بند بنانے کی جو تجویز کی تھی اسے کسی قدر ترمیم کے ساتھ منظور کر لیا گیا اور ۲۰ فروری ۱۸۹۸ء کو مصری گورنمنٹ اور مسرز ایرڈ میں ایک ٹھیکہ اس امر کا طے ہو گیا کہ آخر الذکر عرصہ ۵ سال میں یکم جولائی ۱۸۹۸ء سے شروع کر کے کام ختم کر دیں۔ مصری گورنمنٹ نے یہ منظور کر لیا کہ یکم جولائی ۱۹۰۳ء سے عرصہ ۳۰ سال تک ۷۸۶۷۷ پونڈ ششماہی ادا ہوتے رہیں گے۔ اگر مصری گورنمنٹ کا ہاتھ مالی اعتبار سے زیادہ کھلا ہوتا اور بین الاقوامی قرضوں کی رکاوٹ حایل نہ ہوتی تو بھی کام اس سے ارزاں تیار ہو سکتا تھا۔

اس ذخیرہ آب سے پانی کی زیادہ بہم رسانی حاصل کر کے اسے بہتر طریق پر تقسیم کرنے کے لئے اسیوط واقع بالائی مصر اور زفتہ واقع ڈلٹا میں بندوں کا کام بھی شروع کیا گیا۔ ان تینوں کاموں اور نیز اُن کاموں کی جو ان پر انحصار رکھتے ہیں لاگت کا اندازہ کرنیل سر ہنری براؤن آر۔ ای نے اس مضمون میں کیا تھا جو ۱۹۰۵ء میں بین الاقوامی انجینرنگ کانگرس کے روبرو پڑھا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکمیل کے وقت ان کی لاگت علی الترتیب حسب ذیل ہوئی تھی:۔

نام کام	پونڈ
بند آسوان و ذخیرہ آب	۲۵۰۰۰۰۰
بند اسیوط اور کارہائے متعلقہ	۱۰۰۰۰۰۰
زفتہ	۵۰۰۰۰۰

نام کام	پونڈ
وسطی مصر میں ۴۵۱۰۰۰ ایکڑ زمین کے اندر طریق باسن کو تبدیل کر کے دوامی طریق آبپاشی کی ترویج	۳۰۰۰۰۰
میزان کل	۷۰۰۰۰۰

۱۸۹۷ء میں سر ولیم گارسٹن نے اندازہ کیا تھا کہ بند اور ذخیرۂ آب کی تکمیل کے بعد ملک کی دولت میں جو آخری سالانہ اضافہ ہوگا وہ ۲۶۰۸۰۰۰ پونڈ ہوگا اور سرکار کو اس کا براہ راست سالانہ نفع ۳۷۸۴۰۰ پونڈ اراضی بازیافت کی فروخت سے دس لاکھ کی جو رقم حاصل ہوئی تھی اور محصول کسٹم میں اضافہ ہونے اور سرکاری ریلوں پر آمد و رفت بڑھنے سے جو اضافہ ہونے تھے وہ اس سے علیحدہ تھے۔

اسیوط اور زفتہ کے بندوں میں پانی جمع نہیں رہتا بلکہ دریا کے مصنوعی لیول کے ذریعے اس طرح تقسیم ہو جاتا ہے کہ اس کی بدولت نہریں چلتی ہیں۔ ڈیزاین کے لحاظ سے یہ بند قاہرہ کے نیچے والے بند سے مشابہ ہے لیکن اسیوط کا بند سارے دریا اور زفتہ کا بند صرف شاخ ہائے ڈلٹا پر بنا ہوا ہے۔ اسیوط بند کے ذریعہ نہر ابراہیمیہ میں پانی جاتا ہے جو وسط مصر کی فصل نیشکر و کپاس کی آبیاری کرتی ہے۔ شاخ ڈیمیٹہ کا بند زفتہ انہار شرقی ڈلٹا میں پانی پہنچا کر جنوبی مصر میں پانی تقسیم کرتا ہے۔ ان نہروں میں سے بعض ایک سو سے زیادہ میل لمبی ہیں اور بند قاہرہ اور سمندر کے درمیان واقع ہیں۔

انیسویں فصل

خلیفہ کے ماتحت سوڈان کی حالت۔ اس کی طاقت کا بتدریج زوال پذیر ہونا۔ ٹوکر پر دوبارہ قبضہ۔ بگار۔ فادر اوہر والڈر اور رڈولف سلاٹین کی کھاٹیاں۔ قبائل کا حمزا عبد اللہ۔ مصری فوج کی قابلیت۔ ڈنگولا کی مہم۔ بربر پر قبضہ۔ جنگ عمدرمان۔ خلیفہ کی موت۔ زبیر کا ریٹائر ہونا۔ قیس کی روش۔ بین الاقوامی کا انجام:

خوشحالی کی ان توقعات سے اب ہم عمدرمان کے بھیانک نظاروں اور جنوبی سرحد سے پرے کی آخری کشمکش کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ معاملہ سوڈان کی دلچسپی ابھی باقی ہے اور ایک لمحہ بھر کے لئے خاص اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ وسط افریقہ کا بڑا علاقہ پھر آگے کو بڑھتا ہے اور اس کا دیو صورت سایہ سارے نظارہ پر پڑتا ہے +

ایک طرف تو مصر اپنی طاقت بحال کرتا اور حیرت خیز سرعت کے ساتھ اپنی اصلی حالت پر آرہا تھا۔ دوسری طرف سوڈان دن بدن قعر مصیبت میں گرتا چلا جارہا تھا۔ جب سے ۱۸۸۵ء میں محمد احمد کی موت واقع ہوئی تھی عبد اللہ نے جو ان چار خلفا میں سے خاص ہونے کا دعویٰ کرتا تھا جنہیں اس جعلی پیمبر نے نامزد کیا تھا نہ رکنے والی سختی اور ناعاقبت اندیشانہ کشت وخون کے ذریعہ اپنی حالت کو برقرار رکھا ہوا تھا۔ محمد احمد کا لوگوں پر جو اثر تھا اس کے مساوی اقتدار خلیفہ کو حاصل ہونا بعید از قیاس تھا اس کے پیشرو نے مہدی ہونے کے جو دعاوی کئے تھے انہیں زیادہ تقویت اس وجہ سے مل چکی تھی کہ پے درپے فوجی فتوحات حاصل ہوتی رہی تھیں اور سب سے آخری قابل ذکر فتح خرطوم میں ہوئی تھی۔ لیکن محمد احمد کی یکایک موت سے انصار تک کے سیاہ دلوں میں اس بارہ

میں بہت بڑا شبہ پیدا ہو چکا تھا کہ آیا یہی حقیقی مہدی ہو سکتا ہے ہر چند کہ عبداللہ خوابوں اور الہاموں کے ذریعے اپنے آقا کے ساتھ براہ راست تعلق رکھنے کا مدعی تھا تاہم اپنے دل میں وہ خوب جانتا تھا کہ مجھے کوئی خاص فوق الفطرت مشن سرانجام نہیں دینا ہے۔ اس کے علاوہ وہ جو اپنے معتقدوں کو دوامی نجات کا یقین دلایا کرتا تھا اس پر اس وقت تک یقین نہ کیا جا سکتا تھا جب تک وہ اس کی تصدیق میں کوئی مزید ثبوت پیش نہ کرے۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا یہ بات بیشتر از پیشتر ظاہر ہوتی گئی کہ عبداللہ کی سلطنت صرف اسی دنیا تک محدود ہے اور اس کا بیٹا عثمان اس کا جانشین بننے والا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عبداللہ کی اپنے ہمسایوں سے اکثر لڑائی ہوتی رہتی تھی تاہم اس میں وہ ہمیشہ ہی کامیاب نہ ہوا کرتا تھا۔ جنگ ابی سینیا میں اس کے بہت سے امیر کام آچکے تھے۔ اور گو اسے اس لحاظ سے اطمینان تھا کہ عمدرمان میں جو بھیانک ڈھیر جمع ہو رہا تھا اس میں اس نے جان شاہ ابی سینیا کا سر بھی ملایا تھا تاہم بہ حیثیت مجموعی ابی سینیا کے متعلق اس کی روش مدافعانہ تھی۔ اٹلی والے اس سے کسل چھین چکے تھے مشرقی سوڈان میں بھاری جنگ ہو چکا تھا اور کچھ مدت تک عثمان دِگنا اور اس کی جمعیت ہدندو نے سواکن کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن ۲۰۔ دسمبر ۱۸۸۸ء کو جرنیل گرینفل نے درویشوں کو پسپا کر دیا اور اس میں ان کا بہت کچھ نقصان بھی ہوا۔ اس کے بعد فروری ۱۸۹۱ء میں کرنیل رمابعد سر چارلس) ہالینڈ سمتھ نے ٹوکر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ سواکن کے نواحات میں دو خاص قبایل ہدندو اور امراعی تھے جو بالآخر خلیفہ کا ساتھ چھوڑ گئے اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ جلین اور دنگلہ قوموں پر کسی زمانہ میں محمد احمد کو خاص سہارا ہوا کرتا تھا کیونکہ وہ خود دنگلوی تھا یعنی علاقہ دنگولا کا باشندہ تھا لیکن اب وہ محض خلیفہ اور اس کے رشتہ دار بگارے کے خوف سے مطیع تھے۔ درفور

اور کردوفن میں بغاوت ہو چکی تھی سیاہ رجمنٹیں بیوکی طرفداری کا اظہار کر کے غدار بن چکی تھیں خود محمد احمد کا خاندان عبد اللہ سے علیحدہ تھا اور صلح کی کوئی صورت پیدا ہونے سے پہلے کشت وخون ہو چکا تھا ہر چند کہ منطقہ حارہ میں جہاں سے ایمن پاشا کو مجبوراً پسپا ہونا پڑا تھا کسی قدر کامیابی ہو چکی تھی تاہم سال بسال عبد اللہ کی حکومت اب گھٹتی ہی جا رہی تھی۔ مصر کے حملہ میں بالکل ناکامی ہوئی تھی اور سب لوگ دیکھ چکے تھے کہ اس بارہ میں خلیفہ کے خواب اور الہام محض فضول تھے۔ اب وہ زیادہ تر اپنے رشتہ دار بگاروں کی مدد سے حکومت کرتا تھا جو دریائے نیل کے مغربی کنارے سے پرے کے گذرئے تھے۔ اس نے انہیں بہت بڑی تعداد میں ان کے گھروں سے نکلوا کر مغربی سوڈان میں بھجوا دیا۔ خرطوم کے اندر اور اس کے نواحات میں ان کا جائے قیام مقرر کر دیا۔ بہت سا زرخیز علاقہ کاشت کے لئے ان کے حوالہ کر دیا اور ہر ایک ممکن کوشش اس بارہ میں کی کہ ان میں اتحاد و اتفاق قایم رہے اور حکومت کے لئے ان کا سہارا حاصل کیا جائے سوڈان کے معیار سے بھی دیکھا جائے تو وہ تندمزاج اور وحشی لوگ تھے لیکن مکاری بدرجہ غایت ذلیل گناہوں اور بے چین سازشی طبیعت کے اعتبار سے وہ پہلی کی آباد قوموں ان پر تفوق رکھتی تھیں جو سنین گذشتہ میں مہدی کے جھنڈے تلے جمع رہ چکی تھیں۔ ان لوگوں کی مدد سے عبد اللہ نے بتدریج خوف کی حکومت قایم کر لی۔ امیر کے بعد امیر جلا وطن۔ قید اور قتل ہونے لگا۔ جاسوسوں اور مخبروں کا ہر جگہ عموماً اور عمدرمان میں خصوصاً دور دورہ تھا۔ ہر شخص کی زندگی خلیفہ کے رحم پر تھی۔ اور خلیفہ جتنا مکار تھا اتنا ہی بے رحم تھا خلیفہ کی حکومت کے سنین اواخر میں سوڈان کی جو حالت تھی اس کی کیفیت سے باخبر ہونے کے خواہشمندوں کو چاہئے کہ وہ فادر اوہروالڈر یا رڈولف سلاٹن کی داستان کی ورق گردانی کرے "مہدی کے کیمپ میں دس سال قید میں" اور "سوڈان میں آگ اور

اور تلوار" ان دونو کتابوں میں جبر و تعدی - وحشیانہ مظالم اور انسانی تکلیف کے ایسے ایسے قصے مذکور ہیں جن کی مثال انسانی تاریخ میں ملنی مشکل ہے - یہ بات فہم انسانی سے بعید ہے کیونکر عرصہ دراز تک اس قسم کی بھیانک مشکلات میں فادر اوہروالڈر اور سلاطین پاشا یا ان سے بھی بڑھ کر فادر اوہروالڈر کے مشن کی سسٹرز زندہ رہ سکی ہوں گی - اس میں کلام نہیں کہ انہیں سب سے بڑا سہارا بچ نکلنے کی امید کا ہوگا - اس کے علاوہ انسان تکلیف کا عادی ہو جائے تو پھر وہ تکلیف ویسی تکلیف معلوم نہیں ہوتی - بہرنوع ان کی جانیں بالکل خلیفہ کی مرضی پر انحصار رکھتی تھیں اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کب انہیں قبض کر لینے کا حکم دے دے - ایک خوفناک قحط کا ملک میں ایک مدت تک دور دورہ رہا جس سے خلقت نے عام طور پر سخت تکلیف اُٹھائی لیکن ان سب سے بڑھ کر ان لوگوں کے گرد ہر وقت جو نجاست - گندگی اور فحش موجود رہتا تھا اس کے باعث انہیں اپنی زندگیاں بمنزلہ ایک خوفناک خواب کے گذرتی ہوں گی - ایسے لوگوں کے درمیان جو انسانی لباس میں درندوں کا درجہ رکھتے تھے زندگی بسر کرنے پر موت قابل ترجیح تھی وہ ایسے دحشی تھے کہ یورپینوں کے لئے ان کے دلوں میں ایک شمہ بھر انسانیت کا مادہ موجود نہ تھا - وہ ان بیچاروں کے ساتھ جو سلوک کرتے تھے اپنی بہترین صورت میں اس قسم کا تھا جیسا انسان ادنیٰ ترین جانوروں کے ساتھ کرتا ہے یا کوئی لاپرواہ داروغہ جیل اپنے قیدیوں کے ساتھ روا رکھتا ہے ؛

جوں جوں مذہبی دیوانہ پن کم ہوتا گیا قبایل کا انتظام از سر نو وجود میں آتا گیا - ایک لمحہ بھر کے لئے مختلف قبایل ایک قوم کی صورت اختیار کر گئے تھے جس کا نام دنیا کے لئے درویش اور سوڈان میں انصار مشہور تھا - محمد احمد نے قبایل یا اقوام کی کوئی تفریق روا نہ رکھی تھی - وہ تو یہ جانتا تھا کہ میرے دعاوی کی اندھا دھند تقلید کی جائے - لیکن اس کے مرنے

کے بعد قبایل نے پھر پہلے کی طرح زور پکڑنا شروع کیا اور جوں جوں انہیں تقویت حاصل ہوتی گئی خلیفہ کا مرکزی اثر کمزور ہوتا گیا +

اس اثناء میں جرنیل سر وانسس گرینفل اور ۱۸۹۲ء کے بعد اس کے جانشین جرنیل کچنر کے ماتحت رہ کر مصری فوج میں سوڈانی سپاہ کا اضافہ ہو چکا تھا۔ گذشتہ کامیابی سے اس کی حوصلہ افزائی ہو چکی تھی اور چونکہ اب مصر میں امن اور خوشحالی تھی اس لئے اس نے اپنی توجہ دوسری اطراف میں ڈالنا شروع کیا۔ سوائے مشرقی سوڈان کے ۱۸۸۹ء سے ۱۸۹۶ء تک کوئی قابل ذکر جنگ نہ ہوئی تھی۔ لیکن سنہ آخر الذکر میں یکایک فوجوں کو تیار رہنے کا حکم دیا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں اٹلی کی گورنمنٹ نے جو ایک دوستانہ طاقت تھی اپنے آپ کو ایک سخت مشکل میں مبتلا پایا کیونکہ ایک طرف اہل ابی سینیا کا دباؤ تھا اور دوسری طرف کسل کے روبرو درویشوں کا۔ اس نازک حالت میں گورنمنٹ اطالیہ نے لندن سے اس قسم کی امداد طلب کی جو درویشوں کی توجہ کسل سے ہٹانے کے لئے کافی ہو سکے۔ اس کے جواب میں قاہرہ کے نام ایک حکم اس مطلب کا جاری ہوا کہ مصری سرحد کو ڈنگولا تک وسعت دی جائے۔ سوڈان کے جنوب مغرب اور مغرب کی طرف سیاحوں کی حرکات کے باعث برطانیہ کلاں کی طرف سے جلد جواب ملنا ممکن ہو سکتا ہے تاہم یہ امر مسلمہ ہے کہ بلاشبہ یہ جواب حیرت میں ڈالنے والا تھا۔ اس سے ۴ سال قبل فروری ۱۸۹۲ء میں سر ایولین بیرنگ نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ سوڈان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے سوال پر غور کرنا بالکل قبل از وقت ہوگا۔ مصری گورنمنٹ کے فوجی اور مالی وسایل بالکل اس کام کی اجازت نہیں دیتے۔ اس موقعہ پر انہوں نے کہا تھا:-

"بہت کچھ دارومدار مصر میں ترقی اصلاح پر ہے۔ ان اندرونی مشکلات پر نظر رکھتے ہوئے جو مصری ترقی کی راہ میں اس قدر حایل ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سا عرصہ گذر چکے گا جب جا کر سوڈان

پر دوبارہ قبضہ کرنے کا سوال عملی سیاسات کے دائرہ میں آسکیگا
میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ ڈنگولا تک کوچ کرنا ممکن ہے
تاہم اس صوبہ پر دوبارہ قابض ہونے کی راہ میں بہت سی مشکلات
حایل ہیں۔ اگر زمانہ قریب میں کوئی مزید پیش قدمی کی تحریک زیر
غور نہ ہو"۔

سر ایولین نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے اغلب معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں جو
تفرقہ اندازی کا عمل جاری ہے وہ بدستور قایم رہیگا اور جتنی مدت اس
معاملہ کو معرض التوا میں ڈالا جائے۔ اسی قدر سہولت سے مدعا حاصل ہوسکیگا۔
لیکن ۱۸۹۲ء کے بعد سے مصر میں بہت کچھ کام انجام پذیر ہو چکا تھا۔
اور خلیفہ کی سلطنت میں دن بدن تفریق بڑھتی جارہی تھی۔ فادر اوہر
والڈر فادر اوسگنولی اور سلاطین پاشا حال سر ر۔ ڈولف سلاٹن) جو عمدرمان
سے علی الترتیب ۱۸۹۱ء ۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۵ء میں رہا ہو کر آئے تھے اپنے
ہمراہ بہت سی مفید واقفیت لے آئے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ گو بگارا
کی طرف سے بہت سختی سے مقابلہ ہوگا تاہم بہت سی ایسی قومیں جو عہد
مہدی میں برسر مخالفت تھیں اب مخالفت سے دست بردار ہو چکی تھیں۔
جب کہ خلیفہ نواحات کسل میں مصروف ہو وہ وقت ڈنگولہ پر حملہ کرنے کے
لئے بہت موزوں ہوگا۔ اس طرح پر قرعہ پھینکا گیا۔

غرض ۲۰۔ مارچ کو ایک آگے بڑھی ہوئی سوڈانی برگیڈ نے اکشا پر
قبضہ کرلیا اور یکم مئی کو اس جگہ کے قریب غنیم کے ساتھ رسالہ کی لڑائی ہوئی
۷۔ جون کو فرکٹ کی درویشی قلعہ بند فوج پر چھاپہ مار کر اسے تحس نحس کر دیا گیا۔
اور ۲۳ ۱۸۹۶ء کو ڈنگولہ پر قبضہ کیا گیا۔ ۱۸۹۷ء کے موسم بہار سے پیشتر یہ بات
دنیا میں مشتہر ہوگئی کہ وہ وقت آگیا ہے جب سوڈان کی حکومت درویشوں
سے چھین لی جائے گی۔ اس سال ۵۔ فروری کو چانسلر آف دی اکسچکر
(وزیر خزانہ) نے گورنمنٹ انگریزی کے اس ارادہ کا اعلان کیا کہ خرطوم تک

وادی نیل خلیفہ کے قبضہ سے لے لی جائے گی اور اس طرح پر ان ذمہ واریوں
کو پورا کیا جائے گا۔ جو اس وقت اس پر عاید ہوئی تھیں جب اس نے مصری
گورنمنٹ کو سوڈان سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا تھا۔ اب جب کہ عبداللہ
کی ضرر رساں حکومت کا زوال تھا مناسب موقعہ آگیا معلوم ہوتا تھا۔
۷۔ اگست ۱۸۹۶ء کو ابو حامد پر قبضہ کر لیا گیا اور ۲۔ ستمبر ۱۸۹۶ء کو ڈنگولہ
پر دوبارہ قبضہ ہونے کے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں انگریزی اور مصری
فوجوں نے جرنیل کچنر کے زیر کمان بربر پر قبضہ کر لیا۔ ۴ نومبر ۱۸۹۷ء کو ریلوے
ابو حامد تک پہنچ گئی اور دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ اسے بربر تک پہنچا
دیا گیا۔ ۸۔ اپریل ۱۸۹۸ء کو اتبرا کی لڑائی ہوئی۔ جب کہ درویشوں کی جمعیت
کے رہے سہے دھوئیں بکھر گئے اور ان کا رہبر امیر محمود گرفتار ہوا۔ اس
کامیابی سے درویش اب پھر عمدرمان کی محافظت پر اُتر آئے۔ ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء
کو جرنیل کچنر نے عمدرمان کے میدان میں ایک فیصلہ کن فتح حاصل کی
اور ۲۳۰۰۰ کے قریب انگریزی اور مصری مشترکہ فوج کی مدد سے خلیفہ
کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے شکست کر دیا۔ یہاں پر اس باب کا خاتمہ ہوتا
ہے جو تاریخ سوڈان میں بھی مظالم اور انسانی تذلیل کے لحاظ سے بے
نظیر ہے میدان جنگ میں ۱۰۵۶۰ درویشوں کی لاشیں گنی گئیں۔ لیکن عبداللہ
اس وقت اپنے امیروں اور انصار کی معیت میں فرار ہو گیا۔ لیکن بعد
میں اس کا کھوج لگا لیا گیا۔ اور ۲۴۔ نومبر ۱۸۹۹ء کو سر ریجنالڈ ونگیٹ
نے جو ایک چھوٹی سی مصری فوج کے کمان افسر تھے دریائے نیل کے
مغرب میں عمد برکت کے میدان میں اسے مغلوب کر کے قتل کیا۔ اس کے
ساتھ ہی اس کے اکثر امیروں کا خاتمہ ہو گیا۔ چند ایک زیر حراست کر لئے
گئے۔ عثمان دگنا حسب معمول فرار ہو گیا۔ لیکن جنوری سال آیندہ میں وہ
بھی گرفتار ہو گیا وہ سواکن کے قریب ہی پکڑا گیا اور اپنے ان ہمراہیوں
کی صف میں جا داخل ہوا جو دمیاطیہ میں زیر حراست تھے۔

عمدرمان کی لڑائی اس قدر فیصلہ کن درویشوں کی طاقت کی تباہی انتہی کا ئیلی۔ فوج کی شکست کے بعد عبداللہ کی تخریب ایسی جلد اور اس قدر حیرت خیز طریقہ پر واقعہ ہوئی کہ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن ہو سکتا ہے ہم بھول جائیں کہ کم و بیش ۲½ سال کا عرصہ ڈنگولا پر حملہ کرنے کے فیصلہ اور خلیفہ کے دارالسلطنت پر قبضہ کرنے کے درمیان لگ گیا تھا۔ زمانہ حال کی جنگوں کے معیار سے دیکھا جائے تو یہ ایک طویل عرصہ معلوم ہوتا ہے۔ فی الحقیقت اتنا عرصہ کل بوئروں کی لڑائی میں صرف ہوا تھا۔ حملہ کرتے وقت ہر قسم کی احتیاط مدنظر رکھ لی گئی تھی اور کوئی بات ایسی نہ تھی جس کی طرف سے غفلت برتی گئی ہو۔ کسی بات کو نظرانداز نہ کیا گیا تھا اور جہاں تک ہو سکا کسی بات کو جنگ کے توکل پر نہ چھوڑا گیا۔ کوئی نقص حایل نہ ہونے پایا۔ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہوتا اس سے لندن کے دفتر جنگ کی بدنامی یا نیک نامی پر کچھ بھی اثر نہ پڑ سکتا تھا۔ معاملات سر لیسر انگلو مصری عمال کے ہاتھ میں رہے تھے ان میں مختلف صیغوں کے افسران اعلیٰ نے کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کی تھی اور نہ ان پر پال مال کا کوئی اثر تھا

۱۸۸۴ء میں سوڈان کے سٹیج پر جو لوگ بطور ایکٹر نمودار ہوتے رہے تھے سب کے سب نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ جرنیل گورڈن اپنے دوستوں کی خاطر قربان ہو چکا تھا۔ بدمعاش محمد احمد ایک قابل نفرت مرض میں مبتلا ہو کر مرا۔ عبداللہ۔ وادالنجومی۔ داد الحلو۔ احمد ندل وغیرہ سب کے سب وقتاً فوقتاً جنگ میں کام آ چکے تھے۔ بہت سے امیر قید ہو کر مصر پہنچ چکے تھے۔ کرنیل سٹوارٹ اور مسٹر پاور بربر میں قتل ہو گئے تھے۔ پسٹن جو صوبہ استوائی کا گورنر تھا عمدرمان میں وفات پا چکا تھا۔ سلاطین پاشا خوش قسمتی سے بچ نکلا اور اب سوڈانی گورنمنٹ کے ماتحت نوکر اور اپنے پرانے دوستوں میں ملا جلا ہوا ہے ؞

اب جب کہ ہل چل کے زمانہ کا فساد اور شورش دب چکی ہے ہمیں ایک اور شخص کی صورت بھی نظر آتی ہے جو جرنیل گورڈن کی رائے میں ان سب سے لایق تھا یعنی زبیر جو پہلے غلاموں کی تجارت کیا کرتا تھا۔ جب آخری مرتبہ ہم نے اسے دیکھا تھا اس کے بعد اسے حملہ خرطوم کے موقع پر جبل الطارق میں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ وہاں دو سال بسر کر کے وہ واپس چلا آیا اور خلیفہ کی موت کے وقت تک قاہرہ ہی میں رہا۔ جس کے بعد اسے سوڈان واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ مسٹر جان وارڈ ایف۔ ایس۔ اے اپنی کتاب "ہمارا سوڈان۔ اس کے مینار اور ترقی" (شایع کردہ جے۔ مرے ۱۹۰۵ء) کے صفحے ۲۵۶ پر لکھتے ہیں:۔

"اب وہ بہت بوڑھا ہے۔ اور گیلا متصل خرطوم میں اپنی آبائی جایداد پر گذارہ کرتا ہے۔ اس نے اپنی تمام پرانی قابل اعتراض عادات چھوڑ دی ہیں۔ ایک بڑا کاشتکار ہے اور کسی قدر قبول صورت لمبا عمر رسیدہ آدمی ہے۔ . . . . اب وہ بالکل بے ضرر ہے اور چونکہ ہم سے ہمدردی اور مہدی سے نفرت رکھتا ہے علاوہ بریں ایک نہایت بعید علاقہ سے واقف ہے۔ اس لحاظ سے اس کی دوستی بہت کچھ قابل قدر ہے۔ سر ریجنالڈ ونگیٹ اسے پسند کرتے ہیں . . . وہ اب ایک کمزور عمر رسیدہ آدمی ہے۔ بعض اس کی عزت کرتے اور بعض اس سے ڈرتے ہیں۔ ایک بڑے کاشتکار کی حیثیت میں گیلا میں اس کی جایداد ان کوششوں کے متعلق جو ہم زراعتی اصلاح اور فایدہ مند فصلوں کی تبدیلی کے بارہ میں کر رہے ہیں ہمیں ایک نہایت مفید سبق سکھاتی ہے۔"

اب نحس سالوں کی تاریکی کو پیچھے چھوڑتے وقت ہم پر زبیر کی یہ خوش نما دہقانی حالت کی تصویر منقش رہ جاتی ہے۔ جو اب جنگ، و

جدل کے تفکرات سے مجبوراً ہٹ گیا ہے اور اپنی زندگی کی شام کو سرکاری مہربانیوں کی فایدہ مند دھوپ میں بسر کر رہا ہے۔ اس کی تلوار کی جگہ اب درختوں کی شاخیں کاٹنے کے ہک نے لے لی ہے۔ اور اس کی زندگی کے آخری سال اس طرح بسر ہو رہے ہیں جیسے کینڈیڈ بسر کروانا چاہتا۔ آخرالذکر کی نسبت معاً ہمارے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایڈمنٹن میں گوشہ نشین ہو کر ایام بسر کر رہا ہے اور کہا کرتا ہے "میرا نام بآرام فرصت ہے۔ میں خوشنما باغوں میں ملتا ہوں اور میرا حلم دن بدن نمایاں ترقی کرتا جا رہا ہے"[4]

جوں جوں خلیفہ کی طاقت زایل ہوتی گئی اُن دو عظیم مسایل میں سے جو پندرہ سال پہلے سر ایولن بیرنگ کو ستمبر ۱۸۸۳ء میں مصر میں واپس آنے پر پیش آئے ایک حل ہوتا گیا۔ اب گویا سوڈان کا مسئلہ طے ہو چکا اور سینٹ جارج نے اژدھے کو قتل کر لیا تھا لیکن ابھی بین الاقوامی مسایل درپیش تھے۔ فرانس کو مصر پر جو اقتدار حاصل تھا وہ تا حال اس پر قایم تھا اور ۱۸۸۵ء کے عہدنامہ کی شرایط ابھی تک بدستور تھیں۔ چند سال کے عرصہ سے فیس نے اپنی مخالفت نرم کر دی تھی تاہم جب ڈنگولا کی طرف انگریزی مہم کی روانگی کا سوال پیش ہوا تو اس نے چنداں مدد نہ دی تھی۔ مارچ ۱۸۹۶ء میں مصری گورنمنٹ نے قیس سے اس بات کی درخواست کی کہ عام ریزرو فنڈ سے ۵۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم اخراجات مہم کی کفالت کے لئے منظور کی جائے۔ ۱۲۔ جولائی ۱۸۸۸ء کا فرمان خدیویہ جس کی رو سے دول کی منظوری کے ساتھ عام ریزرو فنڈ قایم کیا گیا تھا اس کی شرط نمبر ۳ میں اس بات کی گنجایش رکھی گئی تھی کہ دیگر معاملات کے علاوہ اس فنڈ سے یہ کام بھی لیا جائے کہ "دو کمیشن قرضہ کی سابقہ منظوری سے جو زاید اخراجات ہوئے ہوں" ان کی کفالت عمل میں لائی جائے۔ چار کمشنروں نے

جن میں سے ایک برطانوی - ایک جرمنی - ایک آسٹروی اور ایک اطالوی تھا فیصلہ دیا کہ مہم ڈنگولا کے متعلق فوجی ضرورت پر روپیہ کا اصراف اس شرط کی حدود میں آسکتا ہے - چنانچہ رقم مطلوبہ دے دی گئی - فرانسیسی اور روسی ممبروں نے اس پر اعتراض کیا اور اس کارروائی کا حوالہ مشترکہ عدالتوں کے روبرو پیش کیا - نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ کی کارروائی کو نامناسب قرار دیا گیا - اور ۲- دسمبر ۱۸۹۶ء کو اپیل کی مشترکہ عدالت نے بھی اس آخری فیصلہ کو بحال رکھا ؛

گورنمنٹ انگریزی نے اس مشکل کو یوں رفع کیا کہ خود رقم زیر بحث مصری گورنمنٹ کو دے دی - آخر کار وزارت اس مد میں دئے ہوئے تمام روپیہ کے دعاوی سے دست بردار ہوگئی - جس کی کل میزان بقدر ۴۸۸۰۲ ۷ پونڈ تھی - جس سے فینس کے فرانسیسی اور روسی ممبروں کی پوزیشن بدل گئی اور اس طرح پر وزارت نے گویا اپنے اس ارادے کا اظہار کیا جو وہ اس کام کے نفع و نقصان کی شراکت کے متعلق رکھتی تھی جس میں گورنمنٹ انگریزی و خدیویہ دونوں کا اشتراک تھا - یہ آخری موقعہ تھا جس پر فینس نے جس کے اجزا اب خود انتشار پذیر ہونے والے تھے مصری گورنمنٹ اور اس کے مشیروں کی رائے کے خلاف اپنی بین الاقوامی اہمیت کا اظہار کیا ۱۸۸۵ء کی طرح اس موقع پر بھی مشترکہ عدالتوں نے اس کے فیصلہ کی تائید کی تھی - لیکن اسے جو فتح حاصل ہوئی وہ برائے نام تھی کیونکہ انگریزی خزانہ معاوضہ کی توقع کے بغیر سرکاری فنڈ کو صرف نہیں کرتا علاوہ بریں اس نے اپنے مخالفوں پر دعاوی کی ناقابل برداشت حالت اس وقت واضح کردی جب اس نے سرکار کے ہاتھوں پبلک ساہوکار کو نہ صرف محفوظ رکھنے کا فرض اپنے ذمہ لیا (گو آخر الذکر پہلے ہی خطرہ کی حدود سے باہر تھا) بلکہ مصری گورنمنٹ کی ان کوششوں کے راستہ میں بھی رکاوٹ

پیدا کرنی چاہی جو بالکل بجا تھی اور ایسا کرتے ہوئے بنی نوع انسان کو ایک دیو سے پناہ دینے کی کوشش کی۔ ایک ایسے معاملہ کے متعلق جو اس کے دایرہ اقتدار و اثر سے باہر تھا اپنی نامنظوری کو عمل میں لانے کی جو کوشش اس کی طرف سے عمل میں آئی وہ اس لحاظ سے اور بھی زیادہ ناقابل مقبولیت تھی کہ اس کی پیٹیاں مصری گورنمنٹ کی مالگذاری سے بھری ہوئی تھیں جنھیں صرف کرنے کا اسے کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا بین الاقوامیت کو آخری صدمہ ۱۹۰۴ء میں پہنچا یا یوں کہنا چاہیے کہ عہدرمان کے سر ہونے کے پانچ سال سے کچھ زاید عرصہ بعد۔ جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جس زمانہ کا اس جگہ ذکر کیا جا رہا ہے اس سے بہت پہلے یہ واقعہ ظہور میں آیا تھا۔ یہ بات اس قسم کی سیاسی شرکتوں کا نتیجہ تھی جن کا دائرہ اثر ان ممالک کے رقبہ سے بھی بڑھا ہوا تھا جن کو دریائے نیل سے پانی پہنچتا ہے۔ اور یہ کام لندن اور پیرس کے اُن مدبروں کا تھا جن کا اس قصہ سے کچھ تعلق نہیں۔ برٹش ایجنٹ متعینہ قاہرہ کے سپرد صرف اس قدر کام تھا کہ معاملات کی موجودہ حالت کا تعلق جہاں تک مصر سے تھا اس کی نامناسبت اور غیر موزونیت کو ثابت کرے۔ اس مسئلہ کے تصفیہ میں اس نے جس قدر حصہ لینا تھا وہ محض اسی قدر تھا کہ ۱۸۸۳ء کے بعد جو سال گذر چکے تھے ان کے دوران میں ملک کی ہموار اور روزافزوں ترقی کا اطمینان دلادے۔ اگر یہ بات موجود نہ ہوتی تو بین الاقوامیت پر جو حملہ کیا گیا تھا وہ ناممکن ثابت ہوتا بحالیکہ اس کی مدد سے اسے اس قدر تقویت حاصل ہوگئی کہ اس کا مقابلہ کرنا محال تھا۔

جن باتوں نے مصر کی آزادی میں مدد دی ان میں سے بعض کو جو خاص خاص ہیں اس جگہ بیان کیا جائے تو گویا ہم قبل از وقت واقعات کا اندازہ کرنے کے قصوروار ہوں گے۔ آگے چل کر تو ان کا ذکر کرنا ضروری

ہو گا ہی لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ بھی ان کا خلاصتہً ذکر کر دیا
جائے۔ معمولی آمدنی کی رقم بتدریج اور مستقل ترقی کرتی ہوئی ۱۸۸۵ء
کے سال سے جو بین الاقوامی عہدنامہ کا سال تھا ۹۶۳۷۱۷۳ پونڈ سے
۱۹۰۳ء میں ۱۲۲۴۸۱۰۸ پونڈ تک پہنچ چکی تھی بجالیکہ اس وقت تک
کل ۱۶۰۰۰۰۰ پونڈ کی معافی دے دی گئی تھی اور اس کے علاوہ آزادانہ
طور پر محصول نمک۔ اور شرح ڈاک ریل و تار میں تخفیف کر دی جا چکی تھی
مالگذاری میں ۵ لاکھ سے زیادہ کی معافی دے دی گئی تھی اور وہ باوجود
اصلاح شدہ طریق آبپاشی و توسیع کاشتکاری کے ۴۹۷۱۹۷۰ پونڈ سے
کم ہوکر ۴۵۳۷۲۸۶ پونڈ تک پہنچ چکی تھی محصول کسٹم ۷۱۰۹۱۰ پونڈ
سے بڑھ کر ۱۴۴۷۲۶۱ پونڈ تک پہنچ چکا تھا۔ تمباکو میں جداگانہ طور پر
۲۱۴۲۶۷ پونڈ سے لے کر ۱۳۰۴۰۷۷ پونڈ تک کا اضافہ ہوگیا تھا۔ درآمد
کی رقم ۸۹۸۹۰۴۲ پونڈ سے بڑھ کر ۱۶۷۵۲۱۹۰ پونڈ تک پہنچ گئی تھی۔
اور برآمد ۱۱۴۲۴۹۷۰ پونڈ سے ۱۹۱۱۶۱۹۲ پونڈ تک ترقی کر چکی تھی
بعض وجوہ سے جن کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا فی کس ٹیکس کا ماجرا مقابلتہً
بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ ۱۹۰۳ء میں اس کی رقم بقدر ۱۶ شلنگ تھی۔ متحدہ
قرضہ کی بازاری قیمت یکم جنوری ۱۸۸۵ء کو ½۶۳ پونڈ تھی لیکن یکم جنوری
۱۹۰۳ء کو ½۱۰۳ پونڈ تک ترقی کر چکی تھی۔ ایسے ہی استحقاقی قرضہ کی قیمت
½۸۷ کے ۵ فیصدی شاک سے ½۹۹ کے ½۳ فیصدی شاک تک جا
پہنچی تھی۔ انتظامی صیغہ کے تمام شعبوں کا احتیاط کے ساتھ معائنہ کر لیا جا چکا
تھا۔ اس کا جو حصہ ابھی تک مصلح کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا اس کا سہارا
یا تو دول یورپ کی امداد پر تھا جس میں ان چارٹروں کا مضمون بھی شامل
تھا جو زمانہ گذشتہ میں دے گئے تھے اور جن کی شرائط اب ناقابل عمل ہو چکی
تھیں یا اس وجہ سے مداخلت نہ ہو سکتی تھی کہ برٹش عمال نے اسلام کو
خاص خاص مراعات دے رکھی تھیں۔ فوج اب اپنے آپ کو نہ صرف مصر

کی محافظت کے قابل ثابت کر چکی تھی بلکہ سوڈان کی بحالی میں نمایاں حصہ لینے کی قابلیت کا بھی اظہار کر چکی تھی۔ ممالک کے اندر سرمایہ داخل ہو تا جا رہا تھا اور کرۂ ارض کے تمام حصص سے کاریگر الوالعزمی کر کے ملک میں آ رہے تھے۔

لیکن اب ہر چند کہ مالگذاری ترقی پر تھی اور ملک کی آمدنی کے ساتھ ہی ساتھ ضروریات میں بھی توسیع ہوتی جا رہی تھی۔ تاہم زاید فنڈ ہر سال سرکاری قرضہ کے خزانہ میں سے چلے جا رہے تھے۔ اس جگہ وہ رقم اس وقت تک بیکار پڑی رہتی تھی جتے کہ کمشنر اسے کاموں میں لگانے کی اجازت دے دیتے جن کا وہ نہ تو مقامی واقفیت نہ تجربہ نہ اشیا کی مناسبت نہ اس ڈگری کی شرایط کے مطابق جسے ظہور میں لایا گیا تھا۔ پورے طور سے اندازہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء کے خاتمہ پر فنیس کے ہاتھوں میں ۹۶۷۸۱ پونڈ کا غیر مصروف بقایا موجود تھا اور بچت کے فنڈ میں بھی ۵۵۰۷۰۵۵ پونڈ سے کم کی رقم نہ تھی۔ ایجنٹ کی رائے میں یہ کہنا چنداں مبالغہ آمیز نہ تھا کہ اس وقت تک بین الاقوامیت کی وجہ سے مصری گورنمنٹ پر ۵۰۰۰۰۰ پونڈ سالانہ کا زاید خرچ پڑ رہا تھا۔

جب مناسب وقت آ پہنچا تو اس موقع پر اس قسم کی باتوں کے لحاظ کے باعث بہت بڑی حد تک وہ تصفیہ عمل میں آیا ہوگا۔ جو بالآخر خوش قسمتی سے ہو گیا۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض اور اہم اور ضروری امور بھی تھے جو ۱۹۰۴ء کے معاہدہ برطانیہ کلاں و فرانس کا موجب ثابت ہوئے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ اگر انگریزوں کے ہاتھ میں مصر کی خوشحالی ظہور میں نہ آتی تو ملک کو بین الاقوامیت سے بچانے کا دعویٰ پیش نہ کیا جا سکتا تھا۔ نہ اس پر اچھی طرح غور کیا جانا ممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح مہدویت کا خاتمہ تلوار کے باعث ہوا ویسے ہی بین الاقوامیت کا زاید روپیہ موجود ہونے کے باعث ہوا۔

لیکن ابھی مناسب وقت نہ آیا تھا۔ ہر چند کہ سنہ ۱۸۹۶ء کے بعد سے مصر کی خوشحالی کے باعث کسی قسم کی مخالفت کی دال نہ گل سکی۔ اور سنین ماضیہ میں پیدا کی ہوئی حالتوں کو جس استقلال کے ساتھ قایم رکھا گیا تھا اس میں کسی قسم کی کمزوری کا نشان موجود نہ تھا تاہم ہمیں ابھی ان معاملات کی کیفیت بیان کرنا ہے جو عارضی طور پر اس لئے معرض التوا میں ڈال دئے گئے تھے کہ ہم انجام کی نسبت کسی قسم کا اندازہ قایم کرنے کی جرات کر سکیں۔ ہم معاملات مصر کا ذکر سنہ ۱۸۹۶ء کے خاتمہ پر چھوڑ چکے ہیں اب ہمارا منشا اس مصری ترقی کے ذکر کرنے کا ہے جو سنہ ۱۸۹۸ء میں ظہور میں آئی جن میں سے سنہ آخر الذکر میں سوڈان بھی مصر کو بحال ہو گیا تھا اس کے بعد ہم سنہ ۱۸۹۹ء اور سنہ ۱۹۰۴ء کے درمیانی عرصہ کا ذکر کریں گے اور اس کے دوران میں مصر کے مختلف سرکاری انتظامات کی ترقی اور موجودہ حالت کا اس قسم کا ذکر کر جائیں گے جو اس قسم کی کتاب میں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم فرانسیسی و برطانوی اختلافات کے آخری تصفیہ کا حال حوالہ قلم کریں گے۔ جو اس وقت سے لے کر جب کہ سنہ ۱۸۹۸ء کے آخر میں سوڈان اینگلو مصری ہاتھوں میں آیا ہے۔ اس کی ترقی کے بارہ میں کئے گئے ہیں۔

انتظامی اصلاحات۔ سنہ ۱۸۹۶ء کی نمایاں ترقی۔ بج کی الوالعزمیاں برقی ٹراموے۔ ہلکی ریلیں۔ ہیضہ اور حفظان صحت۔ آمدنی کی زیادتی۔ اصلاحات ماہی گیری۔ سنہ ۱۸۹۶ء کی مردم شماری۔ اس کے نتایج۔ خلیج کا پر کیا جانا۔ قومی اور زرعی بنکوں کا قیام۔ فلاحین

کی معروضیت۔ ایک کمپنی کا دایرہ سینیہ کے علاقوں میں دیوالہ نکالنا خدیویہ جہازوں کا ایک کمپنی کے ہاتھوں فروخت کیا جانا۔ سوڈان کو دوبارہ فتح کرنے کی قیمت۔ سر ایلون پامر کا ریٹائر ہونا مسٹر گورسٹ کا تقرر۔ نمک کا اجارہ ایک کمپنی کو دے دیا جانا۔ سیر بحری کی منسوخی نظام ماہی گیری میں مزید اصلاحات۔ نظام ٹیلیفون کی توسیع ہیضہ کا دوبارہ پھوٹ نکلنا۔ قاہرہ اور سکندریہ میں محصول چنگی کی معافی بازاری نرخ میں غیر متوقع گرانی۔ ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۵ء تک آبپاشی کے اخراجات کا اغلب اندازہ ؎

ترقی اور خلیفہ کے ساتھ آخری جدوجہد کی کیفیت قلمبند کرنے سے پہلے ہم نے اندروں ملک کے واقعات کا تذکرہ ۱۸۹۵ء کے آخیر یا ۱۸۹۶ء کے ابتدا تک ختم کیا تھا۔ ۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۹ء تک دیوالہ اور بین الاقوامیت کو دور کرنے میں جو ابتدائی جدوجہد ہوتی رہی تھی اس کا ذکر حوالہ قلم کیا جا چکا ہے۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۵ء کے اخیر تک لارڈ کرومر کی اختیار کردہ پالیسی کے زیر اثر مصر کی خوشحالی کا ذکر کیا جا چکا ہے جس میں نیز انتظامی ترقی کی تجاویز پر ٹیکس کی معافی کو ترجیح دینے کا عنصر غالب تھا ۱۸۹۶ء کے بعد گویا ہم تیسرے درجہ میں پہنچتے ہیں اور یہ زمانہ نمایاں توسیع کا ہے خواہ اس توسیع کا موجب پرایویٹ اولوالعزمی خیال کرلو خواہ سرکاری آمدنی کی زیادتی۔ یہ عرصہ آگے چل کر دو جداگانہ حصوں پر منقسم ہوتا ہے۔ جن میں سے پہلا ۱۸۹۶ء کے آخری نصف حصہ سے ۱۸۹۸ء کے اختتامی مہینوں تک کا ہے جس عرصہ میں مصر کی خوشحالی کسی قدر جنگ کے باعث رکی رہی اور دوسرا ۱۸۹۸ء کے آخیر سے لے کر وقت موجودہ تک کا ہے جب کہ ہر قسم کی مشکلات دور ہو جانے کے باعث اور مفید حالتوں کے زیر اثر ملک کے اندر عدیم النظیر خوشحالی دیکھنے میں آتی ہے ؎

جب لوگوں کی توجہ ملک کی ترقی پر مبذول ہونے لگی تو یہ امر نمایاں

طور پر معلوم ہوا ہوگا کہ گو سرکاری وسایل کچھ تو بجائے خود محدود تھے اور
کچھ بین الاقوامی مالی بیڑیوں کے باعث جکڑے ہوئے تھے۔ بہت سے
کام اس قسم کے تھے جنہیں بلا اغراض پبلک کمپنیوں کے سپرد کر دینا مفید
ہو سکتا تھا۔ ہرچند کہ میونسپل جماعتیں موجود نہ تھیں۔ سرکاری کارروائی
میں ہاتھ بٹانے کے لئے مقامی وسایل سے فایدہ حاصل کرنے کی کوئی
صورت نظر آتی تھی تاہم اکثر اغراض مطلوبہ سرکاری اخراجات کے
دایرہ اثر کے بجائے مقامی کوششوں یا پرائیویٹ اولوالعزمیوں کی حدود
میں آتے تھے۔ اس طرح پر گویا دو میں سے ایک بات کرنا ضروری معلوم
ہوتا تھا یعنی یا تو یہ کہ بنک کے سرمایہ سے کام لیا جائے یا ان معاملات کو
غیر معین طور پر معرض التوا میں ڈال دیا جائے جو قوم کی روزافزوں ضروریات
کے ساتھ ساتھ ہر سال زیادہ ضروری ہوتے جا رہے تھے۔ ان میں
سے بعض تو بہرصورت ملتوی کئے بھی جا سکتے تھے لیکن باقیوں کی حالت
میں جو زیادہ اہمیت رکھتے تھے پرایویٹ وسایل اور کوششوں سے کام
لیا گیا۔ مختلف تجاویز کم و بیش سخت شرایط کے ساتھ مختلف کمپنیوں کے
سپرد کی گئیں۔ جہاں کہیں ممکن ہوتا تھا مراعات کو یہ صورت دیجاتی تھی۔
کہ جو حق دیا جاتا ہے وہ کچھ مدت کے بعد واپس گورنمنٹ کو حاصل ہو جائے
اجاروں کی منظوری کی پوری نگرانی کی جاتی تھی اور جہاں کہیں ممکن ہوتا
نفع میں شرکت رکھی جاتی تھی۔ اس طرح پر گویا ۱۸۹۶ء سے ایک قسم کی
دو عملی جاری ہے۔ جس میں عوام کا زیادہ فایدہ ہے اور گورنمنٹ اس قابل
ہو گئی ہے کہ اس محدود سرمایہ کو جو اس کے ہاتھوں میں ہے ان کاموں
میں لگائے جو زیادہ موزوں طریق پر سرکاری حلقہ میں آ سکتے ہیں۔ اس
جگہ اُن تجاویز میں سے چند ایک کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان
سے ان اغراض کا پتہ چلتا ہے جو عوام کے فایدے کی خاطر ایجنٹ کو مدنظر
تھیں۔ ان میں سے بعض تجاویز اس قسم کی ہیں جن سے مالی امداد کو مقامی

وسایل کی ترقی میں مدد دینے کے ساتھ ملانے کے طریقوں کا اظہار ہوتا ہے۔
۱۸۹۶ء سے تھوڑا عرصہ پیشتر قاہرہ میں برقی ٹراموے کا سسٹم رائج
کرنے کا ایک ٹھیکہ ہوا۔ مصر کی صاف راتوں میں ٹرام گاڑیوں کا اِدھر
اُدھر آتے جاتے دکھائی دینا اور ان کے بے شمار برقی لمپوں کا خوب آب
وتاب سے چمکنا اونٹوں کی اُن سایہ کی مانند خاموش چلنے والی قطاروں
کی یادگار کے مقابلہ میں ایک عجیب منظر پیش کرتا ہے جو ریگستان ازبکیہ
پر چلا کرتی تھیں اور اب زمانہ کی دھند میں ویسے ہی غائب ہو چکی ہیں
جیسے وہ قافلہ جو حضرت یوسفؑ کو مصر میں لایا تھا۔ انہیں ایام میں بڑے
بڑے ہوٹلوں اور اکثر نجی کے مکانوں میں برقی روشنی ہونے لگی۔ آج کل
مصر کی تمام سرکاری عمارات میں و نیز عام طور پر برقی روشنی ہی ہوتی ہے
اور قاہرہ کی روشنی کا انتظام ویسا ہی اچھا ہے جیسا یورپ کے اکثر مشہور
شہروں کا۔ اسی وقت سے قاہرہ میں توسیع کا وہ سلسلہ شروع ہوا
ہے جو ابھی ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔ جا بجا نئے بازار۔ نئے مکانات۔ نئے
باغات نظر آتے ہیں۔ دیسی دولت جو اب تک فرمانروا کی نظروں سے
بچا رہنا پسند کرتی تھی وہ اب پردہ میں رہنا ضروری نہیں سمجھتی اور اراضیات
و مکانات کی خرید و فروخت کے مقابلہ میں خوب دل کھول کر حصہ لیتی ہے
مسکو اور قرون وسطیٰ کا قاہرہ اب نظروں سے غائب ہوتا جا رہا ہے اور
دریائے نیل کے کنارے کنارے دور تک باغیچوں میں گھری ہوئی کوٹھیاں
بنتی چلی جاتی ہیں۔ جن میں مشرقی عیش و عشرت کے سارے سامان مہیا
نظر آتے ہیں +

انہیں ایام میں پرایویٹ کاروباری کمپنیوں کے ذریعہ ۶۵ میل
لمبی ایک تنگ پٹڑی کی ریل کے ٹکڑے کا انتظام کر دیا گیا جو منصورہ
واقعہ ڈیلٹا سے مطریہ تک پہنچتا تھا۔ مطریہ جھیل منزلہ کے ماہی گیری
کے کاروبار کا مرکز ہے۔ ۱۸۹۶ء میں اس قسم کی ریلوں کا ایک جال سا

تیار کرنے کا انتظام دو کمپنیوں کے ساتھ کر دیا گیا۔ یہ ریلیں زیادہ تر اُن سڑکوں کے ساتھ ساتھ چلائی جاتی تھیں جو تھوڑا عرصہ پیشتر ڈلٹا میں تیار کی جا چکی تھیں۔ ان دو کمپنیوں میں سے ایک کا نام جو برطانوی تھی ڈلٹا لائٹ ریلوے کمپنی تھا اور دوسری جو ایک مقامی سوسائٹی تھی اُس کا نام ایسٹ لایٹ ریلوے کمپنی مشہور تھا مگر اب یہ دونوں کمپنیاں مل گئی ہیں اور ان کا نام وہی رہ گیا ہے جو اول الذکر کمپنی کا تھا۔ ڈلٹا میں ان ہلکی ریلوں کی وجہ سے وسایل بار برداری میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن فیوم کی ایک قبطی سنڈیکیٹ کو جو رعایت دی گئی تھی وہ کم کامیاب ثابت ہوئی ہے کیونکہ اس کے پاس سے نہ تو ضروری سرمایہ برآمد ہو سکا اور نہ اسے اس بارہ میں ضروری تجربہ ہی حاصل تھا اب ڈلٹا میں ۶۵۵ میل ہلکی ریل جاری ہے اور کچھ حصے زیر تعمیر ہیں۔ ۵-۱۹۰۴ء کی نسبت اندازہ کیا گیا ہے کہ ان میں ۴۴۷۴۶۹۴ مسافر سوار ہوئے اور ۶۲۳۳۴۵ ٹن مال لادا گیا۔ معمولی چیزوں کے ضمن میں جو اس طریق پر اُٹھائی گئی ہیں قدیم دیہات کے شکستہ کھنڈرات بھی شامل ہیں جو اس اعتبار سے کہ ان میں چونا ملا ہوا ہے کاشت کاری میں بطور کھاد کے خوب کام دیتے ہیں۔ اس طرح پر گویا مرے ہوئے فلاح کا گھر اس کے جانشین کو مدد دے رہا ہے +

۱۸۹۶ء میں بھی ۱۸۸۳ء کی طرح جنگ کے ساتھ وبا پھوٹ نکلی۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو میٹہ میں ہیضہ پھوٹ پڑا جس کی نسبت خیال تھا کہ کوئی شخص اس کی چھوت مکہ سے لے آیا ہے۔ یکم فروری ۱۸۹۶ء تک صوبجات میں سے تو اس مرض کو بالکل دفع کر دیا گیا۔ لیکن دسمبر میں یہ پھر سکندریہ میں نمودار ہو گیا جہاں سے یہ گاؤں میں پہنچ گیا اور ۱۸۹۶ء کے آخیر تک جاری رہا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کے کوئی ۲۰۰۰ ۶ کیس ہوئے ہونگے۔ صاحب چیف افسر حفظان صحت نے لکھا:-

وہ کسی ملک کو ہیضہ سے محفوظ رکھنے کا صرف ایک ہی اطمینان بخش طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس ملک کی حالت حفظ صحت اس قسم کی ہو کہ اگر مرض داخل ہو بھی جائے تو اُسے ترقی پذیر ہونے کا موقعہ نہ مل سکے۔ اس بارہ میں عملی طور پر ابھی مصر میں بہت کچھ کرنا باقی ہے"۔

یہ الفاظ ۱۸۹۶ء میں لکھے گئے تھے اس کے ۶ سال بعد ۱۹۰۲ء میں مصر میں پھر ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔ جس قدر فنڈ حاصل ہو سکتے ہیں ان کی تنگ حدود کے اندر اور جہاں تک ملکی حالتوں میں ممکن العمل ہوتا ہے۔ مصر کی حالت حفظ صحت میں اصلاح ہو رہی ہے۔ لیکن جو شخص مشرق کی آب و ہوا اور عادات و طرز زندگی سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے بخوبی طور پر ان مشکلات کو سمجھ سکتا ہے جو اس بارہ میں پیش آتی ہیں۔ سب سے بڑا سوال بل کا ہے۔ بڑے پیمانے پر زندگی کو بچانے پر جتنا خرچ اُٹھتا ہے وہ زندگیاں تلف کرنے (جنگ) سے تھوڑا ہی کم ہوتا ہے۔ پانی کے نکاس کی تجویز پر جنگی جہازوں کی طرح صرف وہی غور کر سکتے ہیں جن کے پاس سرمایہ کافی موجود ہو۔ علاوہ بریں حفظان صحت ڈیپارٹمنٹوں کے سنڈریلا کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اکثر ممالک میں میونسپل یا مقامی فنڈوں کے زیر اثر سمجھی جاتی ہے جو مصر میں موجود ہی نہیں۔ سرکاری فنڈوں کی تقسیم کے وقت عام طور پر سب سے آخری دعوے پبلک کا اس بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ جن حالتوں میں وہ رہتی ہے ان کی اصلاح کے لئے کچھ بجٹ نکالی جائے بحالیکہ روپیہ اسی پبلک کی گرہ سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔ شہروں اور دیہات کی صحت کو محفوظ رکھنے کا کام ان لوگوں کے سپرد سمجھا جاتا ہے جو ان میں رہتے ہیں۔ اگر وہ کافی فنڈ مہیا نہ کر سکتے ہوں تو اُن کی صحت کا فرض ہے کہ وہ اس وقت تک انتظار کرے حتےٰ کہ زیادہ مالی وسایل کے ساتھ ان کی بہتر حالت بنائی جا سکے۔

ہر چند کہ ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء جنگی سال تھے تاہم مہم سوڈان سے مصری ترقی کو توقع سے کم نقصان پہنچا۔ معمولی آمدنی جس سے مراد اس آمدنی

آمدنی سے ہے جو عام ذرایع سے ہوتی تھی اور جس کا عام یا خاص رزروفنڈوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ نہ خاص مطلب کے لئے حاصل کئے ہوئے قرضوں کی رقوم سے کوئی تعلق تھا۔ ۱۸۹۷ء میں ۱۱۰۹۲۵۶۴ پونڈ تھی اور معمولی خرچ ۹۷۰۹۱۴۴ پونڈ ۱۸۹۸ء میں معمولی آمدنی ۱۱۱۳۱۹۸۰ پونڈ تک جا پہنچی اور معمولی خرچ صرف ۹۸۰۰۰۳۳ پونڈ تھا۔ معمولی خرچ کی حدود چونکہ معاہدہ مارچ ۱۸۸۵ء کے بموجب قایم ہو چکی تھیں اس لئے اس کی رقم ہمیشہ قریب یکساں رہتی تھی۔ ۱۸۹۷ء میں معمولی آمدنی کی رقم پہلی مرتبہ ۱۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ سے بڑھی بحالیکہ ۱۸۸۶ء سے معمولی خرچ ۱۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ سے کم ہی رہا تھا ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۸ء میں محکمہ آبپاشی نے عام رزروفنڈ سے بڑی بڑی رقوم حاصل کیں۔ خاص رزروفنڈ ۱۸۹۷ء میں ۷۷۸۸۳۲ پونڈ کی رقم کے ذریعہ بڑھ گیا جو گورنمنٹ برطانیہ نے مہم سوڈان کے خرچ کے متعلق دی تھی ۱۸۹۸ء کے آخیر میں عام رزروفنڈ کا مجموعی بقایا ۱۳۲۱۷۲۶۱ پونڈ تھا جس میں سے ۲۶۱۵۸۶۲ پونڈ کی رقم فنڈ سے متعلق پیشگی رقوم کے لئے مخصوص تھی اور ۱۰۰۱۲۷۰ پونڈ کی رقم بلا مصرف پڑی تھی بخلاف اس کے خاص رزرو فنڈ کا آخری بقایا ۳۳۲۸۲۷۴ پونڈ تھا ؛

۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء کے خاص اندرونی واقعات نظام ماہی گیری کی اصلاح کے علاوہ ان بندوں کی تعمیر کی نسبت فیصلہ تھا جن کی نسبت قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ بڑے بند پر دباؤ کم کرنے کے لئے انہیں بنانے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ بڑے بند کے ستونوں کو بھی مضبوط کیا گیا تھا اور آسوان کے ذخیرہ آب کی تعمیر میں سرعت سے ترقی کی گئی تھی۔ ۱۸۹۷ء کے موسم بہار میں جو مردم شماری ہوئی تھی اس کے اعداد و شمار بھی انہیں دنوں شایع کئے گئے۔ ماہی گیری کے بارے میں ایک تجویز اس قسم کی داخل کی گئی جس میں ٹیکس کی کسی قدر معافی کو دخل تھا البتہ جھیل منزلہ کے ماہی گیروں کے معاملات طے کرنے کا طریق اس طرح پر یقیناً صاف ہو گیا۔ قبل

ازیں جس لایٹ ریلوے کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تیاری سے انہیں اور بھی فایدہ پہنچا۔ جھیل منزلہ پایاب کھاری پانی کا ایک وسیع قطع ہے جو بندر سعید سے ڈیمیٹہ تک ۶ لاکھ ایکڑ کے فاصلہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ساحل میں ایک تنگ سا شگاف ہے جس کی بدولت اس جھیل اور بحیرہ روم میں آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس جھیل میں بہت سی مچھلیاں بالخصوص ملٹ کی چند قسمیں بافراط پائی جاتی ہیں۔ دنیا کے اکثر دوسرے حصوں کی طرح اس جگہ بھی جو لوگ ماہی گیری پر گذر اوقات کرتے ہیں وہ بالکل الگ ہی رہتے ہیں اور ان کی حالت بہت پست ہے۔ اس سے پہلے یہ طریقہ تھا کہ تمام مچھلیاں براہ راست سرکاری ایجنسیوں میں لائی جاتی تھیں اور اس جگہ اُنہیں بذریعہ نیلام فروخت کیا جاتا تھا۔ اس غرض کے لئے ایک بہت بڑا عملہ رکھا ہوا تھا۔ بہت کچھ حساب کتاب کرنا پڑتا تھا اور ماہی گیروں کے کاموں میں مداخلت کر کے انہیں دق کیا جاتا تھا۔ اصلاح شدہ طریق کے مطابق عملہ کے مصارف کو دس ہزار پونڈ سے گھٹا کر چودہ سو پونڈ سالانہ تک کر دیا گیا اور ماہی گیروں کی کشتیوں کے لائسنس کا طریق رایج کیا گیا اب مچھلی کی فروخت ماہی گیروں کے اپنے ہاتھ میں رہ گئی۔ اس سے پہلے تو آمدنی ۰۰۰ ۶ ۷ پونڈ سے گھٹ کر ۰۰۰ ۶۲ پونڈ سالانہ پر آرہی لیکن ۱۹۰۲ء میں پھر اسی رقم تک جا پہنچی۔

بند اور آسوان کی تعمیرات کا ذکر کسی دوسری جگہ کیا گیا ہے لہذا اب ہم مردم شماری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کے اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ صوبہ سوا کن و ڈنگولا کے علاوہ مجموعی آبادی ۹۷۳۴۴۰۵ نفوس کی ہے جس میں مردوں اور عورتوں کا تناسب ۵۰٫۸ اور ۴۹٫۲ فیصدی ہے اس مجموعہ میں سے ۸۹۷۸۷۷۵ مسلمان ۶۲۱۰۳۰ عیسائی اور ۲۵۲۰۰ یہودی تھے۔ عیسائیوں میں سے ۶۰۸۴۴۶ قبطی تھے اور باقی ماندہ آرتھوڈکس چرچ اور رومن کیتھولک عقیدہ سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد برابر اور

پراٹسٹنٹوں کی ۱۱۸۹۴ تھی۔ کل آبادی میں سے جس کی تعداد جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے ۹۷۳۴۴۰۵ تھی ۹۲۶۶۵۱۹ غیر تعلیم یافتہ نکلے ان میں سے چھوٹی عمر کے بچوں اور بدوؤں کو نفی کیا گیا تو غیر تعلیم یافتہ لوگوں کا تناسب ۸۸ فیصدی اور شہروں میں بھی ۷۱ فیصدی سے کم نہ نکلا۔ کل آبادی میں سے ۹۶۲۱۸۷۹ مصری اور ۱۱۲۵۲۶ غیر ملکی تھی۔ مصریوں میں سے بھی ۹۰۰۷۷۵۵ سکونت پذیر مصری عثمانی رعایا کے لوگ اور ۴۰۱۵۰ سکونت پذیر غیر عثمانی رعایا کے لوگ تھے ۵۷۳۹۵۴ بدو تھے جن میں سے ۴۸۵۲۸۳ دائمی سکونت رکھنے والے اور ۸۸۶۷۱ نہ رکھنے والے تھے۔ مردوں کی کل تعداد ۴۹۴۷۸۵۰ تھی جس میں سے ۱۷۷۱۱۱۶ کی نسبت لکھا گیا کہ ان کا کوئی پیشہ نہیں۔ مزارعین کا تناسب مجموعی مردانہ آبادی سے بقدر ۲/۳ تھا۔ قاہرہ کی آبادی ۵۷۰۰۶۲ اور سکندریہ کی ۳۱۹۷۶۶ نکلی۔ صرف تانتہ کی آبادی ۵۷۲۸۹ تھی ورنہ اور کسی شہر کی پچاس ہزار سے زیادہ نہ تھی +

مختلف ممالک کے یورپینوں کی تعداد جو اس موقع پر معلوم کی گئی وہ ذیل کی جدول سے واضح ہو گی:۔

یونان	۳۸۱۷۵
اطالیہ	۲۴۴۶۷
برطانیہ کلاں	۱۹۵۵۷
فرانس	۱۴۱۵۵
آسٹریا	۷۱۱۷
روس	۳۱۹۳
جرمنی	۱۲۷۷
دیگر ممالک	۴۵۸۵
کل میزان	۱۱۲۵۲۶

برطانیہ کلاں کے ضمن میں جو اعداد دئے گئے ہیں ان میں سے ۹۰۹۴ معہ بیوی بچوں کے پیشہ فوج سے تعلق رکھنے والے ۳۶۴۶ اہل مالٹا اور ۶۱۴۳ برٹش انڈین تھے گویا اس طرح پر ۱۹۵۵۷ کی میزان میں سے ایسے لوگوں کی تعداد ۱۱۹۸۶ تھی۔ روسیوں کی میزان اس وجہ سے بڑھ گئی کہ اتفاقیہ طور پر ان دنوں مصری سمندر میں ۱۷۹۳ روسی اور ملاح موجود تھے۔ باقی ماندہ میں سے ۴۳۰ بخاری تھے وعلیٰ ہذالقیاس ؎

سنہ ۱۸۸۲ء کی مردم شماری کے اعداد سے مقابلہ کرنا غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے کیونکہ وہ سال فوجی بغاوت کا تھا اس وقت کئی ماہ سے مصر میں بے چینی تھی اور مردم شماری جیسا نازک کام با اثر طریقہ پر سرانجام دینا ناممکن تھا۔ علاوہ بریں یورپینوں کی روانگی کا وہ عمل بھی شروع ہو چکا تھا جس کے باعث مصر اس حصہ آبادی سے خالی ہو چکا تھا ؎

سنہ ۱۸۹۷ء میں ایک پرانے زمانہ کی یادگار کا بھی خاتمہ کیا گیا جو اس زمانہ سے لیکر معاملات میں حصہ لیتی چلی آئی تھی کہ اس کی ابتدا کا کسی کو خیال ہی نہ رہا تھا لیکن جسے اب باعث تکلیف خیال کیا جاتا تھا۔ خلیج نامی کی ایک قدیم شہر قاہرہ کے دیسی حصہ شہر میں سے ہو کر گذرا کرتی تھی۔ جب ہر سال دریائے نیل میں اس قدر طغیانی آتی کہ اس کا پانی اس میں داخل ہو جاتا تو فصل کی عمدگی یقینی خیال کی جاتی تھی اس وقت اس بند کو توڑ دیا جاتا تھا جو عارضی طور پر نیل کے پانی کو خلیج میں جانے سے روکے رکھتا تھا۔ یہ کارروائی خدیو معظم اور اُن کے وزرا کے روبرو عمل میں لائی جاتی تھی اور بڑی خوشیاں منائی جاتی تھیں۔ روایت تھی کہ مسلمانوں کے عہد میں اس موقعہ پر ہر سال ایک باکرہ لڑکی دریائے نیل میں بھینٹ دی جاتی تھی۔ چنانچہ اس وقت تک بھی بند کاٹتے وقت یک گڑیا کو زنانہ کپڑے پہنا کر بھینٹ دیا جاتا تھا ؎

سنہ ۱۸۹۷ء سے چندسال اس طرف یہ رسم محض ایک قسم کی ظاہرداری رہ

گئی تھی کیونکہ افسران محکمہ آبپاشی کی اصلاحات کے باعث نہر بے فایدہ ثابت ہو نے لگی تھی بعض دیگر انسٹیٹیوشنوں کی طرح خلیج بھی جس کے وجود کو پہلے باا اثر خیال کیا جاتا تھا اب بمرور زمانہ و تبدیلی حالات کے باعث بالکل تکلیف دہ بن چکی تھی۔ افسران حفظ صحت اسے پاٹ دینے پر زور دے رہے تھے اور بالآخر اُسے پاٹ ہی دینا پڑا۔ ابتدا میں اس لحاظ سے کسی قدر تامل تھا کہ پرانے خیال کے مشرقیوں پر اس کارروائی کا کیا اثر پڑے گا لیکن جیسا کہ ایسی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے ان لوگوں نے بالکل لاپروائی کا اظہار کیا اور اپنے جوش و خروش کو کسی اور موقعہ پر ملتوی کر دیا جبکہ وہ غیر متوقع طور پر ظہور میں آ جائے گا۔ اب اس جگہ جہاں خلیج ہوا کرتی تھی ایک برقی ٹریمو ے چلتی ہے اور زیادہ زمانہ نہیں گذرے گا کہ وہ جگہ جہاں ہر سال ہزارہا لوگ دریائے نیل کی پرستش کرتے تھے سوائے چند دلچسپی لینے والوں کے ہر شخص کو ویسے ہی بھول جائے گی جیسے اُن افسران نہر کا احسان جن کی قابلیت سے وہ دور ہوئی یا اس افسر حفظان صحت کی مہربانی جس نے اُسے منسوخ اور مسدود کیا ❊

۱۸۹۸ء میں ملک کی حالت اس قابل ہوگئی کہ اس میں دوسرے ملکوں کی طرح سرکاری بنک کھولا جائے۔ معلوم ہوتا تھا کہ عرصہ زیادہ سال کا نہیں گذرے گا کہ فینس ڈی لا ڈیبٹ پبلک کا دفتر منسوخ ہو جائے گا۔ اور سرکاری بنک کی وضع کا ایک انسٹیٹیوشن اس مطلب کے لئے درکار ہوگا کہ گورنمنٹ کے خزانہ کا کام چلائے اور اس وقت سرکاری قرضہ کے متعلق جو کام قیس کی طرف سے ہو رہا ہے اسے سنبھالے۔ غرض ۲۵- جون ۱۸۹۸ء کے اعلان خدیویہ کے رو سے ...... ا پونڈ کے ابتدائی سرمایہ سے مصر کا نیشنل بنک کھولا گیا۔ اب وہ سرکاری خزانہ کا کام دیتا ہے اور تمام سرکاری رقوم سوائے اُن کے جو قیس ڈیلا ڈیٹ سے متعلق ہوں بنک ہی میں جمع کرا دی جاتی ہیں۔ بنک کو ورشنی ہنڈیاں جاری کرنے کا اختیار ہے اور

گو وہ قانونی سکہ میں داخل نہیں تاہم سرکاری رقوم واجب الادا میں انہیں وصول کر لیا جاتا ہے۔ ۳۱ دسمبر کو اس قسم کی ہنڈیاں بقدر ۵۱۲۸۰۰۰ پونڈ مروج تھیں بنک کا سرمایہ گورنمنٹ اور حصہ داروں کی منظوری سے عند الضرورت بڑھایا جا سکتا ہے اور اب اس کی مقدار ۳۰۰۰۰۰ پونڈ ہے۔ جب بنک جاری کیا گیا تو اس کی طرف سے اراضی داروں کو روپیہ قرض دینے کا انتظام کر دیا گیا۔ یہ کام گورنمنٹ نے تجربتاً کیا تھا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا حتے کہ رقوم قرضہ ۶۰۰۰۰۰ پونڈ تک پہنچ گئیں۔ اس کے بعد جب دیکھا گیا کہ اس کام کے لئے زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے اور دوسری طرف گورنمنٹ نے مقروض فلاحین کو مدد دینے کی ترغیب دی تو نیشنل بنک نے گورنمنٹ کے منشا کے مطابق بعد میں مصر کے زرعی بنک کی بنیاد ڈالی جس کا مسلمہ سرمایہ ۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ قایم کیا اور ۱۹۰۲ء میں وہ تمام رقوم قرضہ جو اراضی داروں سے واجب الادا تھیں اس کے حوالہ کر دیں۔ جس قدر سرمایہ قرض کی رقوم میں لگایا جاتا ہے گورنمنٹ اس کے ۳ فیصدی حصہ کی ضامن ہے اور سود اور ڈوبتی رقمیں اپنے رونیو کلکٹروں کے ذریعہ وصول کرتی ہے۔ شرح سود ۹ فی صدی مقرر ہے لیکن ۷۰۰۰۰۰ پونڈ قرض دیئے جانے پر اسے ۸ فی صدی کر دیا جائے گا۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۵ء کو قابل وصول رقمیں بقدر ۴۳۴۶۵۰۰ پونڈ تھیں اور سرمایہ یا سود کی ناقابل حصول رقمیں بالکل بے حقیقت تھیں۔ اب اس زمانہ کی نسبت قرضوں کی رقوم بڑھ چکی ہیں۔ بنک موجودہ مسلمہ سرمایہ ۱۰۳۱۰۰۰۰ پونڈ ہے +

جب گورنمنٹ نے یہ چھوٹے چھوٹے قرض دینے کی ابتدا کی تھی تو منشا یہ تھا کہ چھوٹے اراضی دار قرضخواہوں کے جبر و تعدی سے محفوظ رہیں کیونکہ وہ ان سے ۲۵ سے لے کر ۲۰۰ فی صدی تک وصول کیا کرتے تھے۔ اس کوشش میں کامیابی حاصل ہوئی ہے کیونکہ زرعی بنک کی

بدولت اکثر سودخوار صوبجات کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں ان کے پرانے قرض کی رقوم حتے الامکان زرعی بنک کی طرف سے ادا کردی گئی ہیں آخیر میں اس قدر بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صوبجات میں بنک کے تمام ایجنٹ منتخب انگریز ہیں اور بورڈ سے تعلق رکھنے والے اکثر اصحاب نیشنل بنک آف ایجپٹ کے منتظم ہیں ؂

مصری طریق میں ایک یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ گو سارا انتظام بنک کے ہاتھ میں ہے تاہم سرکاری افسران مالگذاری رقوم سود اور ڈوبتی ہوئی رقموں کو خود وصول کرتے ہیں۔ ہر چند کہ اس کام میں اصول خاص فلاحین کی مدد ہے تاہم حقیقت میں اس کی بنا بالکل تجارتی رکھی گئی ہے ۳۱۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کو قرضہ کی حسب ذیل رقوم واجب الوصول تھیں:۔

نصف پونڈ تا ۱ پونڈ	۱۰۶۰
۱ " " ۵ "	۶۷۷۶
۵ " " ۲۰ "	۹۶۶۲
۲۰ " " ۵۰ "	۹۶۲۲۴
۵۰ " " ۱۰۰ "	۱۳۲۰۷
۱۰۰ " " ۱۵۰ "	۳۹۳۴
۱۵۰ " " ۵۰۰ "	۳۳۳۴
میزان کل	۱۳۴۲۰۷

اس جدول سے معلوم ہوسکتا ہے کہ بڑی مقدار قرضوں کی ۲۰ سے ۵۰ پونڈ تک کی رقوم میں دی جاتی ہے ؂

فلاحین کی مقروضیت لارڈ ڈفرن کی رپورٹ میں واضح طور پر ظاہر کی گئی تھی اور سنین مابعد میں اس معاملہ پر بہت کچھ غور و فکر اور تحقیق ہوتی رہی ہے۔ کریڈٹ فونشیر اور نیشنل بنک آف ایجپٹ دونوں کو اس معاملہ میں دلچسپی لینے کی ترغیب دی گئی لیکن قرضوں کی بہت تھوڑی رقوم جو ۵

دے سکتے تھے اُن کے لئے اس قدر زیادہ تھیں کہ اکثر ضرورت چند فلاحین بغیر مدد کے رہ جاتے تھے۔ جب سے زرعی بنک قایم ہوا ہے مصر میں غیر معمولی خوشحالی دیکھنے میں آرہی ہے مقروض فلاح کو اپنی بہتری کا موقعہ مل گیا ہے شرط صرف یہ ہے کہ وہ اس سے فایدہ اُٹھائے۔ لیکن فلاح گو محنتی ہے لیکن کفایت شعار نہیں اور وقتاً فوقتاً وہ اس قسم کی ترغیبوں میں آجاتا ہے جو اس کی تباہی کا موجب ثابت ہوتی ہیں۔ بہر نوع اب وہ محسوس کرنے لگا ہے کہ میں ایک ایسی حکومت کے زیر اقتدار ہوں جو مجھ سے میری بچت چھیننا نہیں چاہتی۔ پس اسے اپنا جمع شدہ سرمایہ دکھانے سے خایف نہ ہونا چاہیئے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ اس اطمینان کے حاصل ہو جانے سے اس میں کفایت شعاری کا احساس بھی پیدا ہو جائے۔ ازمنہ ماضیہ میں وہ اپنی بچت کے روپیہ کو اس قسم کے معاملات پر صرف کر بیٹھا کرتا تھا جو اسے افسران مال کی بُری نظروں میں نہ لاتے تھے۔ اس کا خرچ ایسے معاملات تک محدود رہتا تھا جن سے وہ یقینی طور پر خوشی حاصل کر سکتا تھا مثلاً شادی اور اس کی متعلقہ دعوتوں وغیرہ پر۔ لیکن کچھ عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ وہ روپیہ جو پہلے شخصی تعیش میں ضایع کر دیا جاتا تھا اب نئی زمین کی خرید میں لگایا جاتا ہے۔ یہ کفایت شعاری کی ابتدا ہے لیکن جب فلاحین کی مقروضیت کا ذکر آتا ہے تو اس میں امتیاز کرنا واجب ہے۔ فلاح حقیقت میں اس زمین کے کسی حصہ کا مالک نہیں ہوتا جس کی وہ کاشت کرتا ہے بلکہ حقوق قبضہ کے بغیر محض ایک مزدور رہے کیونکہ مصر میں کاشتکار ملکیت زمین پر کوئی حق نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے نہ تو کچھ بطور ضمانت دینا ہوتا ہے اور اگر اس کا سامان بک جائے تو اسے چنداں نقصان نہیں ہوتا۔ لیکن اب یہ لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے اُن میں ان کو کسی قدر جایداد کا مالک تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن بہت سے فلاحین اس قسم کے بھی ہوں گے جن کے پاس نہ تو اپنی زمین ہے اور نہ اراضی

زیر کاشت پر انہیں کسی قسم کے حقوق حاصل ہیں۔ ان کی حالت جداگانہ تحقیقات کی محتاج ہے *

انہیں ایام میں ایک اور کارروائی اس قسم کی کی گئی تھی جس سے زرعی بنک کی نسبت فلاحین کو کچھ کم فایدہ نہیں پہنچتا۔ ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ مصر نے ایک کمپنی کے پاس دائرہ سنیہ کی ساری جایداد ۶۴۳۱۵۰۰ پونڈ میں بیچ ڈالی۔ کیونکہ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۷ء قرضہ دایرہ سنیہ کی یہی رقم تھی اور جایداد محولہ بالا کے ذریعہ اس کی ضمانت دی ہوئی تھی۔ ان جایدادوں کو یک جا طور پر ایک کمپنی کے ہاتھوں بیچ دینے میں گورنمنٹ کا منشا قرضہ دایرہ کو ادا کرنے کا تھا تاکہ اس طرح پر اراضی مناسب قیمتوں پر لوگوں کے ہاتھوں تک جا پہنچے۔ یہ امر مشروط تھا کہ رقم زرخرید میں کسی کمی کا اضافہ اور کسی ایسی فالتو رقم کو کم کیا جا سکتا ہے کہ جو خریداری مکمل کرنے کے وقت تک دائرہ سنیہ کی ایڈمنسٹریشن دکھا سکے۔ نیز یہ کہ اسی تاریخ تک کسی جایداد کی فروخت سے جو رقوم حاصل ہوں اُن سے بھی ہنڈیوں کی وصولی کا کام لیا جائے تاکہ اس طرح پر رقم واجب الادا کم ہو جائے ان جایدادوں کی حوالگی ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو کمپنی کے نام ہوئی تھی۔ خریدار کا اقرار تھا کہ ہمارے پاس فروخت ہونے کے بعد عرصہ سات سال کے اندر اندر جایداد دایرہ سنیہ کی تمام اراضی فروخت کر دی جائے گی بشرطیکہ ہمیں اسقدر قیمت مل سکے جس سے اس رقم کے علاوہ جو ہم بوقت خرید ادا کریں گے ۲۰ فیصدی کا خالص منافع مجموعی طور پر حاصل ہو جائے۔ خیال یہ تھا کہ ایک ایسی نیم سرکاری ایڈمنسٹریشن سے جیسی کہ دایرہ سنیہ کی تھی کمپنی زیادہ جلد فروخت کو عمل میں لا سکے گی۔ یہ خیال صحیح ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ ساری جایداد دائرہ سنیہ کمپنی نے ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء سے پہلے ہی پہلے فروخت کر ڈالی۔ بحالیکہ جایداد مملکت میں سے جو ابھی تک نیم سرکاری ایڈمنسٹریشن کے ہاتھ میں چلی آ رہی ہے بہت کم حصہ بکا ہے ۱۸۹۸ء میں کمپنی نے اپنے

قیام کے تھوڑا عرصہ بعد تمام جایدادوں کی فہرست قیمت تیار کی۔ اس کے بعد اسے اس قسم کے ٹکڑوں میں فروخت کرنے کا اعلان کیا گیا جن کو خریدنے کی مزارعین کو توفیق تھی اور شرط حوالگی ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء یا اس کے بعد حتی الامکان کوئی قریبی تاریخ رکھی۔ اصلی قرضہ کی شرط کے مطابق اس تاریخ سے پیشتر حوالگی عمل ہیں نہ آسکتی تھی۔ یہ بھی کمپنی کی خوش نصیبی ہے کہ کچھ عرصہ سے اراضی کی قیمت بہت کچھ بڑھ گئی ہے اور اس سودے میں اسے اس قدر نفع ہوا ہے جس کی ۱۸۹۸ء میں توقع نہ ہو سکتی تھی۔ جایدادوں کی فروخت سے جو رقم وصول ہوئی ہے وہ بہت بڑی حد تک قرضہ دائرہ سنیہ سے بڑھی ہوئی ہے جس مجموعی طور پر بہت کچھ نفع بچ رہا ہے۔ اس منافع کی رقم ۷. لاکھ پونڈ سٹرلنگ ہے اور اس میں سے نصف کی حقدار کمپنی اور نصف کی گورنمنٹ ہے۔ اس طرح پر گویا گورنمنٹ کو ۳۵ لاکھ سٹرلنگ کے قریب مل جائے گا وہ قرضہ ادا ہو جائے گا جس کے لئے یہ جایداد بطور ضمانت رکھی ہوئی تھی۔ اور اس کے علاوہ اس کا وہ مدعا بھی پورا ہو جائے گا جو یہ تھا کہ وہ اراضی واپس اہل ملک کے پاس چلی جائے جس پر اسمٰعیل پاشا نے قبضہ کر لیا تھا۔

اسی سال یعنی ۱۸۹۸ء میں جہازوں کا خدیویہ بیڑہ جو اسمٰعیل پاشا کے زمانہ میں ہفتہ وار مصری ڈاک قسطنطنیہ۔ شام۔ پیرس اور بحیرہ قلزم کو لے جایا کرتا تھا معہ سرکاری عمارات قلعہ۔ بندرگاہ سویز و دیگر جایداد کے ۱۵۰۰۰۰ پونڈ کی رقم کے عوض ایک انگریزی کمپنی بنام خدیویل میل سٹیم شپ کمپنی کے حوالہ کر دیا گیا۔ درحقیقت گورنمنٹ نئے سٹیمروں کی خرید میں کافی رقم صرف نہ کرتی تھی نہ ان کو جو پہلے سے موجود تھے مرمت کی حالت میں رکھا کرتی تھی اور سچ پوچھو تو یہ کوئی ایسا کام بھی نہ تھا جس میں گورنمنٹ کا حصہ لینا مناسب ہوتا۔ جب سے بیڑہ ایک پرائیویٹ کمپنی کے پاس فروخت ہو گیا ہے گورنمنٹ نے مصری حجاج کے لئے آرام و آسایش مہیا کرنے کی خاص خاص شرائط مقرر کر دی ہیں جو ہر سال خدیو جہازوں میں سوار ہو کر بہت بڑی تعداد میں جدہ

واقع بحیرہ قلزم میں جاتے ہیں۔ کمپنی نے گورنمنٹ سے ٹھیکہ کرکے سکندریہ بندرگاہ میں ایک جہازوں کے ٹھیرنے کی جگہ تعمیر کرائی ہے۔ جسکا دہانہ ۵۲۲۲ فٹ لمبا اور ۹۴ فٹ چوڑا ہے۔ اور جس میں ۳۲ فٹ کا پانی رہتا ہے۔ تعمیر کے بعد اسے گورنمنٹ نے خرید لیا اور اب تک یہ گورنمنٹ ہی کی مالیت ہے ؛

ذیل میں اُن اخراجات کا خلاصہ دیا جاتا ہے جو سوڈان کو دوبارہ مصر سے ملانے میں ۱۸۹۶ء کے موسم بہار سے لیکر جبکہ وادی حلفہ سے ڈنگولا کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا ۱۸۹۹ء کے آغاز تک ہوے جب کہ عمدرمان پر قبضہ ہو گیا اور خلیفہ کی حکومت منتشر ہو گئی

نام کام	ریلوے پونڈ	تار پونڈ	جنگی کشتیاں پونڈ	فوجی اخراجات پونڈ	میزان پونڈ
مہم ڈنگولا	۱۸۱۸۵۱	۸۲۹۹	۶۵۰۶۹	۴۶۹۶۲۲	۷۲۵۶۴۱
بعد کے فوجی اخراجات	۶۹۹۵۲۱	۱۳۵۲۶	۸۹۰۶۵	۵۲۶۶۰۱	۱۳۲۸۷۱۲
توسیع خرطوم ریلوے	۳۰۰۰۰۰	..	..	..	۳۰۰۰۰۰
میزان	۱۱۸۱۳۷۲	۲۱۸۲۵	۱۵۴۹۳۴	۹۹۶۲۲۳	۲۳۵۴۲۵۴

ناظرین کو یہ بات یاد ہوگی کہ مہم ڈنگولا کا خرچ جو سطور بالا ۷۲۵۶۴۱ پونڈ دکھایا گیا ہے گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے ادا کیا گیا تھا کیونکہ قیس ڈیلاڈٹ نے اس مطلب کے لئے عام رزرو فنڈ سے روپیہ دینے میں انکار کیا تھا۔ اس طرح پر مہم ڈنگولا اور بعد کے فوجی کاموں میں جو خرچ مجموعی طور پر اٹھا اس کا قریباً ایک تہائی حصہ گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے دیا ہوا تھا۔ سوڈان کو دوبارہ فتح کرنے کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ مصر کو ۰۰۰ ۱۶۲۰ پونڈ خرچ کرنے پڑے اور اس کے مقابلہ میں بہت بڑی رقم فاصلہ بعید تک ریل اور تار کا سلسلہ بنانے میں صرف ہوئی۔

۱۸۹۸ء میں سر ایلون پامر مرحوم مشیر مال کے عہدہ سے مستعفی ہو کر مصر کے نیشنل بنک کے پہلے گورنر بنے۔ ہر چند کہ ان کو وہ دقتیں پیش نہ آئیں جو ان سے پہلے عہدہ دار کو پیش آئی تھیں تاہم وہ مشکلات سے بالکل ہی محفوظ نہیں رہے۔ اور آخر کار جب کسی مناسب حد تک گورنمنٹ کے بٹوے کی ڈور ڈھیلی ہونے لگی تو وہ اپنا زمانہ ختم کر چکے تھے۔ سر ایلون نے خاص طور پر ان مشکل اور نازک مالی معاہدات میں حصہ لیا تھا جن کے باعث با استحقاق۔ دائرہ اور مملکت کے قرضوں کو تبدیل کیا جا سکا اور لارڈ کرومر نے ان کی ان خدمات کا تہ دل سے اعتراف کیا تھا جن کے باعث آسوان کے ذخیرہ آب کی تعمیر کا ٹھیکہ عمل میں آیا۔ ۱۸۹۸ء سے نیشنل بنک کے گورنر اور بعد میں زرعی بنک کے عہدہ و دیگر اسی قسم کی حیثیتوں میں انہوں نے اپنے وسیع تجربہ۔ مالی واقفیت اور مصری معاملات و اشخاص کی باخبری کے ذریعہ اکثر صنعتی کاموں کی ترقی میں مدد دی ان کے جانشین مسٹر بعد میں سر ایلڈن گورسٹ ہوئے جو ڈپلومیٹک سروس سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن ان دنوں وزارت ملکی کے مشیر تھے۔ ۱۸۹۸ء میں سر جان سکاٹ بھی ریٹائر ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنا کام موجودہ عدالتی مدبر مسٹر بعد میں سر ملکم میکل ورتھ کو سپرد کر دیا۔

۱۸۹۹ء کے آغاز سے مصر میں اصلاح کا دریا چڑھاؤ پر نظر آنے لگا۔ اکثر رکاوٹیں جو ترقی کی راہ میں سدباب تھیں دور یا شکست ہو چکی تھیں خلیفہ اب پناہ گزین تھا۔ مالی حالت بہت اچھی تھی۔ تجربہ کار لوگوں کے ہاتھ میں آنے سے نیل کے پانی کی تقسیم پیداوار کو ترقی دینے لگی تھی۔ آسوان کے ذخیرہ آب سے قابل حصول پانی کی مقدار میں اضافہ ہونے والا تھا سوڈان اینگلو مصری حکومت تلے آچکا تھا۔ قیس کے ہاتھوں میں زر رونق ضرورت سے زیادہ تھا۔ اور ملک میں مزید سرمایہ اور ماہر کار لوگ الوالعریانہ طور پر داخل ہو رہے تھے۔ ۱۸۹۰ء میں فلاح کی باری تھی اب مختلف ڈیپارٹمنٹوں کی۔ جب ہم ۱۸۹۹ء سے لے کر بعد کے زمانہ لارڈ کرومر کے زمانہ کی رپورٹوں کو دیکھتے ہیں تو ان معاملات کی تعداد اور نوعیت کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جن کی طرف گورنمنٹ کی توجہ مبذول ہوئی۔ ڈاک خانہ کا سیونگ بنک۔ پیپر کرنسی (نوٹوں کا صیغہ) شہروں اور قصبوں میں بہم رسانی آب کا انتظام۔ ارضی پیمایش۔ علم حوادث سماوی۔ دیہات کا حفظان صحت۔ امراض مویشی۔ نورمل سکول۔ زرعی مکاتب۔ انجینیری کے مدرسے۔ ماڈیکل اور ویٹرنیری (سلوتریوں کے) سکول۔ زراعت اور فلاحت کی انجمنیں۔ نیل کی مچھلیوں کی سروے۔ صیغہ آثار قدیمہ یہ تمام صرف چند ایک چیزیں ہیں جو ۱۸۹۹ء کے بعد کے زمانہ میں ملک کے اندر زیادہ قابل عزت لوگوں کے پہلو بہ پہلو پیدا ہو گئی ہیں۔ ۱۸۸۲ء میں جہاں سڑا ہوا تنکا نظر آتا تھا اور جہاں مصر کی ضایع شدہ قوت پرانی صنعتوں کو بھی برقرار نہ رکھ سکتی تھی۔ وہاں اب ہر قسم کی غیر ملکی صنعتیں رائج کی گئی ہیں۔ اور خوب اچھی طرح ترقی کر رہی ہیں۔ معاملات کے اس قدر متنوع سلسلہ پر نظر ڈالنا اس کتاب کے نفس مضمون سے خارج ہے۔ لیکن ان کی موجودگی اور ترقی اس امر کی بین دلیل ہے کہ ملک میں جان پڑ چکی ہے عجیب بات یہ ہے کہ تربیت یافتہ اہلکاروں کے اتنے کم اسٹاف اور ۱۹۰۷ء

یک ریزرو فنڈ کے قیس کے زیر اقتدار ہونے کے باوجود بھی ایڈمنسٹریشن اس قدر مختلف امور کو ترقی دے سکی ہے۔ اگر جگہ مل سکے تو ان میں سے بعض کی ترقی کا ذکر کرنا واقعی موجب دلچسپی ہوگا لیکن مختلف اصلاحات کے مختصر تذکرہ اور قانون۔ انصاف۔ تعلیم۔ جیل خانہ جات۔ حفظان صحت پیمایش زمین وغیرہ اہم معاملات کو بیان کرنے کے بعد جگہ نکالنا دشوار ہے فی الحقیقت اس صورت میں بہت کم جگہ اس مطلب کے لئے بچ سکیگی کہ ان معاملات کا ذکر کیا جائے جو تاریک اور پس ماندہ سوڈان کو جو بہت کرکے اس وقت تک طبقہ انسانیت سے باہر رہا ہے مسلمہ قوموں کے دایرہ میں لانے کے لئے عمل میں لائے گئے۔ اس میں کچھ بھی کلام نہیں ہے کہ سوڈان اب تک اپنے بُعد کی وجہ سے ایک قسم کی تاریکی میں پڑا رہا ہے۔ اس پر اکثر حملہ آور یا غلاموں کے تاجر چڑھائی کرتے رہے ہیں یا وہ ان اہلکاروں کے رحم پر رہا ہے جن کا رحم کبھی ظہور میں آتا ہی نہ تھا اور روپیہ کے لئے جن کی طمع کبھی پوری نہ ہوسکتی تھی +

سنہ ۱۸۹۹ء میں سمسانی نمک کا ٹھیکہ احتیاط کے ساتھ خاص خاص شرایط اور پابندیاں قایم کرکے ایک کمپنی کو دے دیا گیا سنہ ۱۹۰۴ء میں نمک سے ۲۰۰۰ پونڈ آمدنی ہوئی بحالیکہ اس سے تین سال قبل کی حسب ذیل تھی:-

سنہ ۱۹۰۱ء	۱۵۹۹۷۸ پونڈ
سنہ ۱۹۰۲ء	۱۶۷۲۱۶ "
سنہ ۱۹۰۳ء	۱۶۹۶۸۶ "

اوسط کھپت نمک کی فی کس ۵٫۴ کلوگرام ہے لیکن بہت سا نمک محصول کسٹم سے بچا کر چوری چھپے ملک میں داخل کیا جاتا ہے اور کھپتا ہے کمپنی کی طرف سے نمک ۵ پونڈ فی ٹن کے نرخ سے بکتا ہے اور گورنمنٹ کو اس میں سے ۳/۵ پونڈ فی ٹن رایلٹی ملتی ہے۔ تجویز ہے کہ جب عام

آمدنی میں اس کی گنجائش نکل سکی تو رایلٹی میں بہت کچھ تخفیف کر دی جائے گی۔ صحرا نمک سے بھرا ہوا ہے اور اس میں سے صرف نکالنے کی قیمت ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر غربا چوری چھپے بہت سا نمک لے آتے ہیں اور گورنمنٹ کو تادیبی اور تعزیری طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں جو اس کے منشا اور پالیسی کے خلاف ہیں +

سنہ ۱۹۰۱ء سے وہ بھاری محصولات بھی معاف کر دئے جو زمانہ قدیم سے پلوں کے نیچے اور دریائے نیل کے بندوں میں سے گذرنے والی کشتیوں پر وصول کئے جاتے تھے۔ ان محصولات کی وصولی دیسی مصری مالی طریقوں سے مخصوص تھی۔ جو لوگ نیل کے پلوں پر سے گذرتے اور انہیں استعمال کرتے تھے ان سے کچھ بھی بطور میر بحری وصول نہ کیا جاتا تھا۔ لیکن جو کشتیوں میں سوار ہو کر شاہراہ دریا پر سے گذرتے اور جنھیں بہت سی رکاوٹیں پیش آتیں ان سے بھاری ٹیکس لیا جاتا تھا کیونکہ بہت سے پیادہ مسافروں سے چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کرنے کی نسبت تھوڑی سی کشتیوں سے بڑی بڑی رقوم وصول کرنا نسبتاً سہل تھا۔ دریائے نیل کے محصولات کی نسبت یہ بھی خیال تھا کہ اس سے ریلیں ناواجب مقابلہ پر آمادہ نہیں ہوسکتیں۔ غرض جب مالی حالت اس قابل دیکھی گئی تو ان میر بحری کی رقوم کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس سے سالانہ آمدنی میں براہ راست نقصان کا اندازہ ۶۰۰۰۰ روپیہ کیا گیا۔ لیکن اس کے بعد دریائے نیل پر جہازرانی کھلے بندوں ہونے لگی سنہ ۱۸۹۸ء میں ڈلٹا کے بند میں سے صرف ۱۵۵۶۷ کشتیاں گذری تھیں لیکن سنہ ۱۹۰۴ء میں ان کی تعداد ۴۱۷۴۰ تک بڑھ گئی +

اس کے تھوڑا عرصہ بعد سنہ ۱۹۰۲ء میں ماہی گیری کا وہ طریق جو دریائے نیل اور جھیل منزلہ کے علاوہ باقی تمام مقامات ماہی گیری میں مروج تھا اور جس کا قصہ قبل ازیں بیان کر دیا جا چکا ہے منسوخ کر دیا گیا اب یہ حال

ہے کہ جو ماہی گیر اپنی کشتی کے لئے لائیسنس حاصل کرے وہ آزادی کے ساتھ ماہی گیری کرسکتا ہے۔ اس سے آمدنی میں ۱۰۰۰۰ پونڈ کی فوری تخفیف ہوئی لیکن ماہی گیروں کو اس قدر منافع ہوا کہ لائیسنسوں کی تعداد یوماً فیوماً بڑھنے لگی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گورنمنٹ کی آمدنی میں بھی اضافہ ہونے لگا چنانچہ اس کی مقدار آج کل ۷۰۰۰ پونڈ قایم کی جاسکتی ہے۔

ٹیلیفون یوں تو مصر میں ۱۸۸۱ء میں لگادی گئی تھی لیکن ۱۸۹۹ء سے سرکاری اور نج کے دفاتر اور ہوٹلوں میں اس کا رواج بہت بڑھ گیا ہے اور اس قدر کام لیا جانے لگا ہے جتنا لندن میں بھی نہیں لیا جاتا۔ اب قاہرہ اور اسکندریہ کو ٹیلیفون کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملایا ہوا ہے اور اس کے علاوہ ان میں زیر زمین تار بھی لگے ہوئے ہیں۔ اکثر صوبجات ڈلٹا میں صوبہ کے ہیڈ کوارٹر کا تعلق مختلف اضلاع سے بذریعہ ٹیلیفون ہے اور ان کا آگے ان بڑے بڑے گاؤں سے جو اُن کی حدود میں واقع ہیں۔ اس لحاظ سے مصر ہندوستان سے بھی بڑھا ہوا ہے جہاں پراونشل طور پر ٹیلیفون کا رواج بالکل ہی مفقود ہے۔ ہندوستان کے اندرونی حصوں میں انتظامی طور پر ٹیلیفون سے کام لیا جائے تو مصر کی طرح یہاں بھی دیہات کے چوکیداروں۔ کلرکوں اور سٹیشنری کا بہت سا خرچ بچ جائے اور جرایم کی نگرانی میں اس سے خاص طور پر مدد ملے۔ مصر کی ٹیلیفون کمپنی کے دفاتر تبادلہ قاہرہ اور سکندریہ میں قایم ہیں اور اسی سے بلیوں کے نصب کرانے اور تار لگانے کا کام لیا گیا ہے اور تعمیر کے بعد متعدد سال کے عرصہ کے لئے لائنیں گورنمنٹ کو کرایہ پر دیدی گئی ہیں۔

۱۹۰۲ء کے موسم خزاں میں یعنی عرصہ ۷ سال کے بعد مصر میں ہیضہ پھوٹ نکلا جس سے ۳۵۰۰۰ آدمی تلف ہوئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی چھوت حجاز سے لائی گئی تھی۔ انگریزی قبضہ کے بعد اس مرض کے نمودار ہونے کا یہ تیسرا موقعہ تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ ۱۹ سال کے عرصہ میں یہ تین مرتبہ

پھوٹ نکلا تھا۔مالی معاملات میں اصلاح کرنے والا خواہ کتنا بھی کشادہ دل ہو لیکن اس کے پیچھے اس بار بار لوٹ کر آنے والی وبا کا بھوت ہر وقت سوار رہتا ہے۔ممکن ہے جلد یا بدیر سکندریہ یا قاہرہ کی صفائی کا انتظام بہتر ہو جائے لیکن صوبجات کے شہروں اور دیہات میں ابھی تک افسر حفظان صحت کی عقل چکر کھا جاتی ہے۔کیونکہ ہمدردی نہ رکھنے والی پبلک اسے کسی قسم کی مدد نہیں دیتی اور خود اسے اس بات کا اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں مجھ پر اس بات کا الزام عاید نہ کیا جائے کہ میں نے ان کے مذہبی امور میں دست درازی کی ہے یا ان کی مجلسی ضروریات اور رواجات کی طرف سے لاپروائی برتی ہے +

اس سے پہلے محصول چونگی چھوٹے چھوٹے قصبات میں معاف کر دیا گیا تھا اب اسے قاہرہ اور اسکندریہ میں بھی موقوف کر دیا گیا اس سے ملک کو ۲۰۰۰۰۰ پونڈ سالانہ کا خسارہ ہوا۔اس کا فوری لیکن غیر متوقع اثر یہ ہوا کہ ان قابل اتلاف اشیا کی قیمتیں بڑھ گئیں جن پر محصول عاید کیا جایا کرتا تھا۔اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ اس قسم کی پیداوار جب ایک بار شہر میں لائی جائے اور اس کا محصول ادا کر دیا جا چکا ہو تو اسے مجبوراً اونے پونے بیچنے پڑتا تھا۔کیونکہ اگر واپس لے جائیں تو دوبارہ لانے کے وقت پھر محصول چونگی لئے جانے کا خیال ہوتا تھا۔لیکن جب چونگی موقوف ہو گئی تو معاملات نے یہ صورت اختیار کی کہ اگر مالک کو منہ مانگے دام نہ ملتے تو وہ فروخت نہ کرتا تھا۔ممکن ہے اس میں بعض دیگر چھوٹی وجوہ نے بھی حصہ لیا ہو بہر نوع قیمتوں کے چڑھ جانے سے دیگر فروشندگان بھی اس طرف متوجہ ہوں گے اور قیمتیں اپنی قدرتی سطح پر آجائینگی۔

ان امور کے علاوہ ٹڈیوں۔کپاس کے کیڑوں۔چوری چھپے چشیس لانے والوں۔قمار بازوں کے خلاف ان کے انسداد کی خاطر جدوجہد ہوتی رہی ہے اور مصری حکام کی توجہ ان دیگر چھوٹی چھوٹی کوششوں میں لگی رہی ہے جو کسی اچھے انتظام والی حکومت کی نظر میں آنی ضروری ہوتی ہیں۔اس

میں شک نہیں کہ ان باتوں کا تذکرہ بجائے خود بہت دلچسپ ہے اور مصر کی خانگی تعریف میں وہ ایک خاص اہمیت بھی رکھتے ہیں تاہم اس جگہ ان کے بیان کرنے کیلئے جگہ نکالنی مشکل ہے۔ یہی بات ان دیگر اصلاحات کی ترویج کے متعلق کہی جاسکتی ہے جو کسی مہذب گورنمنٹ کے وجود کو نمایاں کرتی ہیں مثلاً اعدادی بورڈ کی ترتیب۔ ارضی پیمائش کی توسیع۔ رصدگاہ کی تیاری۔ مصری اور عربی یادگاروں کی محافظت۔ اشیائے مصر کے عجائب خانہ کا محفوظ مکان میں رکھا جانا۔ ڈاک خانہ کے طریق سیونگ بنک کا رواج اور برطانیہ کلاں اور مصر کے درمیان پارسل دے کر نقدی وصول کرنے کے طریق کی توسیع جو اس سے ۱۹ سال پہلے سے داخلی آمدورفت میں مروج چلا آتا تھا۔ عام مسلمانوں کو سیونگ بنک میں جمع کئے ہوئے روپیہ پر سود لینے پر راغب کرنے کے لئے مفتی اعظم اور اسلام کے دیگر اعلیٰ درجہ کے فقہ دانوں کو طلب کرنا پڑا اور ان کی مدد سے ایک اس قسم کا قانون مرتب کیا گیا جس سے لوگوں کے اکثر اعتراضات رفع ہوگئے لیکن ہمیں ۱۹۰۴ء کے انگریزی فرانسیسی عہدنامہ اور اس کے ذریعہ قایم کردہ مالی حالت کا ذکر کرنے سے پیشتر زیادہ اہم معاملات از قسم آبپاشی۔ مصری عدالت ہا۔ تعلیم۔ جیل خانجات۔ وحفظان صحت کا حال بیان کرنا ہے۔

آسوان کے ذخیرہ آب کی تجویز اختیار کرنے سے پیشتر بہت کچھ کیا جاچکا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ وہ سب کچھ کیا جاچکا تھا جو اس زمانہ کی بہم رسانی آب کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن تھا۔ ۱۸۸۴ء سے لیکر ۲۲۰۰۰۰ پونڈ سالانہ کی معمولی رقم کے علاوہ جو آبپاشی کے بجٹ میں نکالی جاتی تھی ۳۴۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم غیر معمولی ذریعہ سے حاصل کر کے صرف کی جاچکی تھی۔ مختصر الفاظ میں تفصیل حسب ذیل تھی:۔

ڈلٹا کا بند اور ویر ۹۰۰۰۰ پونڈ

اشمار ڈلٹا کی ترقی	۸۰۰۰۰ پونڈ
صفائی	۱۰۰۰۰۰ پونڈ
بالائی و وسطی مصری تاس کے طریق میں ترمیم	۱۱۰۰۰۰ پونڈ
کل میزان	۳۸۰۰۰۰ پونڈ

اس اثنا میں نہر کی کو۔وی منسوخ کردی جا چکی تھی جس پر ۶ لاکھ پونڈ مصری کی رقم صرف ہوئی تھی۔ بڑی بڑی نہروں سے کیچڑ نکالنے کا طریق رایج کیا جا چکا تھا اور جا بجا مرمت و تعمیر کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا ڈلٹا میں بڑی اور چھوٹی نہروں کی تجویز پختہ کی گئی تھی بھر سانی آب پر اختیار رکھنے کے طریق میں اصلاح عمل میں لائی جا چکی تھی اور دس لاکھ سے زیادہ کے صرف سے صفائی کے کام شروع کئے گئے تھے۔ طغیانی سے حفاظت کرنے کے لئے دریائے نیل کے کناروں کو اس قسم کی وسعت دی گئی تھی کہ جس سے کافی تحفظ عمل میں آسکے یعنی جن مقامات پہ پانی رگڑ کرتا تھا وہاں پتھر کے ٹکڑے اور بند قایم کر دئے گئے ۱۸۸۲ء سے ان طریقوں پر عمل جاری رہنے سے کپاس کی فصل کم و بیش ۳۰ لاکھ ہنڈ۔ ویٹ سے بڑھکر ۶۰ لاکھ تک پہنچ چکی تھی اور قیمت بھی ۵۰۰۰۰۰۷ پونڈ سے بڑھ کر دوگنی ہو چکی تھی۔ مکی کی فصل کے وقت بوئے جانے کا تیقن حاصل ہو چکا تھا۔ مصر کی قابل زراعت زمین کا رقبہ ۵۰ لاکھ سے ۶۰ لاکھ ایکڑ تک بڑھ چکا تھا اور ان اصلاحات کے باوجود مالگذاری صرف ۵۰ سے ۴۵ لاکھ مصری پونڈ تک گھٹی تھی ؛

فروری ۱۸۹۸ء سے پنج سالہ معاہدہ ٹھیکہ کے عرصہ میں بند آسوان و اسیوط مکمل ہو چکا تھا اور حسابات ۱۹۰۳ء میں بند کر دے گئے ؛

دریائے نیل کا ذخیرہ آب تیار کرنے اور وسط مصر میں ۴۵۱۰۰۰ ایکڑ زمین کا طریق آبپاشی بجائے تاس کے دوامی بنانے میں مجموعی خرچ ۱۹۰۸ء کے خاتمہ پر کوئی $6\frac{1}{2}$ ملین آسٹرلنگ اٹھا ہوگا۔ ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۵ء کے خاتمہ تک اس $6\frac{1}{2}$ ملین کی رقم میں اگر ۳۸۰۰۰۰ کی وہ رقم جس کا ذکر اوپر

آچکا ہے ۳۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم دربارہ صفائی ۲۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم دربارہ ترقی انہار ڈلٹا ۵۰۰۰۰۰ پونڈ متعلقہ بند رفتہ شامل کرلیا جائے جن کی مجموعی رقم ۴۸۰۰۰۰۰ پونڈ ہوتی ہے توگویا مصر میں قرضوں کی رقوم با غیر معمولی وسایل آمدنی سے حاصل کردہ ۱۱ ملین سٹرلنگ سے زاید رقم آبپاشی ہی کے کاموں پر صرف ہوئی ہوگی۔ اس میں کئی لاکھ کی رقم کوروی کی منسوخی کی اور ۶۲۰۰۰۰ پونڈ کا سالانہ خرچ بجٹ بھی شامل کرلیا جائے جو ۱۸۸۴ء سے اسی مد میں لگتا چلا آیا تھا تو رقم اور بھی بیش قرار بن جاتی ہے ؎

اکیسویں فصل

سرکاری صیغہ جات۔ مسٹر مکل ورتھ کی اصلاحات۔ زیادہ اخراجات۔ عدالتی فیسوں میں اضافہ۔ آخری اور مرکزی عدالتیں۔ دیہی عدالتیں۔ سرکٹ کورٹ۔ مشیر عدالت کا منشا۔ مرمہ خانہ ابطلہ دیوانی و فوجداری۔ جرایم کی بدیہی زیادتی اور اس کے بواعث۔ عدالت ہائے انصاف اور عام اخلاق کا باہمی تعلق۔ مشترکہ عدالتوں کے ججوں کی قانون سازی۔ طریق میں تبدیلی کا غضب نظر آنا۔ محکمہ شرعیہ۔ "اصلاح کی ضرورت نہیں" خدیو کا موقعہ۔ یورپین اور مصری عدالت ہائے انصاف۔ مکمن بدل تعلیم۔ اخراجات کی زیادتی۔ فیس اور حاضری۔ بچے کے مکاتب کی حالت۔ جیل خانے۔ مالگذاری اور پیمایش۔ صیغہ حفظ صحت وطب ڈاکٹر نیلد ورتھ کی کیفیت متعلقہ قصر۔ آئینی۔ ہسپتال ۱۹۰۳ء سرکاری ریلیں +

سرجان سکاٹ نے اپنے زمانہ میں عدالتوں میں بہت کچھ اصلاحات کی تھیں۔ اگر حالات مطابق وموافق رہیں تو اس قسم کی اصلاحات میں

دن بدن ترقی زیادہ زور پکڑتی جاتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے حالات موافق سے بڑھے ہوئے رہتے چلے آئے ہیں کیونکہ جب سے مسٹر مکل ورتھ نے اپنے عہدہ کا چارج لیا ہے زیادہ اخراجات کی گنجایش نکلتی رہی ہے چنانچہ دیسی عدالتوں کا خرچ جو ۱۸۹۸ء میں ۱۶۶۸۶۲ پونڈ تھا ۱۹۰۵ء میں اس کا تخمینہ ۲۴۷۱۰۵ پونڈ کیا گیا اور ۱۹۰۶ء کا تخمینہ بجٹ ۲۶۲۳۲۴۷ پونڈ نکلا تھا۔ علاوہ بریں سال بسال جو تجربہ حاصل ہوتا گیا ہے اس کی روسے اس قسم کے نتایج حاصل ہوئے ہیں جو جدید اخراجات کے موافق ہیں۔ وقت کے گذرتے جانے کے ساتھ ہی ساتھ عوام کو ججوں پر بھی زیادہ بھروسہ ہوتا گیا ہے۔ لیکن ہر شخص جو ایک ثالث کا درجہ رکھتا ہو یا جو کسی حد تک مصر کی گذشتہ اور موجودہ حالتوں سے واقف ہو اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اسکی دیسی عدالت ہائے انصاف سے ابھی زیادہ کی توقع کرنا بے سود ہے۔ زمانہ گذشتہ میں مصر کا کرۂ ہوائی ہمیشہ ہی آزادی کے ناموافق اور پاکیزگی کے غیر مطابق رہا ہے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کی مدتوں عملداری چلی آئی ہے۔ جھکنے والوں پر اکثر عنایات ہوتی چلی آئی ہیں اور دیانتداری کی بہت کم قدر کی جاتی رہی ہے۔ نہریں نکالنے کے طریق میں ممکن ہے۔ دس بیس سال کے عرصہ میں انقلاب واقع ہو جائے لیکن دلی عادات کی صورت میں یہ بات ناممکن ہوا کرتی ہے۔ انتظامی مشکلات اس کے علاوہ ہیں۔ جن عدالتوں کے صدر جج انگریز ہیں جو اپنے ملک کے طریق قانون کے مطابق تربیت حاصل کر چکے ہیں ان میں فرانسیسی ضوابط کے مطابق انصاف ہوتا ہے۔ پروکیورا جنرل ایک انگریز ہے۔ ایک بار کسی مصری کو رکھ کر دیکھا تھا لیکن وہ ناکام رہا۔ مصر میں جس قدر جدید سکول ہیں ان سب میں صرف سکول قانون کا پریسیڈنٹ ایک فرانسیسی پروفیسر ہے اور تعلیم زیادہ تر بزبان فرانسیسی دی جاتی ہے۔ کسی انگریز کے لئے یہ بات سہل نہیں ہے کہ وہ مصری عدالتوں میں اپنے آپ کو جج کے قابل بنا سکے اور جب یہ عہدہ حاصل ہو جائے

تو چنداں دلچسپی نہیں رکھتا۔ امیدوار کے لئے ضروری ہے کہ فرانسیسی ضوابط کے اصول سے واقفیت۔ اور فرانسیسی زبان میں مہارت رکھنے کے علاوہ عربی بھی جانتا ہو۔ تنخواہ کچھ ایسی زیادہ نہیں ہے دیسی عدالتوں کے جج پر ایک طرف مشترکہ عدالتوں کی بنچ کو فوقیت حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کے اختیارات محکمہ شریعہ نے بہت کچھ کم اور منقطع کئے ہوئے ہوتے ہیں دیسی بار ابھی نوعمری اور امتحان کی حالت میں ہے ابھی تک اس کی باتوں کو چنداں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ علاوہ بریں مصر کے دیگر شعبوں کی طرح اس میں بھی ہمیشہ سے فنڈوں کی ضرورت چلی آئی ہے۔ البتہ اس قسم کی علامات اب نظر آنے لگی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یوماً فیوماً لوگوں کو دیسی عدالتوں پر اعتبار ہوتا چلا ہے۔ اور چونکہ غلطیاں معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور آلات دن بدن اس کام کو کرنے کے زیادہ اہل ہوتے جاتے ہیں جو انہیں کرنا ہے۔ اس لئے اگر اچھی طرح نگرانی و نگہداشت کا سلسلہ جاری رہا تو توقع ہے کہ چند سال کے عرصہ میں یہ عدالتیں منزل اصلاحات میں اپنی جگہ حاصل کر سکیں گی۔ عدالتی فیس کی تعداد ۱۸۹۵ء میں ۱۱۵۴۱۲ پونڈ تھی ۱۹۰۳ء میں ۱۰۲۱۷۵ پونڈ ہوئی ۱۹۰۴ء میں ۲۰۶۳۱۲ پونڈ اور ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے تخمینے علی الترتیب ۱۸۵۰۰۰ اور ۲۴۰۰۰۰ پونڈ تھے۔ چونکہ فیسوں کے پیمانہ میں تخفیف کی گئی تھی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ عوام اب عدالتوں سے زیادہ فایدہ اُٹھانے لگے ہیں ۱۹۰۶ء میں دیسی عدالتوں کے خرچ کا اندازہ ۲۶۲۳۲۴۷ پونڈ کیا گیا تھا۔ اس اعتبار سے اب گویا وہ اپنا خرچ چلا سکتی ہیں +

آخری فیصلہ دینے والی عدالتیں جن کی ابتدا سر جان اسکاٹ نے کی تھی اب مستحکم ہو چکی ہیں اور ان کی تعداد ۴۴ ہے بحالیکہ اُن کے اختیارات کی ناقابل اپیل حد ۱۹۰۱ء میں ۱۰ سے ۲۰ پونڈ تک کر دی گئی تھی۔ جب مسٹر (حال سر) ملکم مکل ورتھ نے اپنے عہدہ کا چارج لیا ہے ان کے ساتھ

مقامی عدالتیں جنہیں مرکزی یا ضلع کی عدالتیں کہا جاتا ہے بڑھا دی گئیں ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ مرکز کسی مدیریہ یا صوبہ کا چھوٹا حصہ ہوتا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں مرکزی عدالتوں کی تعداد ۴۶ تھی لیکن بعد میں ان کو ۴۰۰ تک بڑھا دیا گیا۔ ان عدالتوں کے جج معمولی ابتدائی عدالتوں کے مجسٹریٹ ہوتے ہیں جن کا انتخاب ویسے ہی عمل میں آتا ہے جیسے آخری فیصلہ صادر کرنے والے ججوں کا۔ بسا اوقات ایسا بھی پایا جاتا ہے کہ ایک ہی جج کے سپرد دونوں کام ہیں آیندہ تمام جرایم جو پولیس کے دایرہ اختیار میں ہیں اور اکثر چھوٹے چھوٹے جرایم کا فیصلہ انہیں مرکزی عدالتوں ہی میں ہوا کرے گا جہاں ان جرایم کا ارتکاب ہوا ہو کیونکہ ایسی حالتوں کے متعلق ان عدالتوں کو تعزیری اختیارات دے گئے ہیں۔ انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ ایک ماہ تک قید اور ۲ پونڈ تک جرمانہ کرسکیں۔ مرکزی عدالتوں میں استغاثہ کی کارروائی سرسبر پولیس ہی کی طرف سے عمل میں آتی ہے اس میں پارکٹ کی طرف سے کوئی دخل نہیں دیا جاتا گو یہ سب کارروائی اس کی نگرانی میں ضرور ہوتی ہے۔ عنقریب ان عدالتوں کو محدود دیوانی اختیارات دے جائیں گے بعض گاؤں کے نمبرداروں کو بھی اس قسم کے اختیارات دئے گئے ہیں جن کی روسے وہ ایک پونڈ مصری کی حد تک کے شخصی دیوانی مقدمات کو فیصل کرسکتے ہیں آج کل ۱۱۴ اشخاص کو اس قسم کے اختیار حاصل ہیں۔ مقدمات فوجداری میں کچھ مدت سے حق اپیل سرکٹ ایسایز عدالتوں کے قیام کے ذریعہ دور کر دیا گیا ہے جن کا فیصلہ سوائے اس لحاظ کے کہ کسی قانونی معاملہ پر کاسیشن عدالت سے رد کی جائے آخری ہوگا۔ واضح رہے کہ مصری کاسیشن عدالت ایک قسم کی عدالت اپیل کا چیمبر ہوتا ہے جس میں اس عدالت کے پانچ جج ہوتے ہیں لیکن ان کا کام صرف کاسیشن ہی کے متعلق نہیں ہوتا آیندہ تمام جرایم کے مقدمات بلا اپیل ہوا کریں گے۔ جس مطلب کے لئے ایک عدالت وقتاً فوقتاً سات مرکزی کچہریوں میں اجلاس کیا کرے گی۔

اور جس میں عدالت اپیل کے تین جج ہوا کریں گے۔ ملزم کو اعلیٰ عدالت کے سپرد کرنے والے مجسٹریٹ مرکزی عدالتوں کے ججوں میں سے لیئے جاتے ہیں۔ یہ گواہوں کے بیانات نہیں لیتے بلکہ مسل پر یہ بات تحریر کر لیتے ہیں کہ وہ شہادت جو ان کے روبرو پارکٹ نے ظاہر کی ہے اِس قابل ہے یا نہیں کہ سشن عدالت میں ملزم کے خلاف بوقت کارروائی مقدمہ کافی ثبوت موجود ہوگا۔ اس طریق کو ابتدائی سال (۱۹۰۵ء) میں صرف جنوبی مصر پر عاید کیا گیا تھا۔ لیکن اس سے اگلے سال اسے ملک کے ہر حصّہ میں توسیع دیدی گئی۔ ابتداءمیں تجویز تھی کہ ضلع کے دو بھلے مانسوں کو بطور اس قسم کے اسیسروں کے شامل کر لیا جایا کرے جن کو رائے دینے کا کوئی حق نہ ہو۔ لیکن اِس تجویز کے خلاف اِس قدر غلغلہ مچا کہ بالآخر اِس سے دستکش ہونا پڑا۔ سر ملکم ایک مقام پر لکھتے ہیں :۔

"مصری گورنمنٹ کے مسئلہ کا ایک قابل ذکر اور اہم پہلو یہ ہے کہ گو دیسی اخبارات یورپین افسروں اور یورپی طریقوں کی ترویج کی جا وبیجا مخالفت کرتے ہیں۔ تاہم جب دیسیوں کو ذرا سے بھی مزید اختیارات یا زائد ذمہ واری دیجائے تو اعلیٰ طبقات کے لوگوں میں ضرور بے اعتباری اور اکثر حقیقی خوف کا اظہار ہونے لگتا ہے۔"

صاحب مشیر عدالت اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۶ء میں بیان کرتے ہیں کہ دیوانی مقدمات میں جہاں تک قانون کو دخل ہے۔ عدالتوں کی کارروائی قابل طمانیت ہے۔ کثیر التعداد مقدمات جو اُن کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ سادہ قسم کے ہوتے ہیں اور ان میں از روئے قانون کوئی خاص مشکلات پیش نہیں ہوتیں۔ ان کے کام کا تعزیری پہلو بھی اس حد تک جہاں تک قانون کا دخل ہے نہایت آسان ہے۔ اکثر معاملات کی صورت ہر مرتبہ دیسی ہی ہوتی ہے۔ اور جو مقدمات پیش ہوتے ہیں اُن کا تعلق ضابطہ کی محدود دفعات ہی سے ہوتا ہے۔ اکثر حالتوں میں صحیح فیصلہ کا دارومدار واقعہ اور شہادت کی قدر و قیمت میں امتیاز کرنے کی قابلیت پر ہوتا ہے۔ دیسی جج اگر غلطی کرتے ہیں تو زیادہ تر اسی بات میں کہ وہ

عدالتی قدرت فیصلہ اور مقدار سزا میں پوری سمجھ سے کام نہیں لے سکتے۔ جو اکثر ان مقدمات میں کہ جن میں ملزمین کا پچھلا ریکارڈ خراب ہوتا ہے اور ان معاملات میں جن کا اثر حفظ عامہ پر پڑتا ہے۔ خاص طور پر بے حد کم سزائیں دیتے ہیں۔ ان میں اکثر غیر ضروری طور پر التوائے مقدمہ کا بھی رجحان پایا جاتا ہے۔

"لیکن باوجود ان عدالتوں کو اکثر اوقات بے قدرتی ہوتے رہنے کے اس میں کلام نہیں کہ دیسی جج بہ حیثیت مجموعی ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ حال میں جو لوگ اس زمرہ میں داخل کیے گئے ہیں اُن میں نہ صرف قانونی قابلیت زیادہ پائی جاتی ہے بلکہ کچھ عرصہ سے ان کا عامہ اخلاق اور دیانت داری بھی قابل قدر طریق پر ترقی پذیر ہے۔ جن باتوں کو ناپسند کیا جاتا تھا ان میں سے بہت سی اب بتدریج دور ہو گئی ہیں ....
اس لئے اگر کوششوں میں کسی قسم کی تخفیف واقع نہ ہو اور نہ تحریک میں فرق آئے تو مجھے اس بات سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ دیسی بنچ کی حالت اس قسم کی ہو جائے جو اوسط درجہ کی یورپین مدد سے پورے طور پر قابل اعتبار سمجھی جانے لگے۔"

۱۵ اپریل ۱۹۰۴ء سے مرمہ ضوابط فوجداری و تعزیری عمل میں آئے جن کی بدولت انتظام میں باقاعدگی آنے کے علاوہ بہت سی الجھنیں صاف ہو گئی ہیں اور اصطلاحی غلطیوں کی صحت ہو گئی ہے۔ نئے ضابطہ تعزیری میں جو باتیں قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں۔ پہلی بار جرم کرنے والوں سے نرمی کا سلوک عادی مجرموں سے سختی کا سلوک۔ اور مویشی چرانے اور فصلیں تباہ کرنے والوں کے ساتھ جو ایک زرعی جماعت میں اکثر سخت قصوروار گنے جاتے ہیں سختی کا سلوک۔ جرائم کو بہتر طریق پر روکنے کے لئے تعزیرات کو ہر پہلو سے یوں بھی سخت کر دیا گیا ہے۔

سر جان اسکاٹ اور سر ملکم مکل ورتھ نے جن پہلوؤں میں کام کیا ہے

ان سے مراد صاف طور پر تقسیم اختیارات معلوم ہوتی ہے۔ پہلے معمولی عدالتوں کی مدد کے لئے آخری فیصلہ دینے والی عدالتیں ہوا کرتی تھیں لیکن چھوٹی ضلع اور گاؤں کی عدالتوں اور عدالت ایسائز (سشن) کے قیام سے اُن میں مزید آسائش ہوگئی ہے۔ ان سب باتوں سے اب انصاف گویا لوگوں کے گھروں کے دروازہ تک پہنچنے لگا ہے اور طریق اپیل کو کسی حد تک منسوخ کر دینے سے فوجداری مقدمات کے انفصال میں زیادہ سرعت عمل میں آنے لگی ہے جس سے عدالتوں کا کام جلد اور با اثر ہونے لگا ہے۔ مصر میں جو نسبتاً جرایم کا زیادہ تناسب نظر آتا ہے اس پر حکام کی ہمیشہ توجہ لگی رہتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے جرائم جنہیں ہندوستان میں ڈکیتی کہتے ہیں اور جن میں مسلح جماعتیں قتل کے ساتھ یا بلا قتل لوٹ مار کیا کرتی ہیں قریب قریب بالکل مسدود ہو چکے ہیں تاہم معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جرایم بڑھ گئے ہیں۔ ہندوستان کی طرح مصر میں بھی جرایم کے اعداد و شمار میں اضافہ کرنے والی وارداتیں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً آگ لگانا۔ بدمعاشوں کو کچھ دے دلا کر دشمنوں کو پٹوا دینا۔ مویشی کی زہر خورانی قتل عمد یا قتل کی کوشش وغیرہ وغیرہ۔ لارڈ کرومر کی رائے میں جرایم میں اضافہ ہونے کا موجب جیبشوروں کا موٹا ہونا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"کثیر التعداد لوگ جو تھوڑی مدت پہلے تک غریب ہوا کرتے تھے اب بدرجہ اوسط امیر بن گئے ہیں۔ جب انہیں دولت کا چسکا پڑ جاتا ہے تو پھر وہ اور بھی امیر بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اس مدعا کے حصول کی کوشش کرتے وقت اکثر ان کا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو انہی کے مساوی مقاصد کو حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں"

اکثر اوقات حسد یا رشک کو بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے اور اب چونکہ اس قسم کے لٹیرے دکھائی دینے بند ہو گئے ہیں جو فاقہ کش اور مایوس لوگوں کی جماعتوں کی صورت میں خوشحال لوگوں کو لوٹنے کے درپے رہا کرتے تھے اس لئے کم خطرناک قسم کے جرایم کا ارتکاب کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے

لیکن ان سب وجوہ کے علاوہ اس نمایاں زیادتی کا باعث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے کی نسبت جب کہ انتظام زیادہ ڈھیلا ہوا کرتا تھا اب جرایم کی رپورٹیں زیادہ ہونے لگی ہیں اور اگر ہندوستان کے حاصل کردہ تجربہ پر بھروسہ کیا جائے تو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مدیروں سے تمام عدالتی اختیارات چھین لئے جانے کا اثر یہ ہوا ہے کہ وہ خوفناک اثر دور ہو گیا ہے جس سے اب تک مجرموں کو مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

ہمیں یاد ہے کہ عرصہ ۲۰ سال سے زیادہ کا نہیں گزرا کہ عدالتیں اسقدر بدنام ہو گئی تھیں کہ سر ایڈورڈ میلٹ کو انصاف کا آوازہ لگانا پڑا تھا۔ گو اس میں شک نہیں کہ اُن کے فقرہ میں عدالتی عنصر کے علاوہ اور باتوں کو بھی دخل تھا اور بعد ازاں لارڈ ڈفرن نے بھی اپنی ۱۸۸۳ء کی رپورٹ میں بڑے سخت ریمارک لکھے تھے۔

مطلق العنان حکومت اور عدالتوں میں معاملہ کی تہ کو پہنچنا یہ دونو باتیں ایک دوسرے سے ویسے ہی بعید ہیں جیسے بانس کی نلی کے دو سرے مصری جنہوں نے ابھی درمیانی زندگی بھی حاصل نہیں کی جو شاید ۱۸۶۰ء کے قریب قریب پیدا ہوئے تھے اسمٰعیل پاشا کے ماتحت بالغ ہوئے اور اطاعت گذاری کا سبق انہوں نے ماں کا دودھ پیتے ہوئے حاصل کیا۔ ابتک نسلاً بعد نسلاً جو روایات ان میں چلی آتی تھیں اُن کی رو سے وہ اس امر کے متوقع تھے کہ وُہی لے سکتے ہیں جو لینے کا اختیار رکھتے ہوں اور وہی رکھ سکتے ہیں جو رکھ سکتے ہوں۔ انگریزوں کو مصر پر قبضہ کئے ابھی زیادہ مدت نہ گذری تھی اور اس اثنا میں گو انہوں نے لاکھوں کی رقم آبپاشی کے کاموں پر صرف کر دی تھی تاہم اس سے وہ غلامانہ عادات جو لاتعداد سال سے لوگوں میں چلی آتی تھیں اور جن کے وہ ہمیشہ سے عادی تھے یکایک دور نہ ہو سکتی تھیں۔ آدمی صدیوں میں جا کر آزاد ہوا کرتا ہے۔ پس عدالتوں کو ناقابل ٹھیرانا گویا مطلق العنان حکومت کے خلاف ایک اور الزام کھڑا کرنا اور اس طریق کو ایک اور مثال دینا ہے۔ جس کے مطابق مطلق العنان حکومت کی

یعنت نہ صرف عدالت ہائے انصاف بلکہ ان لوگوں کو بھی بگاڑ دیتی - جن کا ان سے واسطہ پڑتا ہے - ممکن ہے دیسی عدالتوں کی اصلاح قومی عادات کی اصلاح سے پیشتر عمل میں آئے بہر نوع یہ اس سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہوسکتی ایک کا اثر دوسری پر ضرور پڑتا ہے - گو جج ان مصریوں کے کیرکٹر کو لوگوں کی نظروں میں اچھا ظاہر کر کے دکھا سکیں جن میں سے انہیں منتخب کیا گیا ہو تاہم جو لوگ مصریوں کے کیرکٹر پر رائے قایم کرنے والے ہیں - ان کو ضرور ان کی کوئی حقیقی جھلک نظر آجائے گی - ہمیں فوجداری عدالتوں کی آزادی کو اس بارہ میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک سے زیادہ ایسے مجرم کو جو با اختیار اور زردار تھا حبس دوام تک کی سزا دیدی ہے - ان عدالتوں میں چونکہ تمامتر انگریزی اثر پایا جاتا ہے اس لئے جوں جوں وقت گذرتا جائے گا بدمعاشوں کو ان سے زیادہ اندیشہ پیدا ہوتا جائیگا اور وہ زبردستی کے خلاف ایک قسم کی رکاوٹ ثابت ہونے لگیں گی - مصر کا مستقبل زیادہ تر انہی کے ہاتھ میں ہے - اگر جج اہلکاروں کا دباؤ اور ناجائز کارروائی روکنے حکام اور ماتحتین کے تعلقات کی اصلاح - اپنے ہموطنوں میں ان حالتوں میں جب کہ انہیں مجبور ہو کر قانون کی پناہ لینا پڑے - قانون کی عزت اور اس کی دیانتدارانہ تقسیم کا یقین دلا سکیں تو وہ گویا قومی اصلاح اور ملک کے سیاسی طور پر از سر نو پیدا ہونے کے عمل کو ترقی دینے میں بہت بڑا حصہ لیں گے -

اس جگہ ہمیں ان تعلقات پر بحث کرنے کی فرصت نہیں جو مصر اور مشترکہ عدالتوں کے درمیان قایم ہیں - ان کا تعلق تو زیادہ تر بین الاقوامی ڈپلومیسی کے حلقہ سے ہے - البتہ کچھ عرصہ سے مشترکہ عدالتوں کے اختیارات قانون سازی عدالتی اختیارات کی طرح اہلیت حاصل کر چکے ہیں - اس قسم کی قانون سازی جو ڈپلومیسی کے ذریعہ عمل میں لائی جائے اور جس کی ہر بات کے متعلق مختلف گورنمنٹوں کی ایک بڑی تعداد سے منظوری حاصل کی جائے بالکل ناقابل عمل ثابت ہو چکی ہے - سنین حال میں دول کے ساتھ اس قسم کا انتظام کیا گیا ہے جس کی رو سے مصری گورنمنٹ مشترکہ عدالتوں کی جنرل ایسمبلی کی منظوری

سے مختلف جرائم متعلقہ پولیس کا بھگتان کرنے کے لئے قواعد وضوابط منضبط کر سکتی ہے۔ قانون میں زیادہ اہم تبدیلیاں کرنے کے لئے مختلف دول کے ڈپلومیٹک نمایندوں کی ایک مشترکہ کمیشن کا اجلاس وقتاً فوقتاً مصر میں ہوتا رہا ہے اس قسم کے ہر ایک نمائندہ کو ایک قانونی مشیر کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ جو قریب قریب ہر حالت میں مشترکہ عدالتوں کا ایک جج ہوتا ہے۔ آخر الذکر کی آگے سب کمیشنیں بنتی ہیں دول کو اختیار رہوتا ہے کہ وہ اس قسم کی سب کمیشنوں یا پوری کمیشن کے فیصلوں کو منظور کر لیں یا رد کریں۔ اسطرح پر ہر چند کہ مشترکہ عدالتوں کے جج قانون سازی نہیں کرتے تاہم تمام قوانین جو مصر کی جملہ آبادی کیا یوربین اور کیا دیسی دونو پر عائد ہوتے ہیں بالکل انہی کے مشورہ پر بنائے جاتے ہیں۔ موجودہ حالات میں غالباً یہ اپنی قسم کا بہترین انتظام سمجھا جا سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس پر سخت اعتراضات وارد کئے جا سکتے ہیں۔ اِس سے بین الاقوامی اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ مصر میں یورپینوں کی روز افزوں ترقی اور اہمیت کے باعث جدید مسائل پیدا ہوتے اور موجودہ مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ کمیشنوں اور سب کمیشنوں کے لئے مختلف پہلوؤں سے خاص یا تجارتی تجربہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ججوں کا کام قانون سازی نہیں بلکہ انصاف کرنا ہوتا ہے۔ آخر میں یہ امر قابل غور ہے کہ انتظام مصر میں انگریزی عنصر کا وجود اس امر کی ضمانت ہے کہ یورپینوں کے لئے قانون سازی کا کوئی اور عمدہ طریق تجویز کیا جائے جو ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب حال ہو۔ معلوم ہوا ہے کہ اب اس مطلب کی تجاویز دول کے پیش ہیں کہ موجودہ طریق عمل میں ترمیم کیجائے +

مخفی نہ رہے کہ اب تک مشترکہ عدالتوں میں وکلا کی تقاریر صرف فرانسیسی عربی اور اطالوی زبان میں ہو سکتی تھیں۔ لیکن اب ان میں زبان انگریزی کا اضافہ کر دیا گیا ہے +

محکمہ شرعیہ میں اصلاح کی کوشش کرنا خود مسلمانوں کا فرض ہے۔ خدیو اعظم

اس سے بڑھ کر اور کس معاملہ میں اپنے ہموطنوں کی زیادہ مفید اور باعزت رہبری کر سکتے ہیں سنہ ۱۹۰۳ء میں لیجسلیٹو کونسل کے ایک ممبر نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ محکمہ شرعیہ کے متعلق کسی قسم کی اصلاح کی ضرورت یا گنجایش نہیں۔ اور کثیر التعداد لوگوں نے اس کی رائے کی تصدیق کی۔ سال آئندہ میں جنرل ایسمبلی کی تحریک پر لیجسلیٹو کونسل نے اس رائے کو پلٹ دیا اور اس امر کا اعتراف کیا کہ محکمہ مذکورہ کی تکمیل اور اس کے مقدمات کا فوری انفصال محتاج توجہ ہے۔ یہ خصوصیت کے ساتھ ایک اس قسم کا موقعہ ہے جس میں ایک روشن خیال مسلمان حکمران کے تدبر اور استقلال سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدیو المعظم نے اب تک محکمہ شرعیہ کی پنجوں سے اپنے ناقابل اور بد اخلاق ہم مذہبوں کو دور کر کے یا اس عدالت کو مصریوں کی تمدنی و اقتصادی ترقی کے درجہ پر لا کر مصری مسلمان جماعت کا ہیڈ ہونے کے دعوے کو کسی طرح مناسب ثابت نہیں کر دکھایا +

مصر میں یورپین رعایا کے انتظام انصاف کا مسئلہ ہر چند کہ ت نازک ہے تاہم ضروری نظر آتا ہے کہ اس پر بھی عنقریب غور کیا جائے لارڈ لینسڈاؤن نے ۸۔ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کو سر ای۔ مونسن کو معاہدات کے متعلق ایک مراسلت لکھتے وقت اس امر کی اطلاع دی تھی کہ لارڈ کرومر کی رائے میں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ قنصلر عدالتوں اور مشترکہ عدالتوں کے اختیارات کے دائرہ میں کوئی خاص تبدیلی عمل میں لائی جائے۔ یہ بھی لکھا تھا کہ جب کبھی مصر دیگر مہذب ممالک کے برابر کا قانونی اور عدالتی سسٹم رائج کئے جانے کے قابل ہو جائیگا تو ضروری تبدیلیوں میں مصری بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ لارڈ کرومر نے اس سوال پر اپنی سنہ ۱۹۰۵ء کی سالانہ رپورٹ اور مسٹر برنن بیٹ نے جو مصری گورنمنٹ کے قانونی مشیر دل میں سے تھے زیادہ طوالت کے ساتھ اس رپورٹ کے آخر میں ایک حاشیہ کے طور پر بحث کی ہے۔ اس معاملہ کو حل کرنے کے تین طریقے نظر آئے۔ ایک تو یہ کہ مصری عدالتیں موجودہ بین الاقوامی انسٹیٹیوشنوں میں جذب ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی موجودہ یا آئندہ حالت میں وہ کم از کم بعض فرائض اس قسم

کے اپنے ذمہ لے لیں۔ جنہیں اب مشترکہ عدالتیں سر انجام دیتی ہیں یا جن کا بھگتان قنصلر عدالتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ یورپینوں کے فوجداری مقدمات کے اختیارات مشترکہ عدالتوں کو حاصل ہو جائیں +

ان میں سے اول اور آخر الذکر حد امکان سے باہر ہیں اور ۱۹۰۴ء کے فرانسیسی معاہدہ کے بعد بین الاقوامی اصول کو مصر میں وسعت دینا ایک بہت بڑی غلطی میں داخل ہوگا۔ خلاف ازیں گورنمنٹ انگریزی کی کوشش تو یہ ہے کہ مصر کو اس قسم کے بین الاقوامی بندھنوں سے آزاد کیا جائے جو ابھی اسکے گرد لپٹے ہوئے ہیں دوسری طرف بحالت موجودہ اور متعدد سالہائے آئندہ تک باستثنائے حقیر صورتوں کے دیسی مصری عدالتوں کو یورپینوں کے فوجداری مقدمات کے اختیارات تفویض کرنا بالکل ہی ناممکن اور خارج از بحث ہے۔ پس جیسا کہ لارڈ لینسڈاؤن۔ لارڈ کرومر کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس مسئلہ میں سر دست کسی قسم کی مادی تبدیلی پیدا نہیں کیجاسکتی اس بارہ میں صرف اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ ایک اس قسم کی مصری ایڈمنسٹریشن کی موجودگی میں جس کی رہبری اور اقتدار برطانیہ کلاں کے زیر اختیار رہو معاہدات کی رو سے قنصلر عدالتوں کا قیام جن کا وجود خالص مشرقی عدالتوں کی بے اعتباری پر مبنی ہے غیر موزون نظر آنے لگتا ہے لیکن مشترکہ عدالتیں چونکہ بین الاقوامی ہوتی ہیں اور اس حیثیت میں اس قسم کا اثر رکھتی ہیں جو انگریزوں کے زیر اثر مصر کے ارتقا کے لئے نامناسب ہے ان عدالتوں کی جانشین نہیں سمجھی جاسکتیں۔ ممکن ہے تھوڑی مدت تک اس قسم کی عدالتیں انسٹیٹیوشنوں کی صورت اختیار کرلیں، جو ججوں کی شخصیت کے اعتبار سے تو مشترکہ عدالتوں سے مشابہ ہوں البتہ موجودہ صورت کی آزاد اور بین الاقوامی بنا کی بجائے برطانیہ کلاں کی مدد سے مصری گورنمنٹ کے نام پر اپنے اختیارات عمل میں لاتی ہوں +

غالباً مصر کے کسی اور صیغہ کو فنڈوں کا نہ تو اس قدر استحقاق اور

نہ اتنی ضرورت ہے جتنی صیغہ تعلیم کو۔ اس میں شک نہیں کہ فنانشل کمیٹی کے روبرو مختلف انتظامی شعبوں کی ضروریات کا اظہار ہوتا رہا ہے تاہم ان سب میں کوئی صیغہ اس سے بڑھ کر ہمدردی کا مستحق نہیں جس کا کام نوجوان نسلوں کو تعلیم دینا اور دنیاوی زندگی کے لئے تیار کرنا ہے۔ اور جو گورنمنٹ کے آیندہ مسائل کو ہلکا کرنے کے لئے نہ صرف مناسب ذریعہ پیدا کرتا ہے بلکہ مفید اہل شہر تیار کر کے اس میں مدد دیتا ہے۔ افسران صیغہ فنانشل کو دیگر تمام ضروریات پر معافی ٹیکس کی پالیسی کو ترجیح دینے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا ان کا اظہار سب سے زیادہ نمایاں طور پر مختلف صیغوں کی رپورٹوں سے ہوتا ہے۔ یہ پالیسی نہ تو ان لوگوں کے لئے خوشگوار تھی جنہوں نے اس پر زور دیا اور نہ ان انتظامی افسران کے لئے جنہیں اُسے مجبوراً منظور کرنا پڑا مختلف شعبوں کے با اختیار قابل اشخاص جو اپنے انتخاب کی موزونیّت ثابت کرنے کے خواہشمند تھے لیکن جنہیں بغیر مصالحہ کے اینٹیں بنانا پڑتی تھیں زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ تحریک سے کام لے رہے تھے ان سے ہر وقت یہ یاد رکھنے کی توقع نہ ہوسکتی تھی کہ گو مختلف صیغہ جات کی ضروریات بدیہی ہیں تاہم ٹیکس اداکنندہ کی حاجتیں صرف اسی کو معلوم ہیں۔ غرض ۱۸۹۵ء تک جب کہ بیرونی خطرہ دور ہوگیا۔ اور مختلف اندرونی بوجھ ہلکے ہوگئے تھیلی کا مُنہ نہ کھولا جاسکا۔ اس طرح پر سرکاری تعلیم کے اخراجات کی مقدار جس میں سرکاری عطایائے سکول فیس و دیگر ذرائعہ کی رقوم شامل تھیں جو ۱۹۰۰ء میں ۱۵۵۹۶۱ پونڈ تھی۔ ۱۹۰۶ء میں ۲۷۶۲۰۰ پونڈ تک پہنچ گئی۔ سنین ۱۸۸۶ و ۱۸۸۷ میں جبکہ بین الاقوامیت کے خلاف عظیم الشان جدوجہد جاری تھی تعلیمی اخراجات علی الترتیب گھٹ کر ۶۸۷۸۹ و ۶۲۹۱۷ پونڈ تک پہنچ چکے تھے ۱۸۹۶ء میں آمدنی پہلی مرتبہ ۱۵۰۰۰ پونڈ سے زائد ثابت ہوئی لیکن نمایاں زیادتی حقیقت میں ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی ہے اور اسی تاریخ سے اخراجات کی رقم جس میں تمام ذرائعہ کا خرچ شامل ہے۔ بہ تفصیل ذیل

سال بسال بڑھتی گئی ہے :-

سنہ ۱۹۰۰ء	۱۵۵۹۶۱	پونڈ
سنہ ۱۹۰۱ء	۱۷۳۳۵۳	"
سنہ ۱۹۰۲ء	۱۸۵۴۵۵	"
سنہ ۱۹۰۳ء	۱۹۷۷۹۱	"
سنہ ۱۹۰۴ء	۲۱۴۴۵۰	"
سنہ ۱۹۰۵ء (تخمیناً)	۲۳۴۸۰۰	"
سنہ ۱۹۰۶ء (")	۲۷۶۳۰۰	"

مصر میں سرکاری تعلیم کی ابتدا پرائمری سکولوں یا کتب سے ہوتی ہے اِن کی آگے دو قسمیں ہیں یعنی سرکاری کتب اور وہ جن کا معائنہ امدادی طریق پر ہوتا ہے۔ اس سے آگے اعلیٰ پرائمری اور پھر سیکنڈری سکول ہیں ان کے علاوہ صنعتی سکول۔ ایک زرعی سکول۔ ایک انجنیری کا سکول۔ ایک طب کا سکول۔ ایک قانونی سکول اور متعدد ٹریننگ سکول استادوں کی تعلیم کے لئے قایم ہیں۔ کچھ عرصہ سے مصر میں زنانہ تعلیم کا حقیقی شوق پیدا ہو گیا ہے جس کے لئے کتب۔ اعلیٰ پرائمری سکول استانیوں کے لئے نارمل ٹریننگ سکول اور ایک دائیوں کا ٹریننگ سکول قایم ہے۔ ذیل میں جو جادول درج کیا جاتا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مختلف سکولوں میں حاضری کی تعداد کسقدر بڑھ چکی ہے :-

حاضر طلبہ کی تعداد

	سنہ ۱۹۰۰ء میں	سنہ ۱۹۰۵ء میں
سرکاری کتب :-		
لڑکے	۳۳۲۳	۵۵۷۰
لڑکیاں	۶۴۳	۱۸۳۱
اعلیٰ پرائمری سکول :-		

لڑکے	۶۲۶۹	۶۸۲۱
لڑکیاں	۲۲۰	۳۶۰
سکنڈری:۔	۵۶۹	۱۳۴۸
صنعتی:۔		
زراعت:۔	۵۴	۷۱
پولک صنعتی:۔	۳۳۱	۴۲۷
منصورہ حرفتی:۔	۳۲	۶۸
پیشوں کے متعلق کالج:۔		
ڈاکٹری۔	۶۲	۱۱۶
قانون۔	۱۰۲	۲۷۳
انجینیری۔	۵۰	۵۷
استادوں کے ٹریننگ سکول	۷۴	۲۹۷

سکولوں کی فیسوں سے سنہ ۱۹ء میں ۳۴۴۰۴ پونڈ آمدنی ہوئی جو سنہ ۱۹۰۵ء میں ۹۰۰۵۰ پونڈ تک بڑھ گئی۔ سرکاری سکولوں میں جسقدر طلبہ حاضری دیتے ہیں ان میں ۹۲ فیصدی فیس ادا کرتے ہیں۔ نارمل سکولوں زنانہ سکولوں اور پولک کے صنعتی سکولوں کے علاوہ مفت تعلیم درجہ پرائمری سے اونچے تمام سکولوں میں موقوف کردی گئی ہے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں انگریزی اور فرانسیسی میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد ۸۹۶۲ اور ۳۷۰ تھی جس سے ۹۶ : ۴ کا تناسب قایم ہوتا ہے۔ جب سے سنہ ۱۸۹۹ء میں سوڈان دوبارہ فتح ہوا ہے اور غیر ملکی و دیسی آبادی میں ہم آہنگی قایم چلی آتی ہے۔ اس وقت سے انگریزی کے طلبہ کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

سنہ ۱۹۰۵ء میں صیغہ پبلک انسٹرکشن کے تحت میں ۱۵۰ سکولوں اور کالجوں کے علاوہ جن میں کتب بھی شامل ہیں ۴۸۵۹ پرائیویٹ کتب تھے جنہیں ۱۴۵۶۹۴ بچے یعنی ۱۳۶۰۸۴ لڑکے اور ۹۶۱۱ لڑکیاں جایا کرتی تھیں ۱۴ پرائیویٹ اعلی

پرائمری سکول ان کے علاوہ تھے جن میں سے ۹ مسلمانوں اور ۵ قبطیوں کے تھے جن میں ۹۱۴۴۳ طلبہ یعنی ۷۶۳۴۳ لڑکے اور ۱۱۵ لڑکیاں داخل تھیں براہ راست معائنہ یا انتظام کے ماتحت طلبہ کی تعداد ۱۹۰۰ء میں ۲۷۰۰۰ تھی۔ لیکن ۱۹۰۵ء میں ۱۶۶۶۴۴ ہوگئی۔ لیکن فالسٹاف کے رنگروٹوں کی طرح پرائیویٹ کتب کے طلبہ گو تعداد میں اچھے ہیں تاہم ان کی قابلیت نفی کے برابر ہے۔

دیسی کتب (مکاتب) میں زیادہ تر اس قسم کے طلبہ داخل ہوتے ہیں جو یوں تو ہر طرح پر جاہل ہوتے ہیں تاہم اس بات کی کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ سارا قرآن حفظ کر لیا جائے۔ ان لوگوں کو مقامی طور "فقیہ" کہتے ہیں۔ اور "فقیہ" کو جبراً فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ "فقیہ" دراصل ایک قسم کا مذہبی بھکاری ہوتا ہے۔ جو بہت بڑا حافظہ رکھتا ہے اور مرگ و خوشی کے موقعوں پر قرآن کی آیات سُنانے میں اس سے کام لیتا ہے۔ چونکہ ۱۸۹۷ء کی مردم شماری کی رو سے معلوم ہوا تھا کہ فقیہ لوگوں کی تعداد کاریگروں سے کسی طرح پر کم نہیں۔ یعنی ۱۰۰۰۰ تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں مذہبی گداگری دیسا ہی مقبول پیشہ ہے۔ جیسے کہ قرون وسطےٰ میں یورپ میں ہوا کرتا تھا۔ اس بات کا انحصار کہ نقیبہ جو لکھ پڑھ نہیں سکتا کب تک فوجی خدمات سے سبکدوش رہے گا۔ اس کے ہموطنوں کے مادہ برداشت پر ہے۔

مسٹر ڈگلس ڈنلاپ جو صیغہ تعلیم کے ہیڈ تھے لکھتے ہیں:۔

"فقیہ لوگوں کو (فوجی خدمات سے) اس وجہ سے معافی دی جاتی ہے کہ وہ ایک مذہبی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ امر غیر موزون معلوم نہیں ہوتا کہ یہ لوگ کم از کم ابتدائی تعلیم ہی حاصل کر لیا کریں"

تجویز نہایت معقول ہے۔ لیکن مشرق اور مغرب دونوں میں تعصب کے روبرو دلیل سے کام لیا جائے تو وہ بے کار ثابت ہوتا ہے۔

صیغہ تعلیم کا منشاء در اصل یہ ہے کہ ہر ایک گاؤں اور شہر کے ہر حصّہ میں عمدہ کتب قایم ہوں۔ ۶۷ اضلاع کے صدر مقام (مرکز) میں کسی قدر اعلیٰ درجہ کا ورنیکلر سکول قایم کیا جاوے اور ایسے ہی اسکول ملک کے ۶ گورنری والے شہروں (محافظ) میں قایم کئے جائیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی منظور ہے کہ شاگردی کی سہولیت پیدا کرنے والی جماعتوں کے ذریعہ او صنعتی سکولوں کے قیام کے وسیلہ سے ان سکولوں کو زرعی اور حرفتی پیشوں سے متعلق بنایا جائے۔ یہ اس کام کی تکمیل کا اندازہ ہے اور گورنمنٹ اکیلی اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتی۔ ضرورت ہے کہ بتدریج مقامی دلچسپی اور مقامی امداد دونوں باتیں حاصل کی جائیں صیغہ تعلیم کا قابل افسر اس مدعا کے لئے کوشاں رہتا ہے اور اگر صاحب ایجنٹ کی طرف سے موزوں امداد ملتی رہی تو کامیابی بعید از توقع نہیں چونکہ آبادی کا ۸۸ فی صدی حصہ جاہل ہے اس لئے مسٹر ڈنلاپ کی پوری کوشش سے کام لئے جانے کی ضرورت ہے۔

مصر کی تعلیمی پالیسی زیادہ تر ابتدائی ورنیکولر تعلیم۔ سکنڈری تعلیم او ٹکنیکل تعلیم کی ایک دو شاخوں کو ملحوظ رکھتی ہے۔ سرکاری پرائمری کتب اعلیٰ درجہ کے ہیں لیکن بہت کم پرائیوٹ کتب جن کا سرکاری معائنہ ہوتا ہے کم اطمینان بخش ہیں اور بالکل دیسی وضع کی کتب سخت گھناؤنے اور قابل نفرت ہیں۔ تینوں کا مقابلہ کیا جاوے تو سرکاری کتب میں انتظام۔ صفائی اور ترتیب نظر آتی ہے۔ سرکاری معائنہ کے پرائیوٹ کتب میں یہ باتیں کمتر درجہ پر پائی جاتی ہیں لیکن دیسی پرائمری سکولوں میں حد درجہ کی بدنظمی۔ غلاظت اور بے ترتیبی دکھائی دیتی ہے۔ ایک تنگ تاریک اور گندے کمرے میں جہاں داخل ہونے کا راستہ ان سیڑھیوں پر سے ہے جو تنگ گلی میں سے ہو کر جہاں بے حد شور و غل مچا ہوا ہے گذرتی ہیں عمر کے مختلف مدارج کے لڑکے فرش پر اکڑوں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ جو

اپنا سبق وہیں کا وہیں حلق پھاڑ پھاڑ کر یاد کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض
سفید مٹی کے تیل کے پیپوں کی تختی پر سیاہ حروف میں کچھ لکھتے جاتے ہیں
اور بعض اونگھتے نظر آتے ہیں۔ آپ داخل ہوتے ہیں تو ساتھ کے کمرہ سے
ایک چندھی آنکھوں والا بدوضع۔ غلیظ اُستاد آنکھیں ملتا نکل آتا ہے وہ
گویا اس اکیڈمی کی طرف سے آپ کے وہاں جانے کا اعزاز دلانا چاہتا ہے
حسن انتظام۔ صفائی اور ترتیب کی وجہ سے سرکاری مدارس یا ایسے سکول
جن کا گورنمنٹ کی طرف سے معائنہ ہوتا ہو خوشنما اور بھلے معلوم ہوتے ہیں وہ
کہیں نام کو نظر نہیں آتی۔ درجہ اوسط کے لوگوں کے لئے جو ملک کے
ہر حصہ میں کلرک اور اہلکار مہیا کرتا ہے سکنڈری تعلیم کی ضرورت ہے
سول سروس کے بالائی درجہ میں کوئی امیدوار اس وقت تک داخل
نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے پاس سکنڈری تعلیم کا سرٹفیکٹ موجود
نہ ہو تعلیم نے جو قبل از وقت ترقی ہندوستان میں حاصل کرلی ہے۔ مصر
میں سرکار کو اس کی خواہش نہیں ہے البتہ زیادہ زور اعلی اور ادنی اجماعتوں
کے لئے حرفتی اسکول قایم کرنے پر دیا جاتا ہے ان اسکولوں میں لڑکوں کو
مختلف پیشوں یا حرفتوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور کچھ سال سے حرفتی
پیشوں کی تعداد بھی بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ جیوں جیوں مصر کو ترقی
حاصل ہوتی جائے گی ان اطراف میں قابل کارکنوں کی کھپت بھی
زیادہ ہوتی جائے گی ؂

دیگر انتظامی شعبوں کی طرح صیغہ جیل بھی مالی حالت کی اصلاح کا
منتظر رہا ہے اور اب سے چند سال اس طرف تک جو روپیہ ہاتھ میں ہو
اسی سے جس طرح بن پڑے گذارا کیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۹۰۲ء تک دیسی طریق
کے مطابق قیدیوں کے رشتہ داروں کو بسا اوقات اُن کے گذارہ کا انتظام
کرنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ سالانہ سرکاری خرچ سنہ ۱۸۹۰ء میں ۵۹۲۶ پونڈ
تھا جو سنہ ۱۹۰۴ء میں ۱۳۸۲۷ پونڈ تک پہنچ گیا۔ وہ اخراجات جو جیل کی

آمدنی سے چل جاتے اس سے علیحدہ تھے اور ۱۹۰۴ء میں آمدنی ۰۰۰،۷ پونڈ تھی ۱۹۰۴ء کا تخمینہ اخراجات اس آمدنی کے علاوہ جسے آیندہ جداگانہ طور پر دکھایا اور گورنمنٹ کے نام جمع کیا جائے گا ۲۳۲،۰۱۱۷ پونڈ تھا۔ ہر سال تعمیرات کے لئے بھی روپیہ کی منظوری دی جاتی ہے۔ بہت سے مقامی جیل خانوں کے علاوہ جن میں سے اکثر حوالات کا درجہ رکھتے ہیں ۲ سزا یافتہ قیدیوں کے جیل خانے ہیں جہاں کان کنی اور اسی قسم کا اور کام ہوتا ہے اور ۱۰ مرکزی قید خانے ہیں جن میں سے ایک زنانہ ہے صیغہ جیل ہی سے متعلق ایک پاگل خانہ بھی ہے جہاں ۸۰ آدمی رہ سکتے ہیں اور ایک اصلاح خانہ ہے جس میں ۱۹۰۴ء میں ۱۲۶ آدمی تھے۔ عنقریب ایک اور اصلاح خانہ تیار ہونے والا ہے جس میں ۵۰۰ لڑکوں اور ۱۰۰ لڑکیوں کی گنجایش ہوگی ۰

۱۸۸۳ء کے بعد ۲۱۰۰۰ پونڈ کے خرچ سے ۸ مرکزی اور ۲ قید بامشقت کے قید خانے تعمیر ہو چکے ہیں اور ایک مرکزی قیدخانہ بند کے قریب بنایا جانے والا ہے۔ ۱۹۰۴ء میں مختلف جیل خانوں میں ۹۶۲۲۹ مرد اور ۹۹۹۰ عورتیں قید تھیں اور اس سال کی اوسط آبادی جیل ۱۹۲۸ تھی۔ جیل کی اوسط آبادی کے مقابلہ میں اموات ۸۰۱۹ فی ہزار واقع ہوئیں۔ جیل خانوں کی بنی ہوئی بہت سی چیزوں کی فروخت سے معقول منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں اس کی رقم ۱۵۷۱۴۱ پونڈ تھی ۱۸۸۳ء سے جیل خانوں کے زیادہ بھرا ہوا ہونے کی شکایت سننے میں چلی آرہی ہے اور اب بھی چلی جاتی ہے لیکن عنقریب مزید جیل خانے تیار کئے جانے والے ہیں۔ مصری جیل خانوں کی اصلاح کا سہرا کرک شینک پاشا اور ان کے جانشین کولز پاشا کے سر ہے ✤

شرح مالگذاری از سرنو قایم کرنے کے عمل اور مصر کی مختلف پیمایشوں

نے بہت کچھ ترقی حاصل کر لی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے ۱۸۹۵ء میں اس غرض سے کمشنر مقرر کئے گئے کہ ملک کی تمام اراضی کی جس پر مقررہ شرح سے ٹیکس ادا ہوتا تھا قیمت لگان قایم کریں تاکہ ساری رقم زیادہ یکساں طریق پر تقسیم ہو سکے۔ مصر کا ہر ایک گاؤں رجسٹر اراضی میں مختلف سائز کے حصوں پر منقسم ہوتا ہے جنہیں "حود" کہتے ہیں۔ یہ لفظ عربی کے "حوض" سے نکلا ہے۔ حود کو مالگذاری قایم کرنے میں اکائی تصور کیا جاتا ہے۔ شرح مالگذاری قایم کرنے اور کاغذات کی ترتیب کا کام ۱۸۹۷ء میں مکمل ہو گیا لیکن بہت سے صوبجات میں شرح مالگذاری از سر نو قائم کرنے کا کام پیمایش نہ ہونے کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ جن حالتوں میں مالگذاری کی رقم زمینداروں پر بار نظر آتی تھی وہاں معافی بھی دی گئی ۱۸۹۰ء میں دول کی منظوری سے دس سال کے لئے ۲۱۶۰۰۰ پونڈ کی رقم سالانہ اس غرض کے واسطے مقرر کی گئی۔ ہندوستان کی طرح وقتاً فوقتاً مالگذاری کی رقوم مقرر کرنے کا رواج نہیں ہے کمشنروں کا سب سے بڑا مدعا یہی رہا ہے کہ وقت کی مالی ضروریات کو نگاہ رکھ کر مالگذاری قایم کرنے کے بجائے اس کی یکسانیت کو برقرار رکھا جاے۔ پیمایش کا کام اب قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔ صرف بالائی مصر میں بنی سعیف کا ایک صوبہ باقی رہتا ہے اور پیمایش کے ساتھ ہی ساتھ مالگذاری کی درستی کا عمل بھی جاری ہے۔ کپتان لائنز آر۔ ای (ریٹائر شدہ) کی اعلیٰ نگرانی میں پیمایش کا کام بڑی خوبی سے پورا ہوتا چلا ہے۔ ملک کا ایک عام نقشہ ۱/۲۵۰۰۰ یا ۴ میل فی انچ کے پیمانہ پر تیار ہو رہا ہے عرصہ دو سال کے اندر اندر مصر کے جغرافیائی نقشے ۱/۵۰۰۰۰ کے پیمانہ پر شایع ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ۱/۱۰۰۰۰ کے پیمانہ پر بھی نقشوں کی تیاری کا کام جاری ہے ۱۹۰۶ء ختم ہونے سے پہلے مصر کی تمام مزروعہ زمینوں کی پیمایش ہو چکنے کی توقع تھی اور ۱/۴۰۰۰ یا ۱/۲۵۰۰ پیمانہ کے دیہی نقشے تیار ہونے والے تھے۔ یہ بھی توقع

تھی کہ صوبہ شرقیہ و بحیرہ کے علاوہ باقی تمام نقشے چھپ چکیں گے۔ وہی نقشے
اس قسم کے ہیں جیسے ہندوستان میں محکمہ پیمایش کی طرف سے شائع کئے
جاتے ہیں اور ہر ایک نقشہ تقسیم اور فروخت کی غرض سے بہت بڑی تعداد
میں چھاپا جاتا ہے۔ اس طرح پر تھوڑے ہی عرصہ میں مصر کے بھی ایسے ہی
عمدہ نقشے تیار ہو جائیں گے جیسے ہندوستان کے اکثر گاؤں کے ہیں۔ ہندوستان
کی طرح مصر میں بھی نقشوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ پیمایش کے ہر قطعہ
پر ایک رجسٹر اس قسم کا تیار کیا جاتا ہے جس میں حقیقی قبضہ کی بنا پر حقوق
کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ غرض صیغہ مال و پیمایش کا ہوگا کہ ان نقشوں اور رجسٹروں
کو مکمل رکھوایا جائے ⁂

حفظان صحت کا مسئلہ مشرق میں ہمیشہ ایک بہت بڑی رکاوٹ
ثابت ہوتا رہا ہے اور یہی بات مصر میں دیکھی گئی ہے لیکن مصر میں
یہ دقت اس وجہ سے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ وہاں کا ڈیلٹا چھوٹا سا ہے
اور قاہرہ اور سکندریہ کی شہری آبادی زیادہ ہے۔ سکندریہ کو سنہ ۱۸۹۰ء
سے میونسپلٹی مل گئی ہے۔ اس جگہ اور قاہرہ کے لئے نکاس آب کی تجاویز
پر بہت کچھ بحث ہو چکی ہے لیکن ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا۔ سکندریہ میں
بہم رسانی آب کے مسئلہ پر البتہ توجہ دی گئی ہے اور ایک توجہ اس قسم
کی ہوئی ہے جس کی رو سے تازہ ترین اور مقبول آٹومیٹک مشین کے ذریعہ
۳۶۰۰۰ ٹن خالص آب مقطر روزانہ مہیا ہوتا رہے گا۔ قاہرہ میں غربا کے
استعمال کے لئے مفت نل لگے ہوئے ہیں۔ اب جو کنوئیں زیر تعمیر ہیں ان
کی تیاری پر اس پانی سے جو آج کل دریائے نیل سے حاصل کیا جاتا ہے
خالص تر پانی حاصل ہو سکے گا۔ مصر کے مختلف شہروں میں اب بہم رسانی
آب کے سلسلے قایم ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں۔ بہت سے قبرستان بند کرائے
جا چکے ہیں۔ مساجد میں وضو و طہارت کے لئے جو پانی مہیا کیا جاتا تھا اس کی
بہم رسانی میں اصلاح کی گئی ہے۔ اس سے پیشتر اس مطلب کے لئے

پانی کے لوٹے استعمال کئے جاتے تھے جنھیں باری باری کام میں لایا جاتا تھا لیکن اب ان کے بجائے بہتے ہوئے پانی کی ٹونٹیاں لگائی گئی ہیں۔ مصر میں تمام گاؤں کے قریب پایاب گڑھے بکثرت پائے جاتے ہیں جنہیں برکت کہتے ہیں۔ یہ وہ گڑھے ہیں جن سے مٹی لے کر گاؤں کے مکانات بنائے جاتے ہیں۔ لیکن اب ان میں سے بہت بڑی تعداد بھر دی گئی ہے۔ لارڈ کرومر اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۴۴ پر ان گڑھوں کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"گاؤں کے بچے ان برکتوں کے گرد کھیلا کرتے ہیں۔ عورتیں ان میں اپنے کپڑے دھوتی ہیں اور مویشی انہیں میں سے پانی پیتے ہیں۔ آخر الذکر کو اس قسم کا گندہ پانی پینے سے ایک قسم کا مرض گلو لاحق ہو جاتا ہے جو اکثر مہلک ثابت ہوتا ہے۔ باشندوں کو غالباً ایک بہت باریک جرم کی چھوت لگ جاتی ہے جو قلت خون کی وہ بری عالت پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوتا ہے جو اکثر مصری فلاحین میں پائی جاتی ہے اور جن سے بہت سی اموات واقع ہوتی رہتی ہیں"۔

طاعون اور ہیضہ دو بڑے خوفناک دشمن ہیں جن سے صیغہ حفظان صحت کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے اول الذکر چند سال کے عرصہ سے مفقود ہے اس میں شک نہیں کہ مصر میں ۱۸۹۹ء کے بعد بھی طاعون نمودار ہوئی ہے۔ مگر اس سے جو اموات واقع ہوئی ہیں ان سے ملک کی عام اموات میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس کی وجہ افسران حفظ صحت کی ہوشیاری اور نگرانی ہو کیونکہ گھروں اور کپڑوں کی صفائی۔ مریضوں کی علیحدگی اور ان لوگوں کو جنھیں مُردوں کے ساتھ لگنے کا اتفاق ہوتا ہے مرض سے محفوظ رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ رہا ہیضہ اس کے متعلق یہ کہ جیسا قبل ازیں بیان ہو چکا ہے

وہ انگریزی قبضہ کے بعد تین بار نمودار ہوا ہے اور بڑے خوفناک نتایج پیدا کرنے کا موجب بنا ہے۔ اور ممکن ہے پھر عنقریب افسران حفظ صحت سے آنکھ بچا کر آموجود ہو۔ چیچک کا مقابلہ کرنے کے لئے قاہرہ کے ویکسین انسٹی ٹیوٹ سے دیہات میں ویکسین بہت بڑی مقدار میں مہیا کی جاتی ہے اور ٹیکا لگانے کا کام گاؤں کے نائی کے معرفت سرانجام دیا جاتا ہے ان لوگوں کو اب احتیاط اور سمجھ کے ساتھ ٹیکا لگانے کا طریق سکھایا جا رہا ہے۔ لیکن ان کی محنت کا چونکہ کچھ معاوضہ نہیں دیا جاتا اس لئے ان کے کام کی اچھے طور پر نگرانی نہیں ہو سکتی۔ اعداد و شمار ابھی تک غیر مکمل حالت میں ہیں۔ دیہی قصبات اور دیہات میں جہاں صیغہ حفظ صحت کا کوئی افسر موجود نہ ہو باعث مرگ کا سرٹیفکٹ نائی کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ وقتاً فوقتاً مختلف قصبات میں ہسپتال اور شفاخانے کھلتے جا رہے ہیں چنانچہ قاہرہ میں قصر العینی کا جو بڑا ہسپتال ہے وہ اعلیٰ انتظام کا نمونہ ہے اس میں ۱۹۰۴ء میں ۱۲۹۰۲ مریض داخل ہوئے بجالیکہ ۱۸۹۳ء میں اُن کی تعداد ۹۰۰۰ تھی۔ صرف بے حد غریب لوگوں کے سوائے باقی سب سے علاج کی فیس لی جاتی ہے۔ لارڈ کرومر اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں:۔

"گورنمنٹ کا خاص کام وبائی امراض کو روکنا ہے نہ یہ کہ عام مریضوں کا علاج کیا جائے"۔

ہسپتالوں یا شفاخانوں کو لوگوں کی طرف سے کوئی باقاعدہ مالی مدد نہیں ملتی۔ نہ مقامی ٹیکس لگانے کا کوئی عام طریق مروج ہے۔ قاہرہ اور اسکندریہ میں نہایت عمدہ بیکٹیریالوجیکل انسٹی ٹیوٹ قایم ہیں۔ صیغہ میڈیکل سمیت حفظ صحت کے کاموں پر ۱۸۹۰ء میں ۹۴۵۰۰ پونڈ خرچ ہوئے تھے۔ لیکن ۱۹۰۶ء میں ان اخراجات کا تخمینہ ۲۲۳۰۲۳ پونڈ کیا گیا۔ اس کے علاوہ عام رزرو فنڈ سے تعمیرات

کی غرض کے لئے بہت سی رقم وقتاً فوقتاً دی جاتی رہی ہے مصر میں صیغہ میڈیکل و حفظ صحت کی موجودہ ترقی کو سر جان راجرس اور سر ہارس پنچنگ سے منسوب کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی توجہ اس طرف دلانے کا موجب ڈاکٹر سینڈوتھ صاحب ہیں جنھوں نے اپنی تاریخ قصر آلائینی میں قاہرہ کے اس بڑے ہسپتال کا اس وقت کا حال لکھا ہے جب کہ ۱۸۸۳ء میں انہوں نے اس کا چارج لیا یہ کتاب مصری گورنمنٹ سکول آف مڈیسن کی دستاویزات سے مرتب کی گئی تھی اور اس میں اس زمانے کے حالات بڑے دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں اور سابقہ خدیو انسٹی ٹیوشنوں کی خالص سطحی حالت کا ایسے مناسب پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس جگہ اس کا ایک طویل اقتباس درج کرنا غیر موزوں معلوم نہیں ہوتا:-

"یہ عمارت ایک چوکور احاطہ کی صورت میں تھی جس کے اندر ایک ویران قطعہ زمین محصور تھا۔ اس کے اندر لیک کے درخت بکثرت تھے جو ہوا اور روشنی کو داخل ہونے سے روکتے تھے۔ دیواروں پر سے جا بجا پلستر اکھڑ چکا تھا اور اس طرح جو سوراخ بنے ہوئے تھے اُن میں بکثرت زندہ سانپ رہتے تھے۔ نچلی منزل پر تاریک اور سیلاب دار اسٹور کے کمرے واقع تھے جہاں سے تمام سرکاری ہسپتالوں کو سامان مہیا کیا جاتا تھا۔ صرف دواخانہ کسی قدر صاف اور روشنی دار حصہ مکان تھا جس کے قریب سلفیٹ آف آئرن کے بہت سے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس چیز کو ہیضہ کے لئے اینٹی سپٹک (جراثیم کش) تصور کیا جاتا تھا۔ مریضوں کے کمرے آج کل کی طرح ان دنوں بھی دو بالائی منزلوں میں واقع تھے لیکن ان کے دروازے اور کھڑکیاں چونکہ ہمیشہ بند رہا کرتی تھیں اس لئے بڑی تیز بو آتی تھی اور ہوا کے لئے عملی طور پر کوئی راستہ

ہی نہ تھا ان کمروں میں سے اکثر بہت چھوٹے ہوا کرتے تھے اور
ان کی لمبائی چوڑائی ۱۷×۱۳ فٹ سے زیادہ نہ ہوتی تھی - فرش
ٹوٹی اور ٹھیک نہ بیٹھی ہوئی اینٹوں[۱] کے بنے ہوئے تھے جو جاذب
ہونے کی وجہ سے ہر ایک مایع شئے کو اپنے اندر جذب کر لیتی تھیں
اور بھدی دیواروں اور چوبی چھتوں پر پسو اور کھٹمل بکثرت پائے
جاتے تھے - ایسی ہی حالت خراب بستروں کی تھی عام طور پر
لوہے کے پایوں پر چوبی تختے رکھ کر ان سے بستروں کا کام لیا جاتا
تھا اور اکثر مریض رات کے وقت کھٹملوں وغیرہ سے بچنے کے
لئے باہر برآمدوں میں سونے کو ترجیح دیتے تھے - سوائے میلے ٹین
کے گلاسوں اور رکابیوں کے کمروں میں اور کسی قسم کا سامان از
قسم فرنیچر موجود نہ تھا - رات کے وقت موم بتی دیکھنے تک کو نہ
تھی اور برآمدوں میں روشنی کے لئے دھندلے چراغ جلا کرتے
تھے جن میں ایک پتلی سی بتی تیل میں تیرتی رہتی تھی لیکن ہسپتال
میں سب سے زیادہ بو پاخانوں سے آتی تھی جو دیواروں کے اندر
بنے ہوئے تھے اور جن کا تعلق زیر زمین کمروں سے تھا جن میں
دریائے نیل کا پانی اترا ہونے کے وقت غلاظت جمع رہتی تھی اور
باقی وقتوں میں دریا ان کی صفائی کر لے جاتا تھا - چیر پھاڑ کرنے
اور مردوں کی لاشیں رکھنے کے کمروں سے بھی جو نالیاں نکلتی تھیں
وہ دریائے نیل ہی میں اس جگہ سے جہاں شہر کے لئے پانی لیا جاتا
تھا ایک میل کے فاصلہ پر جا ملتی تھیں - اس زمانہ میں پانی کی
کسی قدر قلت ہوا کرتی تھی اور اس لئے بھشتی ہسپتال کے
دروازہ کے قریب ایک ٹونٹی سے مشکیں بھر کر بالائی منزل پر لایا

---

[۱] اس پرانے فرش کا نمونہ اب بھی احاطہ اسپتال کے مرکزی حصہ میں
دیکھا جا سکتا ہے۔

کرتے تھے ۔ آب مقطر کی بہم رسانی بالکل مفقود تھی ۔ جہاں پراب پوسٹ مارٹم کا کمرہ ہے وہاں ایک ترکی غسل خانہ اور باورچی خانہ تھا جہاں سیدھی اینٹیں کھڑی کرکے ان میں آگ جلائی ہوئی ہوتی تھی اور اوپر پانی کے برتن رکھے ہوتے تھے ۔ باورچی خانہ کے وسط میں فرش کے اندر ایک سوراخ بنا رکھا تھا جس کے راستہ کوڑا کرکٹ اور ہڈیاں نیچے گڑھے میں ڈال دی جاتی تھیں ۔ کھانا اچھا پکتا تھا اور کسی طرح خراب کہلانے کا مستحق نہ تھا ۔ دوپہر اور غروب آفتاب کے وقت دو موقعوں پر کھانا دیا جاتا تھا جس میں روٹی قریب قریب سیاہ رنگ کی ۔ گوشت یا مرغی چاول شوربہ اور سبزی ملتی تھی ۔ دھوبی خانہ کھلے میدان میں تھا جہاں گدلا سرد پانی مہیا کیا جاتا تھا بائیلروں کا ایک سلسلہ لگا ہوا تھا مگر ان میں پانی کبھی گرم نہ ہوتا تھا ۔ اس صورت میں یہ امر ذرا بھی داخل تعجب نہیں سمجھا جا سکتا کہ کپڑے دھل کر واپس آتے تو اکثر جوؤں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے ۔

"حالات کی اس صورت میں یہ بات داخل استعجاب تصور نہیں کی جا سکتی کہ سوائے اندھے فقیروں کے جو بوجہ افلاس داخل ہونے پر مجبور تھے کبھی کوئی شخص ہسپتال میں اپنی مرضی سے داخل نہ ہوتا تھا ۔ ان فقیروں کو بھی داخلی کی پرچی حاصل کرنے کے لئے پہلے گورنر کے پاس جانا پڑتا تھا" ۔

"قاہرہ کے عام لوگوں میں یہ خیال عام طور پر ذہن نشین تھا کہ ہسپتال قبرستان کا پیش خیمہ ہے ۔ اور نوکر چاکر بیماروں کو پہلے زہر دے دیتے ہیں ۔ باوجود اس کے ہسپتال میں مریضوں کی تعداد اکثر ۴۰۰ تک پہنچ جاتی تھی جن میں زیادہ تر سپاہی ۔ پولیس مین ۔ سرکاری ملازم ۔ قیدی ۔ لاوارث یا ہسپتال کے بچے ۔ دیوانے اور فاحشہ

عورتیں ہوتی تھیں۔ ان میں سے آخر الذکر کی تعداد کبھی دو دو سو تک پہنچ جاتی تھی اور ان کا عنصر سبھی پر غالب ہوتا تھا۔ یہ سب لوگ اس جگہ گورنر کے حکم سے رہتے تھے۔ ہسپتال کے بچوں کی تعداد ۳۵ تھی اور اُن کی صحت اچھی حالت میں تھی۔ وہ اس جگہ محض اس لئے رہتے تھے کہ ان کا کوئی گھر بار نہ تھا اور کوئی انہیں متبنٰے بنانا پسند نہ کرتا تھا۔ ان میں سے بعض گو سن بلوغ کو پہنچے ہوئے تھے تاہم انہیں تعلیم دلانے کا کبھی کسی کو خیال پیدا نہیں ہوا۔ یہ بیان کرنا بے سود نہ ہوگا کہ کبھی کوئی عزت دار عورت ہسپتال کا رخ نہ کرتی تھی نہ والدین اپنے بچے کو ہسپتال میں بغرض علاج چھوڑنا گوارا کرتے تھے۔ مختلف وارڈوں کی تقسیم حسب ذیل تھی۔ امراض متعلقہ جراحی۔ امراض متعلقہ علم طب۔ امراض چشم۔ امراض جلد۔ فاحشہ عورات اور وہ عورتیں جن کو بچہ پیدا نہ ہوتا ہو اور عمل جراحی کی منتظر ہوں۔ ان وارڈوں میں سکول کے پروفیسر روزمرہ بغرض معائنہ جایا کرتے تھے۔

"سکول میں علم ترکیب اجسام حیوانات۔ قانون طب۔ تشریح الابدان کیمیا۔ میٹیریا مڈیکا اور طبیعات کے اُستاد بھی تھے لیکن ان کا ہسپتال کے مریضوں سے کچھ تعلق نہ تھا۔ چھ جماعتوں میں سے چار کے ۹۰ طلبا ہسپتال کے مختلف حصوں میں گشت کرتے تھے لیکن انہیں زنانہ وارڈوں میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی جہاں کے لئے ۳۰ دایہ گری کے طالب علم جداگانہ طور پر مخصوص تھے۔

"پولیس خفیف سی چوٹ یا مرض والے شخص کو بھی ہسپتال میں داخلہ کی غرض سے بھیج دیتی تھی اور اُنہیں مجبوراً داخل کرنا پڑتا تھا۔ جراحی کے جو چند ایک کیس آتے تھے وہ سر کی چوٹوں۔ گولی کے زخموں فیل پا وغیرہ تک ہی محدود ہوتے تھے یا بعض مریض پتھری نکلوانے

والے نظر آتے تھے۔ نرس کرنے کا کام بالکل ہی مفقود تھا۔ نوکر چاکر، بالخصوص وہ تھکے ماندے سپاہی ہوا کرتے تھے۔ جنہیں کسی زمانہ میں فوج سے نکال دیا گیا ہو اور مریضوں پر انہیں کسی قسم کا اخلاقی دباؤ حاصل نہ ہوتا تھا۔ زیادہ خطرناک حالت کے مریضوں کو بستر میں نہ رکھا جا سکتا تھا۔ البتہ معمولی درجہ کے امراض میں مبتلا ہونے والوں کو اگر وہ چاہیں تو دن بھر لیٹے رہنے کی اجازت تھی۔ تعلیم شفا۔ نوٹ لینے۔ ٹمپریچر معلوم کرنے۔ قارورہ دیکھنے یا کسی اور طریق امتحان کا رواج بالکل نہ تھا۔ اکثر حالتوں میں ڈاکٹر مریض کو قلت خون یا درد شکم ہی کی شکایت بتاتے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب گشت کرنے نکلتے تو دوا دینے والا بھی ساتھ ہی ساتھ رہتا تھا۔ وہ ایک کاغذ کے تختہ پر نسخے لکھتا جاتا مگر انہیں کسی کتاب میں نقل کر لیتا اور ۲۴ گھنٹے کی دوا ایک ہی خوراک میں پلا دیا کرتا تھا جراحی کے پروفیسر صفائی اور اینٹی سپٹک ادویہ کے استعمال سے بالکل ناواقف تھے اور بیہوش کرنے والی دواؤں کو کام میں لانے سے اتنا ڈرتے تھے کہ اکثر بڑے کیسوں میں جن میں پتھری نکالنا بھی داخل تھا بغیر دوا سنگھوائے جراحی کی جاتی تھی +

"ہسپتال میں ۳۰۰ پونڈ قیمت کے آلات جراحی محض اس لئے بیکار پڑے تھے کہ مصر میں کوئی ان کی مرمت نہ کر سکتا تھا۔ بالآخر ایک انگریز مرمت کرنے والے سے یہ کام کروایا گیا"+

"سرکش مریضوں کو قید کیا جاتا تھا یا انہیں ہتھکڑیاں۔ بیڑیاں یا زنجیریں لگا دی جاتی تھیں +

"ان بدنصیب قیدیوں کے پہرہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور اس لئے اُنہیں خواہ کچھ بھی تکلیف ہو انہیں پونے چھ پونڈ وزنی زنجیریں پہنے رکھنی پڑتی تھیں۔ ان زنجیروں وہ مریں یا جئیں ہسپتال والوں کی بلا سے۔

باہر سے آکر علاج کرانے والے مریضوں کا کوئی صیغہ نہ تھا اور جب تک قانون اس امر پر خصوصیت سے مجبور نہ کرے پوسٹ مارٹم کبھی کیا ہی نہ جاتا تھا۔ قانون طب کی روایات اس قسم کی نہیں کہ اس پیشہ کے وقار کو بڑھائیں۔ متعدد پروفیسران اسکول نے میرے سامنے اپنے ہم جلیسوں پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایسے معاملات میں ونیز امیدواران پنشن کے امتحان میں جن کی تعداد سالانہ ۲۰۰۰ کے قریب ہوتی تھی رشوت لی ہے"۔

جب سے مصر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا ہے مصر کی سرکاری ریلوے انتظامی طور پر بحالت نقص چلی آئی ہے۔ اسمعیل پاشا کے عہد حکومت کے آخری چند سال میں سرمایہ کی قلت کا اثر عمارات۔ پرمیننٹ وے انجنوں اور گاڑیوں پر یکساں طور پر پڑا۔ ان سب کے لئے بہت سے اخراجات کی ضرورت تھی لیکن سرمایہ بالکل موجود نہ تھا نہ معاملات نے ایک عرصہ تک اصلاح کی حالت اختیار کی۔ مصری ریلوں کی آمدنی بارعایت قرضہ کی کفالتوں میں سے ایک تھی اور جایداد وائرہ ومقبوضہ کی طرح اس کا انتظام بھی معہ صیغہ تار و بندرگاہ اسکندریہ کے ایک بین الاقوامی بورڈ کے سپرد تھا جس کے تین ممبروں میں سے ایک مصری۔ ایک فرانسیسی اور ایک انگریز تھا۔ مارچ ۱۸۸۵ء کے معاہدہ کی رو سے مجموعی بنافع کا ۴۵ فی صدی حصہ انتظامی اخراجات میں صرف ہوتا تھا لیکن گو بعد میں اسے بجائے ۴۵ کے ۵۲ اور پھر ۵۴ فی صدی بھی کر دیا گیا تاہم اس سے جو رقم حاصل ہوتی تھی وہ اس قدر ناکافی ہوا کرتی تھی کہ موجودہ سامان ہی کو اچھی حالت میں نہ رکھا جا سکتا تھا تازہ اسٹاک کے لئے اس میں سے بچت نکالنے کا تو سوال ہی جدا ہے۔ صیغہ تار۔ اور بندرگاہ سکندریہ کے ساتھ ملا کر اس سے جو خالص آمدنی ہوتی تھی وہ ۱۸۹۴ء تک اس قدر ناکافی ہوا کرتی تھی کہ اس سے بارعایت قبضہ

کا سود بھی ادا نہ ہوسکتا تھا اور اس کمی کو اس آمدنی سے پورا کیا جاتا تھا جو مشترکہ قرضہ کے لئے مخصوص تھی۔ ریلوے ایڈمنسٹریشن کے پریسیڈنٹ نے ۱۸۹۷ء میں لکھتے ہوئے بیان کیا تھا کہ عمارات کی طرف سے بالکل عدم توجہی برتی گئی ہے انجنوں کی معمولی مرمت کا کام بھی پیچھے پڑا ہوا ہے کیونکہ کسی انجن کو اس قدر بیکار چھوڑے رکھنا ناممکن ہے جس میں اس کی پوری مرمت ہو سکے۔ ضروریات موجودہ کے اعتبار سے گاڑیوں کی تعداد بھی بہت کم ہے یوں تو گاڑیاں کبھی بھی کافی نہ تھیں لیکن گذشتہ ۱۰ سال کے عرصہ میں مسافروں اور مال کی آمدورفت بڑھ جانے سے یہ تعداد اور بھی ناکافی ہو چکی تھی۔ خاص رقوم اخراجات کی ضرورت تھی۔ آمدنی ہی سے تمام اخراجات پورے کرنا ناممکن نظر آتا تھا۔ بعد میں وقتاً فوقتاً جنرل رزرو فنڈ سے رقوم دی جاتی رہیں اور معاملات کسی قدر روباصلاح نظر آنے لگے لیکن قبس کی طرف سے اتنی رقم منظور نہ ہوتی تھی جس سے مال کو ایک بار خاص اخراجات کے ذریعہ خریدا جائے کے بعد اچھی حالت میں رکھا جاسکے اس طرح پر مال کو اچھی حالت میں رکھنے کی بھی خاص رقم بننے لگی ۱۸۹۲ء میں قاہرہ میں اس شکستہ عمارت کی بجائے جو سابقہ سیاحان مصر کو یاد ہوگی موجودہ اسٹیشن تیار کیا گیا لائنوں کی حالت خواہ کچھ بھی ہو اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ مصر کی خوشحالی کی جھلک ریلوے کی آمدنی میں بھی نظر آتی ہے۔ ۱۸۸۸ء سے لے کر جب کہ لائین کی توسیع اول مرتبہ منظور کی گئی تھی ۵۰۰ میل سے زاید ریلوے لائین اور تیار ہو چکی ہے اور آج کل ساری لائین ۱۵۰۰ میل ہے۔ ۱۸۸۳ء سے لے کر جو قبضہ انگریزی کا پہلا سال تھا خالص آمدنی ۲۹۲۹۱۶ پونڈ سے بڑھ کر ۱۹۰۵ء میں ۴۰۰۰ ۱۰۸ پونڈ تک پہنچ چکی تھی اور ۱۹۰۶ء کا تخمینہ ۱۱۹۶۹۳۹ پونڈ تھا۔ ۱۸۹۳ء میں مسافروں کی تعداد ۷۶۱۱۲۶۲ تھی لیکن ۱۹۰۴ء میں ۱۵۰۰۰۰۰۰ سے زیادہ ہو گئی اور مال بھی ۱۱۷۶۳۸۲ ٹن سے بڑھ کر

۳۰۰۰۰۰ ٹن سے زیادہ تک پہنچ گیا۔ ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۲ء میں علی الترتیب مال اور مسافروں کی شرح کرایہ میں تخفیف کر دی گئی جس کا دونوں صورتوں میں یہ اثر پڑا کہ آمدنی کی رقم اور مال کی مقدار یا مسافروں کی تعداد بڑھ گئی گذشتہ چند سال کے عرصہ میں مسافروں کی آمدورفت پھر بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ لیکن مال کی آمد و رفت کا وزن بدستور قایم رہا ہے۔ مجموعی آمدنی میں بالاستقلال سرعت کے ساتھ اضافہ ہوتا گیا ہے لیکن آمدنی کے ساتھ ساتھ چونکہ عوام اخراجات بھی زیادہ ہوتے گئے ہیں اس لئے خالص منافع بہت ہی کم بڑھا ہے اور کم وبیش دس لاکھ مصری پونڈ ہوتا ہے۔ دریائے نیل کے محصولات موقوف ہونے کی وجہ سے چونکہ دریائی آمدورفت بھی بہت کچھ بڑھ چکی ہے اس لئے شرح میں بہت سی تخفیف کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ بہت سا سامان گھس کر خراب ہوجاتا تھا اور خاص اخراجات سے بنوایا جاتا تھا اب آمدنی کے روپے ہی سے تیار کروالیا جاتا ہے ؛

چونکہ انگریزی فرانسیسی معاہدہ کی وجہ سے وہ انتظامی بورڈ جو ۱۸۷۶ء سے قایم چلا آتا تھا موقوف ہوچکا ہے۔ اس لئے انتظام کا کام اب انگریزوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ۱۹۰۴ء میں ایک بااثر کمیشن انگلستان سے مصری ریلوں کے متعلق رپورٹ دینے آئی تھی۔ اس نے دیگر معاملات کے علاوہ اس امر کی بھی سفارش کی ہے کہ توسیع کے سوال سے قطع نظر کرکے قریباً دس لاکھ سالانہ کی رقم عرصہ تین سال تک اس غرض سے صرف کی جانی چاہئے کہ موجودہ ریلوں کا انتظام درست کیا جائے ؛

بائیسویں فصل

،، انتظامی اور جنگی امور۔ لارڈ کرومر کا مالی پالیسی کو ازسرنو قایم کرنا۔ مقامی ضروریات کا مقامی ٹیکس سے پورا کیا جانا۔ سرکاری

صیغوں میں غیر معمولی سرعت کے ساتھ ترقی ہونے کے نقصانات
فوج کی طاقت اور تقسیم۔ سول سروس اور اس کی بھرتی مجلس
واضع آئین و قوانین۔ انتظامی امور سے اس کا تعلق +

اس میں کچھ شک نہیں کہ ۱۸۸۳ء سے اس وقت تک بہت کچھ کام سرانجام دیا جا چکا ہے تاہم ابھی بہت سا کام اس قسم کا باقی ہے جس کے ختم ہونے پر مصر کے ایڈمنسٹریشن کو درجۂ تکمیل تک پہنچنا نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص اپنی روٹی کھا تا بھی جائے اور بچاتا بھی اسی طرح سرکاری صیغوں میں بھاری اخراجات کا تعلق ہلکے ٹیکس کی پالیسی کے ساتھ عرصہ دراز تک نبھ نہیں سکتا ۰:

لارڈ کرومر نے اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۴ء میں مختلف صیغوں کی ضروریات کا مخصوص آزاد منشی کے ساتھ خلاصہ پیش کرتے ہوئے اس پالیسی کے متعلق اپنی رائے کا دوبارہ اظہار کیا ہے جسے مصری گورنمنٹ کو اس بارہ میں مد نظر رکھنا لازم ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ مختلف قسم کی عمارات کی بہت ضرورت ہے بعض بڑے بڑے شہروں کے عین قرب میں بھی پختہ سڑکیں موجود نہیں ہیں۔ قاہرہ میں و نیز خاص خاص پراونشل شہروں میں بازاروں کی حالت بہت خراب دیکھنے میں آتی ہے۔ حفظان صحت کا سوال اس امر کا متقاضی ہے کہ شہروں میں بہم رسانی آب کا انتظام بہتر ہو اور اس کے علاوہ رجسٹر پیدائش و اموات رکھنے کے لئے تنخواہ دار ملازموں کی ضرورت ہے۔ بحالت موجودہ ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے کم گنجایش ہے۔ جوں جوں ملک ترقی کرتا جا رہا ہے پبلک انسٹرکشن کے اخراجات میں اضافہ ہونا قدرتی ہے۔ ہر ایک شعبہ میں تنخواہیں بڑھانا ضروری ہے۔ اہلکاران پولیس کی تنخواہ بہت ہی کم ہے۔ قانون پنشن میں بھی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ بہت سا روپیہ خرچ ہو چکا ہے تاہم یہ سب کام ابھی ہونے والے باقی ہیں چنانچہ

گاؤں کی چوکیداری کے انتظام کی اصلاح پر ۵۰۰۰ پونڈ صرف ہو چکے ہیں ۱۹۰۵ء کے تخمینہ میں کم و بیش ۶۰۰۰۰ پونڈ اور ۱۹۰۶ء کے تخمینہ میں ۱۰۰۰۰۰ پونڈ کے مزید اضافہ انتظامی اخراجات کے لئے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ لیکن حقیقی ضروریات کے مقابلہ میں یہ سب کچھ بے حقیقت ہے۔ چنانچہ ضروریات اس امر کی متقاضی نظر آتی ہیں کہ مصارف بجٹ میں بہت جلد بھاری اضافہ عمل میں لایا جائے۔ لیکن اس قسم کی تمام باتوں کو پیش کرتے ہوئے جو ایڈمنسٹریشن کے نقطہ خیال سے مزید فنڈوں کے لئے متقاضی ہیں لارڈ کرومر نے اپنے خیالات کو صاف طور پر بدیں الفاظ ظاہر کیا ہے:-

"مجھے مصر میں ۲۳ سال کا طویل تجربہ حاصل ہے لیکن اس اثنا میں مجھے کوئی ایسا وقت یاد نہیں جب کہ سرکاری خزانہ کے جائز مصارف کی ضرورت اور ان ضروریات کو رفع کرنے کے لئے سرکاری وسایل کی کمی اتنی زیادہ ہو جیسی کہ اب ہے۔ ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پالیسی اختیار کی جائے"؟

اس سوال کے حل کی صرف دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مزید ٹیکس عاید کئے جائیں اور دوسری یہ کہ مزید ٹیکس نہ لگاتے ہوئے صرف اسی قدر ترقی کافی خیال کی جائے جو موجودہ وسایل کی موجودگی میں ممکن ہے۔ جیسا کہ ان صفحات کو غور سے پڑھنے والے ناظر کو توقع ہو سکتی ہے۔ لارڈ کرومر نے بلا تامل آخر الذکر طریق پر ہی رضامندی ظاہر کی ہے۔ اُنھوں نے کسی مزید ٹیکس کا عاید کرنا ناپسند کرتے ہوئے اسی قدر ترقی پر اکتفا کرنا مناسب خیال کیا ہے جو موجودہ مالی وسایل کے ساتھ ممکن ہے۔ لکھا ہے:-

"بحالت موجودہ ان ضروریات کے درمیان بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جو یورپینوں اور دیسی لوگوں کے تعلیم یافتہ حلقہ میں ایک طرف اور آبادی کے عام حصہ میں دوسری طرف پائی

جاتی ہیں۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ اول الذکر کو اس قسم کے ٹیکسوں
پر رضامند کر لیا جائے جس سے انہیں اچھی سڑکیں۔ عمدہ بازار نالیاں
اور روشنی حاصل ہو سکے لیکن اگر میں زیادہ غلطی نہیں کرتا تو آخرالذکر
اس بات کو قابل ترجیح تصور کرتے ہیں کہ ٹیکس کم لگایا جائے خواہ
اس کے ساتھ ترقی کی رفتار بہت ہی ہلکی کیوں نہ ہو۔ یہی وہ اصول
ہے جو مصری گورنمنٹ کی رہبری کرتا رہا ہے''۔

اب سوال صرف وقت۔ درجہ اور مقدار کا رہ جاتا ہے۔ ترقی کی رفتار
کو مصری قوم کے بے حد پس اُفتادہ حصہ یا بالفاظ دیگر عام خلقت کی خواہش
کے مطابق بنانا گویا اس میں بے حد تساہل سے کام لینا ہوگا۔ بخلاف اس
کے اس قسم کے مصارف کو عمل میں لانا جو یورپینوں کی ضروریات کے
مطابق ہوں عوام کی طرف سے کسی قسم کی امداد نہ ملنے کی صورت میں غیر
موزوں نظر آتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ
عوام الناس کا تحفظ۔ انصاف۔ باربرداری کے کافی ذرایعہ قایم کرنا۔
صحت و تعلیم عامہ یہ سب باتیں اس قسم کی ہیں جن پر سول ضروریات میں
سب سے اول توجہ دینا ضروری ہے۔ یہ چیزیں سوسائٹی کی سب سے
اوّل اور لازم ضروریات میں داخل ہیں اور ان کے لئے کافی انتظام کرنا
ضروری ہے۔ جب تک یہ ضروریات رفع نہ ہولیں چھوٹی ضروریات کو
معرض التوا میں ڈالے رکھنا چاہئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مصر میں ان تمام
شعبوں میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ معاملات نے یہاں تک صورت
اختیار کر لی ہے کہ جب تک ان کی تکمیل نہ ہولے مقامی ضروریات کو رفع
نہ کیا جا سکے گا۔ یہ ضروریات جوں جوں نمودار ہوں گی انہیں رفع کرنا ضروری
ہوتا جائے گا گو ممکن ہے کہ ابتدا میں یہ عمل تدریجی ہو لیکن بہرنوع بڑے
بڑے شہروں میں بہت جلد یہ کرنا پڑے گا کہ ان کے لئے مقامی محصولات
لگا کر ان سے روپیہ حاصل کیا جائے اور اس میں سرکاری امداد کا روپیہ

ملا لیا جائے۔ پراونشل سڑکوں۔ ہسپتالوں اور پرائمری پراونشل تعلیم کا قیام بھی ضروری ہے اور ممکن ہے کہ بہت جلد پراونشل محصولات ولوکل آمدنی پر اس خرچ کا بار بھی پڑنے لگے۔ سب سے بڑھ کر جو امر قابل توجہ ومحتاج تیقن ہے وہ یہ ہے کہ مقامی طور پر حاصل کی ہوئی رقمیں مقامی طور پر ہی صرف کی جائیں اور ان کا خرچ انہیں لوگوں کے ذریعہ اور انہیں کی نگرانی میں ہو جنھوں نے اس سے خصوصیت سے فایدہ حاصل کرنا ہے زمانہ گذشتہ میں مالی پالیسی کی سب سے بڑی شکایت یہی تھی کہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ ٹیکس کا روپیہ کس مصرف میں لایا جائے گا۔ اور جن معدودے چند لوگوں سے بطور ٹیکس روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ وہ اس بات کو محسوس کیا کرتے تھے کہ ہم نے جس مد میں روپیہ دیا ہے اس کی ضروریات کو رفع نہیں کیا گیا۔ آخر میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو اصلاحات صدیوں سے معرض التوا میں پڑی ہوئی تھیں انہیں بتدریج عمل میں لایا جائے۔ اس میں کچھ بے آرامی نہیں ہو سکتی ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ انہیں بالکل نظر انداز نہ کر دیا جائے یا یہ کہ لوگ ان کے لئے زیادہ زور نہ دینے لگ جائیں گو مصر میں آخر الذکر کی بہت کم امید ہے ۔

جب ہم اس مسئلہ پر ایک اور نقطہ خیال سے نظر ڈالتے ہیں تو اصلاح انتظام کی، شرح ترقی ایک ایسا ضروری جزو نظر نہیں آتا جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان کی طرح مصر میں بھی جو بات زیادہ ضروری ہے وہ یہ نہیں ہے کہ روپیہ کس مقدار میں صرف ہوتا ہے بلکہ یہ کہ مختلف سرکاری شعبوں کا انتظام واقتدار جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ اس کام میں کس قدر دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں اور اس دلچسپی کو اپنے دیسی ماتحتوں میں کہاں تک پیدا کر سکتے ہیں۔ مدعائے مقصود جس قدر انتظامی ہے اسی قدر تعلیمی بھی ہے۔ یہ بات نسبتاً بے حقیقت ہے کہ کم و بیش ۰۰۰۰ ۲ پونڈ انتظام کے اس صیغہ یا اس شعبہ میں صرف کئے جاتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر امر ضروری یہ ہے کہ تمام مدارج اور طبقہ کے عہدہ دار اپنے
کام میں کس انداز سے دلچسپی لیتے ہیں۔ معاملہ کی تہ تک پہنچنے کی قابلیت
رکھنا۔ ذمہ واری کا تیز احساس۔ ان فرائض کو تندہی اور عین الوقتی
کے ساتھ انجام دینا جو بعض اوقات ہر نامقبول اور اکثر دلچسپی سے معرا ہوتے
ہیں اور جن میں بسا اوقات ضرورت سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے
پبلک کاموں کو پبلک کی امانت سمجھ کر مناسب طور پر سر انجام دینا۔ سیکھنے
اور تجربہ سے نفع حاصل کرنے کی دیانت دارانہ کوشش۔ یہ معاملات
سب سے زیادہ ضروری ہیں اور جب تک وہ صفات جو ان باتوں
کے لئے لازم ہیں۔ دائمی طور پر حاصل نہ ہو جائیں اور ان کے عمل
میں آنے کا قاعدہ کلیہ نہ ہو جائے پہلے سے زیادہ فنڈوں کی تقسیم ممکن
ہے کہ نفع کی بجائے ضرر رسانی کا موجب ثابت ہو۔ اس قسم کی صفات
کی ترقی کا اندازہ سٹرلنگ پونڈوں یا مصری پونڈوں سے نہیں لگایا جا
سکتا۔ کسی بھی حال میں وہ بآسانی حاصل نہیں ہوتیں۔ لیکن یہ بات یاد
رکھنے کے قابل ہے کہ تھوڑے خرچ کے ساتھ بھی انہیں حاصل کرنا ویسا
ہی سہل ہے جیسے زیادہ خرچ کے ساتھ۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف
صیغوں کے افسران اعلیٰ کے لئے بہتر نتایج ظاہر کرنا زیادہ طمانیت بخش
ثابت ہوتا ہے مثلاً یہ کہ اتنے اسکول زیادہ قایم ہوئے۔ اتنے جیل خانے
زیادہ بنے اتنے شہروں میں خوشگوار پانی کی بہم رسانی کا انتظام کیا گیا لیکن
مخفی نہ رہے کہ گو لوگوں کی اخلاقی حالت کی ترقی دینا ہی اعلیٰ مدعا ہے
جیسے انتظامی تکمیل کے درجہ کو ترقی دینا تاہم اس کی کامیابی کا دارومدار
سرمایہ کی قلت و کثرت پر نہیں ہوتا۔ ایک اور اعتراض یہ بھی وارد ہو
سکتا ہے کہ قوم متعلقہ کی خواہشات یا توقعات سے بڑھ کر کسی انتظام کو مکمل
کرتے یا ترقی دیتے جانا کہاں تک مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمیں اس
بات کی احتیاط رکھنی چاہئے کہ پبلک اغراض کو سرکاری منتظموں کی اغراض

سے نہ ملا دیا جائے ایک خاص حد ہوتی ہے جس پر پہنچنے کے بعد عام لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن سرکاری ملازموں کے نتایج حاصل کرنے کی خواہش کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ جن ملکوں میں کم وبیش مطلق العنانی کے ساتھ حکومت ہوتی ہے اور جہاں پر لوگوں کی عام ضروریات مختلف صیغوں کے افسروں کی خواہشات اور تحریکوں کے ماتحت ہوتی ہیں۔ ان میں انتظام گورنمنٹ کے حد سے بڑھ جانے کا ہمیشہ اندیشہ ہوتا ہے۔ آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ غیر ملکی حکومت کے ماتحت جتنی جلد جلد ترقی ہوگی اسی قدر کم تعلق لوگوں کا اس ترقی کے ساتھ قایم ہو سکے گا۔ ایسی حالتوں میں مشین اس قدر نازک ہو جاتی ہے کہ اسے دیسیوں کے سخت ہاتھوں کے حوالے نہیں کر سکتے اور اس کا انتظام صرف انہیں لوگوں کے سپرد کیا جا سکتا ہے جو اس کام کی خاص قابلیت رکھتے اور تربیت یافتہ ہوں غیر ملکی اور دیسی باشندوں کے درمیان جو خلیج حایل ہے وہ فراخ ہوتی جاتی ہے اور اہلکاروں کی ایک ایسی جماعت تیار ہو جاتی ہے جو باوجود ہر طرح کام کرنے کے اہل ہونے کے بالکل الگ تھلگ رہنے والی ہوتی ہے اور چونکہ سرکاری ترقی کے پہیوں کا انحصار صرف اسی جماعت پر ہوتا ہے اس لئے عام کوشش میں معاون ہونے کے بجائے وہ اس کی راہ میں رکاوٹ ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ہندوستان میں دیکھی جا چکی ہے اس ملک میں برٹش عہدہ داروں کے حلقہ میں پبلک سروس عام ترقی سے اس قدر آگے بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کسی موقعہ پر کسی سمت میں یہ امر قرین قیاس نظر آئے کہ دیسی ترقی کی سست لیکن بڑھنے والی لہر اس تک پہنچ جائے گی تو یہ شاہ کینوٹ کے درباریوں کی طرح طغیانی کو بادشاہ کی رضا جوئی کا منتظر رہنے کا حکم دینے پر آمادہ ہوگی یا جو بات کہ زیادہ اغلب ہے اسے پیچھے ہٹ جانے کے لئے مجبور کرے گی۔ پس ظاہر ہے کہ فنڈوں کو عام طور پر فیاضی سے صرف میں لاکر سرکاری صیغوں کو غیر معمولی سرعت

سے ترقی دینا کسی طرح بھی خالص نفع میں داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہ بات صرف فرضی طور پر معلوم ہوسکتی ہے کہ ایسی باتوں نے کہاں تک لارڈ کرومر کو اپنی پالیسی ڈھالنے میں مدد دی ہر نوع اس میں شک نہیں کہ اس کا دارومدار نہ صرف سیاسی و اقتصادی بلکہ انتظامی بنا پر بھی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سٹیٹ سروس سے چونکہ فایدہ ہی فایدہ مقصود ہے۔ اس لیئے اسے بالکل ہی نظرانداز کردینا چاہیئے۔ امر بحث طلب تو یہ ہے کہ طریقہ۔ انتظام و مناسبت اور ایڈمنسٹریشن کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہوا کانشنس یہ چیزیں پبلک کے لئے ویسی ہی ضروری ہیں۔ جیسے حاصل کئے جانے کے قابل نتایج یا انتظامی تکمیل کا زیادہ ترقی یافتہ پیمانہ۔ یہ سب کچھ اوسط درجہ کے خرچ سے بھی ویسی ہی آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے جیسے زیادہ خرچ سے کیونکہ مدعاے مقصود صرف مادی ہی نہیں بلکہ اخلاقی بھی ہے ٭

بحالات موجودہ مصری فوج میں جس میں سوڈانی بھی شامل ہیں۔ ۱۶۰۸۱- آدمی مجموعی طور پر ہیں۔ جنگ کے موقعہ پر حالت امن کی سپاہ کے علاوہ رزرو فوج بھی میدان میں لائی جاسکتی ہے یعنی:-

امن	۱۶۰۸۱
جنگ	۱۱۰۳۸
کل	۲۷۱۱۹ جوان

میدان جنگ میں فوج کی تقسیم حسب ذیل ہوسکتی ہے:-

سوار:- ۴ دستہ مصری ایک دستہ سوڈانی جن میں سے دو دستہ مصری اور ایک دستہ سوڈانی کی کمان برٹش افسروں اور باقی دو دستہ مصری کی دیسی افسروں کے ہاتھ میں ہے ٭

توپ خانہ:- ایک میکسم بانزی ۴ خچر بانزی ۲ کمپنیاں گیرسن آرٹلیری ٭

شتری سپاہ:- اس کا ہیڈکوارٹر العبید میں ہے۔ اس سپاہ میں ۴ کمپنیاں

شتر سواروں کی اور ایک کمپنی خچر کی ہے ان کا ایک برٹش کمانڈنٹ اور ۴ برٹش میجر ہیں کمپنیوں کے افسر سب کے سب دیسی ہیں ؛

پیادہ سپاہ :- ۹ پلٹن مصری اور ۶ پلٹن سوڈانی ؛

ان کے علاوہ (کسلا میں) ایک عربی پلٹن اور اس کے علاوہ ایک میڈیکل کور۔ ورکس ڈیپارٹمنٹ ۔صیغہ کمسریٹ ۔ ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ ۔ ریلوے ڈیپارٹمنٹ ۔ سٹاف اور سمال یونٹس ہیں ؛

عرصہ ملازمت میں پنج سالہ خدمات میدان جنگ میں یا بحری خدمت اور پنج سالہ خدمات رزرو یا پولیس یا ساحلی گارد داخل ہیں ۔ بھرتی کرنے کا طریق ازروے بیلٹ ہے ۔ جبری فوجی خدمات کے قابل کوئی شخص اس وقت سے ہو جاتا ہے جب اس کی عمر ۱۸ سال کی ہو چکے ۔ اشخاص ذیل کو مستثنےٰ کر دیا جاتا ہے :-

(۱) جو بیلٹ سے پہلے ۲۰ پونڈ کی رقم ادا کر دیں ؛

(ب) جو سرکاری ملازم ہوں ؛

(ج) جو لوگ فوجی افسروں کے بیٹے ہوں ؛

(د) جو لوگ خاص خاندانی وجوہ سے آزاد قرار دے جا چکے ہوں ؛

(ح) جو لوگ مذہبًا آزاد ہوں ؛

سوڈانیوں کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ دس سال فوجی خدمات سرانجام دیں جس کے بعد انہیں کسی گورنمنٹ نوآبادی میں شریک ہونے کا اختیار ہوتا ہے ۔ ۲۷ سال کی عمر کے بعد کسی کو بھرتی نہیں کیا جاتا ۔ عام طور پر رنگروٹوں کو بیلٹ کے بعد تیسرے سال یعنی اس وقت جب کہ ان کی عمر ۲۲ سال کی ہو طلب کیا جاتا ہے ۔ جبریہ فوجی خدمات کے قابل اشخاص کی تعداد ہر سال ۱۱۰۰۰۰ ہوتی ہے ان میں سے کوئی ۷۰۰۰۰ کی پرچیاں بیلٹ کے طریق پر ڈالی جاتی ہیں اور باقیوں کو مختلف وجوہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے بالاوسط ہر سال قریبًا ۲۰۰۰ جوان رزرو میں بھرتی کئے جاتے ہیں ریلوے

پلٹن سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو کوئی ۶۲ ایک برٹش افسر ہیں (گو ان میں سب کے سب برٹش فوج کے افسر نہیں) اور ۶۲۲ دیسی افسر +
نمبر ۵ - ۶ - ۷ اور ۸ مصری پلٹن کے افسر اول سے آخر تک مصری ہیں باقی ۵ پلٹنوں نمبر ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - اور ۱۶ کے کمانڈر برٹش افسر ہیں اور دو میں برٹش میجر ہیں - ۶ سوڈانی پلٹنوں نمبر ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ اور ۱۵ ہیں سے ہر ایک کا برٹش کمانڈنٹ اور ۲ برٹش میجر ہیں - ان کے علاوہ کسلا واقع سوڈان میں ایک بے قاعدہ عرب کیمل کور پلٹن ہے جس میں ہدندو - بنی عمر اور حبشی لوگ مقامی طور پر بھرتی کئے ہوئے ہیں - ان کا کمانیر ایک برٹش کرنیل اور افسر ۵ دیسی ہیں - کل تعداد ۱۶۸ ہے جس میں ۱۹ کارپورل اور ۲ کمپنی سارجنٹ ہیں +

توپ خانہ کے ساتھ سات انگریز افسر ہیں یعنی ایک کرنیل ایک لفٹنٹ کرنیل اور پانچ میجر باتری کمانڈر - توپ خانہ میں ۴۲ مصری افسر ہیں

مصری فوج تین حصوں پر منقسم ہے - جن کے آگے ۷ درجہ اول اور ۲ درجہ دوم کے ضلع ہیں - مصر میں صرف ایک درجہ اول کا ضلع ہے یعنی قاہرہ اس میں حسب ذیل سپاہ مقیم رہتی ہے :-

ایک دستہ سوار
ایک باتری توپخانہ
ایک کمپنی گیریسن آرٹلری

۳ مصری پیادہ پلٹنیں (جن میں سے ایک مئی سے اکتوبر تک سکندریہ رہتی ہے) سپلائی سٹورز اور میڈیکل ہیڈکوارٹر - باقی ماندہ اکثر فوج سوڈان میں ہے - ایک سوڈانی پلٹن بحر الغزل ضلع میں - کسلا - خرطوم - کردفان - سنعار اور بالائی نیل پر ہے - بحالیکہ ڈنگولا - بربر - خرطوم اور سواکن کے درمیان مصری پیادہ فوج کی ۶ پلٹنیں تقسیم شدہ ہیں - ۳ مصری اور ایک سوڈانی سپاہ کا دستہ شیدی میں مقیم ہے جو سواروں کا صدر مقام ہے

توپ خانہ کی ایک گھوڑا اور دو میدانی باتریاں حلفیہ متصل خرطوم میں ایک بربر میں اور دو گیریزن کمپنیاں خرطوم میں مقیم ہیں ✤

چونکہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دیئے جانے کی فیس صرف ۲۰ پونڈ ہے اس لئے سوائے بے حد غریب اور غیر تعلیم یافتہ مصریوں کے باقی سب آسانی سے خدمات سے سبکدوشی حاصل کر لیتے ہیں سنہ ۱۹۰۶ء میں جو لوگ فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ان کی تفصیل حسب ذیل تھی :- ۹۱۴۷ یا ۹ فیصدی نے رقم مطلوبہ ادا کر دی ۲۳ فیصدی کو مذہبی وجوہ کی بنا پر مستثنیٰ قرار دیا گیا - ۱۶ فی صدی بلیٹ کے وقت غیر حاضر تھے - صرف ۵۰ فیصدی یا کل ۵۵۲۷۲ جوان بلیٹ میں آئے - مصر میں نقد معاوضہ دے کر فوجی خدمات سے سبکدوشی حاصل کر لینے کے طریق کو حکام پسند نہیں کرتے اور سوڈانی پلٹنوں میں آدمیوں کی اکثر کمی رہتی ہے - دونوں معاملات زیر غور ہیں ✤

بحالات موجودہ مصری فوج پر ۶۴۷۰۰۰ پونڈ خرچ آتے ہیں اور اس میں سے جو رقم سوڈانی خزانہ کے سر پر ڈالی جاتی ہے بعد مزید تخفیف کے بعد ۱۲۶۰۰۰ پونڈ ہے - جو برٹش فوجیں مصر اور سوڈان میں مقیم ہیں ان کا خرچ مجموعی طور پر ۱۰۰۰۰ پونڈ برٹش خزانہ کو دے دیا جاتا ہے ✤

۱۸۹۹ء میں مصری سول سروس میں ۱۰۳۴۲ مصری اور ۹۶۴ یورپین تھے جو ۳۰ پونڈ سے کم کی شرح تنخواہ لیتے تھے ۲۳۰ مصریوں اور ۲۰۲ یورپینوں کی تنخواہیں ۳۰ سے ۷۰ پونڈ تک تھیں ۵۴ مصریوں اور ۴۰۱ یورپینوں کی تنخواہ ۷۰ پونڈ سے زاید تھی - گویا کل مجموعہ ۱۰۶۰۰ مصریوں اور ۱۲۷۰ یورپینوں کا تھا جن میں سے ۴۵۵ برٹش تھے - ان ۹۶۴ یورپینوں میں سے جو ۳۰ پونڈ مصری سے کم ماہوار تنخواہ لیتے ہیں بہت سے انجن ڈرائیور - لائٹ ہوسوں کے چوکیدار - یا اور ایسے ہی کاموں پر ملازم ہیں - مشترکہ عدالتوں - قیس

ڈیلاڈیٹ اور قرنطینہ بورڈ میں ۷۴۰ یورپین ملازم تھے جن میں سے صرف ۲۵ انگریز تھے۔ مصر کی دیسی سول سروس اعلےٰ اور ادنےٰ دو حصوں پر منقسم ہے اول الذکر کے لئے سکنڈری اور آخر الذکر کے لئے پرائمری کا سرٹیفکٹ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جب اہلکاروں کے بورڈ کی طرف سے انتخاب عمل میں آچکے تو دو سال کی امیدواری لازم ہوتی ہے۔ نوجوان انگریز جو مصری اور سوڈانی سول سروس میں بھرتی کئے جاتے ہیں انہیں اس وقت لے لیا جاتا ہے جب کہ وہ یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری لے چکے ہوں۔ انتخاب مصر میں اعلیٰ انگریز اہلکاروں کی ایک کمیٹی کی وساطت سے ہوتا ہے اور سوڈان میں حکام یونیورسٹی سے مشورہ لیکر اور ذاتی طور پر ملاقات کر کے انتخاب کے ایک سال بعد امیدواروں کو عربی کا امتحان پاس کرنا ہوتا ہے جس کے بعد کوئی آسامی خالی ہونے پر انہیں کام پر لگا دیا جاتا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ عدم توجہی رشوت خوری وغیرہ قدیم عادات کو دور کرنے کے لئے ایک عرصہ دراز درکار ہے تاہم عام خیال یہ ہے کہ دیسی مصری سول سروس رو باصلاح نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی اس کے یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر اس پر سے متعدد یورپینوں کا انتظام واقتدار دور ہو جائے تو اس کے لئے انتظام کی موجودہ سکیم یا پیمانہ کو قایم رکھنا مشکل ثابت ہو۔ ایسی حالت میں صرف چند ہی ہفتوں کے عرصہ میں بدنظمی کی علامات نمودار ہونے لگیں اور ایک سال کا عرصہ گذرنے سے پہلے گورنمنٹ کے پہیئے رگڑ کھا کر چلنے لگیں۔ ہندوستان کی طرح مصر میں بھی چھوٹا یورپین عنصر ہی سارے انتظام کو چلاتا ہے۔ اس بارہ میں لارڈ ڈفرن اور لارڈ کرومر نے مختلف موقعوں پر بزور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور جو شخص مشرق کے حالات سے سطحی واقفیت بھی رکھتا ہو وہ ان دلایل کے زور کو ضرور تسلیم کرے گا۔ اس میں کلام نہیں کہ شامی و دیگر

مشرقی نسلوں کے اہلکاروں کی طرح بعض مصری اہلکار بھی ایسے موجود ہیں جو ہر طرح قابل تعریف ہیں ایک مصری پاشا جو شامی نسل سے محکمہ ڈاک کا ہیڈ ہے ایک اور شامی پاشا جو حال ہی میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوا ہے صیغہ حساب کا ہیڈ تھا۔ یہ دونوں آدمی ایسے ہیں جو کسی بھی ملک میں ترقی حاصل کر سکتے تھے اور جنھوں نے مصر میں اپنی خدمات کو بدرجہ اتم دیانت داری سے انجام دیا لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں اور جب مصریوں کا ذکر کیا جائے تو مراد مسلمانان مصر سے ہوتی ہے۔ اکثر محاسب قبطی ہوتے ہیں ان میں سے بعض جیسے کہ وزیر انصاف بطروس پاشا تالس تھا مستحق طور پر مقامی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ لیکن بہ ہیئت مجموعی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح یافتہ پبلک سروس ابھی بچپن کی حالت میں ہے جس کے اعلےٰ طبقات میں نہ تو روشنی اور نہ رہبری کا مادہ ہے اور نہ اس کا مدعا اعلیٰ اور نہ اس کے آدمیوں میں کمال پایا جاتا ہے۔ مصری پبلک سروس کی طاقت کا راز یورپینوں کے اس چھوٹے گروہ میں مخفی ہے جو جابجا مشیر۔ نائب مشیر یا انسپکٹروں کی حیثیت میں مختلف وزارتوں میں ملازم ہیں یا جو اس قسم کے انتظامی صیغوں کا چارج رکھتے ہیں جیسے کہ صیغہ کسٹم ہے۔ اگر ان کا وجود نہ ہو تو کچھ اندرونی کمزوری اور کچھ بیرونی دباؤ سے سارا انتظام دنوں میں درہم برہم ہو جائے۔ اس وقت نہ اسے اپنے پر اور نہ اپنے لیڈروں پر بھروسہ ہے۔ اخلاق کا جو معیار اب اس کے روبرو قایم ہو چکا ہے وہ سابقہ عادات اور موجودہ نفع کی توقع کے زور سے ٹوٹ جائے۔ ابھی کئی سال گذر چکیں گے اور قصر النیل کے پل کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکے گا جب کہیں یہ ممکن ہو سکیگا کہ یورپین اہلکاروں کی رہبری غیر ضروری تصور ہو کر پبلک سروس کسی آفندی۔ بے یا مقامی پاشا کے سپرد ہو ؂

لیجسلیٹو کونسل یعنی مجلس واضع آئین کا اجلاس اوقات مقررہ پر منعقد ہوتا ہے اور اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرومر نے اس کی موجودہ اہمیت کے متعلق اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ اصلاح مصر کے دیگر معاملات کی طرح اس میں بھی انہوں نے جس بات پر زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ مناسب ترقی کے لئے وقت درکار ہے۔ ابھی اسی انسٹیٹیوشن کے طریق عمل کا کافی تجربہ حاصل نہیں ہوا۔ مصر کے ارتقا کی تصویر اس لیجسلیٹو کونسل میں دیکھی جا سکے گی۔ لیکن یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حال میں خصوصیت کے ساتھ لیجسلیٹو کونسل نے لارڈ ڈفرن کی قایم کردہ سمت میں گاہ بگاہ بعض مفید کام بھی کئے ہیں یہاں تک تو لارڈ کرومر کا بیان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر حالات سے مجبور ہوکر انتظامی سکیم ان حالات میں اختیار کرنا پڑتی جو لارڈ ڈفرن کے ذہن میں تھے تو لیجسلیٹو کونسل کی حالت بالکل مختلف ہوتی۔ اس صورت میں استاد کا ہاتھ موجود نہ ہوتا۔ اور اگر انگریزی قبضہ ہٹا لیا جاتا تو کونسل سوائے اس امر کے کہ سرکاری معاملات کی سرانجام دہی میں اسے یورپین عنصر پر سہارا ہوتا خدیویہ اختیارات کی توسیع کے خلاف ایک قسم کے بچاؤ کا کام دیتی۔ آیا وہ اپنی اس حیثیت کو قایم و برقرار رکھنے کے قابل ٹھیر سکتی آیا وہ وقت بے وقت متفقہ طور پر مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتی یا خوشامد یا رشوت یا رعب یا ان تینوں کے بس میں آکر خلاف منشا کام کرنے پر تیار ہو جاتی۔ یہ سب اس قسم کی باتیں جن کی نسبت اب صرف قیاسی رائیں ہی قایم کی جا سکتی ہیں۔ خوش قسمتی ہے اسے اس امتحان کا منہ دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوا۔ آج کل یہ جس حالت میں موجود ہے اور کام دیتی ہے اس میں وہ تعلیم عامہ کا ایک ذریعہ اور فضول بدامنی کے اخراج کے لئے ایک قسم کا سیفٹی والو ہے۔ ان معاملات میں جن کا تعلق اس کی فوری واقفیت سے ہے مثلاً زرعی ضروریات کے ریویو اور عام رواج یا مقامی

خصوصیات کے شارح کی حیثیت میں اس نے اپنی واقفیت کو صحیح اور قوت فیصلہ کو تیز ثابت کر دکھایا ہے۔ اگر اس نے اپنی آراء کے اظہار میں تامل سے کام نہیں لیا تو یہ بات بھی ہے کہ اس نے معاملات کے ان پہلوؤں کو سننے کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے جن سے اسے کسی قسم کی ہمدردی نہ ہو سکتی تھی۔ یہ سب باتیں بجائے خود مفید ہیں کیونکہ اس سے عوام کے دلوں میں معاملات پر اعتدال کے ساتھ بحث کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور عام امور کی ترکیب سمجھنے میں سہولیت ہوتی ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جن کی بحالات موجودہ اس سے توقع ہو سکتی ہے۔ لارڈ ڈفرن جو اس کے بانی تھے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے کوئی اور سمجھدار شخص بھی اس سے کسی ایسی بات کا متوقع نہ ہو سکتا تھا جو اس کے امکان و حالات موجودگی سے خارج ہو۔ سب سے زیادہ جس بات کی توقع ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ کونسل اپنی موجودہ روش کو قایم رکھے اور آگے اور پیچھے دیکھتی جائے دوسرے لفظوں میں ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ ان خطرات اور مصائب کو پیش نظر رکھے جن سے نکلے اہل مصر کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور ان حقوق کو بھی نگاہ رکھے جس کا وہ اپنے تئیں مستحق تصور کرتے ہوں۔ اگر انہیں نے زمانہ گذشتہ کی مقبول روش کو کسی حد تک اختیار کئے رکھا تو انہیں ہر طرف سے امداد و سہارا حاصل ہو سکے گا۔

سطور بالا میں مصر کے پبلک انتظام کی خاص خاص باتوں کا جو بیان خلاصتہً درج کیا گیا ہے یقیناً ناکافی تصور ہو سکتا ہے۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں کو جو چھوٹی ہونے کے باوجود غیر ضروری نہیں ہیں قلم انداز کر دیا گیا ہے لیکن بہر نوع جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس سے اس بات کا ضرور اندازہ ہو سکتا ہے کہ مصر ترقی کے کس عمل میں سے گذر رہا ہے۔ اگر کوئی صاحب خیال کریں کہ اس سے زیادہ کام سرانجام دیا جا سکتا تھا تو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اصلاح کا کام عمداً پہلے مالی اور پھر فسکل معاملات

کے زیر تحت رکھا گیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو نتایج حاصل ہوئے
ہیں وہ بجائے خود بڑے شاندار ہیں تاہم اگر قابل اعتراض ٹیکس بھی
برقرار رہتے تو زیادہ مقدار میں امدادی روپیہ دینے کے لئے فنڈ بچ سکتے
تھے اور اس صورت میں ممکن تھا کہ لارڈ کرومر اور بھی زیادہ شاندار نتایج
پیدا کر کے انگریزی قوم کو خوش کر سکتے۔ لیکن یہ بات برٹش ایجنٹ
کی پالیسی میں داخل نہیں۔ اس نے ہمیشہ اس بات کو ترجیح دی ہے
کہ تکمیل زیادہ ہم آہنگی اور استقلال کے ساتھ نمودار ہو اس لئے اس نے
یکسانیت اور ٹیکس ادا شدہ کے دعاوی کو پبلک کی خوشنودی پر فوقیت
دی ہے۔ جو فنڈ بچ سکے انہیں سب سے اول ارضی پیداوار کی ترقی پر
صرف کیا گیا۔ مالی انتظام کی درستی اور ٹیکس ادا کنندگان کی اصلاح
کے بعد اس نے اپنی توجہ ملکی اصلاح کی طرف دی۔ لیکن پبلک سروس
کے لئے زیادہ مقدار میں فنڈ صرف اسی صورت میں بچ سکتے تھے کہ
یہ عمل تدریجی ہو اور آمدنی زیادہ ہوتی جائے۔ یہ خوشگوار عمل ابھی
شروع ہوا ہی تھا کہ مصر معہ اپنے وسایل کے پھر ایک جد وجہد میں
مبتلا ہو گا جس نے ۲½ سال تک اس کی توجہ اور اس کے وسایل کو
اپنی طرف مبذول رکھا۔ آخر کار ۱۸۹۸ء میں وہ اس قابل ہوا کہ اپنی
متحدہ طاقت اندرونی معاملات کی اصلاح پر صرف کرے۔ اس وقت
بھی اس خراب مالی حالت والے ملک نے جس کو اس نے اپنی حفاظت
میں لے لیا تھا عارضی امداد طلب کی۔ اس کی اپنی حدود کے اندر ابھی
بہت سے معاملات غور طلب تھے۔ اس صورت میں اندرونی ترقی کے
قصہ پر غور کرتے ہوئے لازم ہے کہ ہم ان حالتوں کو بھی زیر نظر رکھیں
جن میں وہ ترقی عمل میں آئی۔ و نیز اس پالیسی کو ملحوظ خاطر رکھیں جو
ان حالتوں پر حاوی تھی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لوگوں
کی پرائیویٹ اولوالعزمی نے اس میں بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ مانا کہ لارڈ

کرومر نے ٹیکس اداکنندگان کو مختلف صیغوں کے ماتحت لانے میں تامل کیا تاہم انہوں نے پبلک ضروریات رفع کرنے کے معاملہ میں گورنمنٹ کی کارروائیوں کے ساتھ کام کرنے کے قابل پرائیویٹ ایجنسیوں کے اشتراک کی ممانعت نہیں کی۔ اور اس بارہ میں جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ ہندوستان کے مقابلہ میں نہایت نمایاں ہے ؛

تیئسویں فصل

انگریزی اور فرانسیسی معاہدہ اور اس کے بعد کی حالتیں۔ پردہ کا گرنا۔ لارڈ کرومر کا مالی خلاصہ۔ مارکوئیس آف لینسڈاون کا مراسلہ دربارہ بندوبست فرانس۔ بڑے اخراجات کے لئے مصر میں قابل خرچ رقوم۔ قرضہ کا حساب۔ ۱۹۰۵ء میں ٹیکس کی مزید معافی۔ مصر کی پبلک کمپنیاں۔ لارڈ کرومر کی طرف سے انتباہ ۱۸۸۳ء و ۱۹۰۴ء کے نقشہ کسٹم کا خلاصہ روپیہ کی درآمد برآمد ؛

۱۹۰۳ء کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہم آخری نظارہ کے قریب پہنچتے ہیں۔ اس سے ۲۰ سال پیشتر جب پردہ اٹھا تھا تو مصر نہایت اضطراب اور سوڈان ویرانگی کی حالت میں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈلٹا پر بدامنی کا دروازہ کھل گیا ہے اور دوزخ کے ہر ایک دہانہ سے افریقہ کے اس حصہ پر جسے دریائے نیل سیراب کرتا ہے تباہی کا جھکڑ چل رہا ہے۔ لیکن بتدریج اس تماشہ کی پلاٹ صاف ہوتی گئی۔ تھوڑا تھوڑا کر کے یکے بعد دیگرے امید۔ امن اور بحالی کے عناصر نمودار ہونے لگے۔ بتدریج پھر اعتبار قایم ہونے لگا اور جنگ کو حدود مصر سے پرے دھکیل دیا گیا یہاں تک کہ خطرہ جنوب کی طرف اس جگہ سے بھی پرے پہنچ گیا جہاں دونوں دریائے نیل ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اس کے بعد خلیفہ او راس

کی فوج کی تباہی کا زمانہ آیا اور خط استوا سے لے کر بحیرہ روم تک امن و امان کو تقویت حاصل ہو گئی۔ اب صرف ضرورت اس بات کی تھی کہ مغربی طاقتوں کی بظاہر متضاد اغراض میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور حدود مصر کے اندر امن و امان اور نیک سمجھوتہ قایم رہے ۱۹۰۴ء کے آغاز میں یہ بات بھی پوری ہو گئی۔ جہاں تک ان اوراق کا تعلق مصر کے حالات سے ہے ہم انہیں اسی عمدہ نتیجہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں اور یہاں سے اینگلو مصری سوڈان کی کتاب کا پہلا ورق شروع ہوتا ہے لیکن داستان مصر کے اوراق کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حساب پر نظر ڈالیں جو لارڈ کرومر نے اس وقت اپنے عہد کے متعلق پیش کیا تھا جب انہوں نے اپنی آخری کامیابی حاصل کی ظاہر ہے کہ یہ حقیقی محاسب پبلک اور کو حساب پڑتال کرنے والے کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور انہیں جمع خرچ کی ترازو میں بخوبی جانچ سکتا ہے۔ کامیابی حاصل کر چکنے کے بعد ان کا فرض ہے کہ اپنے آقاؤں یعنی مصری پبلک اور وزارت میں اپنے ہم جلیسوں کو اپنے عہد کا حساب پورے طور سے سمجھائیں۔ اور ایک ایماندار نگران کی طرح اپنے آقاؤں سے رخصت ہوں ؛

اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۲ء میں انہوں نے لکھا ہے کہ ۱۸۸۲ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک دونوں سال ملا کر مصری گورنمنٹ کی مجموعی آمدنی ۲۲۴۲۰۶۱۵۱ پونڈ مصری ہوئی ہے جس میں مختلف مدات کی رقوم بہ تفصیل ذیل شامل ہیں :-

	پونڈ مصری
(ا) معمولی مالگذاری	۲۰۴۸۱۶۴۲۰
(ب) قرضہ و دیگر وسایل	۱۴۷۹۹۷۰۳
(ج) قرضہ دائرہ و مقبوضہ کی تبدیلی اور بجٹ فنڈ کے روپیہ سے کفایت	۱۵۸۴۰۲۰

	پونڈ مصری
(د) فروخت اراضی اور عام ریزرو فنڈ کے سود کی رقم	۱۹۴۸۴۸۴
(ج) متفرق آمدنی مدخولہ خاص ریزرو فنڈ	۱۰۵۷۵۲۴
میزان	۲۲۴۲۰۶۱۵۱

آخری رقم میں وہ پیشگی بھی شامل ہے جو گورنمنٹ انگریزی نے مہم سوڈان کی مدد میں ۱۸۹۵ء میں دی تھی۔ آگے چل کر لارڈ کرومر نے لکھا ہے:۔

"مصر کے ٹیکس ادا کرنے والے یہ معلوم کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جنھیں یہ بڑی بڑی رقم سپرد کی گئی تھیں انہیں کیونکر صرف کرتے رہے ہیں"

جس کے بعد انہوں نے ذیل کے اعداد و شمار پیش کئے ہیں:۔

ا۔ معمولی اخراجات

	پونڈ مصری
ا۔ خدیویہ سول لسٹ	۵۹۱۹۹۱۷
۲۔ محکمہ عدالت	۰۰۵۴۵۰۳
۳۔ پبلک ورکس	۱۰۴۱۹۸۰۷
۴۔ تعلیم	۱۸۲۲۵۴۷
۵۔ صیغہ میڈیکل و حفظان صحت	۱۸۵۲۵۱۵
۶۔ دیگر انتظامی اخراجات	۲۲۱۵۲۳۱۰
۷۔ صیغہ محاصل مالگذاری کے اخراجات	۲۰۷۶۹۰۳۶
۸۔ فوج	۱۲۳۶۸۱۰۹
۹۔ پنشن	۸۶۵۵۷۴۵۰
۱۰۔ خراج ٹرکی	۱۲۳۹۳۹۱۰

	پونڈ مصری
۱۱- سود قرضہ	۷۹۴۴۸۷۸۶
۱۲- کوروی رفع کرنے کے اخراجات	۵۹۷۷۴۵۴
۱۳- سوڈان	۳۶۰۷۸۸۸۹
کل میزان معمولی اخراجات	۱۹۳۵۱۳۵۲۰

(۲) غیر معمولی اخراجات

جو عام اور خاص ریزرو فنڈ۔ قرضہ اور دیگر محاصل میں ڈالے گئے۔

(۱) آخری اخراجات

	پونڈ مصری
۱- معاوضہ اسکندریہ	۴۱۴۳۹۵۶
۲- آبپاشی و نکاسی آب (جس میں دریائے نیل کے ذخیرہ آب کی تعمیر کا خرچ شامل نہیں)	۴۱۲۰۱۲۱
۳- ادائیگی قرضہ	۹۸۸۰۱۴
۴- مبادلہ پنشن و الاؤنس	۳۶۳۳۶۱۲
۵- پبلک عمارات	۹۴۳۱۸۳
۶- ڈاک کے اگنبوٹ	۲۱۰۵۶۹
۷- ریلیں	۹۶۶۷۲۷
۸- سوڈان	۰۲۶۱۸۸۲۷
۹- متفرق	۷۵۹۹۴۳
میزان	۱۸۳۸۴۹۵۲

(ب) رقوم پیشگی جو عام رزرو فنڈ میں سے دی گئیں اور گورنمنٹ کی طرف سے قابل ادائیگی ہیں:

	پونڈ مصری
۱- سرکاری عمارات	۳۸۲۰۹

	پونڈ مصری
۲- ریلیں	۹۰۷۶۱۸
۳- متفرق	۲۴۳۶۷
میزان	۹۷۰۱۹۴
کل میزان غیر معمولی اخراجات	۱۹۲۵۵۱۴۶

(۳) رقم جو سنکنگ فنڈ میں ڈالی گئی

	پونڈ مصری
میزان	۸۹۶۷۴۱
کل اخراجات جس میں معمولی غیر معمولی اور سنکنگ فنڈ کی رقوم داخل ہیں ۔	۲۱۳۷۶۵۴۱۵

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عرصہ زیر ریویو میں گورنمنٹ کی مجموعی آمدنی ۲۲۴۲۰۶۱۵۱ پونڈ مصری تھی کل خرچ حسب تفصیل بالا ۲۱۳۷۶۵۴۱۵ پونڈ مصری کا بقایا بچا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

	پونڈ مصری	پونڈ مصری
۱- وہ رقم جو ۱۸۹۰ء سے سال بسال اس وجہ سے آگے لائی جاتی ہے کہ مالگذاری متعلقہ قرضہ کے بندوبست کی تاریخ بدلی جاچکی ہے ۔		۱۲۵۳۹۱۴
۲- تبادلہ بچت فنڈ کا بقایا		۴۴۹۰۵۰۰
۳- عام رزرو فنڈ کا بقایا		۲۷۹۴۷۸۵
۴- خاص رزرو فنڈ کا بقایا	۱۲۸۷۳۵۲	
اس میں سے سنہ ۱۸۸۰ء کا زاید روپیہ نفی کرو	۳۸۵۸۱۵	
میزان	۹۰۱۵۳۷	
پونڈ مصری		۱۰۴۴۰۷۳۶

لارڈ کرومر نے عرصہ ۱۸ سال تک جو محنت کی اس کا مالی خلاصہ وہ ہے جو اوپر پیش کیا گیا ہے اور یہی وہ حساب ہے جو انہوں نے بحیثیت ایک ٹرسٹی کے اہل مصر کے روبرو پیش کیا۔ اب یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اس کا مقابلہ اپنے فرمانرواؤں کے طریقوں سے کریں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ½۱۹۳ ملین (ملین = دس لاکھ) معمولی خرچ کی رقم میں سے کم و بیش ۹۳ ملین کی رقم خراج اور سود قرضہ میں ادا کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ½۱۵ ملین کی رقم خدیویہ سول لسٹ سوڈان اور کوروی کے طریق کو دور کرنے کی نذر ہوئی ہے اس طرح پر گویا عرصہ بست سالہ زیر ریویو میں معمولی آمدنی میں سے صرف ۸۵ ملین کی رقم مصر کے استعمال کے لئے بچی ہے۔ اس رقم میں سے بھی ۱۲ ملین فوج کے ذمہ پڑا ہے جس سے گویا کل ½۱۹۳ ملین کی رقم میں سے صرف ۷۳ ملین اہل مصر کے حصہ میں آیا ہے۔ اس میں غیر معمولی اخراجات کی حسب ذیل رقوم کا اضافہ کیا جا سکتا ہے:۔

	پونڈ مصری
آبپاشی و نکاس آب	۴۱۲۰۱۲۱
پنشن وغیرہ کی تبدیلی	۳۶۳۳۶۱۲
سرکاری عمارات	۹۴۳۱۸۳
ڈاک کے اگنبوٹ	۲۱۰۵۶۹
ریلیں	۹۶۶۷۴۷
متفرق	۷۵۹۹۴۳
سنکنگ فنڈ میں ادا کیا گیا	۸۹۶۷۴۱
میزان	۱۱۵۳۰۸۹۶

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عرصہ زیر بحث میں ۹۵ لاکھ مصری آبادی پر سالانہ خرچ کی اوسط ۲۰۰۰۰۰۴ پونڈ مصری بیٹھتی رہی ہے ✦

سر ایلڈن گورسٹ جو ۱۸۹۵ء میں سر ایلون پامر کے بجائے مالی مشیر مقرر ہوئے تھے ۱۹۰۲ء میں برطانیہ کے دفتر خارجیہ کے اسسٹنٹ نائب وزیر بن گئے صیغہ مال میں آنے سے پیشتر سر ایلڈن مصر کی وزارت داخلہ میں بہ حیثیت مشیر کے خدمات حسنہ سرانجام دے چکے تھے۔ انہوں نے ہی پولیس کے مسئلہ کو حل کیا تھا اور اپنے پیشرو مالی مشیر کی طرح انہیں بھی اہل ملک اور ملکی کاروبار کا بہت کچھ علم تھا۔ اگر اُن کے زمانہ میں امن و امان رہا تو یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انہیں ان ایڈمنسٹریشنوں سے ہمیشہ مقابلہ کرنا پڑتا تھا جو ملک کی بڑھتی ہوئی آمدنی میں حصہ لینی چاہتی تھیں۔ دوسری طرف مراعات کے طالبوں کی تعداد بالخصوص ان کے عہد کے آخری سنین میں بے حد بڑھ چکی تھی۔ لیکن وہ ان کی تجاویز کو پرکھنے کی بڑی اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے اور معاملہ کو ہر پہلو سے سوچ اور جانچ لیا کرتے تھے۔ اُن کے جانشین سر ونسنٹ کاربٹ ہوئے یہ صاحب بھی ڈپلومیٹک سروس سے تعلق رکھ چکے ہیں *

اب ہم اپنے طویل مصری ڈراما کے آخری ایکٹ کے آخری سین پر پہنچ چکے ہیں۔ ہر ایک مشکل مغلوب اور ہر ایک خطرہ رفع ہو چکا ہے۔ گذشتہ ۱۲ سال کے تفکرات۔ جھگڑے اور رشک وحسد کے فضیحتے عنقریب مہدی اور خلیفہ کی بُری یاد کے ساتھ اس تاریکی میں دفن ہونے والے ہیں جو اُن کے لئے موزوں ہو سکتی ہے ۱۹۰۴ء سے مصریوں کے سامنے ایک نیا باب کھل گیا ہے اور برٹش ایجنٹ ۱۸۸۳ء سے جو جدوجہد کرتا اور مایوسی اُٹھاتا رہا ہے اس کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ وہ کامیابی کا مستحق تھا اور اس نے اُسے حاصل کر لیا اب اس کا نام اس کے ہموطنوں کے ناموں کی اس روشن فہرست میں داخل ہو چکا ہے جن کو مشرقی تاریخ میں جنگ یا لڑائی کی شرکت سے نہیں بلکہ ایک زیادہ اعلیٰ و ارفع باعث سے چمک حاصل ہے۔ یعنی اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے غیر ملکی آدمیوں کو اپنے حسن

انتظام اور قیام امن کے ذریعہ فواید پہنچائے اور نافع بنایا ۔

۸- اپریل ۱۹۰۴ء کو جو انگریزی فرانسیسی معاہدہ طے ہوا اس کا خلاصۂ مطلب اس مراسلہ میں موجود ہے جو اس تاریخ کو مارکوئیس آف لینسڈاؤن وزیر خارجہ نے برطانوی سفیر مقیم پیرس کے نام بھیجا تھا۔ چونکہ اس معاہدہ کا ہمارے نفس مضمون سے بہت کچھ تعلق ہے اس لئے ذیل کا بڑا حصہ جو مصر سے متعلق ہے اس میں استنباط کیا جاتا ہے :-

"برطانوی نقطۂ خیال سے زمانہ حال کی تاریخ میں مصر کے اندر انگریزی اقتدار کے قیام اور اس کی تدریجی ترقی سے زیادہ اہم اور کوئی واقعہ نہیں ہے۔ اس ملک پر ہمارا قبضہ گو شروع شروع میں عارضی متصور ہوتا تھا تاہم بعض حالات کے اتفاق نے اسے مستقل بنا دیا ہے۔ اس قابل اہلکار کی رہبری سے جو گزشتہ بست سالہ عرصہ میں اس ملک میں ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کا نمایندہ رہا ہے مصر نے مالی و مادی دونوں طرح کی ترقی بخوبی حاصل کی ہے۔ جب سے مہدی کی طاقت زایل اور سوڈان کو مسخر کیا گیا ہے اس ملک میں ہمارا اثر دوبالا ہو چکا ہے اور اس سے ہمارا قبضہ بھی زیادہ پایدار بن گیا ہے ۔

"لیکن ہر چند کہ ان ترقیات نے بڑی سرعت سے مصر کی بین الاقوامی حالت کو تبدیل کر دیا ہے تاہم اس جگہ جو مالی اور انتظامی طریق مروج ہیں وہ اس نظام کا بقیہ ہیں جو اب موجود نہیں رہا اور وہ نہ صرف بعید از وقت ہیں بلکہ ان سے تمام متعلقین کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ان کی بنا ۱۸۸۰ء کے قانون دیوالہ اور ۱۸۸۵ء کے معاہدہ لندن کی نہایت پیچیدہ اور دقیق شرایط پر قایم ہے۔ مصر کو مالی و مادی ترقی حاصل ہو جانے سے یہ شرایط ملکی وسایل کی ترقی میں معاون بننے کے بجائے رکاوٹ ثابت ہونے لگی ہیں۔ لارڈ کرومر نے بارہا اپنی سالانہ رپورٹوں میں اس تکلیف بے آرامی اور حقیقی نقصان کا جو مصری خزانہ کو پہنچتا ہے

ذکر کیا ہے۔ لارڈ ملنر نے مصر پر جو مستند کتاب لکھی ہے اس میں ذیل کی عبارت آتی ہے جس میں ان امور پر بخوبی بحث کی گئی ہے +

"یہ نظارہ نہ صرف تکلیف دہ بلکہ قابل مضحکہ ہے کہ گو مصر کا خزانہ روپیہ سے معمور ہے تاہم اسے اس بات کی اجازت حاصل نہیں کہ اس روپے کو ایک ایسے مصرف میں استعمال کرے جس کے ذریعہ اوسط درجہ کا حساب بھی لگایا جائے تو ۲۰ فیصدی کا نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر ایک سال جو گذرتا ہے اس امر کی بڑے زور سے توضیح و تصریح کرتا ہے کہ مصری گورنمنٹ پر جو قیود زمانہ دیوالہ میں عاید کی گئی تھیں ان کا زمانہ موجودہ میں جب کہ اس کی مالی حالت خاطر خواہ ہی قایم رکھنا حد درجہ کی بے انصافی ہے یہ قیود جب عاید کی گئی تھیں تو مناسب اور مواجب تھیں لیکن اب نہیں۔ اس بات پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس انتظام کو برقرار رکھا جاے۔ جس کے ذریعہ خاص خاص رقوم آمدنی پہلے "قیس ڈیلاڈیٹ" کو ادا کی جاتی ہیں لیکن جس صورت میں کہ یہ رقوم قرضہ کے سود اور اس سنکنگ فنڈ کی رقموں سے جو طاقتیں مقرر کرنا مناسب سمجھیں زاید ہوں تو لازم ہے کہ بقایا مصری گورنمنت کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ وہ اس سے جس طرح جی چاہے کام لے مناسب ہے کہ اخراجات کے معاملہ میں "مجاز" "غیر مجاز" کی شرایط جو اب دقیانوسی خیال کی جاتی ہیں دور کر دی جائیں اس قدر سختی اور مصیبت جھیل کر مالی حالت کی جو اصلاح کی ہے اس سے بہترین ممکن فایدہ حاصل کرنا اتنا ضروری ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور کوئی اصلاح اتنی ضروری نہیں" +

"درحقیقت ابتدا میں قیس کا کام فقط اتنا ہوتا تھا کہ تمسک داروں کی طرف سے آمدنی کی خاص خاص رقوم خود وصول کر لیا کرے لیکن عملی طور پر یہ اختیارات بہت وسیع ہو چکے ہیں اس کے اراکین

نے دول یورپ کی طرف سے اس بات کا دعوے کیا ہے کہ ملک کے
معاملات کے متعلق مصری گورنمنٹ جو وثیق بین الاقوامی معاہدات
طے کرے ان پر ان کا اقتدار غالب رہے۔ کوئی جدید قرضہ حاصل
کرنے سے پیشتر ان کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان
کی منظوری کے بغیر عام رزرو فنڈ کا کوئی حصہ کہیں صرف نہیں کیا
جا سکتا اور تمام صیغہ ہائے محاصل رقوم آمدنی کو وزارت مال کی
معرفت گزارنے کے بجائے براہ راست انہیں ادا کرتے ہیں۔ اسی
طرح ریل۔ تار اور سکندریہ کی بندرگاہ کے محاصل جن میں سے
آخر الذکر کا انتظام تین ممبروں کے ایک بورڈ کے سپرد ہے جن میں
سے ایک انگریز ایک فرانسیسی اور ایک مصری ہے اخراجات
وضع کرنے کے بعد قیس کو ادا کر دئے جاتے ہیں۔ وہ انتظامات کی
جس بے آرامی کی کیفیت میں نے سطور بالا میں قلمبند کی ہے اس
کی فرانسیسی گورنمنٹ کی طرف سے مخالفت ظہور میں نہیں آئی۔ اور
اس نے اپنے آپ کو اس بات پر پورے طور پر آمادہ ظاہر کیا ہے
کہ اگر ہم مالی انتظام کے طریق کو واقعات موجودہ سے مطابق بنانا
چاہیں تو وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہے۔

"اس عہدنامہ کا سب سے اول اور برطانیہ کلاں کے نقطہ خیال
سے اہم ترین وہ حصہ ہے جس میں فرانسیسی گورنمنٹ نے مصر کے
اندر ہمارے اقتدار کو بالاترین تسلیم کیا ہے۔ وہ اس بات کا پورے
طور پر اعتراف کرتی ہے کہ ہم نے ۱۸۸۳ء میں جس کام کو اپنے ہاتھ
میں لیا تھا اس میں یہ کہہ کر کسی قسم کی رکاوٹ ڈالنا زیبا نہیں ہے
کہ مصر میں ہمارا قیام محض عارضی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اس
امر کا بھی اقرار کیا ہے کہ جہاں تک اس معاملہ کا اس سے تعلق ہے
وہ ہمارے اس کام میں کسی طرح حایل نہ ہو گی۔ اس سے یہ ہوگا کہ

جہاں تک فرانس کا تعلق ہے ہم بین الاقوامی تفرقات پیدا کئے بغیر اپنے کام کو جاری رکھ سکیں گے۔ اس میں کلام نہیں کہ موجودہ انتظامات کی رو سے یورپ کی دیگر دول عظمےٰ کو بھی مصر میں خاص حقوق حاصل ہیں تاہم تاریخی۔ مالی اور سیاسی اعتبار سے فرانس کے اغراض دیگر دول پر باستثنائے برطانیہ کلاں یہاں تک فوق رکھتی ہیں کہ جب تک فرانس کے ساتھ ہماری ہم آہنگی قایم رہے گی اس وقت تک دوسری طاقتوں کی طرف سے ہمیں کس قسم کی مشکل در پیش آنے کی توقع نہیں کرنا چاہیئے ۔

" اس معاہدہ کی اہمیت پر جہاں تک زور دیا جائے کم ہے ہر چند کہ مصری معاملات کے متعلق فرانسیسی گورنمنٹ کی روش سنین گذشتہ میں بہت کچھ مرم ہو چکی ہے جس کا باعث وہ خوشگوار تعلقات ہیں۔ جو ہر دو ممالک کے نمایندگان مقیم پیرس میں پائے جاتے ہیں تاہم فرانسیسی گورنمنٹ کی مخالفت کے امکان کو ہر وقت زیر نظر رکھنا ضروری تھا اب جب کہ اس مخالفت کی عدم موجودگی کا یقین ہو چکا ہے تو اس سے دونوں گورنمنٹوں کو فایدہ ہوگا اور اس کام میں بہت کچھ سہولیت ہو سکے گی جو ہمیں مصر میں کرنا ہے ۔

" یہ بات ایک مدت سے واضح ہے کہ تمام متعلقہ فریقوں کے فایدہ کی غرض سے ان بین الاقوامی انتظامات میں بہت کچھ ترمیم کی ضرورت ہے جو غیر ملکی تمسک داروں کی حفاظت کی غرض سے مصر میں قایم ہیں۔ جدید خدیویہ ڈگری (اعلان) جو ڈکلیریشن میں شامل کر لی گئی ہے اور جسے فرانسیسی گورنمنٹ منظور کر چکی ہے۔ اسے اگر دیگر دول متعلقہ نے بھی منظور کر لیا تو اس کی بدولت مصری گورنمنٹ اس صورت میں اپنے روپیہ کو خود صرف کرنے کی مجاز ہوگی کہ قرضہ کے سود کی ادائیگی یقینی نظر آئے ۔ اس میں

شک نہیں کہ قیس ڈیلا ڈیٹ کا صیغہ پھر بھی قایم رہے گا لیکن اس کا کام زیادہ تر محض اس قدر ہوگا کہ تمسک داروں کی طرف سے مقررہ رقوم آمدنی وصول کرتا رہے اور کوپن کی ادائیگی کو یقینی بنائے رکھے۔ جس وقت سے ڈگری (اعلان) پر عمل درآمد شروع ہوگا پھر قیس کا ملک کے عام انتظامات میں دخل دینے کا نہ تو کوئی حق رہے گا اور نہ اسے اس کا موقعہ ہی مل سکے گا۔ وسایل آمدنی جن کا روپیہ قرضے میں ادا کیا جاتا تھا۔ وہ بھی تبدیل کر دے گئے ہیں اور اب یہ روپیہ صیغہ کسٹم و ریل کے بجائے مالگذاری میں سے ادا کیا جائے گا۔ اس سے تمسک داروں کو یہ فایدہ حاصل ہوگا کہ مصری آمدنی کی جو شاخ نہایت پایدار اور مستقل ہے اور جس میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس پر ان کا استحقاق قایم رہے گا۔ بخلاف اس کے مصری گورنمنٹ کو یہ فایدہ ہوگا کہ اس کو صیغہ کسٹم و ریل کے انتظام میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آئیگی نتیجہ یہ ہوگا کہ ریل۔ تار اور بندرگاہ اسکندریہ پر اب تک جو دو عملی رہی ہے وہ مفقود ہو جائے گی +

(۲) ۱۸۹۰ء کے مبادلہ کی بچت کا فنڈ جو اس وقت تک قیس کی پیٹیوں میں بیکار پڑا رہا ہے اور جس کی رقم اب ۵۵۰۰۰۰۰ پونڈ تک پہنچتی ہے مصری گورنمنٹ کے حوالہ کر دیا جائے گا اور اسے اختیار ہوگا کہ لوگوں کے فلاح کے لئے اسے جس طرح چاہے استعمال میں لائے +

(۳) ہر چند کہ ہم اب تک اسی خیال پر قایم ہیں کہ ۱۹۰۵ء کے بعد مصری گورنمنٹ جب چاہے اپنا سارا قرضہ ادا کر سکتی ہے تاہم فرانسیسی گورنمنٹ نے مصری قرضہ کی گذشتہ تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے تمسک داروں کے دعاوی کو بزور پیش کیا ہے کہ ان پر خاص طور پر

غور کی جائے۔ اس معاملہ میں اس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے موجودہ انتظام میں شرط رکھی گئی ہے کہ گارنٹی دار اور رعایتی قرضہ کی ادائیگی کو ۱۹۱۰ء اور متحدہ قرضہ کو ۱۹۱۲ء تک ملتوی رکھا جائے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمسک داروں کو ایک صریح مالی فایدہ حاصل ہو سکے گا اور مبادلہ کے متعلق خواہ وہ کسی وقت عمل میں آئے ،نہیں کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہ رہے گا"۔

"اس فرمان کے رو سے پرانے قانون کی بعض دیگر شرایط بھی منسوخ کی گئی ہیں جن کی نسبت تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ غیر ضروری اور خالی از آسایش ہیں۔ اس جگہ ان میں سے صرف دو کا جو زیادہ ضروری ہیں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اولاً تو جب کبھی مصری گورنمنٹ کو سود مند خرچ یا دیگر وجوہ سے قرضہ لینے کی ضرورت پڑیگی تو قیس کی منظوری اس کے لئے لازمی نہ ہوگی۔ ثانیاً اس کی رو سے وہ تجویز رد ہو گئی ہے جو لندن کنونیشن میں بدیں مطلب کی گئی تھی کہ مصری گورنمنٹ کے انتظامی خرچ کی کوئی حد مقرر کر دی جائے۔ ملک جو ترقی کے عمل میں سے گذر رہا ہے اسے اس طریق کی بدولت جس قدر بے آرامی اور نقصان پہنچا ہے اس کا ذکر بارہا لارڈ کرومر نے کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ موجودہ حالت میں ملک کے اندر بہت سی انتظامی ضروریات وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہیں۔ اور ان کا پورا کرنا ضروری ہے"۔

"یور اکسلنسی اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جس خدویہ فرمان میں یہ شرایط موجود ہیں اس پر مصری گورنمنٹ کا عملدرآمد ہونے سے پیشتر ضروری ہے کہ آسٹریا۔ جرمنی۔ اطالیہ اور روس کی منظوری حاصل کر لی جائے۔ لیکن ان ملکوں کے ہاتھ میں مصری قرضہ کی بہت ہی حقیر سی رقم ہے۔ فی الحقیقت قرضہ کی بڑی رقم برطانیہ کلاں اور

فرانس کے درمیان بٹی ہوئی ہے صرف تھوڑا سا حصہ ایسا ہے جو خاص مصر سے تعلق رکھتا ہے۔ ان حالات میں یہ امید لگانا چنداں غیر موزوں نہ ہوگا کہ ان تجاویز کے متعلق جن کی نسبت ان دو گورنمنٹوں کو اطمینان ہوگا کہ ان سے تمسک داروں کے واجب حقوق کی حفاظت ہوتی ہے (کیونکہ ان کی نگہداشت کا دونوں گورنمنٹوں نے وعدہ کر رکھا ہے) دیگر ممالک کی گورنمنٹوں کی طرف سے بھی کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے گی۔ لیکن اگر کوئی غیر متوقع مشکلات پیش آگئیں تو اس عہدنامہ کی رو سے جو ہمارا فرانس کے ساتھ ہوگا ہم اس بات کے متوقع ہوسکیں گے کہ ان مشکلات پر غالب آنے میں فرانسیسی تدبر کی امداد حاصل کریں"+

"اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں چند الفاظ ان معاملات کے بارہ میں بھی کہوں جن میں مصری گورنمنٹ کی حکومت کے متعلق داخلی حقوق میں بین الاقوامی دست اندازی ممکن ہے۔ یہ درحقیقت طریق حوالگی کے نتایج ہیں۔ اس طریق سے قنصلر اور مشترکہ عدالتوں کے اختیارات کا تعلق ہے کیونکہ آخر الذکر میں وہ قانون برتا جاتا ہے جس کی ترمیم کے لئے جمیع دول یورپ و بعض دول خارج از حدود یورپ کی منظوری ضروری ہے۔ لارڈ کرومر کی رائے میں اس بارہ میں کسی قسم کی تبدیلی عمل میں لانے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اسی لئے ہز مجسٹی کی گورنمنٹ نے سردست اس بارہ میں کسی قسم کی تبدیلی ضروری نہیں سمجھی۔ ساتھ ہی یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب کبھی مصر اس قابل ہوا کہ اس میں دیگر مہذب ممالک کی طرح کے عدالتی و قانونی طریق مروج کئے جائیں تو ہمارے پاس یہ خیال کرنے کی کافی وجوہ موجود ہیں کہ ان ضروری تبدیلیوں کو عمل میں لانے کے معاملہ میں ہمیں فرانس سے مناسب مدد ضروری حاصل ہوگی"+

بین الاقوامی معاہدہ کا جو خلاصہ سطور بالا میں پیش کیا گیا ہے وہ مکمل نہیں چنانچہ صیغہ قیس نہ صرف اب تک موجود ہے بلکہ اسکے متعلق خاص طور پر ذکر آیا ہے کہ جب تک فنڈ کا قرضہ تمام وکمال ادا نہ ہو جائے یہ قایم رہیگا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ قیس ۱۹۱۲ء تک قایم رہیگا۔ اور اس اثنا میں چھ کمشنروں کی تنخواہیں جو مفت کا پیچھا پیتے رہینگے۔ مصر کی آمدنی میں سے ادا ہوتی رہینگی۔ ان لوگوں کے نقش جن کے پیشرؤں نے بڑی شاندار خدمات سر انجام دی تھیں۔ سابقہ خرابیوں کے پس ماندہ کے طور پر قایم رہنا واقعی ایک افسوسناک انجام ہے۔ ۱۸۰۰۰۰ پونڈ کی رقم آزاد فنڈ کے طور پر قیس کے سپرد ہے اور ۵۰۰۰۰ پونڈ کی مزید رقم کام چلانے کے لئے بقایا کے طور پر اس کے حوالہ کی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قیس کے فیصلوں میں کثرت رائے کا زیادہ خیال رکھا جائے گا تاہم فرداً فرداً ہر ایک ممبر کو اس بات کا اختیار ہے کہ جہاں تک فنڈ کے قرضہ کا تعلق ہے وہ جدید عہد نامہ کی کسی شرط کی خلاف ورزی یا اس سے تغافل کے متعلق گورنمنٹ پر مقدمہ چلا سکتا ہے۔ سابق کفالت ناموں کے بجائے قیس کے نام مصر کی ساری مالگذاری باستثنائے صوبہ کند کی مالگذاری کے مکفول ہے۔ اس آخر الذکر صوبہ کی مالگذاری ملکتی قرضہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ بھی شرط ہے کہ صوبجات کی مالگذاری جو گارنٹی شدہ۔ استحقاقی اور مشترکہ قرضوں میں مشغول ہے دول کی رضامندی کے بغیر ۴۰۰۰۰۰ پونڈ سے کم نہ کی جائے۔ ملکتی قرضہ یکم جنوری ۱۹۱۵ء سے پہلے ادا نہیں کیا جا سکتا۔

پس اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس تاریخ تک مصری انتظام کی سطح پر اسمعیل پاشا کے دیوالہ کے آثار نظر آنے بند ہو جائیں گے گو پبلک قرضہ ضرور اس کا شاہد رہے گا۔ جس طرح کسی بڑے جہاز کی غرقابی کے بعد پانی اس کے اوپر ہموار ہو کر اس کی تمام علامات کو مٹا دیتا ہے اسی طرح ۱۹۱۵ء کے بعد اس معاملہ کی حالت ہوگی۔ انگریزی فرانسیسی معاہدہ سے کچھ کم ۲۵

سال پیشتر اسمعیل پاشا کو مصر سے خارج کیا گیا تھا۔ شمار وقت کے اعتبار سے
پاؤ صدی کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں اور مصر کو یہ بات خوش قسمتی میں داخل سمجھنی
چاہیئے کہ اسے نسبتاً اتنے تھوڑے عرصہ میں اپنے سابقہ وسایل کی بحالی کا موقعہ
مل گیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ۱۹۱۵ء کا مصر
۱۸۷۹ء کے مصر سے بالکل مختلف ہوگا۔ ترکوں کی جو اراضی قرض خواہوں
کے ہاتھ جا چکی تھی۔ اسے برطانیہ کلاں نے واپس دلے دیا ہے اور گو مصر میں
اب بھی ترکی خاندان موجود ہے تاہم ترکی مطلق العنانی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔
سوڈان میں بھی بادل دور ہو چکے ہیں۔ برطانیہ کلاں نے مصر کے ساتھ مل کر ایک
ایسے کام کا بیڑا اٹھایا ہے جس کا بار برسوں ہماری قوم کی قوت اور قابلیت
پر رہے گا سوڈان کا مستقبل کیسا ہوگا یہ ایک ایسا راز ہے جیسے ابوالھول
کا راز۔ اور اس راز کو حل کرنے سے اب تک ترک۔ مصری اور عرب یکساں
طور پر قاصر رہے ہیں۔ درحقیقت اس معمے کی کلید دریائے نیل معلوم ہوتا
ہے اور جب اس کا پانی کھلے طور پر اس ملک میں پھر جائے گا جسے جرنیل
گارڈن نے ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے بنجر قرار دیا تھا تو ممکن ہے کہ وہ بھی
دنیا کے بڑے زرخیز علاقوں میں شمار ہو سکے ۔

اب صرف اس قدر جتلانا باقی ہے کہ رزروفنڈ اور مصری وسایل پر
انگریزی فرانسیسی عہدنامہ کا کیا اثر ہوا۔ اس کی تشریح بخوبی طور پر اس
نوٹ سے ہوتی ہے جو سر ونسنٹ کاربٹ نے ۱۹۰۵ء کے بجٹ پر لکھا تھا۔
اس کے دوران میں انہوں نے لکھا ہے کہ بجٹ کے رزرو فنڈ کی آزادی
اور آمدنی پر اس کے متعلقہ بار کے دفعیہ سے مصری وسایل پر بہت اچھا
اثر پڑا ہے۔ جب ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۳ء میں استحقاقی۔ دائرہ اور ملکی قرضوں
کے سود میں تخفیف عمل میں آئی تو اس سے ۲۴۸۰۰۰ مصری پونڈوں کی
بچت ہو گئی تھی۔ اس رقم اور بعد کی تمام رقموں کو جو اس مد سے حاصل ہوئیں
ایک خاص حساب میں جمع ہوتی رہیں جس پر نہ توقیس نہ گورنمنٹ اور نہ دونوں

کو متحدہ اختیار تھا۔ یہ رقم سود در سود ملا کر اب ۶۰۰۰۰۰ پونڈ مصری تک پہنچ چکی ہے اور گورنمنٹ کے نام جمع ہے اور مذکورہ بالا قرضوں کے سود کا فرق جو سالانہ بچت فنڈ میں ادا ہوا کرتا تھا اب محفوظ رہتا ہے +

جدید عہد نامہ کے رو سے عام رزرو فنڈ کا قابل حصول بقایا بھی گورنمنٹ کے نام جمع رہے گا۔

	مصری پونڈ
سنہ ۱۹۰۴ء کے اغلب نتایج کے لحاظ سے بقایا رقم میں قیس کا حصہ یہ ہوگا :۔	۱۶۰۰۰۰۰
اس میں یہ رقم جمع کرنی چاہئیں :۔	
(الف) عام رزرو فنڈ کا غیر مکفول بقایا :۔	۹۰۰۰۰۰
(ب) مستقل بقایا جو قیس کے ہاتھوں میں ہے	۱۲۵۴۰۰۰
میزان	۲۷۵۴۰۰۰

معاہدے کی رو سے شرط ہے کہ آیندہ قیس کے پاس حسب ذیل رقوم رہا کریں :۔

	مصری پونڈ
(الف) رزرو فنڈ	۱۸۰۰۰۰۰
(ب) مستقل بقایا	۵۰۰۰۰۰
میزان	۲۳۰۰۰۰۰
(ج) ایک مقررہ رقم	۷۵۰۰۰۰
کل جمع	۳۰۵۰۰۰۰
بقایا بدست گورنمنٹ	۷۰۴۰۰۰

مد (ج) میں جو رقم ۷۵۰۰۰۰ پونڈ کی دکھائی گئی ہے وہ گورنمنٹ نے خود منظور کی ہے تاکہ قرضہ کی باقاعدگی میں فرق نہ آنے پائے اور سہولیت قایم رہے +

ان رقوم کے علاوہ ۵۰۰۰۰۰ پونڈ مصری کی ایک اور رقم قیس کے پاس

اس غرض سے جمع ہے کہ گورنمنٹ کے خلاف جو بعض دعاوی ممکن ہیں اُنکا تصفیہ کیا جا سکے ؂

اس بات سے قطع نظر کر کے کہ آیندہ مصر اپنی آمدنی کو خود صرف کر سکیگا اور اس سے بہت سے یہ بھی فواید حاصل ہوں گے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انتظام جدید کا خالص مالی نتیجہ یہ ہوگا کہ ۶۷۰۴۰۰۰ پونڈ مصری کی رقم گورنمنٹ کے رزرو فنڈ میں جمع ہو جائے گی اور اضافہ آمدنی کے برابر یعنے قریباً ۲۶۵۰۰۰ پونڈ کا سالانہ خرچ کم ہو جائے گا۔ اس میں ۲۰۰۰۰۰ پونڈ مصری کی مزید رقم جمع کی جا سکتی ہے جو جایداد دائرہ کے فک ہونے سے حاصل ہوئی کیونکہ اس قرضہ کی میعاد ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ختم ہو چکی ہے ؂

سنہ ۱۹۰۴ء کی آمدنی کم و بیش ۱۲۹۰۶۰۰۰ پونڈ مصری تھی اور یہ سب سے بڑی رقم تھی جو پہلی مرتبہ ایک سال میں حاصل ہوئی۔ گو پونے دو ملین (ملین = دس لاکھ) کی مدامی معافی عمل میں آچکی تھی تاہم نہ بقدر ½ ۴ ملین اس بڑی سے بڑی رقم سے بھی زیادہ تھی جس کا اندازہ سنہ ۱۸۸۴ء کی لندن کانفرنس میں کسی ماہر نے کیا ہو۔ سنہ ۱۹۰۶ء کا تخمینہ محصولات اس بہت سی تخفیف کے بعد جس کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا ۱۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ مصری تھا اور یہ امر اغلب تھا کہ حقیقت میں یہ رقم بہت بڑھ جائیگی سنہ ۱۹۰۶ء کی بچت کا تخمینہ ۵۰۰۰۰۰ پونڈ مصری تھا۔ سنہ ۱۸۹۸ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۶ء تک جن مدوں سے آمدنی میں خاص طور پر اضافہ ہوا ہے ان میں قابل ذکر یہ ہیں تمباکو۔ کسٹم۔ ریلوے و بعض دیگر صیغہ ہائے انتظامی۔ دوسری طرف یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مالگذاری کی شرح میں تخفیف کی گئی ہے اور محصول چونگی و بعض دیگر محصولات معاف کئے جا چکے ہیں ؂

سنہ ۱۹۰۵ء میں ٹیکس ادا کنندگان کو دو رعایتیں اور دی گئیں۔ دریاے نیل اور متعلقہ انہار میں جو کشتیاں چلا کرتی تھیں ان پر ۱۶۰۰۰ پونڈ مصری کا گھاٹا اُٹھا کر محصول بحری معاف کیا گیا۔

اندرونی دریائی آمدورفت پراب باستثنائے اس کے کہ جھیلوں ...ہی گیری کی غرض سے جائیں مصر کے ایک سرے سے دوسرے تک ...سی قسم کا محصول نہیں لیا جاتا۔ تبدیلی جایداو کا ٹیکس بھی ۵ فی صدی سے ...ٹا کر ۲ فیصدی کردیا گیا جس سے ۲۵۰۰۰۰ پونڈ مصری کا نقصان ...رداشت کرنا۔ امید کی جاتی ہے کہ اب کاروبار میں اضافہ ہونے اور ...لوں کے چوری چھپے اس محصول سے نہ بچنے کے ذریعہ اس نقصان ...ی کافی سے زیادہ تلافی ہوجائے گی۔ ان معافیوں کو بھی ملاکر دیکھا ...جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۲ء سے لے کر اس وقت تک کم وبیش ۱۹۰۰۰۰۰ پونڈ ٹیکس کی تخفیف ہو چکی ہے اور بحالات موجودہ اس رقم کے ساتھ اس مالی سہولیت کے قصہ کا خاتمہ ہوتا ہے جو انگریزی قبضہ کی بدولت اہل مصر کو حاصل ہوئی +

آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۰۴ء کو مصری قرضہ کی بقایا رقم ۱۰۱۲۷۵۳۴۰ پونڈ تھی اس رقم میں سے ۸۹۱۷۲۸۰ پونڈ کی رقم کمشنران قرضہ اور وزارت مال سے تعلق رکھتی تھی اور باقی ۹۲۳۵۸۰۶۰ پونڈ کی رقم پبلک سے +

۱۸۸۳ء کے بعد مصری قرضہ کی رقوم میں ذیل کی رقمیں جمع ہو چکی ہیں اور وہ اعداد مذکور الصدر میں داخل ہیں :۔

	پونڈ مصری
(۱) ۱۸۸۵ء کا گارنٹی شدہ بین الاقوامی قرضہ	۹۴۹۵۹۱۱
(ب) ۱۸۹۰ء کا ۳½ فی صدی والا قرضہ جو خصوصیت سے پنشنوں اور سول لسٹ کے ایک حصہ کی تبدیلی کی غرض سے حاصل کیا گیا تھا اور بعد میں مستحق اسٹاک کی صورت میں بدل لیا گیا۔	۲۱۵۸۲۰۴

مصری پونڈ

رج ا ۱۸۹۹ء میں مستحق سٹاک کا جدید اجرا	
بغرض آبپاشی - تبادلہ پنشن واخراجات تبادلہ	۲۱۶۴۵۶۷
میزان	۱۴۸۱۶۷۸۲

مصر کی تجارتی اور مالی دنیا میں آج کل جو اہمیت حاصل ہے اس کا باعث صنعتی اور تجارتی کمپنیوں کی تعداد میں وہ اضافہ ہے جو اس کی حدود کے اندر واقع ہوا ہے - ان میں بہت سی معدنی اور تحقیقاتی کمپنیاں ہیں جن کے نمودار ہونے کی بڑی وجہ یہ ہوئی ہے کہ ۱۸۹۹ء سے لیکر ۱۹۰۲ء تک جب بوئر علاقہ کی لڑائی چھڑی ہوئی تھی وہ جنوبی افریقہ کی طلائی کانوں کی طرف متوجہ نہ ہو سکتے تھے اس لئے جب سوڈان دوبارہ فتح ہوا تو اس جگہ ان کے لئے ایک نیا میدان کھل گیا ۔

مصر کی قایم شدہ کمپنیوں کی فہرست سے جو مصر کے انگریزی ایوان تجارت نے جون ۱۹۰۶ء کے لئے تیار کی تھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مصر میں ۱۵۵ کمپنیاں موجود تھیں گو ان میں سے ۴ یا ۵ کا اندنوں دیوالہ نکل چکا تھا - ۲۶ معدنی اور تحقیقاتی کمپنیوں کے علاوہ باقی کمپنیوں میں سے ایک تہائی ایسی ہیں جو ۱۹۰۰ء سے قایم ہوئی ہیں - یہ ۲۶ معدنی یا تحقیقاتی کمپنیاں جو قریب قریب ۱۹۰۵ء سے پہلے کے دو سال میں قایم ہوئیں انہیں اگر جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء سے لے کر اس وقت تک ۷۰ ایک کمپنیاں قایم ہو چکی ہیں جن میں سے کثیر التعداد ایسی ہیں کہ انھوں نے ابھی تک منافع تقسیم نہیں کیا - سر ایلون پامر آنجہانی نے راقم الحروف کو ازراہ عنایت معدنی اور تحقیقاتی کمپنیوں کے علاوہ ان کمپنیوں کی فہرست مہیا کی تھی جن کا سرمایہ دس ہزار پونڈ سے کم نہ ہو اور وہ جزواً وکلاً مصر میں ہو - ۱۹۰۵ء کے موسم گرما میں اس فہرست سے ظاہر ہوتا تھا کہ کل ۸۹ کمپنیاں ایسی ہیں جن کا حصوں پر منقسم سرمایہ ۲۴۲۷۰۳۲۰۰ پونڈ ہے - عام

اندازہ سے معلوم ہوا کہ اس رقم میں سے ۱۱۲۳۴۱۷۰ پونڈ مصر میں تھے اور اس رقم کے حصوں کی قیمت ۱۹۰۵ء کے موسم گرما میں بازار بھاؤ کے بموجب ۲۲۶۳۴۴۰۸۸ پونڈ خیال کی جاتی تھی - ۸۹ کمپنیوں کے اس مجموعہ میں سے ۸ بنک تھے ۲۹ مالی کاروبار کرنے والی یا اراضی میں روپیہ لگانے والی کمپنیاں تھیں ۳۸ صنعتی اور تجارتی ۸ ریلوں اور دوسرے بار برداری کے کام کی اور ۶ بحری اور دریائی جہازرانی کی - ان ۸۹ کمپنیوں میں سے ۲۷ اس قسم کی ہیں جو ۱۹۰۰ء میں یا اس کے بعد قایم ہوئی ہیں ان ۲۷ میں سے ۱۶ مالی کاروبار کرنے یا اراضی میں روپیہ لگانے والی ہیں اور ۱۱ صنعتی و تجارتی - چند مستثنیات کے علاوہ باقی سب اچھی اور خوشحال تھیں لیکن فہرست مرتب ہونے کے بعد اس تعداد میں مزید اضافہ ہو چکا ہے - ۲۹ - جون ۱۹۰۵ء کو لارڈ کرومر نے سکنرز ہال میں ایک تقریر کے دوران میں لوگوں کو اس بات سے متنبہ کیا تھا کہ بحالات موجودہ نہیں مصری کمپنیوں پر زیادہ اعتبار نہ کرنا چاہئے - انھوں نے یہ بھی کہا کہ انگلستان اور اور ملکوں سے مصر میں سرمایہ داخل ہو رہا ہے - ہمارے لئے ایسا ہونا بڑی خوشی کی بات ہے شرط صرف اس قدر ہے کہ جیسا اکثر حالتوں میں ہوتا ہے یہ سرمایہ پختہ صنعتی اور تجارتی کاموں میں لگایا جائے فضول کمپنیوں کی اب ضرورت نہیں ہے نہ ایسی کمپنیوں کی جن کا سرمایہ دکھاوے میں بہت زیادہ ہوتا ہے - جن لوگوں کا مدعا صرف ذاتی اغراض کے لئے روپیہ کمانا ہے ان کے حملوں کو بلاشبہ روکا جائے گا لیکن پبلک کا خود بھی یہ فرض ہے کہ اپنے فایدہ کی خاطر وہ اس بارہ میں ہوشیار رہے - جو کمپنیاں اپنی رپورٹوں کے صرف اقتباسات شایع کرتی ہیں ان کی مکمل رپورٹیں ضرور دیکھ لینی چاہئیں - مصر میں برطانیہ کا نام ایک اعلیٰ درجہ رکھتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اسے اس قسم کے کاموں سے بدنام کیا جائے جو عارضی اور معدوم ہونے والے ہوں - اس میں کلام نہیں کہ مصر کی بعض مالی

اور صنعتی کوٹھیاں جو مدت سے قایم چلی آتی ہیں اور جن کا انتظام بہت اچھا ہے وہ بہت پختہ حالت میں ہیں تاہم ہلکی بنیاد یا اڑتے سودے کرنے والی کمپنیوں سے مدامی کامیابی کی توقع رکھنا فضول ہے جن کا سرمایہ بہت زیادہ ہے انتظامی اخراجات ضرورت سے بڑھے ہوئے ہیں اور کام کا حلقہ مبہم اور بہت بڑی حد تک فرض ہے ۔

سنین حال میں جب سے مصر کی مالی حالت روبہ اصلاح ہوئی ہے تجارت نے بھی بہت کچھ ترقی کی ہے۔ ۱۸۸۳ء میں درآمد مصر کی مجموعی مالیت ۷۸۶۶۰۴۲۲ پونڈ مصری اور برآمد کی ۱۲۱۷۷۰۶۵ پونڈ مصری تھی جسمیں ۱۸۹۶ء تک کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ لیکن ۱۸۸۴ء سے ۱۹۰۴ء تک کے بست سالہ عرصہ درآمد کی قیمت جس میں تمباکو بھی شامل ہے بڑھ کر ۲۰۵۵۹۵۸۸ پونڈ مصری تک پہنچ چکی تھی اور اسی عرصہ میں برآمد بھی بڑھ کر ۲۰۸۱۱۰۴۰ پونڈ مصری تک پہنچ گئی تھی۔ اعداد برآمد کا مقابلہ کرتے وقت قیمت کے علاوہ برآمد کی مقدار بھی زیر نظر رکھنی چاہیئے۔ ۱۸۸۴ء میں ۳۰۷۳۵۷۰ قنطار۔ (قنطار = ۹۹ پونڈ) روئی قیمتی ۷۷۰۶۲۳۹۹ پونڈ مصری کی برآمد عمل میں آئی ۱۹۰۴ء میں ۵۹۱۲۹۵۳ قنطار مالیتی ۱۷۷۰۲۷۲۲ پونڈ اس اثنا میں قیمتیں بہت کچھ گھٹ گئی تھیں لیکن کچھ عرصہ سے پھر بڑھ گئی ہیں۔ ۱۹۰۴ء کے اعداد سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نہ صرف ۱۸۸۴ء کی نسبت دگنی روئی کی برآمد عمل میں آئی تھی بلکہ قیمتیں بھی قایم رہی تھیں۔ بخلاف اس کے کھانڈ کی مالیت اور مقدار دونوں میں کمی واقع ہو چکی تھی ۱۸۸۳ء میں ۲۱۸۵۰۶۴۲ کلو کھانڈ مالیتی ۳۹۴۳۱۸ پونڈ مصری کی برآمد عمل میں آئی تھی۔ لیکن ۱۹۰۳ء میں اسی قسم کی کھانڈ کی ۳۹۲۲۲۰۵۴ کلو مقدار صرف ۳۳۱۸۰۱ پونڈ مصری کی مالیت رکھتی تھی ۱۹۰۴ء میں تمباکو کے علاوہ جو ۱۹۸۸۸۸۵۲ پونڈ مصری کی درآمد مصر

میں ہوئی اس میں سے ۶۹۸۵۴۷۹ پونڈ مصری کی برطانیہ کلاں ۲۴۳۲۴۵۶ پونڈ مصری کی ٹرکی ۱۹۰۶۹۶۲ پونڈ مصری کی فرانس ۱۴۰۲۹۰۸ پونڈ مصری کی آسٹریا ہنگری ۱۱۶۶۰۲۲ پونڈ مصری کی اطالیہ اور ۱۰۱۹۴۲۱ پونڈ مصری کی جرمنی سے ہوئی دوسری طرف برآمد کی رقم ۲۰۳۱۶۰۷۶ پونڈ مصری ہیں سے ۱۰۹۰۰۲۸۲ پونڈ مصری کی برطانیہ کلاں ۱۶۰۱۶۶۴ پونڈ مصری کی فرانس ۱۹۵۶۲۸۷ پونڈ مصری کی جرمنی ۱۳۲۹۹۶۱ پونڈ مصری کی روس اور ۹۵۶۷۸۸ پونڈ مصری کی اطالیہ کو ہوئی مصر سے جرمنی کو کسی اور ملک کی نسبت زیادہ مالیت کے سگرٹ جاتے ہیں۔ یعنی کل ۴۹۴۹۶۴ پونڈ مصری کی رقم میں سے ۲۴۷۲۳۶ پونڈ مصری کے۔ برطانیہ کلاں دوسرے درجہ پر ہے جہاں اس درآمد کی رقم ۷۹۴۷۸ پونڈ مصری ہے سنہ ۱۹۰۴ء میں جو ۶۹۸۵۴۷۹ پونڈ مصری کی برآمد برطانیہ کلاں سے بجانب مصر دکھائی گئی ہے اس میں سے ۱۰۱۷۴۱۳ پونڈ مصری کی رقم ایندھن اور پتھر کے کوئلہ کی تھی ۳۶۲۸۸۸۲ پونڈ کی تیار شدہ سوتی مال کی اور ۱۴۹۷۳۲۰ پونڈ مصری کی خام اور تیار دھاتوں کی۔ مصر سے برطانیہ کلاں کی درآمد کل ۱۰۹۷۹۷۶۰ پونڈ مصری تھی جس میں ۸۵۱۸۵۶۲ پونڈ مصری کی روئی اور ۱۴۴۶۶۹۹ پونڈ مصری کے بنولے تھے۔

ذیل کے اعداد سے یہ بات معلوم ہو سکے گی کہ گذشتہ ۱۲ سال کے عرصہ میں مصری تجارت میں (جس میں تمباکو بھی داخل ہے) مختلف اوقات میں کس قدر اضافہ ہوا۔

	درآمد پونڈ مصری	برآمد پونڈ مصری
سنہ ۱۸۸۴ء	۸۱۸۲۷۰۲	۱۲۵۵۳۳۱۳
سنہ ۱۸۹۶ء	۱۰۶۰۳۶۷۲	۱۲۳۲۱۲۱۹

	درآمد	برآمد
	پونڈ مصری	پونڈ مصری
سنہ ۱۹۰۰ء	۱۴۱۱۲۳۷۰	۱۶۷۶۶۰۹
سنہ ۱۹۰۴ء	۲۰۵۵۹۵۸۸	۲۰۸۱۱۰۴۰

عرصہ پنج سالہ مختتمہ سنہ ۱۹۰۴ء میں مصر کے اندر نقدی کی درآمد بہ تفصیل ذیل ہوتی رہی ہے :-

درآمد

	سونا	چاندی	میزان
	پونڈ مصری	پونڈ مصری	پونڈ مصری
سنہ ۱۹۰۰ء	۳۹۸۶۲۷۳	۱۲۸۳۳۹	۴۱۱۴۶۱۲
سنہ ۱۹۰۱ء	۲۹۶۹۱۴۲	۱۱۶۵۳۶	۳۰۸۵۶۷۸
سنہ ۱۹۰۲ء	۴۷۷۲۸۲۹	۶۴۳۷	۴۷۷۹۲۶۶
سنہ ۱۹۰۳ء	۶۲۷۶۸۰۶	۱۵۴۷۶۳	۶۴۳۱۵۶۹
سنہ ۱۹۰۴ء	۷۰۱۲۹۴۹	۵۹۳۹۱۵	۷۶۰۶۸۶۴

برآمد

	سونا	چاندی	میزان
	پونڈ مصری	پونڈ مصری	پونڈ مصری
سنہ ۱۹۰۰ء	۲۵۷۹۷۷۵	۲۳۰۱۵	۲۶۰۲۷۹۰
سنہ ۱۹۰۱ء	۲۴۲۱۸۶۴	۱۰۳۰۸	۲۴۳۲۱۷۲
سنہ ۱۹۰۲ء	۱۸۲۸۴۱۲	۶۰۴۵	۱۸۳۴۴۵۷
سنہ ۱۹۰۳ء	۱۷۷۱۷۰۸	۱۴۲۲۹	۱۷۸۵۹۳۳
سنہ ۱۹۰۴ء	۲۷۲۴۱۵۷	۶۷۲۳	۲۷۳۰۸۹۰

زر نقد کی خالص آمدنی

جو برآمد کو درآمد سے نفی کر کے حاصل ہوئی۔

سال	پونڈ مصری
سنہ ۱۹۰۰ء	۱۵۱۱۸۲۲
سنہ ۱۹۰۱ء	۶۵۲۵۰۶
سنہ ۱۹۰۲ء	۲۹۴۴۸۰۹
سنہ ۱۹۰۳ء	۴۶۴۵۶۳۶
سنہ ۱۹۰۴ء	۴۸۷۵۹۷۴
میزان	۱۴۶۳۱۷۴۷

مصری برآمد کی درآمد کی نسبت زیادتی قیمت کو کسی حد تک اس وجہ سے منسوب کیا جا سکتا ہے کہ اس میں قرضہ اور غیر ملکی ادائیگیوں کی رقوم بھی داخل ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مصر کو سپاہ قبضہ اور نہر سویز کی رقوم بھیجی جاتی ہیں اور سیاحوں کے اخراجات اور پرائیوٹ کوٹھیوں کے کھلنے سے حاصل شدہ سرمایہ کی رقوم بھی قابل لحاظ ہیں پچھلے دنوں برآمد کی نسبت درآمد کی بہت بڑی زیادتی (جس میں زر نقد بھی شامل ہے) ایک غیر معمولی بات تصور کی جا سکتی ہے*

۱۹۰۷ء میں لارڈ کرومر کا کام اس حد تک جہاں تک کہ اس کا تعلق مصر سے تھا ختم ہو گیا۔ جو ملک ۱۸۸۲ء میں انہیں فوجی اور مالی مصائب میں مبتلا نظر آیا تھا اب نہ صرف ان تکالیف سے آزاد بلکہ ان پر فتح مند ہو چکا تھا۔ دونوں ملکوں کی حالتوں کا مقابلہ اس فقرہ سے ہو سکے گا۔ کہ مصر کی سیاسی گانٹھ تدبر کے ناخنوں سے کھولی جا چکی تھی اور سوڈان کی گرہ جو اس قدر پیچیدہ تھی کہ کھل نہ سکتی تھی تلوار سے کاٹ دی گئی تھی۔ دونوں حالتوں میں نتیجہ اطمینان بخش ثابت ہو چکا تھا اور اب کوئی کھلا "مصری سوال" باقی نہ تھا۔ لیکن ایک ایسے ملک میں جہاں مختلف فریق متعلقہ کے باہمی تعلقات اس قدر غیر معمولی کشیدگی رکھتے ہوں اس میں یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے کہ مزید دقت کہاں پیدا ہو گئی۔ اس معاملہ سے اکثر متضاد اغراض کا تعلق ہے جن میں سے بعض حالات موجودہ کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں البتہ غیر متحرک ضرور ہیں۔ ظاہر ہے کہ سلطان المعظم اس بات کو دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتے کہ ٹرکی کے ایک اسلامی صوبہ پر برطانوی فوجوں کا قبضہ رہے اور اس کے اندرونی انتظامات انگریزوں کے ہاتھ میں ہوں۔ یہ بات واقعی عجیب سمجھی جا سکتی ہے کہ کسی وائسریگل دربار میں بالخصوص کسی مشرقی وائسرائے کے دربار میں بہت سے لوگ اس قسم کے موجود نہ ہوں جو باہمی طور پر شکر رنجیاں پیدا کر کے اس کشیدگی سے فایدہ

حاصل کرنا نہ چاہتے ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ جمہور مصر بامن اور ان معاملات سے بے تعلق ہیں تاہم جامع الاظہر کے استادوں اور طالب علموں اور ترکی اور مصری سوسائٹی کے اعلیٰ اور درمیانی طبقہ کے لوگوں سے کسی قدر بدامنی یا اعلیٰ خواہش ضرور پائی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے خیالات کا اظہار کسی حد تک ایسی اخبارات کی تحریر سے ہوتا ہے جنھیں بہت کچھ آزادی حاصل ہے۔ اور ان حالات کی نوعیت سے جن میں کہ مصر آج کل ہے یہ امر ناممکن نظر آتا ہے کہ اس قسم کے باا ثر آدمی موجود نہ ہوں جو گورنمنٹ برطانیہ اس کے نمایندوں اور پالیسی کی نسبت دوستانہ خیالات نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پالیسی کو بہیئت مجموعی دیکھا جائے تو وہ بعض پہلوؤں سے انقلاب آمیز ہے اس کا سب سے بڑا مدعا یہ ہے کہ کثیر التعداد آبادی کے بہترین فواید کو مقدم رکھا جائے مصر کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ کاشتکاروں پر حکمران کی اس قدر توجہ مبذول ہوئی ہے۔ اب سے پہلے جن حقدار، رتبہ دار اور جایداد والے لوگوں کے روبرو مصر میں ہر شخص دوزانو ہوتا رہا ہے ان کا اثر اب بھی غالب ہے کیونکہ ان کے اقتدار سے کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن کم از کم اتنا ضرور ہوا ہے کہ اب قانون کی نظر میں تمام جماعتیں یکساں ہیں سرکاری آمدنی کا باضابطہ حساب رکھا جاتا ہے۔ فلاح کے ان اندیشوں کا خاتمہ ہو چکا ہے جو سابق میں ہر وقت ایسے لگے رہتے تھے اب اس کی حالت بالکل محفوظ ہے اس کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ کا ٹیکس معاف ہو چکا ہے۔ وہ چابک جو اس کے حکمران کے ہاتھ میں ہوتا تھا اب رکھ دیا جا چکا ہے۔ اسے دریائے نیل کی کیچڑ سے اٹھا کر انسان کی طرح اس کے قدموں پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ لیکن صدیوں کے مظالم نے اسے کیڑا بنا کر رکھا تھا اور صدیاں گزرنے پر وہ اس قابل ہو سکے گا کہ اپنی موجودہ حالت کو برقرار رکھ سکے یا ان حاسدانہ طاقتوں کا مقابلہ کرنے میں جن سے وہ گھرا ہوا ہے۔ غیر ملکی دوستوں کی مدد اور سہارے کو غیر ضروری سمجھنے لگے ✦

چوبیسویں فصل

اینگلو مصری سوڈان۔ سوڈان کی برطانوی ایجنٹ کے چارج میں سپردگی اس کی خصوصیات۔ اینگلو مصری عہد نامہ۔ اینگلو مصری سوڈان کی کیفیت اس کی غیر آبادی۔ سر ولیم گارسٹن کے معائنے اور رپورٹیں۔ سر آر۔ ونگیٹ کی بیان کی ہوئی اس ملک اور وہاں کے باشندوں کی کیفیت۔ انتظامی امور کی نوعیت۔ عدالت ہائے انصاف۔ لینڈ کمشنران۔ ضابطہ فوجداری۔ لارڈ کچنر کا مرقع ہدایات سول ملازمت کے صیغہ میں ملٹری افسروں کی قابلیت کے متعلق لارڈ کرومر کی رائے زنی۔ تعلیمی ترقی۔ قید خانے۔ ریلوے۔ ریونیو اور اخراجات ہیپلیش ہتھیار اُترو انے کی کارروائی۔ مقامی بلوے۔ عام ترقی۔ برطانیہ کلاں کے سامنے جو کام ہے اس کی مشکلات ؛

مصر کا بار ابھی اچھی طرح ہلکا نہ ہوا تھا اور نہ اس کے متعلق سب کام ختم ہوئے تھے کہ سوڈان کا مزید بار سر پر آپڑا۔ لارڈ کرومر کو اس بات کی توقع نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے زمانہ میں اس صوبہ کے اندر بہت بڑے یا اہم نتایج کو دیکھ سکیں کیونکہ ان سے بڑھ کر اور کسی کو اس بات کا علم نہیں ہو سکتا کہ گو مصر کے متعلق طویل کام بجائے خود بہت مشکل تھا تاہم سوڈان کا مسئلہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ مصر کی خصوصیات میں جو باتیں قابل ذکر ہیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) آبادی بہت بڑی اور بہ ہیئت مجموعی مشقت پسند ہے ؛

(۲) قدیم تہذیب کا اثر باقی ہے ؛

(۳) غیر ملکی سرمایہ کی کثرت ہے ؛

(۴) دریا۔ سمندر۔ اور خشکی کے ذریعہ تجارتی مال کی آمد و رفت کے

متعلق ہر قسم کی سہولیت حاصل ہے ۔

(۵) آب و ہوا معتدل ہے ۔

(۶) بہم رسانی آب خاصی اچھی ہے ۔ اور

(۷) وہاں کی زمین میں پیداوار کی غیر معمولی طاقت پائی جاتی ہے۔ ان امور سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دولت اور خوشحالی کی تمام ضروریات وہاں موجود ہیں اور اگر اس ملک کے چمکدار آسمان پر عارضی طور پر بین الاقوامی جھگڑوں اور فرمانرواؤں کے مظالم کے سیاہ بادل چھا گئے تھے تو اس بات کے اطمینان کی ہر طرح گنجایش تھی کہ تھوڑا عرصہ گزرنے پر ہر طرح کی خوش حالی اور امن قایم ہو جائے گا۔ لیکن سوڈان میں معاملہ بہت زیادہ پیچیدگی رکھتا ہے۔ جو باتیں مصر کے اندر ہمت افزائی کے لئے موجود تھیں قریب قریب وہ سب اس جنوبی صوبہ میں نہیں پائی جاتیں۔ مصر کی آبادی ۹۰ لاکھ اور کثیر ہے لیکن سوڈان کے بے حد وسیع رقبہ میں بمشکل ۲۰ لاکھ آدمی آباد ہیں مصری مشقت پسند ہوتے ہیں لیکن سوڈانیوں میں اگر کوئی عرب ہے تو وہ محنت مزدوری کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اگر کالا آدمی ہے تو جب تک فاقہ کشی یاد با سے جاں بلب نہ ہو ہلکی سے ہلکی محنت سے جی چراتا ہے۔ عمدہ آبپاشی کے وسیلہ سے مصر کی زمین کی زرخیزی ضرب المثل بن چکی ہے لیکن سوڈان میں آبپاشی ابھی ابتدائی حالت میں ہے اور ملک کا بہت بڑا حصہ ایسا ہے کہ جس میں ان دریاؤں کے پانی کا جو اس کے اندر سے گزرتے ہیں ایک قطرہ بھی کبھی نہیں پہنچا۔ مصر میں فاصلے زیادہ نہیں اور آمد و رفت کے وسایل بہت ہیں۔ بخلاف اس کے سوڈان میں فاصلے بہت بڑے بڑے ہیں اور مال و اسباب لے جانے کا ذریعہ زیادہ انسان کا قدیم رفیق اونٹ بھی ہے۔ ساحل بحر مصر کے قریب قریب ہر حصہ سے ملتا ہے سوڈان کے بہت بڑے حصہ سے اس تک رسائی مشکل ہے اور بہت سے صوبے تو ایسے ہیں کہ جو جانتے ہی نہیں ساحل بحر کیا چیز ہے۔ مصر کی آب و ہوا گوری اقوام کے لئے چنداں مضر

صحت نہیں۔ سوڈان کے اکثر حصوں کی آب و ہوا ان کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہے اور قریب قریب ہر حصہ میں سال کے اندر بہت ماہ تک موسم شدید اور ضعف بخش ہوتا ہے۔ آخیر میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مصری امن پسند اور اسلحہ کے استعمال کو ناپسند کرنے والے ہوتے ہیں بحالیکہ سوڈان میں کچھ تو بے خوف عربوں کی نسل کے تند مزاج جنگ جو لوگ اور کچھ پر جوش اور وحشی منش حبشی جن میں بعض مسلمان اور بعض بت پرست ہیں آباد ہیں لیکن ان میں کیا مسلمان اور کیا بت پرست دونوں جاہل اور ذرا سی بات کی ترغیب میں آجانے والے ہیں ان کے تعصب کو جب جی چاہے بھڑکایا جاسکتا ہے اور ان کی وفاداری کا دارومدار زیادہ تر شخصی حکمرانوں کی ذاتی اطاعت پر ہوتا ہے وہ غیر ملکی حکومت کسی یورپین طاقت کی رہبری کو تسلیم کرنا پسند نہیں کرتے ٭

جب ہم ان سب مخالف امور پر توجہ کرتے اور دیکھتے ہیں کہ لارڈ کرومر کے سپرد یہ محنت اور وقت طلب کام اس کے عہد حکومت کے آخری وقت میں ہوا تو یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے اس بارہ میں کیا کچھ کارروائی کی۔ ان باتوں کا ذکر لارڈ موصوف نے اپنی سالانہ رپورٹوں میں کیا ہے اور اُنھوں نے جو قصہ بیان کیا ہے وہ بالکل سادہ ہے۔ مصر کی طرح سوڈان میں بھی ان کی رائے میں کامیابی کا دارومدار ٹیکس کے ہلکا ہونے کے علاوہ امور ذیل پر تھی :-

(۱) سب کے ساتھ یکساں انصاف ہو ٭

(۲) ذرایعہ آمد و رفت کی اصلاح کی جائے ٭

(۳) دریائے نیل کے ذریعہ آبپاشی کو وسعت دی جائے اور

(۴) جو بات سب سے زیادہ ضروری ہے کام کی باگ زمانہ کے ہاتھ میں چھوڑ دی جائے ٭

یہ ساری باتیں بالکل مناسب اور راست ہیں اور اگر اس کام میں عمل کی طوالت پیش آئے تو کم از کم یہ بات تسلی بخش گنی جاسکتی ہے کہ بنیادی اصول پختہ ہیں۔ لیکن آؤ ذرا ہم عمیق نظر ڈالیں اور اس ملک اور اس کے باشندوں کی خصوصیت پر اچھی طرح غور کریں تاکہ اس مضمون پر آزادانہ رائے قایم کرسکیں۔ جب سے سوڈان پر دوبارہ قبضہ ہوا ہے اس پر بہت سی روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ مصری حکومت کی بحالی کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک سر ولیم گارسٹن جو مصر کے خاص افسر محکمہ آبپاشی اور اس کام کے متعلق مستند رائے رکھنے والے ہیں چند مرتبہ وہاں ہو آئے اور اس کے اطراف میں سیر و سیاحت کرآئے ہیں۔ لارڈ کرومر نے جنوب میں گونڈو کورو تک سیاحت کی ہے اور اپنی سالانہ رپورٹوں میں اس کے انتظامی اور صنعتی پہلوؤں پر بخوبی روشنی ڈالی ہے۔ گورنر جنرل سر ریجینالڈ ونگیٹ اور ان کے افسران ماتحت کی موقت رپورٹوں کا سالانہ خلاصہ ایجنٹ بہادر مقیم قاہرہ کرتے رہے ہیں۔ آخیر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سوڈان گورنمنٹ کے صیغہ واقفیت عامہ کی طرف سے دو مستند اور جامع کتابیں کونٹ گلیکن کے قلم سے اس ملک کے وسایل اور موجودہ حالت کے متعلق چھپ چکی ہیں۔ اور ان میں اس مضمون کے متعلق بہت سی قابل تعریف واقفیت موجود ہے ٭

جب محمد احمد اور اس کے جانشین عبداللہ کی چودہ سالہ متابعت کے بعد ستمبر ۱۸۹۸ء میں سوڈان دایرۂ تہذیب میں بحال ہوا تو وہ بالکل ہی مصری حکومت کے ماتحت نہیں آگیا تھا۔ اسے خلیفہ کی غلامی سے اس لئے نہ بچایا گیا تھا کہ معاہدات کے جھمیلوں میں پھنسا دیا جاتا۔ اگر اس عظیم صوبہ پر جو خوش قسمتی سے دوبارہ حاصل ہوچکا تھا مصری حکومت قایم کی جاتی تو اس کی معیت میں وہ تمام مشکلات پیش آتیں جو انتظام ڈیلٹا میں حایل ہوتی ہیں اس حالت میں مشترکہ عدالتوں۔ قنصلی عدالتوں۔ معاہدات۔ خاص حقوق

کے دعاوی ۔ عام ممنونیت کے دعاوی سے نجات اس طرح کی ایک ہزار اور
ایک خرابیاں جو شرق میں قنصل طاقت کے قیام سے تعلق رکھتی ہیں ایک
لامحدود رقبہ میں اور ایک بالکل ابتدائی حالت کی آبادی کے اندر داخل
کرنی پڑتیں۔ وہ تمام راستے جن میں سے بین الاقوامی دعاوی مصر میں داخل
ہوتے ہیں وسط افریقہ کے اندر کھولنے پڑتے ۔ ان ذرایعہ سے خلیفہ کے
زمانہ کی طوایف الملوکی از سر نو پیدا ہو جاتی جو ہر چند کہ نرم صورت میں ہوتی
تاہم یقیناً اس سے کام میں ہرج واقع ہوتا۔ ڈھائی سال تک جو انگریزی
فوجیں اور اُن کا کمانیر سوڈان پر دوبارہ قبضہ کرنے کی جد وجہد کرتا رہا تھا۔
تو اس لئے نہیں کہ آخیر میں یہ نکما نتیجہ برآمد ہو۔ ۱۸۸۲ء سے لے کر اس
وقت تک جو اتنا خون بہایا اور روپیہ ضایع کیا جا چکا تھا تو برطانیہ کلاں
کا یہ دعوٰے حق بجانب تھا کہ عبدرمان کے کھنڈرات میں پہلو بہ پہلو کھڑے
ہو کر اپنے مصری معاون کے ساتھ حسب منشا شرایط طے کر لے۔ علاوہ بریں
وسط افریقہ میں مصر کے علاوہ اور بھی بہت سی اغراض ہیں ۔ ہر چند کہ
گورنمنٹ برطانیہ مصر کو اس کے سابقہ صوبہ کے قبضہ کی نسبت اطمینان دلانے
کو ہر طرح آمادہ تھی تاہم اس کا یہ بھی تو فرض تھا کہ اپنے خط استوائی
مقبوضات کے تحفظ کے تیقن کے علاوہ اس بات کا انتظام کرے کہ
کوئی مخالف قبیلہ اس کے علاقوں میں داخل ہونے نہ پائے اور اگر
داخل ہونے لگے تو یہ اس کا ہر طرح مقابلہ کرنے کو تیار ہو۔ ایک اور بات
یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مصر کی ترقی کے ٹرسٹی کی حیثیت میں برطانیہ
کلاں کو اس بات کا خیال ہونا قدرتی ہے کہ دریائے نیل کے منبع اور راستہ
کا تحفظ کرے۔ ضروری ہے کہ یہ بڑا دریا اپنی لمبائی کے ہر حصہ میں بخوبی زیر اقتدار
ہو کیونکہ مصر کی خوشحالی کا تیقن صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ یہ بھی ضروری
ہے کہ روحانی مدعیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے ۔ وہ بدمعاش لوگ جو اپنے ذاتی
نفع کی خاطر غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب مسلمانوں کے اتھاہ اعتبار سے ناجائز

فایدہ حاصل کرنا چاہیں انہیں لازم ہے کہ وہ سوڈان کے سوا کوئی اور مقام اپنے ان کاموں کے لئے منتخب کریں۔ ان وجوہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹ جنوری ۱۸۹۹ء کو گورنمنٹ برطانیہ اور گورنمنٹ خدیویہ کے مابین "سوڈان کے آیندہ انتظام کے متعلق ایک معاہدہ" طے پایا۔ اس عہد نامہ کی تمہید میں صاف لفظوں کے اندر ان وجوہ کو بیان کیا گیا ہے جن کی بنا پر یہ معاہدہ طے ہوا اور اس کی موجودہ صورت کی کیفیت بھی اسی میں بیان کی گئی ہے۔ درحقیقت اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی کہ دوبارہ مفتوحہ صوبہ کے انتظام اور اس کے متعلق قانون سازی کے لئے خاص سسٹم قایم کر لیا جائے۔ اس سسٹم کے قیام میں بھی یہ بات مدنظر رکھنا ضروری تھا کہ سوڈان کے اکثر حصوں کی پستہ اور غیر معین حالت اور اس کی مختلف ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ برطانیہ کلاں کو فتح کے رو سے جو دعاوی حاصل تھے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ بندوبست۔ انتظام قانون سازی اور انتظامی ترقی میں اسے حصہ دیا جائے۔ لفظ سوڈان سے مراد اس تمام علاقہ سے لی گئی ہے جو عرض بلد کی ۲۲ ویں متوازی سطر کے جنوب میں ہے جو یا تو عارضی طور پر ہاتھ سے نکل کر دوبارہ حاصل ہو چکا ہے یا شروع ہی سے غاصبوں کے ہاتھ نہیں آیا۔ اس کے علاوہ وہ تمام علاقے بھی اسی نام کے ضمن میں آتے ہیں جو آیندہ دونوں گورنمنٹیں بالاتحاد حاصل کریں اور عہد نامہ میں یہ بات طے پا چکی ہے کہ برطانی اور مصری جھنڈے دونوں استعمال کئے جایا کریں۔ تیسری شرط کی رو سے اعلیٰ فوجی اور دیوانی اختیار گورنر جنرل کو تفویض کیا گیا ہے جسے انگریزوں کی سفارش پر خدیوی اعلان کے ذریعہ نامزد کیا جائے اور اسے ہٹانا ہو تو اس صورت میں بھی خدیو المعظم انگریزوں کی منظوری سے فرمان نافذ کرے۔ صاحب گورنر جنرل بہادر کو اس بات کا اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنے اعلان کے ذریعہ ضروری قوانین۔ احکام۔ اور قواعد جو گورنمنٹ کی بہتری کے لئے

منظوری ہوں اور سوڈان کے اندر واقع شدہ "ہر قسم کی جایداد کی برقراری حوالگی اور سپردگی" کے متعلق اعلانات نافذ کرسکے۔ سوائے اس حالت کے کہ گورنر جنرل کی طرف سے اس بارہ میں خاص اعلان نافذ ہو کوئی مصری قانون۔ اعلان یا وزارتی حکم سوڈان پر عاید نہ ہو سکے گا۔ تمام یورپینوں کو تجارت۔ سکونت اور جایداد کے متعلق یکساں حقوق دئے جائیں اور ان سے ایک برابر سلوک ہو۔ جو مال سوڈان میں مصر کی طرف سے داخل ہو اس پر محصول درآمد نہ لیا جائے گا البتہ اور علاقوں سے جو مال آئے اس پر لیا جا سکتا ہے۔ جو مال سوڈان میں بحیرہ احمر کی طرف سے داخل ہو اس پر اس سے زیادہ محصول نہ لیا جا سکے گا جتنا باہر سے مصر کے اندر آنے والے مال پر لیا جا سکتا ہے۔ جو مال سوڈان سے باہر جائے اس کے محصول کی شرح بذریعہ اعلان قایم کی جائے گی۔ مشترکہ عدالتوں کا سوڈان پر کچھ اختیار نہ ہوگا۔ گورنمنٹ برطانیہ کی منظوری کے بغیر کسی قنصل۔ وایس قنصل یا قنصلر ایجنٹ کو سوڈان میں رہنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ غلاموں کی درآمد ممنوع سمجھی جائے گی اور آتشی اسلحہ کی درآمد فروخت اور تیاری نیز باروت یا مسکرات شراب کی تیاری ممنوع قرار دی جائے گی +

اس کتاب کی تصنیف کے وقت سوڈان کو ان نئی حالتوں میں آئے سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ گو اسکا سابق حکمران عبداللہ جو مختلف مقامات میں پناہ گزین ہوتا پھر رہا تھا نومبر ۱۸۹۹ء میں مارا گیا۔ جب سے یہ ملک دوبارہ فتح ہوا ہے اس پر اینگلو مصری حکومت کا سلسلہ قایم چلا آیا ہے اور ۱۸۸۳ء سے لے کر ۱۸۹۹ء تک اس ملک کو جو غیر آبادی اور مصیبت برداشت کرنی پڑی تھی اس سے اسے پورے طور پر آرام مل سکا ہے +

وادی حلفہ سے لیکر جو سوڈان کی انتہائی شمالی سرحد ہے گونڈوکورو تک جو جنوبی سرحد پر واقع ہے سیدھا فاصلہ ۱۲۵۰ میل ہے۔ دوسری

طرف مغرب میں سرحد ورفور سے لے کر مشرق میں حبشی کی سرحد تک
۱۰۸۰ میل کا فاصلہ شمار ہوتا ہے۔ اس ملک میں صرف کوردوفان کا اکیلا
علاقہ سارے پرتگال سے بڑے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی
۵ لاکھ کے قریب ہے۔ سوڈان کا مجموعی رقبہ ۱۰۰۶۰۰۰ مربع میل سے
کم نہیں اور اس حساب سے وہ چین کے ½ حصہ کے برابر ٹھیرتا ہے۔
درویشی حکومت سے پہلے اس کی آبادی کا اندازہ (۸۵) لاکھ کے قریب
کیا گیا تھا لیکن اس کے بعد امراض۔ جنگ۔ اندرونی بدنظمی وغیرہ کی وجہ
سے ۱۹۰۳ء میں یہ آبادی صرف ۱۸ لاکھ ۷۰ ہزار کے قریب رہ گئی۔ غالباً
۱۸۹۸ء کے اخیر یا ۱۸۹۹ء کے شروع میں لارڈ کرومر سطمہ واقع دریائے
نیل میں پہنچے تھے۔ یہ مقام قبیلہ جعلین کا مرکز ہے اور ۱۸۸۵ء میں لارڈ
ولزلی کی مہم اس انتہائی مقام تک پہنچی تھی۔ پہلے یہ سوڈان کے تجارتی
مراکز میں سے ایک تھا اور قصبہ کے کھنڈرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
میں بہت سی آبادی ہوگی لیکن جب لارڈ کرومر اس جگہ پہنچے ہیں تو صرف
۱۶۰ مرد اور ۱۰۰۰ سے زیادہ عورتیں یہاں پر آباد تھیں باعث کہ درویشوں
نے قریب قریب تمام بالغ اشخاص کا قتل عام کردیا تھا۔ دریائے اتبرہ
اور خرطوم کے مابین جو علاقہ ہے اور جس میں قبیلہ جعلین آباد تھا اسے درویشوں
نے قریب قریب بالکل ہی ویران کردیا ہے۔ اس اجمال کی کیفیت یہ
ہے کہ یہ قبیلہ جو سوڈان میں بہت زبردست تھا اور جس میں سے زبیر پاشا
ایسے شخص نکلے تھے خلیفہ کے آخری سنین حکومت میں اس کے خلاف
ہوگیا تھا۔ جون ۱۸۹۷ء میں خلیفہ کی فوجوں نے مقام سطمہ پر ان کے اوپر
حملہ کیا اور ان میں سے ۲۰۰۰ نفوس کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ایک اور علاقہ کا
یہ حال سنا گیا ہے کہ ۱۸۸۲ء سے پہلے اس میں ۸۰۰ سے زاید گاؤں آباد
تھے لیکن ۲۰ سال بعد ایک بھی گاؤں نظر نہ آتا تھا۔ بے شمار ایسی زمین
جو کسی زمانہ میں زیر کاشت ہوا کرتی تھی اب یا تو بنجر پڑی تھی یا اس پر

کانٹے دار جھاڑیاں یا جنگلی گھاس اُگی ہوئی تھی اور اس وجہ سے ان زمینوں کو دوبارہ زیر کاشت لانے کے لئے بہت کچھ محنت مزدوری کی ضرورت تھی العبید کا جو کوردفان کا سابق دار السلطنت تھا ۱۸۹۹ء میں دوبارہ قبضہ کر لینے کے وقت یہ تھا کہ اس کے اندر ایک متنفس نظر نہ آتا تھا۔ تمام شہر ویران پڑا تھا صرف سرکاری عمارات کا تھوڑا سا حصہ محفوظ نظر آتا تھا۔ تمام بڑے بڑے شہر اور اکثر گاؤں بالکل ہی مسمار کر دیے جا چکے تھے۔ ہر جگہ افسوسناک اور مکمل تباہی نظر آتی تھی۔ علاقہ بربر میں درویشوں کی حکومت سے پہلے ۱۵ لاکھ کی آبادی تھی جس میں سے صرف ۴ لاکھ باقی رہ گئی۔ جس قدر سختی اس صوبہ پر برتی گئی اتنی شاید ہی کسی اور صوبہ پر برتی گئی ہو۔ علاقہ غزیرہ میں جو سفید اور نیلگوں دریائے نیل کے مابین ایک زرخیز حصہ ہے اور خرطوم کے جنوب کی طرف واقع ہے ایک لاکھ ۵۰ ہزار نفوس کی آبادی نظر آتی تھی جسے ۵ لاکھ پچاس ہزار کا بقیہ خیال کیا جاتا تھا۔ صنعار میں ۱۱ لاکھ باشندوں میں سے صرف ایک لاکھ پچاس ہزار باقی رہ گئے تھے۔ خیال یہ ہے کہ آبادی کو کم کرنے میں بیماری اور جنگ نے یکساں حصہ لیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عمدرمان کے میدان جنگ میں اور انگریزی اور مصری فوجوں کے ساتھ دوسرے مقامات پر مقابلہ کرتے وقت بھی سوڈانیوں کا بہت کچھ جانی نقصان ہوا۔ تاہم مختلف قبایل کی باہمی جنگوں سے جو نقصان پہنچا وہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ بعض قبایل مثلاً بطاہین جنھوں نے عبداللہ کے قبیلہ بگار کے لوگوں کی مخالفت کی نہیں صفحہ ہستی ہی سے مٹا دیا گیا۔ جن گاؤں سے پان پانسو لڑاکے جوان نکل سکتے تھے ان میں سے صرف ۵۰ یا ۱۰۰ اور بعض اوقات اس سے بھی کم بالغ آدمی نظر آتے تھے۔ غرض یہ کہ تیمور لنگ اور اتیلا نے تاریخ قدیم میں جو کچھ کیا تھا وہ زمانہ جدید میں وسط افریقہ میں آنکھوں کے روبرو کر کے دکھا دیا گیا تھا۔

جب سوڈان دوبارہ فتح ہو چکا تو سر ولیم گارسٹن جو اس زمانہ میں مصر کے صیغۂ پبلک ورکس کے نائب وزیر تھے اس جگہ پہنچے اور مئی ۱۸۹۹ء میں انہوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملک میں تجارت بالکل رُکی ہوئی ہے۔ ترکی مصری حکومت کے ماتحت دولت کمانے کا سب سے بڑا ذریعہ انسانی تجارت تھی جسے اب بند کر دیا جا چکا تھا۔ چونکہ جنگلی ہاتھی مدامی طور پر مارے جا رہے تھے اس لئے اغلب نظر آتا تھا کہ ہاتھی دانت کی برآمد میں کمی ہو جائے گی۔ سالہائے آیندہ میں عرصہ دراز تک سوڈان کی سب سے بڑی برآمد گوند معلوم ہوتی تھی اور گوند کے بعد ہاتھی دانت اور سنا۔ سر ولیم کا بیان ہے کہ مانچسٹر کے بنے ہوئے سوتی کپڑے نیلگوں دریائے نیل کے کنارے کنارے بڑی بڑی منڈیوں میں نظر آتے تھے اور ان کا رواج فشوداتک جس کا موجودہ نام کودوک ہے اور جو نیل ابیض پر واقع ہے پہنچ چکا تھا۔ ارزاں آہنی اوزاروں میخوں۔ کھانڈ۔ تمباکو اور چائے کی بھی اچھی کھپت تھی۔ جو اضلاع نیلگوں نیل کے مشرق کی طرف واقع ہیں ان کی اراضی اور آب وہوا تمباکو کی کاشت اور تیاری کے لئے خصوصاً اچھی ہے۔ لیکن ۱۸۸۵ء میں تمباکو کی کاشت ممنوع قرار دے دی گئی اور جب تک ملک انگریزوں نے دوبارہ فتح نہ کر لیا اس کی ممانعت بدستور قایم رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مہدی کے قواعد کی رو سے حقہ پینا منع ہے۔

سر ولیم گارسٹن نے یہ بھی لکھا تھا کہ سوڈان میں یقیناً ترقی کی رفتار بہت سست ہوگی۔ گذشتہ حکومت کے اثرات سالہا سال کے بعد ملک پر سے زایل ہوں گے۔ اگر انتظام ملکی اچھا رہا تو کچھ عرصہ گزرنے پر آبادی پھر بڑھنے لگے گی۔ اور اگر آبپاشی کا انتظام خاطر خواہ ہو گیا تو نیلگوں نیل کے کنارہ کا بہت سا رقبہ اس قابل ہو جائے گا کہ اس میں گندم بخوبی پیدا ہو سکے۔ پھر اگر ریلوے کے ذریعہ آمد و رفت اچھی طرح مہیا ہو گئی تو یہ ملک یورپ اور عرب کی منڈیوں میں ہندوستان کا مقابلہ کرنے لگے گا۔ تھوڑا زمانہ

گزرنے پر مصر اور سوڈان کے درمیان تجارت اچھی حالت میں قایم ہو جائیگی لیکن ملک میں افلاس اور غیر آبادی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ مدت تک اس ملک کے انتظام کا بار مصر خزانہ پر پڑنے کا اندیشہ تھا +

"نا کافی آبادی عرصہ دراز تک سوڈان کی خوش حالی کی راہ میں حایل رہے گی۔ ایک نسل کا عرصہ اسے اوسط حدود تک پہنچانے کے لئے درکار ہوگا اور نصف صدی کا عرصہ اس مطلب کے لئے درکار ہوگا کہ یہاں کی گنجانی ویسی ہی ہو سکے جیسی ۱۸۲۰ء میں محمد علی کے حملہ سے پیشتر تھی" +

لیکن سیاہ نسل بہت جلد بڑھنے والی ہے اور غلام پکڑنے والوں کے حملوں اور خانہ جنگی کے بند ہو جانے سے امید بندھتی ہے کہ آبادی غیر متوقع سرعت کے ساتھ بڑھ جائے گی +

اس ملک کے لوگ عام طور پر کاہل واقع ہوئے ہیں۔ عربوں اور حبشیوں کا خون ملنے سے ایک ایسی نسل پیدا ہو گئی ہے جس نے کبھی اراضی کی کاشت پر کبھی توجہ نہیں دی۔ خالص عربی نسل کے جو قبایل شمالی علاقوں میں آباد ہیں وہ دستی محنت مشقت اور زراعت کو نگاہ نفرت سے دیکھتے ہیں بخلاف اس کے جنوب میں حبشی لوگوں یا حبشیوں کی دوغلی نسل کا یہ حال ہے کہ جب تک انہیں مجبور نہ کیا جائے وہ ضروریات زندگی سے ذرا بھی بڑھ کر ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں چاہتے۔ زمانہ قدیم میں حبشی چونکہ غلام ہوتے تھے اس لئے ان سے جبراً کرائی جاتی تھی لیکن آزادی حاصل ہونے کے ساتھ ہی انہیں فطری کاہلی نے گھیر لیا ہے +

لوگوں کی عام خوراک مکی ہے جس کے لئے زمین کو خاص طور پر تیار نہیں کرنا پڑتا اس لئے اس جنس کا رقبہ زیر کاشت یا قابل کاشت لا محدود سمجھا جا سکتا ہے۔ دریاؤں میں مچھلیاں اور مرغابیاں اور جنگلوں اور میدانوں میں شکار بکثرت ہے۔ حبشی قبایل کے پاس جو مویشی کے گلے

ہیں ان سے انہیں دودھ اور مکھن بافراط دستیاب ہو سکتا ہے۔ جنوبی اضلاع میں ہر سال بارش بھی بخوبی ہو جاتی ہے۔ ملک کا وہ حصہ جو خرطوم کے شمال میں واقع ہے اس میں البتہ لوگوں کی زندگی ذرا سختی سے کٹتی ہے اور اس لیئے لوگوں کو مسلسل محنت کرنی پڑتی ہے۔ امید ہے کہ جنوب کی نسبت اس علاقہ میں لوگ جلد خوش حال اور تجارت کی طرف راغب ہو جائیں گے کیونکہ جنوب میں علاوہ دیگر امور کے آب وہوا نہایت مضر صحت ہے ؂

ملک کی خاص پیداوار روئی۔ کھالیں۔ گوند۔ ہاتھی دانت۔ ربڑ۔ پر۔ لکڑی۔ اناج۔ اجناس خوردنی۔ شکر اور چھوارے ہیں سونے کے نکلنے کی اُمید کی جاتی ہے گو تانبہ اور لوہا بحر الغزال اور کوردوفان میں موجود ہے۔ کاشتکاری جیسی کچھ بھی ہے لوگوں کا خاص پیشہ ہے اس کے علاوہ اور پیشے یہ ہیں :-

(۱) سوتی کپڑا بننا۔

(۲) دریاے نیل پر کشتی بنانا (چنانچہ مہدی خود ڈنگولا کے ایک کشتیاں بنانے والے کا بیٹا تھا ؂

(۳) شمال اور مغرب میں اونٹوں کی پرورش کرنا اور

(۴) بحر الغزال میں خام دھات کو پگھلا کر لوہا نکالنا ؂

جب ہم مسئلہ کے ان پہلوؤں پر غور کرتے ہیں تو جلد یا تیز ترقی عمل میں آنا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن وسیع آبپاشی کے امکان کے ذریعہ سے معاملہ کے زیادہ امید افزا پہلو بھی نظروں میں پھر جاتے ہیں۔ اور صفحات آیندہ میں ہم انہیں کا ذکر کریں گے ؂

انتظامی اغراض کے لیئے سوڈان ۸ درجہ اول اور ۴ درجہ دوم کے صوبوں پر منقسم ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

(۱) قسم اول :- ڈنگولا۔ بربر۔ خرطوم۔ کسلا۔ صنعار۔ کردوفان۔

بحر الغزال اور بالائی نیل +

(۲) قسم ثانی :- حلفہ۔ سواکن۔ غزیرہ (نیل اسود) اور نیل ابیض +

ہر ایک صوبہ میں ایک برٹش افسر مقیم ہے جس کے ماتحت یورپین انسپکٹروں اور سب انسپکٹروں کا اسٹاف ہوتا ہے اور چند اسسٹنٹ (مامور) بھی ہوتے ہیں۔ ضلعوں کا چارج مصریوں کے سپرد ہے۔ صوبہ دار فور شیخ علی دینار کے ماتحت ہے جو کسی گذشتہ سلطان کا پوتا ہے اور اب سوڈانی گورنمنٹ سے اس کے تعلقات دوستانہ ہیں۔ گورنر جنرل میجر جنرل سر ریجنیالڈ ونگیٹ کو بڑی حد تک اپنے حسب منشا کام کرنے کی اجازت ہے وہ ہر بات میں اپنے اختیارات برتتے ہیں۔ لیکن ان پر عام نگرانی لارڈ کرومر کی ہے اور وہ کبھی کبھی انہیں مفید رائیں بھی دیتے رہتے ہیں۔ باوجود اس کے لارڈ موصوف کا سب سے بڑا مدعا تقسیم اختیارات عمل میں لانا اور تمام اختیارات اور انتظامی تفاصیل ذمہ دار اشخاص کے سپرد کر دینا ہے +

عہد خلافت میں سوڈان کے مختلف قبایل اور انسال میں عددی اور عادتی لحاظ سے بہت کچھ تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں۔ لیکن اب چونکہ ہر طرح پر امن و امان قایم ہے اس لئے اغلب ہے کہ مختلف قبایل اپنے اپنے ٹھکانے پر آجائیں گے۔ یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ۔ سر آر ونگیٹ نے اپنی کتاب ”مہدویت اور مصری سوڈان“ میں جو کیفیت قلمبند کی ہے اس کا کچھ اقتباس اپنے لفظوں میں اس جگہ دیا جائے +

سر ریجنیالڈ نے سوڈان کی حد عرض البلد کی ۱۳ ویں متوازی لکیر قایم کی ہے جس سے اس کی آب و ہوا اور اور ضروری باتوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس متوازی لکیر کے جنوب میں اونٹوں کی عام طور پر پرورش نہیں ہوتی اور بارش کافی ہو جاتی ہے لیکن اس کے شمال میں مویشی نظر نہیں آتے اور بارش بہت قلیل ہوتی ہے۔ ۱۳ ویں متوازی

لکیر کے شمال میں وسیع چٹیل میدان ہیں جن پر کہیں کہیں کانٹے دار جھاڑیاں اور بہت کم کنوئیں نظر آتے ہیں۔ ان اطراف میں اونٹ رکھنے والے عرب قبایل۔ قبابیش۔ شکریہ۔ عبیدہ۔ ہدندواہ وغیرہ رہتے اور مال و اسباب ایک سے دوسرے مقام پر لانے اور لے جانے کا کام کرتے ہیں یہ لوگ قدرتی طور پر امن پسند ہیں۔ اس سے اور زیادہ جنوب کی طرف کودوک کی دلدلیں واقع ہیں اور جنوب مغرب کی طرف زرخیز مرغزاریں ہیں۔ جن پر کاشت ہوسکتی ہے۔ علاوہ بریں جنگلوں سے ڈھکے ہوئے پہاڑ ہیں جن میں جابجا حبشی آہنگر۔ مویشی پالنے والے عرب اور حبشی قبایل بستے ہیں۔ دارفور جو ایک سلطان کے قبضہ میں ہے اینگلو مصری سوڈان سے علیحدہ اس کے مغرب کی جانب واقع ہے۔ ۱۲ویں متوازی لکیر کے جنوب میں یعنی اونٹ پالنے والے خانہ بدوش عربوں اور شہروں اور دیہات کی مستقل آبادی کے مقام رہایش کے عین مقابل سمت بگارہ قبیلہ کی بے شمار خلقت آباد ہے جو "سوڈان کے غلاموں کی خرید و فروخت کرنے والے اور سب سے بہادر لوگ ہیں" یہ لوگ گوشت کھا کھا کر خوب پلے ہوئے ہیں اور چونکہ اپنے گلوں کی حفاظت کے عادی ہیں اس لئے جنگ سے محفوظ ہیں اور ہر وقت لوٹ مار کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہی لوگ برائے نام خلیفہ کے سب سے بڑے معاون تھے اور عمدرمان کے میدان پر جو ہزاروں آدمی تلوار کے گھاٹ اترے ان میں زیادہ تعداد انہیں کی تھی۔ سب کے جنوب میں مویشی رکھنے والے حبشی اور نیم حبشی لوگ آباد ہیں جہاں سے ۲۰ سال تک خرطوم کی منڈیوں میں غلام پہنچا کرتے تھے۔ انہیں اطراف میں دنکا قوم پائی جاتی ہے جو ۶۰ ہزار مربع میل یعنی برطانیہ کلاں اور آئرلینڈ کے مجموعی رقبہ میں سے نصف پر اپنے مویشی کے گلوں سمیت پھیلی ہوئی ہے۔ یہیں پر جنگلوں میں ہاتھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ زیبرا اسی جگہ اس خیال

سے ٹھیرا تھا کہ بڑے آرام سے ہر طرف ہاتھ پاؤں پھیلانے کا موقع مل سکے گا۔ اور اس کے بیٹے سلیمان نے یہیں کے حبشیوں میں سے اپنی فوج بھرتی کی تھی۔ یہ لوگ تھوڑی تھوڑی جھونپڑیوں کے گاؤں میں آباد ہیں اور لوہے کا کام کرتے ہیں۔ حلیم مزاج اور امن پسند لوگ ہیں لیکن باوجود اس کے مصری فوج کے لئے بہترین مسالہ یہیں سے مل سکتا ہے گذشتہ مہمات میں مصری فوجوں کے جن سیاہ دستوں نے بڑی ناموری حاصل کی تھی وہ انہیں دنکا اور شلوک قبایل سے بھرتی کئے گئے تھے۔ ایک اور علاقہ وہ ہے جس میں شہری اور دیہی آبادی کے علاوہ خانہ بدوش قبایل بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے اول الذکر جو مستقل طور پر رہنے والے ہیں ان کی آبادی اس قسم کی ہے کہ جس کو لوانٹ کے کسی بندرگاہ کی آبادی سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ کاہل آرام طلب۔ شرابی۔ قومیت سے خارج اور حد درجہ کے اوہام باطلہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور قریب قریب ہر ایک مشرقی نسل کا خون ان کی رگوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ ہے بربر۔ خرطوم اور صنعار کی آبادی کی کیفیت جس میں بدترین مجموعہ ان ۸ یا ۹ سو گاؤں کا ہے جو کوردوفان کے میدانوں کے مرکز میں واقع ہیں۔

سوڈان کے جنوبی صوبجات کے باشندے زیادہ تربت پرست ہیں۔ لیکن باقی دیسی باشندے بھی گو نام کے مسلمان ہیں تاہم ان کی حالت اپنے ان برادری والوں سے بہت ہی کم بہتر ہے۔ غرض سوڈان پر بہیئت مجموعی جہالت اور توہمات کا دور دورہ ہے۔

غزیرہ جسے ہندوستان میں نیل ابیض و نیل اسود کا دوابہ کہا جاسکتا ہے اس کا شمالی حصہ سارے سوڈان میں زیادہ زرخیز ہے اور اس کا رقبہ ۵۰۰۰ مربع میل کے قریب ہے۔ نیل اسود کے مشرق کی طرف دریا اور حبش اور ارتریہ کی حدود کے درمیان جو حصہ ملک واقع ہے وہ عمدگی سے

لحاظ سے دوسرے درجہ پر ہے اس علاقہ کو دریائے گاش۔ عطبرہ اور اور موسمی ندیاں سیراب کرتی ہیں جن کا ذکر افسران صیغہ آبپاشی نے حوصلہ افزا الفاظ میں کیا ہے ٭

ملکی انتظام زیادہ تر فوجی افسروں کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم اسے فوجی انتظام نہیں کہہ سکتے۔ قریب قریب تمام اہم پہلوؤں میں اس جگہ کی گورنمنٹ دیوانی ہے۔ ہر ایک صوبہ میں فوجداری مقدمات کے لئے مدیر کی عدالت موجود ہے جس میں مدیر یا اس کا قایم مقام اور دو اور مجسٹریٹ ہوتے ہیں۔ ان میں سے مدیر کوئی انگریز افسر ہوتا ہے۔ اس عدالت کو عام طور پر سارے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک صوبہ میں چھوٹی ضلع عدالتیں ہوتی ہیں جن میں محدود اختیارات کے تین تین مجسٹریٹ رکھے جاتے ہیں۔ مجسٹریٹوں کے اختیارات عام طور پر ہندوستانی مجسٹریٹوں کی طرح کے لیکن ان سے زیادہ محدود ہوتے ہیں۔ یہ مجسٹریٹ صوبہ کے انتظامی اسٹاف کے ممبر ہوتے ہیں اور انہیں یا تو فوج کے افسروں میں سے منتخب کیا جاتا ہے یا صیغہ دیوانی کے انسپکٹروں میں سے اور انہیں اگر قانونی تربیت حاصل نہ ہو تو ضوابط کے متعلق ایک امتحان بھی پاس کرنا ہوتا ہے ٭

تحقیقات۔ گرفتاری وغیرہ کے متعلق ضوابط ہندوستان کے ضابطہ فوجداری سے لئے گئے ہیں لیکن بوقت سماعت مقدمہ جو طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے وہ انگریزی کورٹ مارشل کے ضابطہ کے مطابق ہوتا ہے صرف اس میں اس قدر تبدیلی پائی جاتی ہے جتنی کہ مصری رواج کے مطابق اس میں واقع ہو چکی ہے۔ مدیر کی عدالت میں جو سزائیں دی جائیں اُن کی تصدیق صاحب گورنر جنرل کی طرف سے ہونی ضروری ہے۔ چھوٹی عدالتوں کے احکام مدیر کے پاس یا تو تصدیق کے لئے بھیج دئے جاتے ہیں یا اس کے روبرو ان کے متعلق اپیل کیا جاتا ہے۔ تمام حالتوں میں صاحب گورنر جنرل

کو نگرانی کا اختیار حاصل ہے۔ فوجداری قانون سوڈان کے پینل کوڈ میں پایا جاتا ہے جس کی بنا ضروری تبدیلیوں کے بعد تعزیرات ہند پر رکھی گئی ہے ہر ایک صوبہ میں دیوانی کاروبار کے لئے مدیر اور اس کے ماتحت کام کرنے والے مجسٹریٹوں کی عدالتیں موجود ہیں۔ ان میں جن ضوابط پر عمل کیا جاتا ہے وہ کچھ تو ہندوستان کے ان صوبوں سے لیا گیا ہے جن میں عدالت ہائے عالیہ موجود نہیں ہیں۔ اور کچھ عثمانی اور افریقی احکام کونسل سے۔ ہر ایک عدالت کو اسیسروں کی مدد حاصل کرنے کا اختیار ہے اور تجارتی مقدمات میں واقعی اسیسروں سے بہت مدد ملتی ہے۔ ماتحت عدالتوں کے احکام کی اپیل مدیر کے روبرو دائر کی جاتی ہے اور عدالت مدیر کے احکام کی جڈیشل کمشنر کے روبرو جو عدالتی حیثیت سے صاحب گورنر جنرل کے قانونی سکرٹری کا درجہ رکھتا ہے اس افسر کے علاوہ ایک چیف جج تین دوسرے جج اور ایک ایڈوکیٹ جنرل ہے۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ جلدی ہی جڈیشل کمشنر کی اس عدالت کے بجائے سول ججوں کی بنچ قایم ہو جائے۔ ان کے علاوہ مختلف مراکز پر ۱۴ سول جج ہیں جو تعلیم یافتہ قانون داں ہیں۔ جن جن مقامات پر خرطوم کی طرح سول جج مقرر ہے اسے مدیر کے دیوانی اور فوجداری سبھی اختیارات حاصل ہیں اور وہ اس اہلکار کے سارے دیوانی اور ذمہ داری کے فوجداری کام کو سنبھالتا ہے۔ ان صوبوں میں جو فاصلہ پر واقع ہیں حلقے بنانے کی تجویز ہے۔ دیوانی قانون کا کوئی خاص ضابطہ مقرر نہیں لیکن سول جسٹس آرڈیننس کے دفعہ ۳ میں شرط رکھی گئی ہے کہ معاملات وراثت میں جہاں تک قابل عمل ہوگا رواجی قانون ہی کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ گو اس بات کا یقیناً خیال رکھا جائے گا کہ یہ کارروائی صرف اسی حد تک کی جائے جہاں تک ان کے پسند کے مطابق ہو۔ ایسی ہی دفعہ ۹ میں "انصاف یکسانیت اور ضمیر نیک" کے انتظام کا ذکر کیا گیا ہے۔ سوڈان کے ان تجارتی معاملات میں جن میں مہذب ممالک کا قانون مصری تجارتی قانون کے مطابق نہ ہو۔

عام طور پر آخر الذکر ہی کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ سوڈان کے تمام حصوں میں باستثنائے بحر الغزال کے جہاں معاملہ مقامی افسروں کی عاقبت بینی پر منحصر کیا گیا ہے۔ رواجی قانون ہی کا ضابطہ اور چلن ہے۔ مصر کی طرح اس جگہ بھی محکمہ شرعیہ کا تعلق صرف ان مقدمات سے ہے جو مسلمانوں کے درمیان ذاتی رتبہ کے متعلق چھڑ گئے ہوں۔

۱۸۹۹ء کے دو احکام کی رو سے کمشنران اراضی مقرر ہو چکے ہیں جن کا کام مزروعہ اراضی کی ملکیت کے جھگڑوں کو فیصل کرنا ہے۔ اور اس قسم کے ہزارہا مقدمات اس وقت تک فیصل ہو چکے ہیں۔ ان احکام میں سے اول کا تعلق قصبات خرطوم۔ بربر اور ڈنگولا کی شہری جایداد سے تھا اور ان تمام مقامات میں دعاوی کی سماعت ختم ہو چکی ہے۔ دیہی جایداد کے متعلق مدت کے گذشتہ چہاردہ سالہ عرصہ میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ اگر کسی رقبہ اراضی کی ملکیت کا سوال عدالتوں میں طے کرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو اراضی بندوبست کا سوال غیر معین عرصہ کے لئے معرض التوا میں پڑ جاتا۔ علاوہ بریں ان مسودوں کا کھوج نکالنا جو سالہائے بغاوت میں طے ہو چکے تھے اور جن کے اکثر فریق مر کھپ چکے تھے بظاہر ایک اسقدر مشکل کام تھا کہ جسے معمولی قانونی ضابطہ کی مدد سے طے نہیں کیا جا سکتا تھا اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے کمشنروں کا تقرر عمل میں آیا۔ جس حکم کی رو سے یہ تقرر عمل میں آیا اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ دعوے کے وقت اگر کسی شخص کے پاس کوئی جایداد مسلسل پانچ سال تک رہ چکی ہو تو وہ اس کا کلی مالک ہوگا اور کسی دوسرے شخص کو اس پر اعتراض کی گنجایش نہ ہوگی اس حکم میں یہ بھی مشروط ہے کہ اگر کوئی جایداد کسی شخص کے پاس دیوانی حکومت کے آغاز سے ہوگی اور اس کا کوئی دوسرا دعویدار نمودار نہ ہوگا تو شخص قابض کو اس پر پورا قبضہ حاصل رہے گا۔ جس پر گورنمنٹ صرف اس صورت میں اعتراض کر سکے گی کہ اسے وہ زمین سرکاری

مطلب کے لئے درکار ہو۔ ہر ایک دعویدار کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی ملکیت کو معمولی طریق پر کمیشن کے روبرو ثابت کرے اگر وہ ثبوت دینے میں پورے طور پر کامیاب ہو جائے تو وہ جایداد تو فریق قابض ہی کے پاس رہیگی مگر مدعی کو اتنا ہی بڑا قطعہ اراضی کسی دوسری جگہ دے دیا جائیگا ۔

یہ امر قرین قیاس ہے کہ اگر سوڈان میں آبپاشی کا کام کسی وسیع پیمانہ پر جاری کیا گیا تو سٹہ یہ پیدا ہو جائے گا اور زمینوں کے سودے کرنے والے بھی نمودار ہو جائیں گے۔ یہ بات اغلب ہے کہ ایسی حالتوں میں سرمایہ داروں کے پاس فروخت زمین کی شرط ہمیشہ کے لئے یہ کر دی جائے کہ مناسب عرصہ میں اس قسم کی اصلاحات عمل میں لائی جائیں جن سے اراضی زیر کاشت آسکے۔ ارضی سودے کے طریق کو روکنے کے لئے آرڈیننس میں بھی مشروط ہے کہ تمام قابل زراعت زمین خواہ وہ مزروعہ ہو یا نہ ہو قابل ٹیکس سمجھی جائیگی اس کے علاوہ زمین پر قبضہ کرنے والے کا ہاتھ روکنے کے اور طریقے بھی خود بخود سوجھ جائیں گے۔ اور یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان لامحدود علاقوں میں سب کے لئے کافی زمین موجود ہے۔ چونکہ آبادی قلیل ہے اس لئے ممکن نہیں کہ یہ سوال زیادہ جلد کوئی خاص اہمیت حاصل کرے لیکن افریقہ کے دوسرے حصوں میں جو تجربہ حاصل ہو چکا ہے اس پر نظر رکھتے ہوئے یہ بات قرین مصلحت ہے کہ زمین کا سودا کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کن شرائط پر غیر آباد زمین خرید سکتے ہیں ۔

ایک اس قسم کے ملک میں جو نہایت وحشیانہ حالت میں نہایت وسیع لیکن بہت ہی پاشاں آبادی اور وہ بھی نہایت کمتر درجہ کی تہذیب رکھنے والے لوگوں کی رکھتا ہو ضروری ہے کہ زمانہ مستقبل میں عرصہ دراز تک قانونی پیچیدگیاں جس قدر کم ہوں تھوڑی ہیں۔ خوفناک جرائم کی حالت میں علانیہ اور مناسب کارروائی کے بعد اور مقدمہ کی سماعت باقاعدہ طور پر کر کے فوراً ہی سزا دے دینا ضروری بات ہے۔ سوڈان کا ڈائرکٹر جنرل جیل خانجات

رپورٹ کرتا ہے کہ کثیر التعداد لوگ جو سوڈان میں آجکل سزا بھگت رہے ہیں یورپین نقطہ خیال سے مجرم نہیں ہیں۔ انہوں نے بے سمجھی کی حالت میں کوئی اس قسم کا جرم کر دیا ہے جس پر ضابطہ فوجداری کی رو سے سزا دی جا سکتی ہے۔ اور ان میں ۴۰ فیصدی ایسے ہیں کہ اگر انہیں قول حاصل کر کے آزاد کر دیا جائے تو وہ پھر کبھی فوجداری عدالتوں میں نظر نہ آئیں۔ علاوہ ازیں جرایم کی خبر رسانی بھی عام نہیں ہے۔ خانہ بدوش عربوں میں عموماً اور اُن لوگوں میں خصوصاً جو کوردوفان اور صنعار کے جنوبی حصوں میں آباد ہیں جرایم کی رپورٹ نسبتاً کم دی جاتی ہے۔ لیکن شمالی صوبجات کے آباد عربوں میں جرایم کی رپورٹ پہنچانا گاؤں کے نمبردار کا خاص فرض ہوتا ہے اور سنا ہے کہ بہ ہیئت مجموعی اس فرض کو اچھی طرح ادا کیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۰۴ء میں ۱۶۳ اشخاص ایسے سزایاب ہوئے جن کے جرایم انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والے تھے ان میں سے ۲۹ کو قتل عمد اور ۴۰ کو قتل مستلزم بالسزا کی سزائیں ہوئیں۔ قتل عمد کے مجرموں میں سے ۱۹ کو سزائے موت دی گئی۔ زمینوں۔ کنوؤں اور عورتوں کے متعلق اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں جو خوفناک جرایم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک مثال اس شخص کی بیان کی جاتی ہے کہ اس نے کسی معمولی سی بات پر عورت کو طلاق دیدی تھی لیکن پھر جب وہ اس سے دوبارہ شادی کرنے کا خواہشمند ہوا تو ایک اور شخص بھی عورت کا خواہشمند پیدا ہو گیا۔ اس شخص کو راستہ میں سے دور کرنے کے لئے وہ عورت کے مکان تک اس شخص کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور اسے جان سے مارنے ہی کو تھا کہ اس کی مطلقہ بیوی دخل انداز ہوئی مجرم کا بیان تھا "اس لئے میں نے اسے (عورت کو) ہی معاملہ کا جھگڑا دور کرنے کے لئے قتل کر ڈالا اب مجھے ہر طرح امن و اطمینان حاصل ہے"۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس حامی امن کو کیا سزا ملی لیکن اس شخص کے مقابلہ میں صدہا ایسی ہی مثالیں ہندوستان میں مل سکتی ہیں۔

آخر میں یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک سوڈانی آرڈیننس قانون بننے سے پیشتر مصر کی وزارتی کونسل کے پاس بغرض معائنہ بھیجی جاتی ہے اس کے بعد اس کا اجرا نواب گورنر جنرل کے فرمان کی صورت میں ہوتا ہے اور ان کے زیر اختیار تمام علاقہ میں قانون کی حیثیت رکھتا ہے ۔

جس وقت سوڈان کا انتظام اینگلو مصری حکام نے اپنے ہاتھ میں لیا تو لارڈ کچنر نے جو ان دنوں گورنر جنرل تھے بعض اس قسم کی ہدایات نافذ کی تھیں جن کا خلاصہ اس جگہ قابل بیان نظر آتا ہے ۔ ان میں بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ ان تمام اصول کو مشرح کیا گیا ہے جنھیں کوئی غیر ملکی اور بہت کر کے عیسائی مذہب رکھنے والی طاقت غیر نسل یا مذہب کے لوگوں سے جو دائرہ تہذیب سے بالکل خارج ہوں تعلقات قایم کرتے وقت مد نظر رکھ کر فایدہ حاصل کر سکتی ہے ۔ لارڈ کچنر نے مدیروں کو (جو انگریز افسر تھے) یہ بات جتلادی کہ گورنمنٹ کی اصلاح اور عمدگی کا ضروری جزو صرف قوانین کی تیاری اور اشاعت ہی نہیں ہے ۔ ہمارے روبرو سب سے بڑا کام لوگوں کا اعتبار حاصل کرنا ان کے وسایل کو ترقی دینا اور انہیں بلند سطح پر لانا ہے ۔ اس مطلب کے لئے لازم ہے کہ اعلیٰ طبقہ کے دیسی باشندوں سے اختلاط قایم کیا جائے ۔ مدیروں کو چاہئے کہ اپنے صوبجات کے تمام بڑے بڑے آدمیوں سے ذاتی طور پر واقف ہوں ۔

"سوڈان کی اخلاقی اور صنعتی زندگی صرف اسی حالت میں از سر نو پیدا ہو سکتی ہے کہ برٹش افسر انفرادی کوشش کریں ان کا طرز عمل آزادانہ لیکن مقصد ایک ہی ہو اور وہ فرداً فرداً ان دیسیوں سے تعلقات رکھیں جن کا ہم پر پورا اعتبار ہے" ۔

ضروری ہے کہ لوگوں کو یہ بات سکھائی جائے کہ افسر مخاطب کے ساتھ گفتگو کرتے وقت وہ صرف سچ بات کہے خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ

"ادب کے ساتھ ظاہر کی ہوئی آزادانہ رائیں مُحسن کر اور دروغ گو

خوشامدیوں کو روک کر ہم یقیناً ملک کے اندر اس بارہ میں کسی قدر اصلاح عمل میں لانے کی توقع کر سکتے ہیں" ؛

اس امر کی احتیاط لازم ہے کہ مذہبی خیالات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے اور مذہب اسلام کو نظر ادب سے دیکھا جائے۔ ان باتوں کے علاوہ ضروری امور یہ ہیں کہ پہلے جرایم پر نرمی سے کام لیا جائے سرکشی کو سختی سے دبایا اور سب کے لئے یکساں انصاف سے کام لیا جائے مدیروں کے ماتحت جو دیسی حکام تھے انہیں مشورہ دیا گیا کہ وہ لوگوں کو یہ بات محسوس کرانے کی ہر ممکن کوششیں کریں کہ گو انصاف اور نرم سلوک کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اب جرایم اور اس قسم کی کارروائیوں کو جو درویشوں کے عہد حکومت میں روا رکھی جاتی تھیں بڑی سختی سے روکا اور دبایا جاتا ہے ؛

یہ دانایانہ فہمایش بیکار ثابت نہ ہوئی اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا اثر ۲ سال بعد ظہور میں آنے لگا۔ لارڈ کرومر نے اپنی ایک رپورٹ میں ان فوجی افسروں کی قابلیت اور کوشش کی بزور تصدیق کی تھی جو کہ سوڈان کے صیغہ سول میں کام کرتے ہیں۔ اپنے ان پیشرووں کی طرح جو زمانہ قدیم میں ہندوستان کے اندر ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنے اپنے آپ کو بہت کچھ قابل قدر ثابت کیا ہے ؛

"کچھ عرصہ سے برٹش فوج اور اس کے افسروں پر بہت کچھ سختی سے نکتہ چینی ہوتی رہی ہے۔ میرا کام اس جگہ یہ نہیں ہے کہ سارے برٹش فوجی نظام پر بحث کروں یا اس کی طرفداری کی کوشش کروں۔ لیکن میں افسروں اور بالخصوص نوجوان افسروں کے بارہ میں ضرور کہنا چاہتا ہوں جن سے میرا سابقہ پڑتا رہا ہے اور جن کے کام پر غور کرنے کا سوڈان کے سول معاملات کے تعلق میں مجھے بارہا موقع ملتا رہا ہے۔ سب سے بڑھ کر جس بات کا میرے دل

پر اثر ہوا وہ اُن کی مہارت ہے۔ جس پھرتی سے وہ اپنے آپ کو جدید خیالات اور حالات کے مطابق بنا لیتے ہیں وہ واقعی حیرت خیز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اول تقرر کے موقع پر دیسی زبان کی بے خبری بہت سی مشکلات پیش کرتی ہے۔ اگر اس نقص کو دور نہ کیا جائے تو افسر اعلیٰ ایک طرح پر کسی ماتحت کے رحم پر رہتا ہے جو ممکن ہے قابل اعتماد ہو ممکن ہے نہ ہو۔ لیکن اکثر حالتوں میں عملی اغراض کے لئے زبان کی کافی واقفیت تھوڑے ہی عرصہ میں حاصل کر لی جاتی ہے۔ باقی معاملات کے متعلق صرف اس قدر بیان کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر افسر مذکور اپنے کام کو پوری تندہی سے کرنے لگتا ہے خواہ وہ کام فوجی ہو یا دیوانی۔ اسے جن لوگوں پر حکومت کرنی ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو انہیں میں سے ایک بنا لیتا ہے۔ بارہا اس قسم کے عامیانہ ریمارک میرے پڑھنے میں آتے ہیں کہ مصر۔ سوڈان وغیرہ ممالک میں حاکم و محکوم کے درمیان ہمدردی کا عنصر نہیں پایا جاتا۔ بلاشبہ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ بعض حالتوں میں یہ بات صحیح ہوتی ہے۔ گو ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر اس قسم کے ریمارک ان لوگوں کی طرف سے سننے میں آتے ہیں جنھیں اس معاملہ پر غور کرنے کا کافی موقع نہیں ملتا۔ بخلاف اس کے میں لاتعداد مثالیں ان نوجوان انگریز اہلکاروں کی پیش کر سکتا ہوں جو حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ڈنکا۔ شلوک وغیرہ قبایل کے جن کے ساتھ ان کا عارضی طور پر واسطہ پڑا زبردست حامی بن گئے اور جب کبھی کوئی بات ان کے خلاف کی جانے لگی تو بے حد ناراض ہوئے"۔

مثال کے طور پر ہیلم پار اور اس کے سپاہیوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

"علاوہ بریں بعض وجوہ سے جن کو معلوم کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے یورپینوں کی ہمدردی اکثر اس تہذیب کے تناسب سے کم و بیش متعلق ہوتی ہے جو ایشیائی یا افریقی اقوام نے حاصل کی ہو"۔

"اگر دیوانی انتظام کی قابلیت اور اہلیت کے سوال کو لیا جائے تو میں صرف اس قدر بیان کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ سوڈان کے بندوبست اراضی۔ زرعی قرضوں وغیرہ کے متعلق جس قدر قیمتی مشورات مجھے حاصل ہوتے رہے ہیں وہ زیادہ تر ایسے ہی لوگوں کی طرف سے ہوتے تھے جو تھوڑا عرصہ پیشتر فوجی فرایض انجام دیا کرتے تھے۔ حال میں مجھے سوڈان کے جیل خانوں کے متعلق لکھی ہوئی رپورٹ ایک نوجوان فوجی افسر کی طرف سے ملی ہے۔ یہ دستاویز ہر طرح پر عملی اور معمولی طرز میں لکھی ہوئی ہے اور اس میں بہت سے معاملات کا ضروری خلاصہ دیا گیا ہے۔ مسٹر بونہم کارٹر جو ایک تربیت یافتہ مقنن اور مستند اہل الرائے ہیں اور جن کی آراء کا حوالہ آیندہ سطور میں زیادہ تفصیل کے ساتھ دیا جائیگا۔ اس طریقہ سے ہر طرح پر مطمئن ہیں جس میں کہ فوجی افسر فوجداری مقدمات کا بھگتان کرتے ہیں۔ اپنی پیش کردہ اس عام بحث کی تائید میں مَیں اور بہت سی شہادتیں پیش کر سکتا ہوں جس بات پر مَیں زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ برٹش فوج کے افسر اور بالخصوص نوجوان افسر اس قسم کے ممالک میں جن پر سوڈان کی سی حالتوں میں حکومت کی جاتی ہو۔ دیوانی انتظام کی سرانجام دہی میں قابل قدر ذرایع ثابت ہوتے ہیں"۔

"مجھے اس بات کا بھی کچھ شبہ ہے آیا کوئی اور ملک ان کے برابر کی قابلیت رکھنے والے لوگ پیش کر سکتا ہے۔ ان سے بہتر آدمی تو یقیناً نہیں مل سکتے۔ اگر ان میں کسی علم یا تجربہ کی کمی پائی جاتی ہے

تو محض یہ کہ ہمیشہ کے معاملات پر اصطلاحی مشورات دے دئے جائیں
اور کوئی مستند اہل الرائے سویلین اصولی معاملات پر ان کی دوستانہ
رہبری کردے۔ جب ایک بار انہیں بارک کے روزانہ کام سے ہٹا
کر کوئی دلچسپ کام کرنے کے لئے دے دیا جائے انہیں اس کام کو
بخوبی سرانجام دینے کا ذمہ دار بنا دیا جائے اور ان کے کام میں خلل
اندازی نہ کی جائے تو پھر وہ بہت جلد حکومت کی وہ طاقت پیدا
کر لیتے ہیں جس کے متعلق میں غیر واجب قومی فخر کے اظہار کی معذرت
طلب کرتا ہوا یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ان کی شاہی قوم کا خاصہ ہے۔
"اگر فوج میں نسبتاً کم اچھے نتایج حاصل ہوتے ہیں تو میرے خیال
میں اس کی وجہ بہت کر کے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ
اس سسٹم کا قصور ہے افراد کا کچھ قصور نہیں۔ جہاں تک میرا ذاتی
تجربہ مجھے مدد دیتا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس حد تک
افسروں کی اٹھتی ہوئی نسل کا تعلق ہے برٹش فوج کے مصلحوں
کو کام کرنے کے لئے اچھا مسالہ حاصل ہے"۔
اس میں کلام نہیں کہ یہ بالکل درست ہے مگر یہ بھی تو بات ہے کہ سوڈان
میں جس قدر افسر مامور ہیں وہ سب کے سب منتخب لوگ ہیں۔
اس حالت میں سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ سوڈان
میں فوجیوں کے بجائے بتدریج سول افسروں کا غلبہ کیوں پیدا کیا
جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب فوجی افسروں کو سول کام میں
لگایا جائے تو اس میں ہر حال میں ایک بے آرامی ضرور رہ جاتی
ہے۔ اگر جنگ چھڑ جائے یا معمولی اوقات میں فوجی تربیت کی
ضرورت آپڑے تو ممکن ہے کہ فوجی افسروں کو یکایک بلا لیا جائے
اور اس حالت میں جیسا کہ حال ہی جنوبی افریقہ کی جنگ میں ہوا
تھا۔ ملک کے دیوانی کام میں ایسے وقت پر بہت سخت حرج واقع ہو

جب کہ مقامی تجربہ رکھنے والے سول افسروں کی موجودگی سب
سے بڑھ کر ضروری ہوتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میرے لئے یہ
بات مضایقہ میں داخل نہ تھی کہ سوڈان کی سول سروس کے جوان
یونیورسٹیوں سے بھرتی کئے جائیں یا فوجی کالجوں سے۔ بہ ہیئت
مجموعی دونوں فریقوں کے آدمی یکساں طور پر اچھے ہیں" *
باوجود اس کے ترجیح فوجی افسروں ہی کو دی جا سکتی ہے جن کے پیشہ
کی تربیت۔ فوجی قابلیت اور افسری کی عادت نیم مہذب اقوام کے ساتھ
واسطہ پڑنے کے وقت بہت مفید ثابت ہوتی ہے *
سوڈان جیسے پیچھے پڑے ہوئے صوبہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اگر اس قسم
کے انتظامی الفاظ استعمال کئے جائیں جو عام طور پر برتے جاتے ہیں تو غلط
فہمی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ مثلاً اگر تعلیم۔ پولیس۔ قید خانوں۔ صیغہ
مڈیکل۔ پبلک ورکس (باستثنائے آبپاشی) وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو دل
کے روبرو معاً اس قسم کے اسکولوں اور کالجوں کا نقشہ پھر جاتا ہے جن
میں تربیت اور تعلیم یافتہ حافظان امن کام کرتے ہوں اور جہاں ہوادار
کمرے اور روشنی دار برآمدے لگے ہوئے ہوں غرض اس بارہ میں خیال
آتے ہی ان اعلیٰ ترقی یافتہ انتظامات کا نظارہ آنکھوں کے سامنے سے
گزر جاتا ہے جو پبلک سروس کے ہر شعبہ میں مہذب ممالک کے اندر پائے
جاتے ہیں۔ لیکن سوڈان میں ان باتوں کو درجہ تکمیل تک پہنچانے کے
لئے ابھی تک نہ تو روپیہ اور نہ وقت ہی حاصل ہوا ہے۔ سب سے بڑا
تعلیمی مرکز گارڈن کالج ہے جو واقعی میں کالج نہیں اور شاید بہت سال
تک نہ ہو سکے گا۔ اس میں ۱۹۰۴ء میں اعلیٰ پرائمری جماعت کے اندر قریباً
۱۵۰ طالب علم موجود تھے۔ جن میں سے ۹۱ عرب یا سوڈانی اور باقی مصری
یا شامی تھے۔ اس کالج کے متعلق آجکل جو خاص تعلیمی ایجنسیاں موجود ہیں
وہ یہ ہیں:۔

(۱) اُستادوں اور اسلامی عدالتوں کے ججوں کے لئے ایک ٹریننگ کالج۔ اس کالج میں اب ۵۰ طلبا ہیں اور توقع ہے کہ عنقریب سوڈان سے اس میں ورنیکولر کے متعدد معلم آجائیں گے ٭

(۲) اعلیٰ پرائمری اسکول جس میں بیان مذکورۃ الصدر کے مطابق ۱۵۰ طالب علم ہیں ٭

یہ دونوں اسکول گارڈن کالج کے اندر واقع ہیں۔

(۳) صنعتی ورک شاپ جن میں آجکل ۷۰ ایک طلبا جاتے ہیں ٭

آجکل اعلیٰ پرائمری اسکولوں میں سب ملاکر ۹۰۰ سے زاید طلبا ہیں اور صاحب ڈائرکٹر صیغہ تعلیم اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ بہت جلد وہ ہر سال ۶۰ سوڈانی لڑکے اس قسم کے تیار کرسکیں گے جو گورنمنٹ کے ماتحت ملازمت کرسکیں۔ عنقریب اس قسم کے آدمیوں کی ضرورت محسوس ہونے لگے گی جو ناپ۔ پیمائش اور سادہ تعمیر کے ابتدائی اصول سے واقف ہوں۔ سر ولیم گارسٹن نے آبپاشی کا ایک وسیع پروگرام تیار کیا ہے جسے مصری گورنمنٹ نے عام طور پر منظور کرلیا ہے۔ اور مقامی افسران آبپاشی اب اس فکر میں ہیں کہ اس پروگرام کی ابتدا کا بہترین طریقہ کونسا ہے دیہاتی اسکولوں (مکتب) میں اس لئے بہت کم ترقی عمل میں آئی ہے کہ روپیہ موجود نہیں۔ باقی امور میں اس تعلیم کا جو آجکل دیسیوں کو حاصل ہو رہی ہے بہترین حصہ یہ ہے کہ یکساں قوانین جاری ہوگئے ہیں انصاف اور امن کو برقرار رکھا جاتا ہے اور پبلک کے فایدہ کے تمام کاموں میں حکمران جماعت کی طرف سے ہمدردانہ دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے ٭

یہی حال پولیس کا سمجھ لو۔ ہر ایک صوبہ کے گورنر کو اس بات کا پورے طور پر ذمہ وار بنادیا گیا ہے کہ وہ پولیس کے جوانوں کو بھرتی کرے انہیں تربیت دے۔ ضبط انتظام قایم رکھے اور وردی اور تنخواہ وغیرہ کا انتظام کرے۔ پولیس میں زیادہ تر اس قسم کے سپاہی بھرتی ہیں جو فوجی

میعاد ملازمت پوری کر چکے ہیں۔ لیکن اب اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مقامی طور پر بھی پولیس کے رنگروٹ بھرتی کئے جائیں۔ موجودہ حالت میں سوائے چند قصبات کے پولیس کی جماعت سول فورس نہیں بلکہ نیم فوجی ہے۔ اس صیغہ میں عرب زیادہ داخل ہوتے ہیں۔ جیل خانوں کا انتظام عام طور پر ناقص ہے اور نہ اتنا روپیہ موجود ہے جس سے کافی اصلاح عمل میں لائی جا سکے۔ مختلف صوبجات کے صدر مقاموں یا قسمتوں کے مراکز میں چند کچی پکی اینٹوں کی عمارتیں کھڑی ہیں جنھیں پبلک دفاتر کے طور پر کام میں لایا جانے لگا ہے۔ لیکن دروازے کھڑکیاں گرڈر وغیرہ سامان چونکہ دور کے فاصلہ پر اونٹوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اس لئے ایسے مال کے لانے لے جانے میں بہت دقت پیش آتی ہے۔ یہ مشکلات اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہیں جب کہ چونا جلانے کے لئے لکڑی بھی اونٹوں پر پہنچانی پڑتی ہے ؛

سوڈان کی سب سے بڑی ضروریات آبادی۔ آبپاشی اور سرمایہ اول الذکر کی بہم رسانی بلاشبہ زمانہ کے ہاتھ میں ہے۔ آبپاشی کا ذکر انہیں صفحات میں آگے چل کر آئے گا۔ اور آخرالذکر سرکاری یا پرائیویٹ دونوں صورتوں میں بحالات موجودہ بہت ہی کم حاصل ہو سکتا ہے متعدد کمپنیاں قایم ہو چکی ہیں اور ۲۱۔ جنوری ۱۹۰۰ء کے قانون کی رو سے معدنیات۔ پتھر کے کوئلہ وغیرہ کی تلاش میں ہیں برطانوی انجمن کاشت کاروں کپاس نے سوڈانی روئی نقد خریدی جانے کا انتظام کر دیا تاکہ کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی ہو۔ دیگر مقامات پر تجربے کر کے مقامی دلچسپی کو محرک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صاحب گورنر جنرل کی رپورٹ یہ ہے کہ ملک میں روئی کی پیداوار کے امکان کی رپورٹیں اطمینان بخش ہیں۔ لیکن یہ بات ابھی ثابت ہونی باقی ہے آیا آبپاشی کی موجودہ محدود حالت میں اس کی زیادہ مقدار پیدا ہو سکتی ہے۔ گوند۔ ربڑ۔ ہاتھی دانت اور

شتر مرغ کے پروں کی تجارت زیادہ تر یہودیوں کے ہاتھ میں ہے اور اس میں کسی خاص طریقہ یا علم سے کام نہیں لیا جاتا۔ ہاتھیوں کا مستقبل ابھی فیصلہ طلب ہے۔ اگر جنگلات کو زرو کر دیا گیا یا افریقہ کے ہاتھی خانگی استعمال میں آنے کے قابل ثابت ہو گئے (کیونکہ موجودہ حالت میں وہ نہیں ہیں) تو ممکن ہے ان کی نسل بچ جائے۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی بات نہ ہوئی تو کلھاڑے اور بلچہ کے ہاتھوں چند دہاکوں میں ان کا خاتمہ یقینی ہے۔ سر ریجنالڈ ونگیٹ کو چونکہ ابھی انسانی مزدوری کے وسایل کو طے کرنا باقی ہے اس لئے وہ سردست اس معاملہ پر توجہ نہیں دے سکتے کہ آیا ان سے مالی نفع حاصل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

جب سے سوڈان پر انگریزوں کا قبضہ ہوا ہے گورنمنٹ کی توجہ زیادہ تر دو ہی باتوں پر لگی رہی ہے ایک تو آبپاشی کے کاموں کی ترقی اور دوسرا ریلوں کی تعمیر۔ موجودہ حالت میں وادی حلفہ سے خرطوم تک ریل جاتی ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ لارڈ ڈفرن نے سواکن سے بربر تک ایک لائین جاری کرنے کی تجویز کی تھی۔ اس کے بعد جب مصر کا اس ملک پر قبضہ ہو گیا تو اس تجویز کو عملی صورت میں لانے کی کوشش کی جانے لگی۔ بہت سے پہلوؤں سے دیکھا جائے تو سوڈان کے اکثر حصے لایٹ ریلوں کے لئے بالکل موزوں نظر آتے ہیں۔ مثلاً اس قطعہ زمین میں جو نیل ابیض و اسود کے مابین واقع ہے اور جزیرہ کے نام سے مشہور ہے اگر ریل جاری ہو جائے تو یقیناً اس سے ذرایعہ آمد و رفت میں بہت مدد ملے۔ ایسے ہی کوردوفان میں اگر اس کے صدر مقام العبید اور خرطوم کے مابین اس کا سلسلہ جاری کیا جائے تو اس سے بھی بہت فایدہ حاصل ہو۔ اگر پانی کی ان دقتوں کو مستثنےٰ قرار دیا جائے جو ۱۳ویں متوازی خط کے شمالی علاقوں میں پیش آتی ہیں اور جہاں اونٹوں کے ذریعہ تمام کاروبار ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ لایٹ ریلوے یا لایٹ ٹرامیوے یقیناً مفید ثابت ہو سکتی ہے

زیادہ جنوبی علاقوں میں جہاں دلدلیں واقع ہیں اور بارش بکثرت ہوتی ہے یہ مشکلات یقیناً اور بھی زیادہ ہوں گی۔ لیکن دوسری طرف یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس حصہ ملک میں آمدورفت کے آبی ذرایعہ زیادہ سہولیت پیش کرتے ہیں۔ سواکن بربر لائین کے علاوہ خرطوم سے ابوہراز اور راس سے پرے جدرف تک ۲۲ میل لمبا لائین کا ٹکڑا بنانے کی بھی تجویز ہے اس اثنا میں سواکن بربر ریلوے قریب الاختتام ہے اور یہ امر اغلب ہے کہ سوڈان کی پیداوار کی بہت سی تجارت اسی راستہ پر سے ہوا کرے گی۔ اس طرح پتھر کے کوئیلے کی قیمت میں بہت کچھ تخفیف ہو جائے گی اور سوڈان میں ایندھن کا جو سوال درپیش ہے وہ حل ہو جائے گا۔ لائین کی مجموعی لمبائی ۲۳۲ میل ہے۔ سب سے بلند ڈھال ۱۰۰ میں ۱ اور تیز سے تیز موڑ ۵ درجہ کا ہے۔ راستہ میں بہمرسانی آب کی قریب قریب ہمیشہ ہی قلت رہی ہے۔ قیمت تخمیناً ۵،۰۰۰،۷ پونڈ بیان کی جاتی ہے۔

عنقریب ایک چھوٹی سی ریلوے لائین ابوحامد سے قدیمہ تک بنائی جانے والی ہے جہاں سے آگے ڈنگولا تک آبی راستہ جہازرانی کے لئے موجود ہے۔ وادی حلفہ سے کرما متصل ڈنگولا تک جو فوجی ریلوے ہوا کرتی تھی اور جسے حال میں غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے اُٹھا لیا گیا ہے اس کے بجائے یہ لائین تیار ہونے لگی ہے۔

ڈاک کے جہازوں کی خدیویہ کمپنی نے مصری گورنمنٹ سے کچھ مدد حاصل کر کے اس بات کا انتظام شروع کیا ہے کہ سویز سے بندرگاہ سوڈان تک جو سواکن بربر لائین کا آخری سٹیشن ہے مسافروں کے جہازوں کی پندرہ روزہ لائین قائم کر دی جائے۔

سوڈان میں سرکاری آمدنی کے ذرائعہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اراضی کی مالگذاری۔

(۲) کھجور کے درختوں پر ایک قسم کا ٹیکس۔

(۳) گوند۔ شتر مرغ کے پروں اور ہاتھی دانت کی قیمت پر ۲۰ فیصدی محصول۔
(۴) خرطوم کے جنوب میں جو علاقے ہیں ان میں مویشی کے گلّوں پر ایک قسم کا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے
(۵) الکحل اور شراب کی فروخت کے لائیسنسوں کی آمدنی۔
(۶) شہروں میں سالانہ آمدنی کرایہ مکان کا بارھواں حصّہ بطور محصول۔
(۷) دریائی گذرگاہوں کا محصول۔
(۸) کشتیوں کا محصول اور
(۹) نیلام کرنے والوں اور پھیری والوں کے لائیسنسوں کی آمدنی۔
ان سب کے علاوہ محکمہ تار۔ ڈاک اور ریل کی بھی آمدنی ہے۔
بحری محصول کے حساب کی غرض سے سوڈان کا اکثر حصّہ مصر ہی کا جزو سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اب گورنمنٹ نے ارتری (اطالوی سوڈان) کے ساتھ ایک قسم کا معاہدہ کسٹم کر لیا ہے اور انہی اصول کو ممالک یوگنڈا کانگو فری اسٹیٹ۔ فرانسیسی کانگو حبش پر عائد کیا جاتا ہے ان ملکوں کو جو مال سوڈان سے جاتا ہے ان کی قیمت پر ۱ فیصدی اور درآمد پر جو ان ملکوں سے سوڈان میں ہوتی ہے ۵ سے ۸ فیصدی محصول لیا جاتا ہے۔
جو مال باہر جانے والا ہو اس پر سوڈان سے گذرنے میں کسی قسم کا محصول نہیں لیا جاتا۔
بحالات موجودہ سوڈان کے سول اور ملٹری اخراجات آمدنی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس کسر کو مصری خزانہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں سے اتنا حصہ جتنا فوجی اخراجات کا سوڈانی جزو سمجھا جاتا ہے مصر کو واپس مجرا دے دیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۲ء کے حسابات سے سطحی نتائج حسب

ذیل نظر آتے ہیں:۔

آمدنی	۵۷۶۰۰۰	پونڈ	مصری
اخراجات	۶۲۹۰۰۰	"	"
کمی	۵۳۰۰۰	"	"

اگر اس میں اس حساب کو بھی ملا لیا جائے جس کا مالی حالت پر آمدنی اور خرچ کا اثر ظاہر کرنے کے لئے ملایا جانا ضروری ہے تو ساری کمی ملا جلا کر ۴۷۰۰۰ پونڈ مصری کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ مصری خزانہ کی طرف سے سوڈانی اخراجات کی زیادتی پورا کرنے کے لئے جو رقم برائے نام لی گئی وہ ۳۸۰۰۰۰ پونڈ مصری تھی۔ لیکن مختلف رقوم کو اس میں سے نفی کرنے کے بعد کل رقم صرف ۲۷۰۰۰ پونڈ مصری رہ گئی۔ جونہی سواکن بربر لائین سے نفع حاصل ہونے لگے گا سوڈانی گورنمنٹ سے اس کی تعمیر پر سود چارج کیا جائیگا۔

ہر چند کہ ۱۹۰۸ء میں حساب کی رو سے سوڈان کے لئے مصری خزانہ سے ۲۷۰۰۰ پونڈ مصری کی خالص رقم حاصل کی گئی تھی تاہم کل رقم جو مصر کو مجرا دی گئی وہ ۳۸۰۰۰۰ پونڈ مصری تھی۔ چونکہ سوڈانی گورنمنٹ کو بہت سے متفرق اور ضروری اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں اس لئے مصر کا امدادی روپیہ اس وقت تک سالانہ باقاعدگی کے ساتھ ادا ہوتا رہا ہے اور اس میں سے جو رقم بچتی رہی ہے اسے سوڈانی گورنمنٹ ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاتا رہا ہے۔ ایک رزرو فنڈ بھی قائم کر دیا جا چکا ہے جس کی رقم ۱۹۰۸ء کے آخیر میں کم و بیش ۶۰ ہزار پونڈ مصری تھی۔ ظاہر ہے کہ موجودہ حالت میں ان رقوم کی کوئی حد مقرر نہیں جنہیں ایک یا دوسری صورت میں فائدہ کے ساتھ صرف کیا جا سکتا ہے لیکن سب سے اول جو بات قابل توجہ ہے وہ مصر کی ضروریات ہیں اور آمدنی کے اضافہ کے ساتھ ساتھ اس بات کی توقع بالکل قرین قیاس ہے کہ سوڈان بتدریج نہ صرف معمولی اخراجات کی ضروری رقوم کو اپنے پاس سے صرف کر سکے گا بلکہ مصری گورنمنٹ نے جو رقمیں بطور

سرمایہ دی ہوئی ہیں ان کا زر سود بھی ادا کرتا جائے گا۔ ذیل کے جدول سے معلوم ہو سکے گا کہ سوڈان پر دوبارہ قبضہ ہونے کے دن سے لیکر سنہ ۱۹۰۴ء کے اخیر تک آمدنی میں کسقدر اضافہ سال بسال ہوتا چلا گیا ہے :۔

آمدنی

سنہ ء	از روئے تخمینہ		اصلی	
سنہ ۱۸۹۸	۸۰۰۰	پونڈ مصری	۳۵۰۰۰	پونڈ مصری
سنہ ۱۸۹۹	۵۱۰۰۰	"	۱۲۶۰۰۰	"
سنہ ۱۹۰۰ء	۱۵۸۰۰۰	"	۱۵۶۰۰۰	"
سنہ ۱۹۰۱ء	۱۸۷۰۰۰	"	۲۴۲۰۰۰	"
سنہ ۱۹۰۲ء	۲۲۴۰۰۰	"	۲۷۰۰۰۰	"
سنہ ۱۹۰۳ء	۴۲۸۰۰۰	"	۴۶۲۰۰۰	"
سنہ ۱۹۰۴ء	۴۶۹۰۰۰	"	۵۷۶۰۰۰	"

سوڈان میں جو انگریزی فوج مقیم ہے اس کے اخراجات ونیز ان کی بارگوں کی تعمیر کا خرچ برٹش گورنمنٹ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام اخراجات سوڈان کے سر ہیں۔ یا انہیں ان رقوم کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے جو مصر سے حاصل کی جاتی ہیں۔ وائٹ ہال سے اسے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) معاہدات سے ہر قسم کی آزادی۔

(۲) اپنے جھنڈے کی رو سے یکساں سلوک کرنے والی روشن خیال گورنمنٹ کا وجود۔

(۳) اس ملک پر برطانیہ کی حکومت ہونے سے سرمایہ کا داخل ہونا اور

(۴) صنعتی ترقیات۔

اگر سنہ ۱۸۹۸ سے مصری گورنمنٹ ہر سال سوڈانی اخراجات میں حصہ لیتی رہی ہے تو ۸ لاکھ پونڈ سے کچھ کم کی اس رقم کو بھی نظر انداز نہ کر دینا چاہئے جو

برطانوی خزانہ سے مہم ڈنگولا کے لئے مصر کو دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس اتلاف جان اور اخراجات زر کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ جس کی بدولت مصری جھنڈا حفاظت کے ساتھ خرطوم میں واپس آگیا۔

جرنیل گارڈن نے سوڈان کے متعلق کہا تھا کہ

"یہ ایک غیر ضروری مقبوضہ مقام ہے ہمیشہ سے غیر ضروری چلا آیا ہے۔ اور ہمیشہ اسی طرح چلا جائے گا"

لیکن لارڈ کرومر کی رائے میں مصر کو دریائے نیل کے بالائی حصہ کی بحالی ایک ناقابل اندازہ اور انمول فائدہ ہے۔ مصر میں آبپاشی کے لئے جس زیادہ پانی کی ضرورت تھی وہ مصر میں نہیں بلکہ سوڈان میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس بارہ میں جو تیقن حاصل ہوا ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے فتح ثانی کے اولین اثمار میں داخل سمجھا جائے۔ سر ولیم گارسٹن نے گذشتہ ۶ سال کے عرصہ میں وادی نیل میں جو تحقیقات کی ہے اس سے یہ بات شک و شبہ کی حدود سے باہر قائم ہو چکی ہے۔

کرنیل ٹالبٹ صاحب آر۔ ای کے زیر نگرانی سوڈان میں پیمائش کا بہت سا قابل قدر کام سرانجام پا چکا ہے۔ $\frac{1}{250000}$ یا قریباً ۴ میل فی انچ کے پیمانہ پر ملک کے زیادہ اہمیت رکھنے والے حصوں کے نقشے کچھ تو شائع ہو چکے ہیں اور کچھ ہو رہے ہیں۔ صرف بعض حصے ایسے ہیں جو اس قاعدہ سے مستثنٰی ہیں اور ان میں سے چند ایک مثلاً بحر الغزال اور سبات کے جنوب کا علاقہ ابھی کچھ مدت تک بغیر پیمائش ہی کے رہیں گے۔ سوڈان۔ ارتری (اطالوی سوڈان) اور حبش کی حدود بھی قائم کی جا چکی ہیں۔ اور ان کی پیمائش ہو چکی ہے۔ ۵۰ نقشے شائع ہو چکے ہیں جن میں سے ہر ایک ایک درجہ عرض بلد اور نصف درجہ طول بلد پر حاوی ہے۔ ۹۰ کے قریب اور نقشے شائع ہونے والے ہیں۔ $\frac{1}{1000000}$ پیمانہ پر بھی سوڈان کے نقشے زیر تیاری ہیں۔ تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ سوڈان کے بہت بڑے حصہ کے صحیح نقشے تیار ہوئے ہیں۔ بہت سے دیہیوں کو بھی

پیمائش کا کام سکھا دیا گیا ہے۔
ملک میں بہت بڑی حد تک ہتھیار چھینے جا چکے ہیں لیکن علاقہ اس قدر وسیع اور بکھرا ہوا اور ہتھیاروں کے چھپانے کی سہولتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کی وجہ سے کل ہتھیار حاصل کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے بہت سے حصوں میں درندوں سے بچاؤ کے لئے بھی ہتھیار درکار ہیں۔
لیکن اس پر بھی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لوگوں سے جتنے زیادہ ہتھیار چھن جائیں اتنا ہی ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے مفید ہے۔ محمد احمد کی مثال کے مقلد بہت سے جہلا اور توہم پرست لوگ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۰ء میں مہدی کے اعزاز کا ایک اور دعویدار بھی پیدا ہو گیا تھا۔ کرنیل سٹینٹن مدیر خرطوم نے فروری سنہ مذکور میں اس مطلب کی رپورٹ بھیجی تھی کہ ایک شخص عبدالکریم نامی نے اپنے آپ کو حقیقی مہدی مشہور کرنا شروع کر دیا ہے اس دعوے سے پہلے بھی وہ مجذوب مشہور تھا اور چونکہ شعبدہ بازی میں بھی دخل رکھتا تھا اس لئے ہر بات ماننے کے لئے تیار اور ضعیف الاعتقاد مجمع کو اس نے بعض کرتب دکھا کر اس بات کا بھی یقین دلا دیا کہ وہ معجزے دکھا سکتا ہے۔ اس کے چند ایک پیرو پیدا تو ہو گئے تھے لیکن جب اسے حلقہ میں منتقل کر دیا گیا اور سرکاری جیل خانہ سے نکلنے کا موقعہ نہ مل سکا تو اس کے مشن کا بھی جلدی ہی خاتمہ ہو گیا۔ برٹش حکومت کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ معجزات دکھانے والوں کو جلدی ہی ایک مختصر اور سادہ طریق پر ٹھکانے لگا دیتی ہے۔ لیکن ایک شخص محمد ولد آدم کی صورت میں جو صنار کے جنگلوں میں رہا کرتا تھا اس سے زیادہ سخت کارروائی کرنی پڑی تھی۔ اس شخص نے اپنے پیش رو کی مانند جو عبداللہ کے وقت میں ہو گذرا تھا سنہ ۱۹۰۴ء میں اپنے آپ کو مسیح موعود مشہور کرنا شروع کیا۔ اس پر جب مقامی حکام نے اسے طلب کر کے اس دعوے کو چھوڑنے کے لئے کہا تو اس نے اپنا جھنڈا بلند کر کے امام کا دعویٰ کیا اور اس بات کی کوشش شروع کی کہ چند ایک مقلد پیدا کر لئے جائیں۔

لیکن موقعہ اس کے حق میں اچھا ثابت نہ ہوا اس لئے اسے صرف دو چیلے مل سکے۔ پولیس نے اسے زیر حراست لانے کی کوشش کی مگر اس نے مقابلہ کر کے اُن کے دیسی افسر کو مار ڈالا۔ اس پر اسے اور اس کے ہمراہیوں کو گولی سے اُڑا دیا گیا۔ اور اس طرح پر اس قضیئہ کا خاتمہ ہوا۔ یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ سالہائے آئندہ میں بہت بڑے عرصہ تک عہدہ مہدویت کو خاص پاکر اس کے دعویدار وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہینگے۔ کیونکہ محمد احمد کی کامیابی کی یادگار بہتوں کے دل میں باقی ہوگی اور سوڈان کے جاہل اور مجذوب مسلمان ہر وقت ایسے دھوکہ بازوں کی بات پر یقین کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں جو اس قسم کے دعوے پیش کرنے کا حوصلہ کر سکیں۔ چنانچہ اس طرح کا ایک واقعہ ۱۹۰۳ء کا ہے جب کہ کوردفان کے ایک مجذوب شخص نے ملہم ہونے کا دعوے کیا اور اس بات کا اظہار کرتے ہوئے کہ کوئی گورنمنٹ میرا بال بیکا نہیں کر سکتی بغاوت پھیلانے کی کوشش کی۔ بالآخر اسے کوردفان کے دارالصدر العبید میں پہنچا کر قتل کیا گیا۔ راسخ الاعتقاد مسلمان اس قسم کے لوگوں کے دعاوی ویسی ہی نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے کہ ہم۔ اور چونکہ وہ لوگ جنہیں وہ بھڑکانا چاہتے ہیں ان کی بات میں فوراً آجاتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو فوراً اور اگر ضرورت ہو تو سختی سے دبا دیا جائے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ آبادی چونکہ اسقدر جاہل اور جوش میں آجانے والی ہے اور فوج نہایت ادنےٰ درجہ کی تہذیب رکھنے والے کالے لوگوں کی ہے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً اس قسم کی بدنظمی پیدا ہوتے رہنا بالکل ممکن ہے اور اس قسم کے فساد کو فوراً ہی نہ دبایا جائے تو اس کا سرعت سے پھیل کر سارے مُلک میں آگ بھڑکا دینا بالکل قرینِ قیاس ہے۔

لارڈ کرومر نے اپنے سالانہ ریویو کی کتابوں میں مقامی افسروں کی رپورٹوں کے جو اقتباسات درج کئے ہیں ان سے اس عجیب زندگی کا کچھ

اندازہ ہو سکتا ہے جو ہمارے ہم وطن ان بعید علاقوں میں بسر کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ان معاملات کا بھی جن پر ان کی توجہ زیادہ ترلگی رہتی ہے۔ بعید مقام پر واقع بحر الغزال میں ڈنکس قوم کے گلے اس لئے کثرت سے بڑھ رہے ہیں کہ اب ان پر دھاڑے نہیں پڑتے نہ جبر ہوتا ہے اور اس کے لئے ان کی فروخت کے لئے منڈیاں موجود ہیں۔ اس علاقے میں کپڑے کی بہت مانگ ہے اور ایک ۶۵ میل لمبی چھکڑوں کی سڑک تیار ہو چکی ہے۔ علاقہ بالائی نیل میں شلوک قبیلہ آباد ہے۔ جس کے لوگ اجنبیوں کے چہروں کو ہمیشہ بے اعتباری کی نظر سے دیکھتے اور انہیں قتل و غارت سے مرادف تصور کیا کرتے تھے کیونکہ انہیں تجربہ یہی سکھا چکا تھا مگر اب ان کی وہ بے اعتباری دور ہو گئی ہے اور وہ وفادار اور اطاعت پذیر ہیں۔ مختلف قبائل کے مراسم کا گورنمنٹ ہمیشہ بہت خیال اور احترام رکھتی ہے۔ ٹیکس بالکل ہلکا لگایا جاتا ہے اور جو ضوابط دیگر مقامات پر برتے جاتے ہیں وہ اُن پسماندہ قبائل پر عائد نہیں کئے جاتے۔ صوبہ میں جو افسر بھیجے گئے ہیں ان میں یہ قابلیت پا کر انہیں منتخب کیا گیا ہے کہ وہ ایسی قوموں سے بخوبی بھگت سکیں گے۔ کوردوفان میں مدیر کا دل ننھے اور سات سال سے کم عمر کے بچوں کی صورت دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ صنعار اور جزیرہ کے پناہ گزین لوگ واپس آرہے ہیں اور انکے ہمراہ ان کے کنبہ کے آدمی اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ ہیں۔ پرانے گاؤں از سر نو تعمیر ہو رہے ہیں۔ کسلا کا موجودہ مدیر کرنیل ولکنسن جب پانچ سال کے بعد دوبارہ اس صوبہ میں پہنچا تو اس ترقی کو دیکھ حیران رہ گیا جو اس کی عدم موجودگی میں واقع ہوئی تھی۔ ایک مستقل گورنمنٹ کے فوائد محسوس ہونے لگے ہیں اور لوگ خوشحال اور قانع ہیں۔ ٹیکسوں کی وصولی میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اگر سر ولیم گارسٹن کی تجویز آبپاشی کے مطابق دریائے گش سے کسلا میں آبپاشی شروع کر دی گئی تو وہ گلاب کے پھول کی طرح کھل جائے گا۔ صنعار کے لوگ تعلیمی ٹیکس کی ادائیگی پر اس شرط کے ساتھ

آمادہ ہیں کہ اس روپیہ کو مقامی طور پر صرف کیا جائے۔ بہ ہئیت مجموعی اس صوبہ میں ترقی اور خوشحالی کا اظہار ہوتا ہے۔ بربر کو مزروعہ علاقہ بڑھانے کے لئے مویشی مستعار درکار ہیں۔ ہرچند کہ اس سے پہلے اسی قسم کے تجربہ میں ناکامی حاصل ہوئی تھی مگر اب جن عربوں کو سواکن ریلوے کی تعمیر پر لگایا ہوا ہے اُنہوں نے اپنے آپ کو قابل کارکن ثابت کیا ہے۔ لیکن لوگوں کی عام حالت پریشان کرنے والی ہے۔ مثلاً چیتھڑوں سے سوراخ بند کرنے میں چونکہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اس لئے کرایہ کی کشتی کے سوراخ کو بعض اوقات اس پر لڑکا بٹھا کر بند کیا جاتا ہے۔ کشتی سازی کے لئے لکڑی مفت مل سکتی ہے۔ اور لڑکے اگر پانی اٹھانے کے چکروں پر کام کریں تو کافی آمدنی حاصل کر سکتے ہیں لیکن ایشیا کی طرح افریقہ کے لوگ بھی کاہل بے حد ہیں یہی وجہ ہے کہ سوڈانی لڑکے دھوپ میں رہ کر پانی اُٹھانے کا کام کرنیکی بجائے دریا کے سرد پانی میں بیٹھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جس وقت سرمایہ حاصل ہوگیا تو جزیرہ کا مستقبل بہت شاندار ہوجائے گا۔ سوڈان میں یہ اور کسلا کا علاقہ ہی سب سے بڑھ کر زرخیز ہیں۔ لیکن لوگوں میں کچھ تو قدرتاً عدم توجہی پائی جاتی ہے کچھ برسوں کے ظالمانہ عہد حکومت نے انہیں بگاڑ رکھا ہے اس لئے اب انہیں راہ راست پر لانا بھی مشکل نظر آتا ہے۔ جب اینگلو مصری حکومت شروع میں دوبارہ قائم ہوئی ہے تو دیسی باشندے سرکاری عہدہ دار کی صورت دیکھ کر غائب ہوجاتے تھے۔ لیکن اب اصلاح کے آثار نمودار ہونے لگے ہیں چنانچہ مدیر کے دیسی نائب کو ۵۰ اشٹامپ دار عرضیاں وصول ہوئیں جن سے اسے اتنی ہی خوشی حاصل ہوئی جتنی کوردوفان کے ننھے بچوں سے میجر اوکونل کو ہوئی تھی۔ اگر معاملات اسی طرح روباصلاح رہے تو عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے جب نہ تو مدیر اور نہ ڈپٹی کو کسی قسم کی شکایت باقی رہے گی میجر ڈکنسن جو وہاں کے مدیر ہیں اکثر انگریز اہلکاروں کی طرح دہقان مالکان اراضی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ جماعت زراعت کے

ذریعہ سے خود بخود پیدا نہ ہو جائے گی؟ عرصہ طویل کے لئے خریداری غالبؔ حد امکان میں داخل ہے اور زمین کی ملکیت کا انتظام کرنے سے بڑھ کر موجودہ گورنمنٹ کی وفاداری۔ اطاعت گذاری اور صنعتی ترغیب کا نسخہ زیادہ با اثر نظر نہیں آتا۔ ڈنگولا میں کھجور کے چھوٹے چھوٹے پودے ہزاروں کی تعداد میں لگائے گئے ہیں اور بہت سی اراضی جس کی نسبت چند سال اس طرف خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ناقابل زراعت ہے۔ اب زیر کاشت آچکی ہے۔ مویشی کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ اور دو سال پہلے کی نسبت قیمت بھی دو تہائی رہ گئی ہے۔ اس صوبہ میں جائداد غیر منقولہ کی پیمائش قریب قریب ختم ہو چکی ہے۔ جب ابو حامد سے کریمہ تک کی لائین تیار ہو جائے گی تو ڈنگولا کی خوشحالی بہت کچھ بڑھ جائے گی۔ قصبہ سواکن نے اپنی سرول پر اکابود کا لفظ لکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس کی بندرگاہ میں بدیہی نقائص موجود ہیں اور پاس ہی ایک جدید بندرگاہ بندر سوڈان کے نام سے کھولنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ عرصہ دراز کی کاہلی اور سستی کے بعد اب ریل کے کاموں اور کان کنی کی مراعات کے ذریعہ سے تجارت بڑھنے اور یورپین آبادی کے زیادہ ہونے کے باعث صوبہ سواکن میں دوبارہ جان پڑ گئی ہے۔ جب خرطوم تک ریل جاری ہو جائے گی اور سویز تک ہفتہ وار جہازوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو جائیگا تو امید بندھتی ہے کہ بندر سوڈان سوڈان کی بمبئی بن جائے گا۔ وادی حلفہ در حقیقت ایک مصری صوبہ ہے جسے حال میں سوڈان میں منتقل کیا گیا ہے۔ لیکن جس طرح سوڈان کا بحری بندر سواکن ہے ایسے ہی یہ اس کا بری دروازہ ہے۔

اس صوبہ میں کان کنی کا کام زور شور سے جاری ہے۔ سیاحوں کے علاوہ ۲۱۱ مختلف اقوام کے یورپین ۱۹۰۶ء میں وادی حلفہ میں سے گذرے جن میں سے اکثر کا منشا سوڈان میں آباد ہونے کا تھا۔ اس تعداد کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

یونانی	۱۳۵
شامی	۵۸
اطالوی	۲۷

اس تعداد میں بہت سے لوگ دستکار تھے۔ لیکن ان میں سے بعض کی نسبت شبہ ہے کہ وہ سود خوار اور شراب کا بیوپار کرنے والے ہیں جس حالت میں کہ انہیں اپنی پوری پوری کیفیت دینا ہوگی۔ آخیر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس طرح ففنکس (پرندہ) اپنی ہی راکھ میں سے دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے ایسے ہی خرطوم نے جہاں اب گورنر جنرل کا صدر مقام ایک ہفتہ میں دوبار چھپنے والا اخبار۔ دخانی ٹریموے۔ جاپانی رکھشا۔ دخانی کشتی۔ خوشنما مسجد انگریزی گرجا۔ گارڈن کالج اور گارڈن کا بُت موجود ہے۔ ترقی حاصل کی ہے۔ اور اب وہ اپنے مستقبل کو نظر طمانیت سے دیکھتا ہے۔ گذشتہ موسم سرما میں اِس جگہ ۴۸۰ سیاح آئے تھے اور اب جب کہ ایک دوسرا راستہ بھی کھُل گیا ہے امید ہے کہ ان کی تعداد میں کافی اضافہ ہو جائیگا۔ علاقہ کوردوفان میں نیل اسود پر اور بحر الغزال میں بہت سے جنگلات ہیں ان میں سے اول الذکر دو جنگلات میں گوند۔ ہاتھی دانت۔ فرنیچر بنانے کی لکڑی اور ریشہ پیدا ہوتا ہے۔ اور آخر الذکر میں انڈیا ربڑ۔ اور گٹا پرچہ۔ ان جنگلات کے مستقبل کا دارُ مدار اس بات پر ہے کہ انہیں آتشزدگی سے محفوظ رکھا جائے اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ ایک اور بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دریائے نیل میں جو دخانی کشتیاں چلتی ہیں ان میں صرف لکڑی ہی جلائی جاتی ہے۔ باعث کہ کوئلہ بہت گراں ہے اور اسے خریدا نہیں جا سکتا۔

تخیل انسانی اس بات سے عاجز ہے کہ ان لامحدود علاقوں۔ نہ ختم ہونے والے وسوسوں۔ تھکا دینے والے بے آب فاصلوں۔ عظیم الشان دریاؤں۔ نہ ختم ہونے والے صحراؤں۔ عظیم خاموشی۔ پاشان اور مختلف النسل

آبادی اور ان سب کے درمیان تنہائی ۔ بے آرامی اور خراب صحت کی حالت میں انگریز افسروں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو جدید زندگی کی آمد سے پہلے کی تکلیف دہ محنتوں کو بھگتتے ہوئے کام کرنے کا نقشہ کھینچ سکے ظاہر ہے کہ ان علاقوں کے سوائے جو مصر سے ملحق ہیں یا ان اضلاع کے علاوہ جو سمندر پر واقع ہیں مثلاً وادی حلفہ ۔ ڈنگولا اور سواکن نہایت کم ترقی یافتہ انتظامی گورمنٹ کے علاوہ کسی اور قسم کی ایڈمنسٹریشن قائم کرنا بالکل ناموزوں ہوگا ۔ اس قسم کی پسماندہ اقوام کو بہتر حالت میں لانے کے لئے ان ابتدائی ایام میں جن باتوں کی ضرورت ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) عوام اور اہلکاروں کے درمیان آزادانہ اور دوامی میل جول ۔

(۲) تحریک ۔

(۳) دلیری اور

(۴) کم نہ ہونے والا ایثار

موجودہ حالت میں ضوابط اور عدالتوں کے وسیلہ سے اگر کچھ کیا جا سکتا ہے تو فقط اس قدر انصاف حاکم اعلےٰ کی مرضی پر انحصار رکھنے والی چیز نہیں بلکہ وہ طریق معین و قابل فہمید میں چلتا ہے اور انفرادی اغراض کو عام فوائد اور خود ضبطی کے آگے جھکنا پڑتا ہے ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو تاریکی سے روشنی میں لانے کا کام بڑا مشکل ہے ۔ واعظوں یا ضوابط کے ذریعہ سے اس قدر نہیں ہو سکتا جتنا طریق مندرجہ ذیل پر ہو سکتا ہے :-

(۱) آبپاشی ۔

(۲) ریل کے ذرائع آمد و رفت میں ترقی ۔

(۳) دخانی کشتی کی آمد و رفت ۔

(۴) سڑکیں بنانے والوں کا بیلچہ اور پھاوڑہ ۔

(۵) جراح یا ڈاکٹر کی رحمدلی اور

(۶) صنعتی اُستاد کی قابلیت ۔

ان باتوں کے علاوہ ٹیکس ہلکا ہونے سے لوگ شوق سے محنت کرنے لگیں گے۔
جب لوگوں کو روپیہ پیدا کرنے کے موقعہ اور اسے اپنے پاس رکھنے کے قابل
ہونے کا اعتبار حاصل ہو جائے گا۔ تو وہ رفتہ رفتہ صنعت وحرفت پر مائل ہونے
لگیں گے۔ لیکن اس کام کے لئے ابھی عرصہ دراز درکار ہے اور زمانہ موجود
میں جو لوگ کہ سوڈان میں مہذب حکومت کی بنیاد قائم کر رہے ہیں انہیں گذرے
ہوئے عرصہ ہو چکا ہو گا کہ جب ان کے کام میں کسی قسم کا اضافہ ہو سکے۔
اس سے پہلے شائد ہی برطانیہ کلاں کو اس قسم کا موقعہ پیش آیا ہو کہ اُس نے
ایسے خام مسالہ سے اس قدر عظیم الشان کام سرانجام دینے کا بیڑا اُٹھایا ہو۔
ہندوستان میں اسے ایک اعلیٰ تہذیب کی موجودگی سے بہت مدد ملی ہے۔
امریکہ اور آسٹریلیا کے اصلی باشندوں پر اُس نے کبھی اپنا تہذیبی ہاتھ پھیرا
ہی نہیں۔ انگلستان کے جو باشندے ان ملکوں میں گئے انہیں اپنے
خاص مطالب پیش نظر تھے اور اُنہوں نے دیسیوں کی اغراض کو اپنی
اغراض کے تحت میں رکھا۔ بورنیو البتہ ایک مثال ہے مگر وہ بھی تاج کے
ماتحت ایک ڈیپینڈنسی نہیں ہے۔ گال (قدیم فرانس) یا برطانیہ میں رومیوں
کی طرح سوڈان میں ہمارا سب سے بڑا کام لوگوں کے اندر از سر نو زندگی پیدا
کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جھیل سے لے کر سمندر تک دریائے نیل کی
نگہبانی کرنا واجب ہے مگر سوڈان کا ہر ایک صوبہ اس کے زیر اثر نہیں۔
ہمارا مدعائے خاص یہ ہے کہ سوڈانیوں کو آدمی بنا دیں۔ ہمیں معاوضہ
کی سردست بہت کم توقع ہے۔ لیکن باوجود اس بات کے ہم ان کے
ملک میں اس مطلب کے لئے پہنچے ہیں کہ انہیں جابروں کے پنجہ سے رہائی
دلائیں۔ سوڈانی قبائل میں ہمارا داخلہ دنیاوی معنوں میں ایک خالص شہری
کام ہے اور شکی مزاج لوگ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک عجیب کوشش ہے۔
ممکن ہے زمانہ آئندہ میں زیادہ اخراجات برداشت کر کے زیادہ اہم نتائج
حاصل کئے جائیں اور وسط افریقہ کے دریا، صحراؤں کی ریت کو آو کھا کپاس

کے کھیتوں یا گیہوں سے لدے ہوئے مرغزاروں میں تبدیل کر دیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ محققوں اور گورنمنٹ دونوں کو معدنی دولت حاصل ہو جائے اور آمدورفت کی زیادتی سے آمدنی کے ذرائع میں بھی اضافہ ہو جائے لیکن سب لوگ اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ یہ باتیں مستقبل بعید میں واقع ہو سکتی ہیں۔ بحالات موجودہ دریائے نیل کے پانی کو بہترین مصرف میں لانے کی ابتدائی تحقیقات کے علاوہ تمام کوششیں اس بات پر مرکوز ہیں کہ اس ملک کی آبادی کو جو ابتدائی منزل تہذیب میں ہے بے مطلب راستہ پر سے ہٹا کر انسانی ترقی کی ابجد کے مطالعہ میں مصروف کیا جائے۔ برطانیہ کلاں کو ان ممالک پر قبضہ رکھنے سے کوئی خاص سیاسی فائدہ سوائے اس بات کے حاصل نہیں ہے کہ دریائے نیل پر اقتدار قائم رہے اور مصر کو وحشی اقوام کے حملوں سے مامون ومصئون رکھا جائے۔ اغلبًا دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اتنے بڑے رقبہ کی آبادی کو اصلاح پر لانے کے لئے عمداً تجربہ اختیار کیا گیا ہے اور نہ ایسا ہی موقعہ پہلے کبھی پیش آیا ہے کہ ایک ہی کام میں دو ایسے متضاد حصہ دار شریک ہوں۔ جیسے دریائے ٹیمز پر رہنے والا صاف باطن انگریز اور دریائے نیل پر رہنے والا چالاک مصری۔ موجودہ نسل یہ معلوم کرنے سے قاصر ہے کہ آگے چل کر جرنیل گارڈن کی مایوسی صحیح ثابت ہو گی یا لارڈ کرومر کی امیدیں۔ کیا وہ وقت آنے والا ہے جب برطانیہ کلاں ایک اور شاہی نسل کی طرح اظہار فخر کر سکے گی اور یہ لوگ جن کی اصلاح کی کوششیں ہو رہی ہیں اس سے اظہار محبت کرینگے۔ یا کیا اس کی قسمت میں بھی وہی نتیجہ ظہور پذیر ہونا لکھا ہے جو ان فرضی فیاضوں کو پیش آیا تھا جن کا ذکر ایک لاطینی شاعر نے اپنے گیت میں کیا ہے۔ یعنی وہ جوان دھوکا سے نکلتے ہوئے نیم دیوتاؤں کو پیش آیا تھا جنھوں نے اس قسم کی کوششیں کی تھیں لیکن انہیں ثمرہ کچھ بھی حاصل نہ ہوا تھا۔

سوڈان کی امیدیں اس کے دریاؤں میں مرکوز ہیں اس کتاب کے آخری باب میں اس کی کامیابی کے مواقع کے تخمینوں کا خلاصہ درج کر دیا

جائیگا۔ سر ولیم گارسٹن اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کے روبرو جو مسئلہ درپیش ہے وہ نہایت اہم ہے۔ اگر اسے حل کر لیا گیا تو نہ صرف دنیا کی بہمرسانی اجناس خوردنی میں اضافہ ہوگا بلکہ سوڈان میں تہذیبی اثرات جو زیر عمل ہیں ان کو بھی ترقی حاصل ہوگی۔ اگر اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو ہمیشہ کے لیئے اس فتوے کو تصدیق کرنا پڑیگا جو اس کے سابقہ حکمرانوں میں سے بہترین اور سب سے قابل فرمانرواؤں نے اس کے متعلق دیا تھا یعنی یہ ملک بالکل بنجر ہے۔

خاتمہ

ترقی اور افزونی۔ رزرو فنڈوں کا استعمال سنکنگ فنڈ کی اجازت نہ ہونا۔ تجاویز آبپاشی۔ مصر اور سوڈان کا مستقبل رزرو فنڈ کے استعمال کی تجاویز۔ وسط مصر کے تاس کا سسٹم۔ مصری اور سوڈانی ریلیں۔ دریائے گاش۔ بند آسوان۔ نیل ابیض۔ دیگر تجاویز۔ لاگت کا تخمینہ سردست قیاسی ہے۔ ایک نظر بازگشت۔ لارڈ کرومر اور مصر۔ اسلام اور ترقی۔ ڈبلیو۔ جی۔ پالگریو و دیگر اصحاب کی اسبارہ میں رائے۔ برٹش اولوالعزمی اور کیرکٹر کے لئے سوڈان کی قدر و قیمت۔

لارڈ کرومر بالقابہم نے اپنی رپورٹ بابت ۱۹۰۳ء میں اندازہ کیا تھا کہ سنین آیندہ کی بچت کو کم کرنے یا تمسک داروں کے تحفظ کے لئے جس رزرو فنڈ کی ضرورت ہے اسے مصرف میں رائے بغیر تھوڑے عرصہ میں ۸½ ملین کے قریب رقم خاص اخراجات کے لئے بچائی جا سکے گی۔ ۱۹۱۰ء میں ۲۰ لاکھ کی مزید رقم مملکتی قرضہ کی ادائیگی سے حاصل ہو سکے گی۔ اس میں شک نہیں کہ ۱۹۱۵ء کے آنے میں ابھی دیر ہے تاہم ۹۰ لاکھ کے قریب رقم اس وقت بھی مصری گورمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اسے اگر ضرورت ہو تو فوراً صرف میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال جو کچھ بچت ہوتی ہے اس سے

گورنمنٹ کے بقایا میں معتد بہ اضافہ ہو رہا ہے۔ پس اب جب کہ مصری حکام کو اپنے رزرو فنڈوں پر کامل اختیارات دے دئیے گئے ہیں ان کی توجہ اس بارہ میں لگی ہوئی ہے کہ انہیں کس طرح بہترین طریقہ پر صرف کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس روپیہ کو فنڈ سے متعلق قرضہ کی تخفیف میں صرف کیا جائے تو یہ طریق عمل اس اعتبار سے چنداں انسب نہ ہوگا کہ پیداواری اغراض کے لئے ابھی مزید روپیہ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر حقیقی بچت کا روپیہ موجود نہ ہو تو پھر سنکنگ فنڈ کا کوئی مالی فائدہ نہیں ہے۔ پس اس جمع شدہ روپیہ کا بہترین مصرف یہی ہوسکتا ہے کہ اس سے فائدہ بخش کام لیا جائے۔ ان حالتوں میں لازم طور پر جس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ اولاً ۱۶۰۰۰۰۰ پونڈ مصری کی رقم اس مطلب کے لئے بہم پہنچائی جائے کہ وسطی مصر کی اراضی میں آبپاشی کا طریق اس طریق استمراری میں کامل طور سے بدل دیا جائے۔ یہ کام جو ضروری ہے جس وقت ختم ہو جائے گا تو موجودہ ایول پر اسوان اور اسیوط کے بندوں کی تعمیر کے متعلق پروگرام درجہ اتمام تک پہنچ جائے گا۔ دوسرے درجہ پر جو بات ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مصری ریلوں کو مکمل حالت میں لانے کے لئے آیندہ ۳ سال تک دس لاکھ سالانہ کی رقم بہم پہنچائی جائے۔ اس چالیس لاکھ کی مجموعی رقم میں ۹۰۰۰۰۰ پونڈ مصری کی وہ رقم بھی ملانی ضروری ہے جو دریائے نیل کی شاخہائے روزیٹہ اور ڈیمی ایٹہ کی اصلاح کے لئے درکار ہے۔ سردست جو سرمایہ موجود ہے اس میں ان تین کاموں کے لئے ۵۵۰۰۰۰۰ پونڈ مصری سے کم رقم درکار نہ ہوگی۔

دریائے نیل کی شاخ روزیٹہ کی اصلاح کا جو کام درپیش ہے وہ یہ ہے کہ اس کی چوڑائی کو ہر حصہ میں یکساں کر دیا جائے۔ اس مطلب کے لئے جہاں کہیں ضروری معلوم ہوگا کناروں کو پیچھے ہٹا دیا جائے گا تاکہ اس ملکی خطرہ کے بغیر جو بحالات موجودہ حد امکان میں ہے پانی کی زیادہ مقدار گذر سکے۔ شاخ ڈیمی ایٹہ کے متعلق جو کچھ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے

کہ اس کے اندر سے صرف اس قدر پانی گذارنے کا انتظام کیا جائے جو
ایک اوسط درجہ کی طغیانی سے زیادہ نہ ہو۔ جس وقت ڈیلٹا کے بندوں
میں سے غیر معمولی مقدار میں پانی گذرتا ہے تو اس حالت میں شمالی مصر کو
بہت سا خطرہ درپیش ہوتا ہے۔ اور اگر اس قسم کی طغیانی کو گذرے عرصہ
دراز ہو چکا ہو تو یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ اب وہ تھوڑے ہی عرصہ
میں پھر پیش آنے والی ہے۔ اب سے ۲۰ یا ۵۰ سال اس طرف کناروں
کے ٹوٹ جانے سے اس قدر نقصان کا احتمال نہ ہوا کرتا تھا جتنا کہ اب
ہوتا ہے۔ اِس کا تیقن اس طرح پر ہوتا ہے کہ اب مزروعہ علاقہ میں اصلاح
و توسیع ہو چکی ہے اور آبادی بھی بہت بڑھ چکی ہے۔ پس سر ولیم گارسٹن
جو تجویز پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ۹۰۰۰۰ پونڈ مصری کے قریب رقم
بندر کے شمال میں دریا کی دونوں شاخوں کو اصلاح کے لئے وقف کیا جائے
اور شاخ روزیٹہ میں خصوصیت سے اِس قسم کی اصلاح عمل میں لائی جائے
کہ جب کبھی خطرناک طوفان کے موقعہ پر اس میں سے پانی کی غیر معمولی مقدار
گذرے تو اس سے ملک کو کسی قسم کا خطرہ پیش نہ آئے۔ یہانتک تو معاملہ
بالکل صاف ہے۔ یہ تمام تجاویز اس قسم کی ہیں جو منظور ہو چکی ہیں۔ ان کے
لئے فنڈوں کی منظوری بھی عمل میں آچکی ہے اور ان کی نسبت خیال کیا
جا سکتا ہے کہ ان کا کام شروع ہو چکا۔ سواکن بربر ریلوے مکمل ہو چکی ہے
اور اسکی تعمیر کی لاگت جو ۱۷۵۰۰۰۰ پونڈ مصری تک پہنچ چکی اس کی بہم رسانی
کا فکر باقی نہیں ہے۔ ان کے بعد ایک اور عظیم قابل ذکر تجویز نیل ابیض
کے متعلق ہے جس کا ذکر آگے چل کر بالتفصیل کیا جائے گا۔ سوڈان میں
آبپاشی کی جس سکیم کا سب سے پہلے اختیار کیا جانا اغلب ہے وہ یہ ہے
کہ نواح کسلا میں دریائے گاش سے پانی حاصل کیا جائے۔ مصری سوڈان
کے مشرق کی طرف واقع دیگر دریاؤں کی مانند دریائے گاش بھی ایک
طوفانی ندی ہے اور سال میں ۸ ماہ خشک رہتی ہے۔ لیکن تخمینہ کیا گیا ہے

کہ ۵۰۰۰۰ پونڈ مصری کی لاگت سے اس ندی کے طوفانی پانی کو اس طرح منظم کیا جاسکتا ہے کہ ۱۰۰۰۰۰ ایکڑ اراضی کو اس سے سیراب کیا جا سکے۔ اگر اس قدر اراضی پر ۵۰ پیاسٹر (کم وبیش ۱۰ شلنگ) فی ایکڑ کے حساب سے لگان وصول کیا جائے تو ۵۰۰۰۰ پونڈ مصری کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ انجنیر اس سکیم کی تفصیلات پر غور کر رہے ہیں اور معلوم کیا گیا ہے کہ کام چلانے کے لئے ابتدائی سرمایہ بمقدار ۶۰۰۰۰ پونڈ مصری درکار ہے۔

اس کے علاوہ ترقی سوڈان کے لئے اور بھی متعدد تجاویز زیر غور ہیں لیکن وہ ابھی تک مبہم اور محتاج امتحان ہیں علاوہ بریں ان کا تعلق آبپاشی سے نہیں بلکہ ذرائع آمد و رفت کی اصلاح سے ہے۔ ان میں سے پہلی تجویز تو یہ ہے کہ نیل اسود کے کنارہ کنارہ واد مدینی تک جو صوبہ جزیرہ (نیل اسود) کا صدر مقام ہے ریل تیار کی جائے۔ یہ لائین جدارف جلابت اور ان کے علاوہ سوڈان کے دوسرے زرخیز علاقوں تک جائے گی علاوہ بریں اس کے ذریعہ سے اس بند کی تیاری میں بھی سہولیت ہو جائے گی جو نیل اسود پہ باندھا جانے والا ہے اس بند کے علاوہ صوبہ صنعار میں بمقام روزائرس جو واد مدینی کے جنوب شرق میں واقع ہے ایک ذخیرہ آب کی تجویز بھی زیر غور ہے۔ ایک اور ریلوے لائین کی نواحات ڈنگولا سے لیکر ابو حامد تک دریائے نیل کے صحیح دائیں کنارہ پر سے تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ تیسری کی ضرورت فوجی علاقوں میں ہو گی یہ لائین العبید سے دریائے نیل تک پہنچے گی اور اس کے ذریعہ سے کوردوفان کی گوند بھی بسہولیت منڈی تک پہنچائی جا سکے گی۔ ابھی ان مجوزہ لائینوں میں سے کسی کی نسبت لاگت کا تخمینہ نہیں کیا گیا لیکن بہر صورت خرچ بہت سا ہو گا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے تجاویز ہیں جن کا سلسلہ اس جگہ تک پھیلا ہوا ہے جہانتک نگاہ تخیل کام کر سکتی ہے ◆

۵۰۰۰۰ پونڈ مصری کی لاگت سے بند آسوان کی تیاری گو فی الحال بعض ایسی وجوہ سے ملتوی کردی گئی ہے جن کا تعلق عام پروگرام میں اس کے درجہ سے بہت کم ہے تاہم لارڈ کرومر نے اسکا ذکر ایسے الفاظ میں کیا ہے گویا اس کی طرف فوری توجہ دینی چاہئیے۔ زیادہ مدت نہیں گذری کہ سر ولیم گارسٹن نے اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ بند آسوان کی تیاری کا کام گورنمنٹ کے لئے ایک ایسا پروگرام ہے کہ جس پر اس کا بہت سا سرمایہ صرف ہوگا۔ ایک ایسے پروگرام میں جسکا منشا زیادہ مقدار میں بہم رسانی آب ہے بوا۔ مصر کی تمام ضروریات کے لئے مکتفی ہو یہ پہلا کام ہے۔ اس پروگرام کو عمل میں لانے کے لئے متعلقہ کاموں کے ایک وسیع سلسلہ کی ضرورت ہوگی جیسے نہروں اور نالیوں کی صورت دینی پڑے گی تاکہ زائد آب کے فواید پورے طور سے حاصل ہوسکیں۔ ایسے کام کی صورت میں سالہا سال تک بہت بڑے خرچ کی ضرورت ہوگی۔ بالائی مصر میں ۷۵۰۰۰۰ ایکڑ زمین ایسی ہے جہاں مدامی آبپاشی کا طریق رائج کیا جاسکتا ہے۔ اس تبدیلی کو ۴ پونڈ فی ایکڑ سے کم لاگت پر عمل میں نہیں لایا جاسکتا اور اگر بڑی بڑی نہروں کی تیاری یا درستی کی ضرورت پڑی تو یہ لاگت اور بھی زیادہ ہوجائیگی علاوہ بریں دریا کی آبی سطح کو بلند کرنے کے لئے کنہ اور سیوط کے درمیان ایک یا دو پشتے تیار کرنے پڑینگے ان میں سے ایک کی منظوری حال میں ۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ مصری کی تخمیناً لاگت پر دیجاچکی ہے۔ دس لاکھ کی ایک اور رقم نشیبی مصر میں مزید بہم رسانی سے پورا فایدہ حاصل کرنے کے لئے درکار ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں بہت سی نہروں کو تیار اور درست کرنا اور نئی نالیوں کو بنانا ضروری ہوگا۔ لیکن ان تمام تجاویز کا دارومدار نیل ابیض کے متعلق ایک بہت بڑے مسئلہ کے حل پر ہے اور بہم رسانی آب کا تیقن حاصل کرنے سے پہلے اسے حل کرنا لابدی ہے کیونکہ بغیر اس کے اس پروگرام کو سرانجام نہیں دیا جاسکتا ۔

سر ولیم گارسٹن نے اپنی ۱۹۰۴ء کی بڑی رپورٹ میں بحر الجبل کے متعلق اپنے پنجسالہ مشاہدات کے نتائج درج کئے ہیں (مخفی نہ رہے کہ بحر الجبل نیل ابیض کے اس حصہ کا نام ہے جو بحر الغزال کے اتصال کے بعد بجانب شمال بہتا ہے) اور اس کے پانی کو مزید مصرف میں لانے کے متعلق اپنے اخذ کردہ نتائج کا ذکر کیا ہے۔ ان کی اس رپورٹ میں ان مشاہدات کا بھی ذکر درج ہے جو انہوں نے خط استوا کی جھیلوں کے معائنہ کے موقعہ پر حاصل کئے۔ سر ولیم نے اپنا سفر محض اس غرض سے کیا تھا کہ وہ دریائے نیل کے بیسن (تاس) کے متعلق تمام واقفیت اور مسایل جمع کر کے انہیں ایک سہل صورت میں پبلک کے روبرو پیش کریں اور اس دریا کے آبی مسائل کے متعلق مختلف سوالات کو سمجھنے کے قابل بنانے میں مدد دیں اپنے سفر کے دوران میں سر ولیم گارسٹن نے ایسٹ افریقہ کی پروٹکٹریٹ (علاقہ زیر تحفظ) اور وادی گریٹ رفٹ کا اس غرض سے معائنہ کیا تھا کہ اس جلد ہی کے سفر کے دوران میں جہاں تک ممکن ہو ان علاقوں کی دیکھ بھال کر لی جائے جو رقبہ دریائے نیل کے ارد گرد واقع ہیں۔ جب ۱۲ مارچ ۱۹۰۴ء کی رپورٹ لکھی جا چکی تو سر ولیم نے پھر گونڈوکورو کا سرسری معائنہ کیا تھا جس کے مقاصد اور نتائج کا ذکر ان کی اصلی رپورٹ کے آخری تتمہ میں مندرج ہے۔

سر ولیم گارسٹن نے اندازہ کیا ہے کہ مصر کی مجموعی آبی ضروریات کے لئے پانچ ملیرڈ مکعب فٹ پانی کا ذخیرہ درکار ہے۔ جو زائد پانی درکار ہوگا اسے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سردی۔ بہار اور ابتدائے گرما میں بالائی نیل کا بہاؤ بڑھا دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر ولیم گارسٹن بہمسانی آب کے لئے بحر الجبل کی درستی کے خواہاں ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ اس کام کو اتنے بڑے پیمانہ پر کیا جائے کہ نہ صرف مصر بلکہ خرطوم کے شمال میں تمام وادی نیل کو بڑھی ہوئی بہمسانی آب کے فوائد حاصل ہو سکیں۔

نیلِ ابیض کے متعلق امرِ دقت طلب صرف یہ ہے کہ اس دریا کو اس علاقہ میں سے گذارا جائے جہاں کائی وغیرہ زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارا اشارہ کائی کے اس مشہور پشتہ کی طرف ہے جو گذشتہ چند سال سے موجود ہے اور جس نے کچھ عرصہ سے دریا کے بہاؤ کو بالکل ہی روک دیا ہے +

عبداللہ کے زوال کے بعد سے لے کر اس میں ایک راستہ کاٹ کر تیار کیا گیا ہے اور انگریز افسروں کا ایک چھوٹا سا گروہ ہمیشہ اس راستہ کو صاف رکھنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ لیکن اس دلدلی علاقہ کے اندر جہاں یہ کائی پیدا ہوتی ہے وہ ہمیشہ ہی تیرتی بنتی۔ جدا ہوتی اور پھر آپس میں ملتی رہتی ہے۔ رسالہ "نائنٹینتھ سنچوری اینڈ آفٹر" بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۳۴۹ پر مسٹر ولیم گارسٹن جی۔ سی۔ ایم۔ جی کا ایک مضمون "بالائی نیل کے بعض مسائل" پر شائع ہوا تھا جس کے دوران میں وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ بھیانک قطعہ سرکنڈوں کے سمندر کی طرح دور تک پھیلا ہوا ہے اور تمام اطراف میں کئی ہزار مربع میل پر محیط ہے۔ اس کا اکثر حصہ ایک خوفناک دلدل کی صورت میں ہے جہاں سے لمبے لمبے سرکنڈے اور پیپی رس اُگے ہوئے ہیں.... دور افق تک کوئی بلند چیز نظر نہیں آتی اور کوئی جھاڑی یا ٹنڈ منڈ درخت بھی اس بھیانک ہم آہنگی کو دور کر سکے تو اسے غنیمت جاننا چاہئے۔ ان دلدلوں میں جا بجا پایاب جھیلیں ہیں جن میں سے بعض بڑی بڑی ہیں اور یہ اس پانی سے بھری رہتی ہیں جو رودبار دریا سے رس رس کر ان میں آتا رہتا ہے۔ نیل ابیض کا زیادہ تر پانی جو ضائع ہوتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ کچھ تو بخارات بن کر ان جھیلوں پر سے اُڑ جاتا ہے اور کچھ آبی پودوں میں جذب ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت ان دلدلوں کا دریا کے پانی پر یہاں تک اثر پڑتا ہے کہ جس وقت بحر الجبل آخر کار اس علاقہ سے نکل کر چلتا ہے تو

اس میں اس پانی کا جو پہاڑوں سے لیکر چلا تھا صرف ۵۰ یا ۸۵ فیصدی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور نیل ابیض کے ساتھ ملنے کے وقت اس کا پانی جس مقدار میں ہوتا ہے اس میں سال بھر کے اندر بہت کم تبدیلی واقع ہوتی ہے"

کائی تیار کرنے والے پودے تین قسم کے ہیں:-

(۱) وہ جن کی جڑیں دریا کی تہ میں ہوتی ہیں مثلاً پیپی رس وغیرہ۔

(۲) وہ پودے جن کی جڑیں پانی میں ہوتی ہیں لیکن دلدل تک پہنچنے نہیں پاتیں مثلاً اُم سوف۔ جنگلی لوبیا۔ ارغوانی پھولوں کا اوہیا وغیرہ۔

(۳) وہ پودے جو سطح آب پر تیرتے رہتے ہیں اور اول الذکر دو اقسام کے پودوں کو ملا دیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر پودے مصری نہروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

پس سوال یہ ہے کہ پانی جو ان دلدلوں میں ضائع ہوتا ہے اسے بچا کر مصر کے اندر کیونکر پہنچایا جائے۔ بور سے لے کر سوبت کے مقام اتصال تک ۴۴۴ میل فاصلہ ہے جسکا ناپ دریا پر سے ہو سکتا ہے۔ گونڈو کورو سے بور کا فاصلہ ۱۰۹ میل ہے۔ یہاں اس دریا پر بڑے بڑے دلدل ہیں۔ لیکن کائی دار علاقہ بور سے ورے شروع نہیں ہوتا۔ بحر الجبل یعنی پہاڑی دریا بحر الغزال سے ملکر بحر ابیض یا سفید دریا بن جاتا ہے۔ بحر الظرف بحر الجبل کی ایک شاخ ہے جو آخر الذکر سے اسوقت جا ملتی ہے جب کہ اس نے اپنا آخری نام حاصل کر لیا ہوتا ہے۔

افسر آبپاشی کو جو بات فیصل کرنا ہے وہ یہی ہے کہ دریا کو بور اور اتصال سوبت کے درمیان کیونکر رو باصلاح لایا جائے کہ بور سے گونڈو کورو کو جانے والی بھمرسائی گرما محفوظ رہے اور جہاں تک کم دیر سے ممکن ہو اس کا سوبت کے اتصال پر پہنچایا جانا یقینی ہو سکے۔

سب سے اول جو بات ذہن میں آتی ہے وہ تو یہ ہے کہ یا تو بحر الجبل

یا بحرالظرف میں سے دلدل نکال کر اسے چوڑا یا گہرا کیا جائے اوران تمام راستوں کو بند کر دیا جائے جن سے ہو کر اسکا پانی دلالی زمینوں میں جاتا ہے تاکہ ضروری بہمرسانی کی مقدار دریا میں سے گذر سکے۔ ان دو تجاویز کے علاوہ ایک اور تجویز مسٹر جے۔ ایس۔ بیر سفورڈ سابق انسپکٹر جنرل صیغہ زراعت ہند نے پیش کی ہے جو اگر عملی طور پر ممکن ہو توسر ولیم گارسٹن کے خیال میں دونو تجاویز سے بہتر ہے۔ اس تجویز کا منشا یہ ہے کہ بورا اور سوبت کے اتصال کے درمیان ایک راستہ کاٹ کر تیار کیا جائے جو اتنا بڑا ہو کہ بالائی نیل کا تمام گرمائی پانی اس میں سے گذر سکے لیکن اتنا بڑا نہ ہو کہ اس میں سے طغیانی کا پانی بھی گذر سکے۔ خیال یہ ہے کہ طغیانی کے پانی کے خروج کا قدرتی ذریعہ یہ دلدل زمینیں ہیں اور مناسب یہی ہے کہ اس پانی کو اس طرف نکالا جائے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ پانی اس طرح پر بخارات بن کر اڑ اور ضائع ہو جائیگا اور گرمائی پانی اپنے رودبار کے اندر ہی محفوظ رہیگا جس کے ذریعہ وہ بہت کم تضیع کے ساتھ شمال کیطرف جاتا رہیگا۔ گونڈوکورو اور بور کے مابین نیل ابیض کو چوڑا اور گہرا ضرور کرنا پڑیگا۔ اور اس کے علاوہ ان راستوں کو بھی بند کرنا ہو گا جن میں سے ہو کر دریائی پانی دلدلوں میں ضائع ہوتا ہے۔

اگر آگے چلکر تفصیلات پر غور کرنے سے یہ تجویز ناقابل عمل ثابت نہ ہوئی تو بور سے اتصال سوبت و نیل ابیض تک ۲۱۰ میل کا سیدھا راستہ تیار کرنے کی یہ تجویز اس قسم کی سمجھی جاسکتی ہے کہ جس سے اس مشکل کو نہایت آسانی کے ساتھ حل کر لیا جاسکتا ہے۔ اس وقت جو بحرالجبل دور تک گھومتا ہوا دلدلی زمینوں میں سے ہو کر گذرتا ہے اس کے بجائے آیندہ سیدھا راستہ تیار ہو جائے گا جو خشک زمین میں سے ہو کر گذرے گا اور اسکا طول بھی حالت موجودہ کی نسبت بہت کم ہو گا۔ چونکہ اس کے سرے پر ریگولیٹر لگا ہوا ہو گا اس لئے اس چھوٹے راستہ کو ہر طرح پر زیر اختیار رکھا جاسکیگا۔ راستہ بھر میں بہت کم پانی ضائع ہو گا کیونکہ رفتار بہت تیز ہو گی اور پانی

دلدل کے مشرق کی طرف ہو کر گذرے گا۔ کھدائی سے جو مٹی حاصل ہوگی
اس کے ذریعہ دونو طرف آمد و رفت کے کنارے بنائے جاسکیں گے۔ رودبار
کے مشرق کی طرف جو نالیاں ہیں ان کا پانی اس سمت میں کسی مناسب طریق
پر جاری رہیگا اور طغیانی کا پانی اس میں بالکل داخل ہو نہ سکیگا۔ لیکن سردست
ان تینوں تجاویز کی خوبیوں پر بحث نہیں کیجا سکتی۔ بور سوبت اسکیم کے خلاف
خاص اعتراض یہی ہو سکتا ہے کہ اس پر اغلباً زیادہ لاگت اٹھے گی اور اُسے
عرصہ دراز میں تیار کیا جاسکیگا۔

آخیر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بحر الجبل کی صلاح کے ساتھ ہی اس
بات کی بھی تجویز ہے کہ جھیل البرٹ کے خارج شدہ پانی کو پتھروں کے ریگولیٹر
کے ذریعہ سے جو دہانہ نیل کے قریب کسی جگہ ہو باقاعدہ بنایا جائے۔ صرف یہی
ایک طریقہ ایسا ہے کہ جس سے دریا میں آبی بہمرسانی مدامی رہ سکتی ہے۔ اس
دریا میں پانی کچھ تو البرٹ نیانزا کا آتا ہے اور کچھ ان ندیوں کا جو جھیل اور
گونڈوکورو کے درمیان اس، کے اندر آکر گرتی ہیں۔ پانی جو جولائے سے لے کر
ستمبر تک گونڈوکورو کے پاس سے گذرتا ہے جب کہ طغیانی کا موسم ہوتا ہے
اس کا نصف حصہ جھیل کی طرف سے مہیا ہوتا ہے اور نصف معاون ندیوں
سے۔ جس وقت دریا پر اس کے منبع کے قریب یا خاص منبع کے مقام پر ریگولیٹر
بنا دیا جائیگا تو دریا ایسا ہو جائیگا کہ طغیانی کے زمانہ میں صرف اپنے معاونوں پر
مدار رکھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طغیانی کا پانی جو دلدلوں تک پہنچتا ہے بقدر
نصف رہ جائیگا جب ریگولیٹر کو بند کر دیا جائیگا تو جھیل کی سطح بلند ہو جائے گی
اور پانی محفوظ رہ سکے گا۔ جسے اس وقت استعمال کیا جاسکیگا جب کہ ندیوں کا
پانی خشک ہو جائیگا۔

بحر الجبل کے تاس میں ترمیم کرنے اور البرٹ نیانزا پر ریگولیٹر لگانے
کے متعلق یہ تجاویز زیادہ تر اس علاقہ کے لئے مفید ہیں جو خرطوم اور مصر کے
شمال میں ہے۔ باقی تجاویز جو کم و بیش ابھی زیر غور ہیں وہ صرف مشرقی اور

جنوب مشرقی سوڈان سے تعلق رکھتی ہیں۔ سوڈان کی آبپاشی کا تعلق نیل اسود سے ہے اور مصر کی بڑھتی ہوئی آبپاشی کا نیل ابیض سے۔ حبش میں جھیل لشانا پر ذخیرہ آب کی تیاری میں سیاسی مشکلات حائل ہیں اس صورت میں خرطوم کے جنوب اور جنوب مشرق میں وسیع پیمانہ پر مدامی آبپاشی کی تجویز کو خیر باد کہنا پڑیگا اور مشرقی سوڈان کی تجویزوں کو سرمائی اور طغیانی کی آبپاشی کے دوایر تک ہی محدود کر دینا ہو گا۔ ان حصص کی خاص پیداوار غلہ۔ اناج اور شائد کپاس ہیں جنھیں موسم طغیانی میں بویا اور سردیوں میں آبپاشی کی جا سکتی ہے۔ آبپاشی کی کسی ایسی تجویز کو عمل میں لانے کے لئے نیل اسود پر ایک یا دو بند یا ویٹر اس جگہ لگانے ہوں گے جو اس کے پہاڑی منبع اور خرطوم کے مابین واقع ہے۔ ان کے ساتھ ہی دونوں کناروں پر بڑی بڑی تقسیمی انہار کی ضرورت ہوگی۔ اگر اس اسکیم کے متعلق طریق بیسن کو بھی اختیار کیا گیا تو سرمائی ہمرسانی کی طرح طغیانی کے پانی سے بھی پورا پورا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے بیسن اگر وسیع رقبہ پر پھیلے ہوئے ہوں تو وہ تباہی خیز طوفان آنے بند ہو جائیں جو شمالی وادی نیل میں آیا کرتی ہیں۔

راہد دندار اور عطبرہ کے طغیانی کے پانی کو کام میں لانے کے متعلق بھی تجاویز زیر غور ہیں نیل اسود کی طرح یہ سب بارانی ندیاں ہیں جو حبش سے نکل کر سال میں کئی مہینے سوڈان کے مشرقی حصص کو سیراب کرتی ہیں۔ راہد کوہستان حبش میں سے نکل کر ۲۰۰ میل جنوب مغرب کی طرف بہتی اور آخر وادمیدانی سے اوپر ۸۰ میل کے فاصلہ پر نیل اسود میں جا ملتی ہے۔ دندار اور عطبرہ بھی راہد کی طرح حبش سے نکلتی اور نیل اسود میں جا ملتی ہیں سر ولیم گارسٹن نے اپنی تجویزوں کے اخراجات کا تخمینہ سردست ۲۱۴۰۰۰۰۰ پونڈ مصری یا ۱۹۳۰۰۰۰۰ پونڈ مصری کیا ہے جو نیل ابیض کی دو نو تجاویز کے متعلق علی الترتیب سمجھنا چاہئے۔ مخفی نہ رہے کہ اس میں سوڈان کے اندر ریلوے کی توسیع یا چھوٹے بارانی دریاؤں سے ذخیرہ آب تیار کر کے آبپاشی

کا کام لینے کی اسکیم داخل نہیں ہے۔ اپنی سنہ ۱۹۱۴ء کی رپورٹ کے تتمہ میں انہوں نے لکھا ہے:۔

"یہ دونو رقمیں جو اوپر درج ہوئی ہیں واقعہ میں بہت بڑی ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ ایسے کام کو تھوڑے عرصہ میں ختم کرنا امر محال ہے۔ فی الحقیقت اگر روپیہ مل سکے تو نہایت موافق حالات میں بھی ان کاموں پر دس سے پندرہ سال کا عرصہ لگ جانا بالکل قرین قیاس ہے علاوہ بریں ابھی ان دونو تجاویز میں کسی ایک کا وقت بھی نہیں آیا"

اس جگہ یہ امر بھی قابل تسلیم ہے کہ سردست اس بارہ میں جسقدر تخمینے کئے جارہے ہیں وہ سب فرضی ہیں۔ سب سے اول اس بات کی ضرورت ہے کہ لاگت کا تخمینہ معلوم کیا جائے اور اس مطلب کے لئے صیغہ آبپاشی کی طرف سے بہت سی سروے پارٹیاں سوڈان میں بھیجی گئی ہیں۔ جو اب مفصل تخمینے تیار کرنے کے ابتدائی کام میں مصروف ہیں۔ شاخہائے روزیٹہ و ڈیمیٹہ کے زیادہ خطرناک حصوں کی پیمائش بھی ہو رہی ہے اور اصلی کام شروع کر دیا جا چکا ہے۔

سطور بالا میں جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سوائے اس بات کے کہ افسران صیغہ آبپاشی کی توجہ ان تجاویز کی توسیع پر لگی ہوئی ہے جن کے ذریعہ سے سوڈان اور مصر میں بہمرسانی آب کو بڑھایا جاسکتا ہے اور کوئی خاص قابل ذکر بات طے نہیں ہوئی۔ یہ بات کہ مذکورہ بالا تجاویز کس حد تک سراب اور کس درجہ تک حقیقی ثابت ہونے والی ہیں اس وقت معلوم ہو سکے گی جب انجنیر لوگ کام کو ہاتھ میں لیں گے۔ بظاہر بہت سا کام ہے جو کیا جا سکتا ہے اور کام کا ذریعہ اسے پورا کرنے کے بدرجہ اتم اہل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کام میں مختلف مشکلات حائل ہوں گی مثلاً فنڈوں کا ناکافی ہونا۔ مصری آمدنی کا ان تجاویز میں صرف کیا جانا جو صرف سوڈان سے تعلق رکھتی ہیں اور آب و ہوا کا اثر لیکن ان سب

مشکلات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں کہ اس کی بدولت کام کی چھوٹی تفصیلات کے سوا اس کے کسی حصہ کو بالکل ہی چھوڑ دینا پڑے۔ سوڈان کو فائدہ پہنچانے کے متعلق جو تجاویز ہیں ان میں امر مشتبہ یہ سوال ہے کہ نئی زمین کی کاشت کے لئے کافی آبادی کب حاصل ہو سکے گی +

مصر کی داستان ۱۸۸۳ء سے لے کر زمانہ موجودہ تک کسیقدر اجمال کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے اور اس میں تمام اہم اور پیچیدہ معاملات کا ذکر بھی کیا جا چکا ہے۔ چند سال سے اس مضمون پر بہت سی سرکاری کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لارڈ کرومر کی سالانہ رپورٹوں کے علاوہ جن کے ذریعہ ۱۸۹۰ء سے لے کر سال بھر کے کام کا خلاصہ معلوم ہوتا رہا ہے وہ طویل رپورٹیں بھی قابل ذکر ہیں جو سر ولیم گارسٹن نے لکھی ہیں۔ سر ایجینالڈ ونگیٹ اور ان کے ماتحتوں نے جو مفصل کتب "اینگلو مصری سوڈان" کے نام سے لکھی ہیں اور جنہیں کونٹ گلیکن نے تالیف کیا ہے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ مصر اور اسکی ڈیپنڈنسی اب ایسی کتب ہیں جنہیں ہر شخص پڑھ سکتا ہے اور چند سال کے عرصہ میں سیاحوں کو خرطوم سے بھی اتنی ہی واقفیت ہو جائیگی جتنی اب قاہرہ سے ہے۔ اور کسی روزان صاحب دولت نوجوانوں کا سفر جو پبلک زندگی میں حصہ لینے کا شوق رکھتے ہیں اس وقت تک مکمل نہ سمجھا جایا کریگا جب تک کہ قاہرہ سے راس تک سیاحت نہ کیجائے۔ سوڈان میں ہمارے جانشینوں کے لئے غیر معمولی دلچسپی کا زمانہ آنے والا ہے۔ آجکل جو تحقیقاتی کمپنیاں مصروف کار ہیں انہیں اگر کسی مقدار میں یا کسی طرح قابل قدر معدنیات حاصل کرنے میں کامیابی ہو گئی تو اس صوبہ کو جہاں وہ معادن معلوم ہونگی نسبتاً جلد ترقی حاصل ہو گی۔ جوں جوں آبپاشی کو وسعت ہو گی آبادی بڑھے گی اور اناج اور کپاس کی پیداوار میں بھی اس نسبت سے اضافہ ہو گا +

جس وقت برطانیہ کلاں گذشتہ ۲۲ سال کے عرصہ پر ایک نظر

بازگشت ڈالتا ہے تو باوجود اپنی بعض غلطیوں اور اتفاقی حوادث کے اسے بہت سی باتیں ایسی نظر آتی ہیں جن پر وہ بجا طور سے فخر کر سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ امر موجب طمانیت ہے کہ مصر سے قبل از وقت فوجیں واپس بلا لینے کی غلطی اس سے سرزد نہ ہوئی جس سے یقیناً تازہ بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتیں اور نہ وہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کو اپنے ہمراہ قاہرہ تک لیجانے کی غلطی کا مرتکب ہوا۔ اس کے لئے یہ امر موجب مسرت ہو سکتا ہے کہ اس نے مصری سوڈان میں درویشوں کی ظالمانہ حکومت کا خاتمہ کیا اور ان علاقوں میں امن و انصاف کی بحالی کے کام میں اپنا حصہ سر انجام دیا۔ اس کے لئے یہ بات بھی کچھ کم موجب فخر نہیں ہے کہ سارے یورپ کی منظوری سے وہ مصر پر قابض ہے جہاں وہ زمانہ حال کے کلوسس کی مانند اس تنگ دروازہ کے اندر داخل ہو رہا ہے جو مغربی نصف کرّہ سے مشرقی نصف کرّہ کی طرف جاتا ہے اور یہاں سے ان تمام راستوں کی نگرانی کرتا ہے جو اس کی ہندی سلطنت کو جاتے ہیں سب سے بڑھ کر اس کے لئے یہ بات موجب ابتہاج ہے کہ قاہرہ میں پہنچنے کے وقت سے اس نے اس جگہ ایک ایسے شخص کو مقرر کر دیا ہے جو قدرتی قابلیت تجربہ۔ اور کیرکٹر کی رو سے اس کے اغراض و فوائد کے تحفظ کے لئے ضروری تھا اور جس نے اس قوم کے فلاح کو یقینی بنانا تھا جس کی ذمہ داری اس نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ لارڈ کرومر کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ اس کا جواب یہی مل سکتا ہے کہ وہ جفاکش۔ مالی قابلیت۔ انتھک صبر۔ اعلیٰ اخلاقی دلیری اور دیسیوں کے کیرکٹر سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی صاف دلی اور صاف بیانی سے عوام کا اعتماد حاصل کر لیا ہے لیکن گو یہ سب باتیں راست ہیں تاہم اس سوال کا پورا جواب نہیں۔ اس کا جواب صرف اس صورت میں مل سکتا ہے کہ ہم ان کی اختیار کردہ پالیسی پر غور کریں۔ اگر ہم اس لفظ کے صحیح معنے لیں تو ان کی پالیسی صریح طور پر لبرل

رہی ہے۔ ان کی پالیسی کا مدعا یہ رہا ہے کہ سب سے زیادہ تعداد کے لوگوں کی سب سے زیادہ بھلائی ہو سکے اور لوگ خوشحالی کی وجہ سے قانع رہیں۔ اس سے پہلے مصر میں جس قسم کی حکومت تھی اُنھوں نے اُس کی بالکل کایا پلٹ کر دی۔ ان کی پالیسی ہمیشہ یہ رہی ہے کہ بہتوں کو تھوڑوں پر ترجیح دیجائے اور محتاجوں کا مستحق لوگوں سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ لیکن اس پالیسی نے نہ صرف مصری روایات کو منقلب کر دیا ہے بلکہ وہ خاص خاص پہلوؤں کے اعتبار سے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی پالیسی سے مختلف رہی ہے۔ مصر میں دیہیوں کا استحقاق مالی مشکلات سے تحفظ کے بارہ میں جسقدر مدنظر رکھا گیا ہے اتنا ہندوستان میں تسلیم نہیں کیا گیا۔ مادی اور اخلاقی دونو طرح کی ترقی کو مدنظر رکھا گیا ہے گو اُنھیں عمداً دوسرے درجہ پر رکھا ہے۔ صاحب ایجنٹ کی پالیسی کی مالی بنا اس بات کی خواہش پر رہی ہے کہ ٹیکس ادا کرنے والے کے ہاتھ میں سر رابرٹ پیل کے اس فقرہ کے مطابق جو لارڈ کرومر نے ہندوستان میں برتا تھا اور اب مصر میں دوہرایا ہے لوگوں کی جیبوں کو پُر رکھنے کے لئے خاص گنجایش رہ جائے۔ اس میں شک نہیں کہ ٹیکس دینے والے کے ہاتھ میں جو کچھ بچ رہتا ہے اس میں سے کثیر التعداد حصہ کچھ بھی پھل نہیں لاتا۔ اس کے اصراف سے نفع حاصل نہیں ہوتا اور وہ عارضی خوشیوں کے حصول میں ضائع ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے اور وہ جسقدر ثمر لاتا ہے وہ مالی قیمت کے علاوہ کچھ اور خصوصیت بھی رکھنے والا ہوتا ہے۔ آزادانہ فسکل پالیسی سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں قابل ذکر یہ ہیں کہ لوگوں میں مالی سپرٹ۔ دور اندیشی۔ ایثار اور کفایت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ان صفات کے حصول کی مصر میں جتنی ضرورت ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ لارڈ کرومر کی پالیسی کی بنا یہی رہی ہے کہ مصریوں کے ساتھ ہمدردی برتی جائے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے انھوں نے انتظامی دعاوی کو دوسرے درجہ پر رکھکر عوام کے جذبہ کو سب سے بڑھکر قابل

توجہ سمجھا ہے۔ وہ فطرتاً تمام مسائل پر محض ایک معلم یا منتظم کے نقطہ خیال سے نہیں نظر ڈالتے رہے بلکہ حتے الامکان خود مصریوں کے نقطہ نظر سے انہیں دیکھتے رہے ہیں۔ لارڈ کرومر نے چونکہ نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ دیسی آبادی کے نقطۂ خیال کا مطالعہ کیا ہے اس لئے ایک طرف تو ملک کے باخبر اور روشن خیال حلقوں میں اُن پر اسقدر اعتماد و اعتبار رکھا جاتا ہے جتنا اور کسی غیر ملکی شخص پر نہیں رکھا گیا اور دوسری طرف ان پر اسقدر نکتہ چینی کی گئی ہے جس کی نظیر بمشکل ملتی ہے جس کا باعث محض یہ ہے کہ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ مصر میں بہت سے کام دیسی تعصب کے نیچے دبے رہتے ہیں اور دیسی جہالت کی قدامت پرست ترجیح کے ساتھ زیادہ رعایت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے لارڈ کرومر نے ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کو فراموش نہیں کیا کہ وہ مصر میں اہل مصر کی طرف سے موجود ہیں اور ضروری ہے کہ اندرونی انتظام یا مالی معاملہ پر اس طرح غور کیا جانا چاہئے کہ اہل ملک کو فائدہ حاصل ہو۔ نیز یہ کہ میرے سپرد انہی کی آمدنی انہی کی زمین اور انہی کی جائداد ہے۔ ان کی سالانہ رپورٹیں بھی زیادہ تر مصری حاضرین ہی کو مخاطب کر کے لکھی ہوئی ہوتی ہیں چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:۔

"اگر مجھے محض ہز مجسٹی کی گورنمنٹ یا برٹش پارلیمنٹ یا پبلک کے لئے سب کچھ لکھنا ہوتا تو اغلباً میرے لئے صرف اسیقدر کافی ہوتا کہ مصری معاملہ کے خاص خاص پہلوؤں پر بحث کی جاتی۔ لیکن اس سے مصری پبلک کا اطمینان ہونا دشوار ہے۔ کیونکہ وہ لوگ متعدد مقامی دلچسپی کے معاملات پر مفصل واقفیت حاصل کرنے کے متوقع ہیں۔ میرا جہاں تک ان سالانہ رپورٹوں کی تیاری سے ذاتی تعلق ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ میری خواہش یہی رہی ہے کہ انہیں جہانتک ہو سکے تعلیمی بناؤں یعنی میں نے نہ صرف اسبات کی کوشش کی ہے کہ محض واقعات کے بیان پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ

میری سعی اس بارہ میں یہی رہی ہے کہ مصریوں اور بالخصوص ان کی نئی پود کی (جو اپنے والدین کے زمانہ ثبات کی حالتوں سے مختلف حالات میں بلوغ کو پہنچ رہے ہیں) توجہ اس مستقبل پر لگائی جائے جو ان کے ملک کو حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک ایسے ملک کے باشندے ہونے کی حیثیت میں جو ترقی تہذیب میں جلد جلد قدم اٹھا رہا ہے ان کا خیال عام دلچسپی کے امور میں منہمک کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مضامین ان لوگوں کے لئے خاص دلچسپی کا موجب ہو سکتے ہیں جنہوں نے مختلف حیثیتوں میں مصری گورنمنٹ اور انتظام میں حصہ لیا ہے۔ اگر میں ان لوگوں میں سے قلیل التعداد جماعت کو بھی ان بواعث پر غور کرنے کے قابل بنا سکا جن کی وجہ سے بہت سی مشرقی سلطنتیں زوال پذیر ہوئیں اور ان کی توجہ ان طریقوں پر مبذول کرانے میں کامیاب ہوا جو ان بواعث کو پیدا نہ ہونے دیں تو میں سمجھ لوں گا کہ میرا مدعائے خاص پورا ہوگیا اور میرے ہم جلیسوں کی محنتیں ضائع نہیں ہوئیں"

آگے چل کر انہوں نے اسی رپورٹ بابت ۱۹۰۴ء بلیو بک مصر ۱۹۰۵ء میں جس کے صفحہ کا طویل اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے اس بات پر اظہار طمانیت کیا ہے کہ میری گذشتہ رپورٹ کی جن ۵۰۰ جلدوں کی مصر میں اشاعت کی گئی تھی ان میں سے اکثر اعلیٰ درجہ کے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھی اور زیر بحث لائی گئی تھیں۔ ایک نامور عربی اخبار کے ایڈیٹر نے گذشتہ چند سال کے عرصہ میں سالانہ رپورٹیں ورنیکولر میں ترجمہ کی تھیں اور ۱۹۰۴ء میں ۳۰۰۰ کاپیاں خریداران اخبار کو مفت دی اور فروخت کی گئی تھیں۔

"وہ بواعث جن کی وجہ سے بہت سی مشرقی سلطنتیں زوال پذیر ہوئیں" یہ ایک ایسا نازک مسئلہ ہے کہ اوسط درجہ کا ہر ایک یورپین اس پر رائے قائم نہیں کر سکتا۔ اگر فقرہ اس طرح پر ہوتا کہ "بہت سی اسلامی سلطنتیں زوال پذیر ہوئیں" تو غیر مناسب تھا۔ لیکن مجلسی زندگی کی ایک ایسی اسکیم جو عالمان فقہ کی بے ثمر روایات کی سند پر

دار و مدار رکھتی ہے گورنمنٹ کا ایسا طریق جس کے اصول و ضوابط کا انحصار زمانہ گذشتہ کے الٰہیات پر ہے ایسا تمدّن جس کی زمین کو کبھی بالکل نیا نہیں کیا جا سکتا بلکہ خواہ اسے کتنا بھی اُلٹا پلٹا یا صاف کیا جائے حقیقت اور اصلیت میں وُہی رہتی ہے ایسی مجلسی زندگی۔ طریق حکومت و تمدّن سے گو عوام کی ذہنی و خیالی ترقی میں کبھی نمایاں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی تاہم اس سے مستقل اور مدامی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جن لوگوں نے اس طریق پر تربیت حاصل کی ہو وہ رائے کے معاملہ میں سند پر عمل کرتے اور مجلسی معاملات میں رواج پر چلتے ہیں۔ وہ جو قدم آگے اٹھاتے ہیں اس میں کوئی نہ کوئی قدیم حکم رکاوٹ ڈالنے والا پیدا ہو جاتا ہے جو یا تو خدائی فرمان یا روائتی حکم خیال کیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ایسے لوگوں کے بڑھتے ہوئے اعضاء کو چینی عورتوں کے پاؤں کی طرح جکڑ کر کس دیا جاتا ہے اور وہ خلاف فطرت چھوٹے درجہ کی بالیدگی حاصل کرتے ہیں۔ ولیم گفرڈ پالگریو سے بڑھ کر اسلامی تمدّن سے کون واقف ہو سکتا ہے۔ دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب "مشرقی مسائل پر مضامین" کے صفحہ ۹۴ (لندن میک ملن اینڈ کمپنی ۱۸۷۲ء) پر اس بارہ میں کیا لکھا ہے:-

"ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں میں مذہب اور شرع کو جو ایک مانا گیا ہے وہ ان کے سسٹم کا ایک بہت بڑا نقص ہے اور اس سے ان کے ممالک میں اچھی گورنمنٹ کی ترقی اور مجلسی ارتقاء میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کوئی بھی مذہب آجتک ایسا پیدا نہیں ہوا جس کے عقائد اسلام سے کم مشتبہ۔ عمل کم جابرانہ اور نواحی حالات کم اشتباہ آمیز ہوں تاہم یہ بھی ایک مذہب ہے اس لئے دیگر تمام مذاہب کی طرح جواب تک نمودار ہوئے ہیں یہ بھی دل کو تنگ بناتا۔ قواء میں رکاوٹ ڈالتا اور سب سے بڑھ کر اس نقص کو اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس میں وقتاً فوقتاً وہ تبدیلی عمل میں نہیں آسکتی جو انسان کے مدام متبدّل

حالات کے لئے بنائے ہوئے قانون میں ہوتی رہتی ہے۔ بخلاف
اس کے اس میں شبہ نہیں کہ ان دو باتوں کے ملکر ایک بن جانے
سے دونو کو زائد طاقت حاصل ہوگئی ہے اور وہ جس دائرہ کو تنگ
کرتا ہے اسی کو مضبوط بناتا ہے"

آگے چل کر پھر لکھا ہے:-

"جن بہت سی باتوں میں اسلامی شرع اگر قابل مرمت نہیں تو
کم از کم تبدیل شدہ حالات کے مطابق ترمیم کے قابل ہے ان میں
سے ایک وہ رکاوٹیں ہیں جو اس نے تجارت پر عاید کر رکھی ہیں
یہ رکاوٹیں بہت سے احکام و ممانعات کی صورت میں ہیں جن
سے اکثر مذاہب پا بزنجیر رہے ہیں اور جن سے نسبتاً آزاد ہونے
کے باعث مسیحیت کو خاص خوبی حاصل ہوئی تھی۔ اسلامی شرع
سادہ اور بعض کے نزدیک اصولاً ناقص ہے۔ اس کی سب سے
بڑی غلطی وہ عملی قواعد ہیں جو مجلسی اور ذاتی زندگی کے ہر ایک
شعبہ پر حاوی ہیں۔ ان قواعد میں سے بعض کا ذمہ دار قرآن
ہے اور بعض کی روایات۔ ان ممانعات میں سے بہت سی اس
زمانہ میں مقامی اور قومی نقطہ خیال سے درست تھیں لیکن اب
چونکہ مذہبًا ان میں تبدیلی کی اجازت نہیں اس لئے زندگی کی
تبدیل شدہ حالتوں میں وہی قواعد سخت مضر ثابت ہونے لگے
ہیں۔ چنانچہ شادی۔ ورثہ اور غلامی کے متعلق تمام قواعد ایسے
ہی ہیں جو عرب کی سابقہ حالت پر بلا شبہ بمنزلہ اصلاح ہیں
اور حضرت محمد کے وقت سے پہلے دنیا کے دیگر حصوں کے مقابلہ
میں بہتر سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن باوجود اس وصف کے اس
ترقی یافتہ زمانہ میں وہ یقیناً مضر ہیں۔ اسی ضمن میں وہ رکاوٹیں
بھی آتی ہیں جو اس عربی قانون ساز نے تجارت پر عائد کیں

جن میں سب سے بڑھ کر قابل ذکر دو رکاوٹیں ہیں ایک تو سوڈ کی اور
دوسری خرطی معاہدہ کی "
منجملہ دیگر نقایص کے اسلام میں مدخولہ عورتیں رکھنے اور ایک سے زیادہ
شادیاں کرنے کی مسلمہ خرابیاں موجود ہیں جس کا نہایت مضر اور ناگوار اثر
خانگی زندگی کنبہ کے کیرکٹر اور بچوں کی تعلیم پر پڑتا ہے۔ عورتوں کا
مردوں سے علیحدہ رکھا جانا ایک اور قابل ذکر خرابی ہے کیونکہ اس کے معنی
خواہ کچھ بھی ہوں بہرنوع اسکا اثر نہ صرف ان غریب عورتوں پر پڑتا ہے
جنہیں گھر کی چاردیواری میں محبوس رکھا جاتا ہے بلکہ اس جنس (مردوں)
پر بھی جو ان کے مجلسی تعلقات سے محروم ہونے کے باعث اس نرم اور انسانیت
پیدا کرنے والے عنصر کو نہیں پاسکتے جو بصورت دیگر حاصل ہوسکتا تھا غلامی
کے متعلق جو حدیثیں آتی ہیں وہ بھی قابل ذکر ہیں کیونکہ اس سے نہ صرف
محنت اور مشقت کا وقار تلف ہوتا ہے بلکہ انسانیت کا معیار بھی زائل ہوجاتا
ہے۔ وہ بھدے طور پر چھپائی ہوئی لیکن سلگنے والی عداوت جو اسلام کو
تمام غیر اسلامی امور سے بجائے خود ایک نہایت افسوسناک امر ہے۔ اسلام
کا دعوےٰ ہے کہ اس کی بادشاہت نہ صرف اس دنیا کے لئے ہے بلکہ اگلے
عالم میں بھی۔ جو لوگ اس مذہب کے دائرہ میں نہیں ہیں وہ خواہ کسی بھی
مذہب یا عقیدہ کے ہوں انہیں نگاہ نفرت سے دیکھا جاتا ہے اور پیغمبر اسلام
کے وعدوں کی وجہ سے ان لوگوں میں ہر وقت بے چینی اور غالب آنے
کی امید لگی رہتی ہے۔ آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ لوگ چونکہ قضا و قدر
کے ماننے والے ہیں اس لئے خالق نے ان کے لئے جو جگہ تیار کر دی ہے وہ
اس میں اصلاح کرنا نہیں چاہتے اور یہی باعث ہے کہ تمام مشرقی لوگ
امن پسند ہیں۔

پس ایک اوسط درجہ کے مصری کے آگے جو مسئلہ پیش ہوتا ہے وہ
یہ ہے کہ اپنے مذہبی احکام اور ان کے شارحین کے مضامین کو مدنظر رکھتے

ہوئے وہ اپنے آپ کو جس حالت میں پاتا ہے اسے کیونکر بہتر بنا سکتا ہے۔ اس کے گرداگرد اس قسم کے احکام اور واجبات کا حلقہ ہے جن کی نسبت خدائی سند کا دعوے کیا جاتا ہے بحالیکہ یہ سب باتیں اب اس کے حسب حال نہیں رہیں۔ اس کے دل میں طرح طرح کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں کہ وہ ان وسائل سے اپنے کو آزاد کرے جو اس کی مذہبی روایات سے مطابق نہیں ہیں اور نہ اس کے مسلمہ محدثین کی منظور کردہ ہیں۔ جس وقت حواری نے بت پرست لوگوں سے کہا کہ قانون تمہارا معلم ہے لیکن اعتقاد حاصل کرنے کے بعد تم قانون کے ماتحت نہ رہوگے تو اس نے انہیں اس مشکل سے بچنے کی راہ دکھا دی جس میں حضرت محمد کے پیرو بے طرح الجھے ہوئے ہیں۔ ہرچند کہ ازمنہ مابعد میں بہت سی کوششیں اس بارہ میں کی گئیں کہ اسلام کی مرشدانہ حیثیت قائم رہے اور پبلک کے ضمیر کو غلامی کی حالت میں لانے کی کوشش کی جائے تاہم مغرب اپنے روحانی عروج کی وجہ سے اس غلامی کی زنجیر سے بچ نکلا۔ کسی قوم کے ارتقاء کی راہ میں اس سے بڑھ کر اور کونسی رکاوٹ حائل ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی مجلسی زندگی کے متبدل تعلقات میں ان مذہبی احکام وضوابط کی پابندی پر مجبور ہو جنہیں بجا طور پر "کمزور اور فقیرانہ عناصر" کہا گیا ہے۔ اور جو ممکن ہے اب سے صدیاں پیشتر مناسب حال ہوں اس زمانہ مابعد کی ضروریات اور حالات کے ہرگز مطابق نہیں ہو سکتے۔ بچاؤ کو مشکل بنانے والے اور کوئی بندھن ایسے مضبوط نہیں ہوتے جیسے وہ جنہیں اس قسم کا قانون یا آئین عائد کرتا ہے۔ جسے براہ راست الہام سے تعلق رکھنے کا دعوے ہے یا جس میں خدائی مضامین کی موجودگی بیان کی جاتی ہے۔ جہاں کہیں ایسا سسٹم موجود ہو وہ جدت کو دہریہ پن کا نام دھرتا ہے اور مجلسی مصلحین کی طرف سے جو کوششیں عمل میں لائی جائیں انہیں کتاب الہامی کے متن یا مطلب کے خلاف قرار دیتا ہے۔ وہ نہایت تنگ قدامت پسندی کو خدائی منظوری

دیتا ہے اور اجتماعی زندگی کی قدیم اور معدوم صورتوں کو صحیح تسلیم کرتا ہے
پالگریو نے اپنی کتاب " وسط اور مشرقی عرب " کی جلد اول صفحہ ۲۷۲
پر لکھا ہے :-

" اسلام کا نچوڑ یہ ہے کہ وہ ایک ساکن مذہب ہے ..... اسلام
بے جان ہے اور بیجان ہونے کی وجہ سے نہ بڑھتا ہے نہ ترقی کرتا
اور نہ بدلتا ہے ۔ اسے ایسا ہونے کے لئے بنایا ہی نہیں گیا ۔ اسکا
مقولہ ہے " کھڑے رہو " اور یہی اس کی لازم شرط ہے "

ایسے ہی سٹانلے لین پول نے لین کے اقتباسات کے دیباچہ میں لکھا ہے
" ایک مجلسی سسٹم کی حیثیت سے اسلام بالکل ناکام رہا ہے " اور دوسرے
تمدن اسلام بالکل بنجر ہے ۔ اگر اب بھی وہ اپنے احکام و مضامین کو زمانہ
موجودہ کی ضروریات کے مطابق بنا سکے تو اس کے مقلدین دنیا کی ترقی کن
اقوام میں حصہ لے سکتے ہیں لیکن شاذ مستثنیات کے سوا اس قسم کی کوئی
علامت نظر نہیں آتی بلکہ بخلاف اس کے جو علامات گذشتہ چند سال کے
عرصہ سے مسلمانوں میں نظر آ رہی ہیں وہ حد درجہ کی رجعت پسندانہ ہیں
بعینہ ایسی جیسے کوئی دریا اپنے منبع کیطرف پلٹنا چاہے ۔ یہ بات یاد رکھنے
کے قابل ہے کہ سلطان ٹرکی خلیفۃ المومنین بھی ہے ۔ یہ بات بہت بڑے
تیقن کے ساتھ عرض کی جا سکتی ہے کہ جب تک ترکوں کو یہ پوزیشن حاصل
ہے بجائیکہ انہیں نہ تو تبتانا ... یہاں نئے طریقہ پر اس کا کوئی حق حاصل
ہے ۔ ان تحریکوں کی ترقی کا بہت کم موقعہ ہو سکتا ہے جو بورڈ داد کی
سپرٹ کو کتاب مقدس یا روایات کے احکام و ضوابط کے مطابق بنانے
کی کوشش کرے ۔

آخر میں ان بحث طلب مسائل کو چھوڑ کر ہمیں فقط اس قدر اور بیان
کرنا ہے کہ گو بہت سی باتوں نے ملکہ مصر کو نجات دلائی اور اس کی بحالی کی
صورت پیدا کی ہے تاہم زمانہ کی مدد کے بغیر کوئی مدامی اثر ظاہر نہیں ہو سکتا

اگر گذشتہ ۲۳ سالہ محنت کے دیرپا نتائج مطلوب ہوں تو اس کے لئے عرصہ دراز کی ضرورت ہوگی۔ جس تیزی سے بدامنی کی جگہ امن کی حکومت اور دیوالہ کی جگہ خوشحالی نے لی ہے وہ غلط فہمی میں ڈالنے والی ہے۔ یہ نتیجہ غیر ملکی لوگوں کی تحریک اور قابلیت سے پیدا ہوا ہے اس سے اس بات کی ضمانت نہیں ہوتی کہ اگر وہ اب ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں تو باقی حالتیں بغیر کسی تبدیلی کے اپنی موجودہ صورت میں رہیں گی۔ اسلام کا سوال تو الگ رہا مصر میں کوئی دیسی طاقت ایسی نہیں جو جاری رکھنا تو ایک طرف رہا اس کام کو سال بھر تک برقرار ہی رکھ سکے جو اصلاح کے بارہ میں ہو رہا ہے۔ مدعا یہ کہ جس وقت وہ ہاتھ جو تمام معاملات کو چلا رہا ہے ہٹا لیا گیا کچھ بھی نہ ہوسکیگا۔ ہمیں ایک لمحہ کے لئے بھی دیسی اخبار نویسوں کے زبانی جمع خرچ کو موجب تیقن نہ سمجھنا چاہئے اور نہ ان لوگوں کی باتوں میں آنا چاہئے جو جو ان پارٹی کے نمایندے کہلاتے ہیں۔ مصر میں ۱۸۸۳ء سے اس وقت تک جس قسم کا کام ہوتا رہا ہے اسے جاری رکھنے کے لئے طرار زبان اور تیز قلم سے بڑھ کر کسی اور چیز کی بھی ضرورت ہے۔ انگریزوں کو ہندوستان میں آئے ڈیڑھ صدی سے زائد عرصہ گذرا ہے۔ سالوں کے اعتبار سے عرصہ بہت طویل نظر آتا ہے لیکن اس سے پہلے جو صدیوں کا عرصہ گذر چکا ہے اس کے مقابلہ میں ڈیڑھ سو سال کیا چیز ہیں۔ انگریزوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد اس جگہ جس قسم کی ترقیاں عمل میں آچکی ہیں اُن پر نظر رکھتے ہوئے یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ مصر میں ترقی کی رفتار زیادہ تیز ہوگی۔ جب تک اس ملک کے لوگوں میں اجتماعی ضروریات کا احساس شہری خوبیوں کا خیال۔ مجلسی تحریک۔ ایک عام مدعا کے حصول کی آرزو نہ ہو اور جس وقت تک ان کے اندر اخلاق اور دلیری کا پیمانہ کمتر درجہ کا رہیگا۔ اس وقت تک لوگوں کے مصر میں ازسرنو زندگی پیدا کرنے کے کام میں نمایاں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ سوال یہ ہے کہ ان صفات کو کہاں تلاش کیا جاسکتا

ہے؟ کون سے اثرات ان کو ترقی دے سکتے ہیں؟ کیا خدیو معظم پاشاؤں یا علما کو اس سے کچھ تعلق ہے؟ اسکندریہ سے لے کر آسوان تک نظر دوڑائی جائے تو شائد کوئی آدمی ایسا نظر آجائے جس کے اندر یہ صفات موجود ہوں لیکن تمام صفات کا مجموعہ کہیں نظر نہیں آتا۔ اس قسم کے غیر معمولی شخص کو جس قسم کا عروج حاصل ہوتا ہے وہ بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ جس فرقہ سے نکل کر اس نے ترقی حاصل کی ہے وہ کسقدر مردہ ہے۔ مصر کے اندر صدیوں تک جو حکومتی بدانتظامی جاری تھی اس کا اثر مصریوں کے کیرکٹر پر گہرا پڑ چکا ہے۔ اس کے نقائص ان کی روح تک میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس وقت کے عرصہ دراز بعد تک جب کہ ظلم کا خاتمہ ہو چکا ہوگا اس کے عیوب مظلوم اقوام کی غیر مردانگی اور غلامانہ طبیّت میں نمایاں رہیں گے۔ کیونکہ "وہ خرابی جو لوگ کرتے ہیں ان کے مرنے کے عرصہ دراز بعد تک قائم رہتی ہے" مصر کے زیادہ روشن خیال فرزند اسوقت اور زمانہ آیندہ میں عرصہ دراز تک جو کام فائدہ کے ساتھ کر سکیں گے وہ یہ ہوگا کہ نئے خیالات کو جذب کریں اور اپنی مجلسی حالت کو اس طرز جدید کے مطابق بنائیں جو ان کے اندر پیدا ہو چکی ہے اور اپنی قومی ہستی کے اس شجر سے نخل بندی کریں جو غیر ملکی لوگوں نے ان کے ملک میں لگا دیا ہے۔

لیکن برطانیہ کلاں سے تعلق رکھ کر صرف مصر ہی کو فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہماری قوم بھی مصر اور سوڈان سے فوائد حاصل کر سکتی ہے۔ ان ممالک میں جس قسم کا کام ہماری آنکھوں تلے سرانجام پا رہا ہے۔ وہ بجائے خود زرپرستی کے معیار ہمارے قومی کیرکٹر پر تجارتی یا جماعتی حرص کے اثر بے حقیقت خواہشات کے سرگرمانہ تعاقب یا حقوق و مجلسی امتیاز کی اس جدوجہد کے لئے جو ہماری جماعت کو اسقدر بدنام کرنے والی ہے بہت کچھ اصلاح بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ وہ افسر جو نیل ابیض

کے دلالوں میں اپنی صحت اور زندگی کو معرض خطر میں ڈالتے ہیں یا جو ویران
اور صحرائی مقامات میں اپنے سے ادنے اقوام کی بہبودی کے لئے اپنی عمروں
کا بہترین حصہ ضائع کر رہے ہیں درحقیقت ان صفات میں اضافہ کر رہے
ہیں جو ہماری قوم کا بہترین ورثہ ہیں۔ جس قسم کا الوالعزمی کا کام وہ کر رہے
ہیں اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور قومی زندگی میں اس سے تحریک
پیدا ہوتی ہے نیک ملکہ بیس (الزبتھ) کے زمانہ میں کھاری سمندروں
کو جو تعلق ہمارے اجداد واسلاف سے تھا وہی تعلق جدید ممالک کے ان
مقامات کو جو ابھی انسان کے پاؤں تلے نہیں آئے ان کی اولاد سے ہے۔
کسی نثار یا ناظم کا قول ہے کہ مشرق ہمیں بلاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ
ہمیں نہ تو مشرق۔ نہ مغرب اور نہ دنیا کا کوئی اور مصر بلاتا ہے بلکہ سیاحت
اور الوالعزمی کے کارناموں کا شوق جو ہماری سرشت میں داخل ہے۔
ہمیں اپنی طرف طلب کرتا ہے۔ ہر ایک غیر ترقی یافتہ قوم ہر ایک ایسا ملک
جس کے سارے حصے ابھی تک دریافت نہیں ہوئے ہمیں اپنی طرف بلانے
والا ہے۔ صدیاں گذر گئیں جب ایتھنز اور روما نے اس آواز کو سنا
اور وہ اس کی طرف گئے۔ امید ہے کہ ہم بھی انہی راستوں پر جہاں
زمانہ قدیم کی آزاد اور بے خوف اقوام قدم رکھ چکی ہیں ناقابلیت سے
نہیں چل رہے۔ جہاں کہیں اس قسم کے وسیع رقبات موجود ہیں جن
میں اجنبی اقوام بستی ہیں جہاں کہیں عظیم الشان دریا ان مقامات سے
نکل کر بہتے ہیں جن کا حضرت انسان کو پتہ نہیں جہاں کہیں بظاہر غیر محدود
جنگل انسانی آمد و رفت کی راہ میں حائل ہیں غرض جہاں کہیں نامعلوم
یا غیر معروف امور کی دلچسپی کا سایہ موجود ہے وہ تمام ملک ہمارے ان
الوالعزم آدمیوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں جن کے لئے وطن میں پرشدہ
میدان کے اندر جگہ خالی نہیں یا جو پرانی دنیا کے معروف راستوں پر چلنے
پر اس دنیا کی خطرات آمیز آزادی کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کے لئے نئی ہے۔

اب سے ایک صدی پہلے ہندوستان نے ہمیں اپنی طرف بلایا تھا۔ (اور اب تک بھی بلا رہا ہے) آج نائیجیریا مشرقی افریقہ۔ روڈیشیا اور مصری سوڈان کی باری ہے۔ ہمارے ہم وطن ان ملکوں میں جو کام کر رہے ہیں وہ ہمارے وطنی بھائیوں کے خون میں جوش پیدا کرتا ہے اور ان کی زندگیاں اس قومی حاضری کے رجسٹر میں نظرانداز نہ کی جائیں گی جس کے اندر درج شدہ لوگوں نے اپنے ملک کی ناموری کو دوبالا کیا ہے۔ اکثر مدبران کے نام دھریں گے۔ بہتیرے دنیا داران پر مضحکہ اڑائیں گے لیکن وہ لوگ جو دنیا میں انسانیت پھیلانا چاہتے ہیں یا وہ جو کہ محتاج ہیں ان کی محنتوں سے ضرور امید اور ہمت حاصل کریں گے +

تمام شد

فہرست کتب

رہنمائے تعلیم۔ جونسن صاحب کی نہایت مفید اور بکار آمد کتاب دوسینچری سٹوڈنٹس گائیڈ سے تیار کی گئی ہے۔ ۱۲۸ صفحے۔ قیمت ۱۴ر +

عجیب و غریب صدی۔ اس میں وہ تمام باتیں بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہیں۔ جو انیسویں صدی میں حکمت نے ایجاد یا تحقیق بنے ظاہر کی ہیں۔ حرارت۔ روشنی اور برق نے جو جو عجیب کام بری اور بحری دنیا میں کئے ہیں۔ وہ عالمانہ طور پر قید کتابت میں لائے گئے ہیں۔ علاوہ بریں آتش فشاں پہاڑوں۔ اجرام فلکی۔ علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کیسے تحقیق مروارید علم سے پُر ہوتا ہے۔ قیمت ۶ر +

مشاہیر عالم۔ اس عقد ثریا میں ان مشاہیر عالم کے اسمائے گرامی منسلک ہیں۔ جن کی الوالعزمیاں طرح طرح کے کارہائے نمایاں کے متعلق آسمان شہرت پر چمک رہے ہیں۔ ۲۲۴ صفحے۔ قیمت ۸ر +

مشاہیر بہی خواہان بنی آدم۔ یعنی اُن ہمدردان بنی نوع انسان کی سوانحعمریوں کا مجموعہ۔ جس کے مطالعہ سے ہر شخص حب انسانی سے بھر جاتا ہے۔ ۱۱۲ صفحے قیمت ۳۰ر +

جان ہیلیفکس جنٹلمین۔ ہر دو حصہ۔ حصہ اول ۲۹۲ صفحے۔ قیمت ۱۲ر۔ حصہ دوم قیمت ۱۲ر +

طلسم۔ انگلستان کے مشہور ناولسٹ سر والٹر سکاٹ کے مشہور عالم ناول طلسمان کا ترجمہ جس میں مجاہدین صلیب اور سرفروشان اسلام کی معرکہ آرائیوں نشان انگلستان کی ہتک۔ ہتک کنندہ کی سراغ رسانی اور اس کے کردار کی سزا۔ ایک معتوب کی بحالی۔ رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان سلاطین صلیب سے شکر رنجیاں۔ رچرڈ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی ملاقات اور فن حرب کے جوہر رچرڈ اور صلاح الدین کا عہد پیمان ایک عاشق

صادق اور جانباز کی مطلب براری - حسن وعشق اور فراق و وصال کی داستان وغیرہ وغیرہ کے مفصل اور نہایت دلچسپ تاریخی حالات درج ہیں۔ ۶۸ صفحے - قیمت ۶ر +

آئیون ہو - یعنی سر والٹر سکاٹ کے مشہور و معروف ناول کا ترجمہ جس میں تاریخی واقعات اور رزم بزم کے سین نہایت ہی دلچسپ پیرائے میں دکھائے گئے ہیں۔ مطالعہ سے کتاب کی خوبی معلوم ہوتی ہے - ۲۶۲ صفحے قیمت ۱۰ار +

جارج اسٹیفنس - یعنے ریلوے کے موجد کی زندگی کے سبق آموز حالات ۲۸ صفحے قیمت ار +

اسٹینلی سیاح افریقہ - جس میں مسٹر ہنری - ایم اسٹینلی مشہور سیاح افریقہ کی سیاحت - دریافتوں اور فیضرساں کوششوں اور کارناموں کے مفصل اور دلچسپ حالات درج ہیں۔ با تصویر ۴۸ صفحے قیمت ۴ر +

علوم طبیعہ کی تاریخ - حصہ دوم - یعنی انیسویں صدی کے علوم طبیعہ - سائنسدانوں کی دریافتیں اور تجربات کے حالات درج ہیں۔ با تصویر ۱۷۶ صفحے - قیمت ۱۲ار +

حیات شمع - جس میں شمع کی لو - روشنی - شمع کے لئے ہوا کے چلنے کی ضرورت شمع کے جلنے سے کون کون اشیاء پیدا ہوتی ہیں۔ شمع کے جلنے اور علم تنفس کی مشابہت - کوئلہ - کوئلہ کی گیس - کاربونک ایسڈ - ہیڈروجن - نائیٹروجن - اوکسیجن وغیرہ کے خواص وزن و ماہیت وغیرہ کے مفصل و با تصویر حالات درج ہیں۔ - ۱۶۰ صفحے قیمت ۶ر +

تاریخ روم - جس میں رومتہ الکبرے کے عروج و زوال طرز حکومت کا مفصل درج ہے - قیمت ۸ر +